پیامِ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

"شاعرِ اعظم"

بسلسلہ ۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء

شاعر صاحب دل کی جھنگی کا تماشا یوں دکھاتے ہیں ؎

دل نگلیں مدارت ستم کی بات رہ جائے
لہو کی بوند بن کر جذب ہو جاؤ کہ پیکاں میں

پہلا مصرع ایسا ڈھیلا ڈھالا ہے کہ گویا دماغ نے نصرت سے استعفا دے دیا۔ ہاں دوسرا مصرع تو یہ ایک فرمائش ہے شاعر صاحب اپنے دل سے ٹھیک اُسی طرح پیکان میں لٹک کے جذب ہو جانے کی فرمائش کرتے ہیں جیسے مداری تار پر گولیوں کو دوڑانے روکنے کی ہدایت کرتا ہے۔ شعرا نے دل کو پیکان و خدنگ کا مہمان خانہ فرض کیا ہے برخلاف اس کے شاعر اعظم مہمان کی داڑھی پکڑ کے لٹکنے کی میزبان کو تعلیم دیتے ہیں یعنی خاطر داری اور مدارات ہے۔ اس کے علاوہ شاید یہ پیکان آہنی نہیں کسی مسجد کی ٹوٹی بدھنی کی ٹونٹی ہے جس کے لیے یبوست کی وجہ سے خون کی بوند سڑک لینا قابل تعجب نہیں۔ جس مضمون کو شعرا نے ایسے حسن و لطافت کے ساتھ نظم کیا ہے کہ دل عش عش کرتا ہے وہ بھی شاعر اعظم کی غارت گری سے نہ بچا۔ اور ایسا مہمل ہو گیا۔ واقعی اُستادی یہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں ؎

ذرا اٹکل کر پکار لے صور مجذوبانِ الفت کو
یہ دیوانے کہیں بیٹھے نہ رہ جائیں بیاباں میں

یہ شعر وہ ہے جس پر بے حاصلی کو ناز ہے جعفر زٹلی اور شیخ چلی دونوں اگر کہتے تو یوں ہی کہتے۔ صور کوئی عجوبہ یا بگل نہیں ہے جو دیوانوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے واسطے حضرت اسرافیل بجائیں گے اور اُس میں کسی کا نام لے کے پکاریں گے اُس کی پہلی آواز میں دنیا فنا ہو جائے گی۔ دوسرے نفخہ (پھونک) میں حیوٰۃ پائے گی۔ دیوانے مردود چاہے بیابان میں بیٹھے رہیں چاہے دیوار و در سے سر پھوڑیں۔ ہم آپ کی خاطر سے تسلیم کرتے ہیں کہ صور دیوانے جمع کرنے کا آلہ ہے اور یہ بھی مانے لیتے ہیں کہ صور زور سے پھونکا گیا دیوانے قلقاریاں مارتے ڈھیلے اچھالتے بوٹیاں کاٹتے ننگے دھڑنگے جمع بھی ہو گئے تو پھر کیا؟ بالفاظ دیگر حضرت اسرافیل کے صور نے شاعر صاحب کا حکم نہ مانا پڑی ہوئی آواز لگائی اور شاعر صاحب کا یہ اندیشہ پورا اُترا کہ دیوانے بیابان میں بیٹھے رہ گئے تو کیا قیامت ہوئی۔

ان مطالب سے جو شخص واقف ہے وہ شاعر صاحب کی اس یاوہ گوئی پر ضرور ہنسے گا۔ یہ جذب و سکر اور محویت و استغراق کی اگر کوئی اکمل ترین تصویر ہو سکتی ہے تو وہ آخری شعر ہے تخیل کی جدت آفرینی معاذ اللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ صور کی وہ آواز جو غیر ذی روح مجسمات میں روح پھونک سکتی ہے بیٹھی جا رہی ہے بیکار ہو رہی ہے کوئی تاثر کوئی احساس پیدا نہیں کر سکتی۔ اسرافیل پریشان ہیں اور وہ لمحہ قریب تر ہے کہ اپنے فرض کی تکمیل میں ناکامیاب ہو جائیں گویا اگر مجذوب نہ اُٹھے تو قیامت بھی موقوف ہے اسی عالم ندامت و تفکر میں شاعر کی ہمہ گیر قوتوں کو جوش آتا ہے اور وہ ایک مربیانہ انداز سے چلا کر کہتا ہے۔

ذرا اٹکل کر پکار لے صور مجذوبانِ الفت کو
یہ دیوانے کہیں بیٹھے نہ رہ جائیں بیاباں میں

ولے ناکامی یہ طولانی بھی معانی کی جانب سے گونگی ہے جو کچھ کہا گیا وہ بھی "المعنی فی بطن الشاعر" سے کم نہیں۔ شعر کے الفاظ سے صور کا تعلق اور اسرافیل کی حیرانی پریشانی قیامت کا اختلال شاعر کی ندامت کسی طرح ثابت نہیں ہے نہ اُستاد شاگرد جذب و سکر محویت و استغراق کے اصطلاحی معانی سے باخبر معلوم ہوتے ہیں لفظیں گنوانا تھیں تو یوں کہہ دیا ہوتا کہ "انجنیری طباخی کفش دوزی خیاطی کی اگر کوئی تصویر ہو سکتی ہے تو یہ شعر ہے" جدت آفرینی لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجن کی وہ سیٹی جو مسافروں کو گرد بڑا دیتی ہے مداری کی تونبی کی طرح بالکل بند ہو گئی رکو رکو کے زور مارتے ہیں گر سیٹی کا زلزلہ صدا نہیں ہوتا ڈرائیور اسہال کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور وہ لمحہ قریب تر ہے کہ حلق میں بانس چلانے کی نوبت آئے۔ گویا اگر مسافر اُٹھے تو گاڑی میں روڑا اٹک گیا۔ اسی عالم ندامت و تفکر میں شاعر کی ناقفا تدبیریں ایک تھیلی میں جمع ہو جاتی ہیں اور وہ فاتحانہ انداز سے گولا سر کرتا ہے۔ ....

کیوں؟ اس لیے کہ مابہ البحث شعر کو نہ اُس شرح سے کوئی لگاؤ ہے نہ اس ظریفانہ عبارت سے۔ اگر جذب و سکر محویت و استغراق کا لگاؤ ثابت کر دیا جائے تو انجنیری و طباخی کفش دوزی اور خیاطی کا لگاؤ ثابت کرنا ہم اپنے ذمہ عائد کرتے ہیں۔

ان اشعار بے معنی کے بعد فرماتے ہیں ؎

اب کیا بتائیں عمر وفا کیوں خراب کی
تو صرف ہے زندگی کی کہانی شباب کی

اس شعر میں وفا کا ذکر فضول ہے۔ کیوں؟ کا جواب شاعر صاحب کے پاس ہو گا۔

تھی الوداع ہوش تجلی مختصر
میرا تو کام کر گئی جنبش نقاب کی

اس شعر میں تجلی مختصر کی پیدائش شاگرد صاحب نے لمحہ کے لیے پیچھے سے کی ہے۔ معلوم نہیں کس گھڑی نے یہ وقت بتایا ہے۔ سلامتی سے اُستاد اور شاگرد دونوں کے دماغ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں

ایک صاحب جھوٹ بولنے کے عادی تھے بارہا جھوٹ کے سبب سے پشیمانی کا سامنا ہوا اتفاقاً ایک دن کسی دوست نے ایک نوکر پیش کیا کہ بھئی اس کو رکھ لو اسے جھوٹ کے سچ بنانے میں خاص ملکہ ہے۔ ان کی مراد بر آئی چند روز کے بعد ان کے گھر میں دوستوں کا مجمع تھا ذکر اذکار ہو رہے تھے حضرت نے بے پر کی یوں اُڑائی کہ ایک دن میں شکار کی تلاش میں تیر کمان لیے جنگل میں گھوم رہا تھا بھوک بھی لگی ہوئی تھی آفتاب کی حدت بھی شباب پر تھی درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اتنے میں ایک [illegible]

گر پڑا اُلٹو کے ذبح کیا اور سو رہا جب آنکھ کھلی تو کیا
دیکھتا ہوں کہ تیتر کباب بنا ہوا اُڑ کے میری گود میں
آ گرا۔ اس حکایت پر دوستوں نے قہقہے لگائے
پر چھپے تو نوکر یاد آیا اُس کی جانب مظلومی کے
ساتھ دیکھا۔ نوکر آگے بڑھا اور دست بستہ
عرض کی کہ حضور سچ فرماتے ہیں بات یہ ہوئی کہ جب
تیتر ذبح ہو چکا تو حضور نے آرام فرمایا چیل آئی
اور جھپٹا مار کے اُٹھا لے گئی چیل سناٹا بھرتی
جا رہی تھی کہ دوسری چیل نے اُس کے پنجے
سے تیتر چھیننا چاہا۔ اس کشمکش میں تیتر گر پڑا۔
ایک فقیر اپنی جھونپڑی میں بیٹھا کھانا پکا رہا تھا
اُس نے تیتر اُٹھایا صاف کیا بھونا ابھی وہ کھانے
نہ پایا تھا کہ دوسری چیل اُس کے ہاتھ سے
تیتر کا کباب اُڑا لے گئی۔ اور وہاں لائی جہاں
میاں آرام کر رہے تھے مگر پہلی چیل بھی تاک میں
تھی اُس نے بالا ہی بالا کباب پر چوٹ کی کباب
نیچے سے چھوٹ کے حضور کی گود میں گرا۔ اس میں
تعجب کاہے کا۔ اور آپ لوگ کیوں مضحکہ فرماتے
ہیں "بھونے تیتر اُڑانے" کی مثل اُسی وقت
سے زبان زد ہوئی۔

سیماب صاحب کے شاگرد میاں ساغر بھی
غالباً اُسی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں جس میں اس
بات بنانے والے نوکر نے تعلیم پائی تھی۔
اُستاد بھونے تیتر اُڑاتے ہیں اور شاگرد صاحب
اُسے قرین عقل بناتے ہیں۔ ورنہ صاحبان فہم
کے نزدیک تجلی مختصر سے جو کام لینا مقصود ہے
وہ محض لفظ تجلی سے ادا ہو سکتا ہے مختصر و مطول
کی قید فضول ہے۔ ہمارے نزدیک لفظ مختصر بے
محل ہے مگر شاگرد صاحب اُسی کی مدح فرماتے ہیں۔
تیسرا شعر ہے ۔

تنہائیوں میں وہ تری ہمراہی خیال
وہ جنگلوں میں سیر شب ماہتاب کی

اس شعر میں کوئی وصف نہیں نہ کوئی بات داد کے
قابل ہے۔
چوتھا شعر ہے ۔

گھبرا کے جس سے چیخ اُٹھا عالم وجود
وہ چیز دل نے میرے لیے انتخاب کی

شاگرد صاحب فرماتے ہیں۔
"یعنی محبت کا عنصر لطیف و عظیم دل نے انسان
کے لیے تجویز کیا اور اب معلوم ہوا کہ دل ہی خدا ہے
اس لیے کہ حق انتخاب اور محبت کا حق تو صرف
خدا کو حاصل ہے۔ واللہ میں خدا کو داد دیتا ہوں
کہ کیا چیز اُس نے مجھے دی مگر اُسی خدا کے لیے
جسے داد دے رہا ہوں بتا دیجیے کہ مولانا کو کیا
سمجھوں کہ جن کے ایک شعر نے اس حقیقت کا
انکشاف کر دیا۔"

اس عبارت سے ناظرین خود ہی اندازہ فرما سکتے
ہیں کہ شاگرد اور اُستاد دونوں کا حوصلہ کیسا بڑھا
ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں عالم وجود تو نہ چیخا چلایا رویا
پیٹا ڈہائی نہ کسی نے آواز سنی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ
"وجود" یا عالم وجود دیکھ کے شاعر صاحب چیخے
ہوں اور شاگرد صاحب بل گئے ہوں "وہ چیز"
کے غیر مقرر اشارے سے محبت مراد لینے کا حق
شاگرد صاحب کو ہرگز حاصل نہیں شعر خلقت کے
سامنے پیش کیا گیا ہے۔ باہمی تعلقات کی راہ سے
"وہ چیز" پر ہزار قسم کی بدگمانیاں ہوتی ہیں۔
محبت ہو یا کوئی دوسری تکلیف وہ چیز مثلاً
حلق سے بڑا لقمہ جس سے چیخنے کے علاوہ آدمی
کی آنکھیں بھی نکل پڑتی ہیں منھ بھی سرخ ہو جاتا
ہے۔

الغرض حسرت رہی کہ اس انتخاب میں کوئی
شعر تو قابل وصف ہوتا۔

راگ دھاری بیہودہ گو فقفتا

"ادب لطیف کا نمونہ"

"کشمیر کی گلیاں گونج رہی ہیں جیسے کہ ایک بے کیف
ترنم ایک مدہوش جنت، بیتوائی ایک ستمگر روزگار
نغمات عشوہ ریز کی ایک مست تبسم پاشی نغمات
گوناگوں اپنے [illegible] بار کے ساتھ گلیوں کی
خاک آفریدہ کرتا اور پیمانۂ مقرر عشوہ بد بو سے
غلاظت پاش ہوتا در بدر کشتی نصیب ہاموں تھا۔
اس کی ہر ادا سے خیرہ ریز عفونت دریوزہ گری
انگن تھی کہ کشکول و اشکوں زیر نظر رہ نوردان
جادۂ بد افعالی ہوئی۔ ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے
خزف و بول سیاہ کی وہ بارش ہوئی کہ توبہ بھلی۔
ہر ادا سے مختتانہ ہر صدائے سکون فروشانہ مہیج
جذبات ہرزہ درائی۔

ترنم اول فقیرانہ

خس و نحوست حال فقفتے
الفت میں بدحال فقفتے

میلے اُلجھے بالوں والے
پھٹے پچکے گالوں والے
مجنونی قسمت والے
سکونی رنگت والے
کس کی کونڈی کس کا سونٹا
گلے میں نرگس کا سونٹا
لے کر جھولی۔ آئے ڈھولا
بھیک کا اپنی پھاٹک کھولا
ہائے فقفتے ——— وائے فقفتے
——— تیرا منھ کھک جائے فقفتے

یہ تیری ادباری صورت
شکل نحشت روح نحوست
یہ سردی یہ سست بڑھاپا
سر پہ تیرے مرغی کا ٹاپا
تکیے میں محدود نہیں تو
بیٹی سے مردود نہیں تو
بے شرمی پر غالب تو ہے
ہر چیتی کا طالب تو ہے
ذلت دروشہ تیرے گھر کا
لعن زدہ تو دنیا بھر کا
ہائے فقفتے ——— وائے فقفتے
——— منھ تیرا کھک جائے فقفتے

چھینک سے فارغ ناک ہے تیری
آنکھ کی مٹی چاک ہے تیری

جلد ۲۱ نمبر ۱

مضامین

(مورخہ ۵ جنوری ۱۹۳۶ء)

سال نو مبارک

رباعیات

بکتا بتا ہوں ظرافت وطائات | بھاتی نہیں اب تو مجھکو کوئی اک بات
سچ کہتے ہیں جن کا ہے مقولہ یہ ندیم | شعروں میں ترسے ہیں ڈھاک کے تین ہی پات

سال ماضی تھا خوب پکا پیسا | جس نے کھولا تھا ہر طرف بد کیسا
موجودہ سال کیا سمجھتے ہو ندیم | یہ تو ہوگا اجی بڑا چھتیسا

انڈیا بل پر خیالات

اسکیم کی لگ رہی ہے ہر اک کو لگن | آتے جاتے ہیں لوگ سمت لندن
ہندی بل پاس ہونے والا ہی ضرور | لائے گا اپنے ساتھ چھتیسوں فن

جب کی ہے سند کہ کانگرسی تھو سلے | ہرگز کونسل میں دال اسکی نہ گلے
ہندی بل کا ہو رعب ہر صوبے پر | حکم اس کا ہر ایک وقت ہر سمت چلے

جیسے باہر ہیں ویسے ہی اندر ہوں | شاخ کونسل پہ بیٹھے جوں بندر ہوں
یہ کانگرسی نہ کرسکیں ہرگز کچھ | ہر وقت یہ مایوسی ہی سے در بدر ہوں

پیشین گوئی

دنیا میں عظیم جنگ ہوگی برپا | کھائیں گے بڑے بڑے بھی جس سے چرکا
بدلیں گے [illegible] مذہب اپنا امید کہ اب | گاندھی جی بیٹھے کاتیں گے بس چرخا

ندیم خستہ تن

اپنا فرض خیال فرما کے "اودھ پنچ" کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرمائیے۔ "منیجر"

ایک اچھوتا سہرا

سہرا یہ پیر کا ہے اور ہے نہ سر کا سہرا
بتلائے کوئی اتنا پھر ہے کدھر کا سہرا

(از قلم چہرہ نویس)

"ایک دوست کی شادی ہے آپ مجھے ایک سہرا لکھدیں" ایک دوست نے فرمائش کی۔ جواب میں میں نے کہا کہ میں نے کبھی سہرا وہرا لکھا نہیں۔ آپ کوئی سہرا بطور نمونہ لا دیجیے کہ اُسے سامنے رکھکر طبع آزمائی کردوں۔ میرے وہ دوست دوسرے روز ایک اخباری کاغذ اُٹھا لائے جس میں جگت اُستاد حضرت خجندی میرٹھی کا ایک سہرا درج تھا۔ آپ سچ مانیے گا اُسے دیکھتے ہی توسن طبع طرارے بھرنے لگا۔ سچ تو یہ ہے کہ چند ہی منٹ میں وہ کرزن کا سہرا تیار ہوگیا کہ اگر خود مولانا خجندی ملاحظہ فرمائیں تو داد دینے پر مجبور ہوجائیں۔ میں نے ان سے کہا تو لکھیے:—

لکھیے قلم اُٹھا کر اب اس ڈھچر کا سہرا | جو گھاٹ کا ہے سہرا اور ہے نہ گھر کا سہرا

اے سبحان اللہ کیا مطلع ہوا ہے۔ مطلع معلق ہے۔ بھلا اس کا جواب کاتب کو بھی۔ میں نے کہا بس لکھے جائیے ؎

اس میں گندھی ہوئی ہیں عنقا کی دُم کی کلیاں | سمجھیں نہ اس کو ہرگز مرغی کے پر کا سہرا

سلے دہائی ہے" میرے دوست نے پنسل کاغذ ٹیک کر کہا۔ بھلا خجندی صاحب کیا ایسا لکھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت یہ نہ کہیے وہ مولانا سنیہار اور حافظ علی بہادر کے اُستاد ہیں۔ اس کے علاوہ بزم خیال کے صدر اور جمعیۃ العلماء کے سکریٹری ہیں بھلا ان کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟ بس آپ مجھے زیادہ شرمندہ نہ کریں اچھا لکھیے ؎

پینٹھ برس کے سن میں بڑھیں جب اُنکی گھیر | کیونکر بھو نہ گائے اپنے خسر کا سہرا

اس شعر کو سُن کر قسم مس میو کے قدموں کی کو چۂ محبت میں بھونچال آجائیگا بھونچال!!" میرے دوست سر پکڑ کے پکار اُٹھے۔ میں نے کہا "اب تو آپ نے مجھے بنانا شروع کیا" اچھا لیجیے کاغذ پنسل ؎

دولھا ہے بمبئی میں لندن دلھن سدھاری | فرمائیے لکھیں ہم اب کس کے سر کا سہرا

واللہ کیا شعر کہا ہے غالب کے اس شعر کی مکمل تفسیر ؎

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا | کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی!

میں نے کہا کہ اگر آپ کو سہرا لکھوانا ہے تو زیادہ تعریفیں کر کے میرا دماغ پریشان نہ کیجیے اس سے طبیعت کی روانی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ خیر تو لکھیے ؎

دولھا اگر ہے چندھا تو ہے دلھن ٹینگی | گندھوا دو ان کی خاطر تار نظر کا سہرا

"ھئی قسم ہے کان بلاغت کے سرپاک کی"...... میرے دوست نے ابھی فقرہ پورا نہیں کیا تھا کہ میں نے اُنھیں ٹوک کر کہا "میں جانتا ہوں کہ اب آپ کو زیادہ شعر کہلوانا منظور نہیں"...... میرے دوست نے جواب دیا "یہ بات ہرگز نہیں

اچھے شعر پر بیاختہ واہ نکل جاتی ہے اور بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے ؎

محبت جانتے بھی ہو کہ فصل اضطراری ہے — تعجب ہے کہ پھر ہنستے ہو میرے دیدۂ تر پر

میں مسکرا کے چپ ہو رہا اور کہا اچھا لکھیے ؎

دولھا کا قد بالا ہے کس کا اک ہے لنگا — اس کے لیے مناسب ہے بانس بھر کا سہرا

اُف ہا اُف !!..... مگر میرے بڑے ہوئے تیور دیکھ کر میرے دوست کچھ زیادہ نہ کہہ سکے۔ سر اٹھا کر صرف اسی قدر کہا کہ میں کچھ نہ کہوں گا آپ لکھوائیے۔ میں نے کہا ؎

گھر سے ذرا دو بادل چھائے دوا یک چھینٹا — بن جائیں گے تراطین نیت المطر کا سہرا

میرے دوست نے پنسل روک کر اور سر اٹھا کر کہا "جناب سطر ساکن اوسط ہے"۔

میں نے جواب دیا تو اس شعر کو کاٹ دیجیے اور آخری شعر یہ لکھ لیجیے ؎

جاڑوں کی چاندنی ہے تالاب کے کنارے — مفلس سنا رہا ہے اک اہل زر کا سہرا

یہ ہاں دیکھیے یہ ہے موسمی شعر۔ یہ کہہ کر دوست نے رخصت ہو گئے اور ہماری جان چھوٹی۔

ر۔ا

بمبئی ر۔ا

شغل بہاری

ساقی یہ سال ہوگا کیسا — سنتا ہوں کہ ہے یہ ایسا ویسا

دنیا میں یہ جنگ لائے گا سخت — ہوں جنگ و جدال ہمیں یکلخت

یل ہوگا اس میں ایک بھاری — خلقت ہے خلاف جسکے ساری

آدمی امر کے پیشِ بندی — واجب ہے زراہِ خود پسندی

انگلینڈ کی پارلیمنٹ کا حال — دیکھو کیا پہلے اس کی تھی چال

رفتہ رفتہ ہوئی ہے کیسی — معلوم ہے اس گھڑی ہے جیسی

اس نے کیا سختیاں اُٹھائیں — کس طرح سے طاقتیں بڑھائیں

سر زور نہ ہتیلی پر جماؤ — جو کچھ مل جائے مانگ کھاؤ

پڑھ کر انگلینڈ کی تواریخ — ہندی لڑکوں نے ماری ہے چیخ

ان کو سمجھا بجھا کے رکھو — آہستہ خوب مال چکھو

پاؤ گے رفتہ رفتہ تم بھی — کسکی رہی اور رہے گی کسکی

دنیا میں ہزاروں شاہ گزرے — آئے گئے اپنی راہ گزرے

دارا ہے کہاں کہاں سکندر — ارجن ہے کہاں کہاں یدھشٹر

اکبر کا نام رہ گیا ہے — یہ کان میں کوئی کہہ گیا ہے

زندہ نہیں آج کل جہانگیر — اور شاہجہاں کی ہے نہ شمشیر

اورنگ کا زیب اب کہاں ہے — بس زیر زمیں شہِ جہاں ہے

بودھوں کا راج ہند میں تھا — تاریخ میں جس کا ذکر پایا

ساری دنیا تھی جس نے گھیری — جانے میں لگی نہ اسکو دیری

سب وقت کا ایر پھیر ہے یہ — وہ دیر سے ہو سویر ہے یہ

سب وقت ہی کے ہتکنڈے ہیں — تو کر سکتا ہے کچھ نہ اب میں

وقت آپ کرے گا کام سارے — آکاش کے توڑے گا تارے

آنے دے وقت کی ہے بس دیر — ہو جاتا زبر ہے وقت پر زیر

جو پیش آئے وہ آنے دے اب — رہ سکتا بھلا ہے وقت یہ کب

انگلش مینوں کی طرح تو بھی — پائے گا حکومت اس زمیں کی

حاکم محکوم تم ہی ہوگے — اس ملک کے یعنی ہند بھر کے

تم بھی دم سلطنت بھروگے — کرتے ہیں جو سب وہ تم کروگے

کیا کہتا تھا آ گیا کہاں میں — کچھ نشہ تو پی گیا نہیں۔ ہیں!!

سال نو آ گیا ہے ساقی — بیٹھے خم میں رہے نہ باقی

یاروں کو پلا کے پی کے جھک جائیں — بیخود ہو جائیں اور بہک جائیں

پیری میں پلا جواں بنا دے — بیمار ہوں دارو دے دوا دے

خدمت ہے پنچ کی جو کرنی — اک سال کی ہے ہماری بھرنی

اس میں کچھ حال ملک لکھنا — واجب ہر حال میں ہے گویا

دے جام پہ جام مست ہو جاؤں — کچھ اپنے پنچ کے بھی کام آؤں

لکھوں مضمون ایک تازہ — ہو کا غذ رخ پہ مثل غازہ

جو اسکو پڑھے پھڑک پھڑک جائے — تحسین "پنچ" خوب فرمائے

ہاں طبع رواں ذرا دکھا رنگ — جسکو پڑھ کر ہوں لوگ سب دنگ

؎ عروسک کہ در ہندی بیر بہوٹی گویند ۲

میں خادم پنچ ہوں پرانا — پنشن واجب تھا مجھ کو پانا
خاموش یہ بک رہا ہے کیا تو — کر طبع کو اپنے اب تو یک سو
اس سال کے بعد لینا پنشن — دکھلا مضمون کا تازہ گلشن
"منچو کو" چین سے جدا ہے — خستہ ہونے کی یہ بنا ہے
جاپان اُسے کھانے جا رہا ہے — دھوکا کل ملک کھا رہا ہے
ہر صوبے میں تفرقہ ہے پھیلا — ہر اک کو حکومتی ہے غوغا
جس کو دیکھو بنا ہے وہ شاہ — اپنی اپنی نکالی ہے راہ
فلپائین ہو گیا ہے آزاد — ہم بھی کرتے ہیں اس پہ [illegible]
طلبکا ہے جرمنی پہ سایہ — جنگی طاقت کو ہے بڑھایا
روسی اب سوویٹ بنے ہیں — دولت والے اِتنے گھٹے ہیں
سب کو اک درجہ ہی ملا ہے — سب اپنی خوشی نہیں گلا ہے
یعنی ہے رعیت اور برابا — اک راگ ہے ان کے سب نے گایا
سنتے ہیں کہ ہیں خدا سے بیزار — کر ذکر نہ ان کا یہ ہیں کفار
اسٹریا کے ٹکڑے ٹکڑے ہے اب — شاہنشاہی ہے انہیں اب کب
ٹرکی آہستہ بڑھ رہا ہے — ایران ادھر کو بڑھ رہا ہے
کابل آہستہ گام ہے آج — خاموشی اس پہ کرتی ہے راج
ہے پشتک جھاڑتی عراقی — یعنی ہندی رہے نہ باقی
قانون یہ پاس کر رہی ہے — کرتی ہر سو یہی "دہی" ہے
کیا لکھوں زنجبار کا حال — وہ بھی کرتا ہے حال و قال
دشمن اپنا بھی کینیا ہے — جھگڑا ادھر کیپ میں بپا ہے
ہے ہندیوں پہ ہر ایک جا قہر — دیہات ہو یا ہو کوئی شہر

اٹلی نے نہ مانی لیگ کی بات — لیگ آف نیشن کو ماری لات
وہ ایک کھلونا ہو رہی ہے — اپنی عزت کو کھو رہی ہے
کس برتے پہ زبان کھولے — رہ جاتی ہے صرف کندھا تھولے
کرتا ہے جو جس کے جی میں آیا — ہر ایک نے ناچ ہے نچایا
صدیوں سے حبش تھا آزاد — اس سال پڑی ہے اُس پہ افتاد
اٹلی و حبش میں چھڑ گئی جنگ — اب دیکھنا ہے نتیجہ کا رنگ
اک کالا ہے تو ایک گورا — تن کر ٹوٹے گا کس کا ڈورا
ہم کو اب دیکھنا ہے یہ بس — باقی کس میں ہے کتنا اب کس

(باقی آئندہ)

مہدی ندیم

اس سرے سے اُس سرے

میری نوجوانی کا قصہ ہے۔ دکن سے لاہور جا رہا تھا۔ ان دنوں پیسا پاس تھا اس لیے دوسرے درجے سے نیچے درجے میں سفر کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا۔ چنانچہ سامان قلی کے سر پہ رکھوا کے سکنڈ کلاس میں پہونچا۔ تو دیکھتا کیا ہوں ایک صاحب تھیلے کے قسم کا پتلون پہنے۔ رسّی نما ٹائی باندھے حقّہ پی رہے ہیں۔ ہائیں۔ دوسرا درجہ اور حقّہ۔ میں نے سامان گاڑی کے اندر رکھوایا اور ذرا شان سے قریب جا کر کہا: "تم یہاں کیسے بیٹھا ہے؟ یہ دوسرا درجہ ہے کرایہ بہت دینا پڑے گا" جواب میں انھوں نے لمبا سا کش کھینچا اور کھڑکی کے

باہر جھانکنے لگے۔ جہ غرض ہم تو ہم گویا ہمارا سوٹ بوٹ بھی
قابل التفات نہیں۔ بدن بھر میں چنگاریاں لگ گئیں اور
دل میں کہا رہو دوست اگر یا پیدمت دگرسے دست بست
دگرسے نہ نکلوایا ہو تب کہنا۔ سیدھا اسٹیشن ماسٹر کے پاس
پہونچا اور کہا کوئی بدتمیز دوسرے درجے میں گھس آیا ہے
ذرا اُس کو نکلوا دیجیے۔ اسٹیشن ماسٹر ساتھ آئے
مگر عجب تماشا ہوا۔ ان حضرت کی صورت دیکھتے ہی اسٹیشن ماسٹر
صاحب نے لمبا سا "السلام علیکم" پیش کیا۔ "آئیں مرزا
صاحب آپ کہاں؟" "ذرا لاہور جا رہا ہوں۔" "کیوں
خیریت سے؟ بہت عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی" وغیرہ وغیرہ
میں سمجھ گیا کہ کیا معاملہ ہے ہو نہ ہو مرزا صاحب کا
ریل کے ملازموں سے میل جول ہوگا اور بلا ٹکٹ سفر کا
لطف اُٹھاتے ہوں گے مجبوراً قہر درویش بر جان درویش
میں ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب گاڑی چھوٹ گئی تو
اُنھوں نے دوسری چلم اپنے ہاتھ سے بھری اور چلم
میری طرف بڑھائی۔ میں نے بہت حقارت سے انکار
کر دیا۔

ایک گھنٹے تک خاموشی سے ہم دونوں بیٹھے رہے۔
کوئی بڑا اسٹیشن قریب آ رہا تھا مرزا صاحب نے
جیب سے دوسرے درجے کا ٹکٹ نکالا گویا مجھے
دکھانے کو اور بولے۔ اگلے اسٹیشن پر ٹکٹ کی جانچ
ذرا سختی سے ہوتی ہے نکال کر رکھ لینا چاہیے۔ میں نے
بھی احتیاطاً ٹکٹ نکالنے کا ارادہ کیا جیب میں ہاتھ
ڈالا تو ٹکٹ غائب۔ خیال ہوا کسی دوسری جیب میں
ہوگا۔ مگر وہاں بھی نہ ملا۔ اب تو سوٹ کیس دیکھا اوپر تلے
دیکھی تہ بند تک کھول ڈالا مگر ٹکٹ کا پتا نہ لگنا تھا نہ لگا۔
میری پریشانی دیکھ کر مرزا صاحب ہمدردی کرنے لگے۔
بڑی مشکل ہوئی اگر اگلے اسٹیشن پر جانچ ہوئی تو
چالیس پچاس روپیہ سے کم نہ دینا پڑے گا۔ ہاں
اگر وہاں سے بچ کر نکل گئے تو بس پھر کوئی خطرہ نہیں
کہنے کو تو میں دوسرے درجے میں سفر کر رہا تھا مگر
جیب میں کل پونجی پچاس ساٹھ سے زائد نہ تھی۔
میری پریشانی اور بڑھی۔ آخر میں نے کہاوت مشہور ہے
"وقت پڑے پر تو گدھے کو باپ بنا لو" مجبوری درپیش
ہے اس وقت مرزا صاحب کو دوست بنا لو۔

"مرزا صاحب آپ ہی بتائیے میں کیا کروں؟"
"ایک ترکیب میں بتا سکتا ہوں۔ آپ بنچ کے نیچے
لیٹ جائیے اگر کوئی ٹکٹ دیکھنے آئے گا تو میں اس کو
اپنا ٹکٹ دکھا کر باہر ہی باہر رخصت کر دوں گا۔"
دل نہیں مانتا تھا مگر [illegible] مار رکھا ہے
میں نے تولیے سے زمین جھاڑی اور اپنے قیمتی
لباس کی درگت پر ترس کھاتا ہوا نیچے لیٹ گیا۔
تھوڑی دیر کے بعد اسٹیشن آ پہونچا اور جو ڈر تھا وہ
تھا وہی ہوا۔ ایک ٹکٹ چیکر آ کر مرزا صاحب سے
ٹکٹ مانگنے لگا مرزا صاحب نے فرمایا۔
"ذرا اندر آ جائیے میں ٹکٹ نکال لوں"
لاحول! مرزا صاحب کی یاد اتنی دیر میں بھول گئے
اور کیا کرنا تھا اور کیا کرنے لگے۔ اے صاحب
ٹکٹ چیکر اندر آ گیا۔ میں دبک کر اور گھس گیا۔
جالا تنا تھا وہ میرے چہرے پر لگ گیا۔ نہ معلوم
کتنی خاک آستینوں اور بالوں میں بھر گئی۔
اتنے میں ٹکٹ چیکر صاحب کی آواز سنائی دی "دو
ٹکٹ کیسے؟ دوسرے صاحب کہاں ہیں؟"
مرزا صاحب کی آواز آئی "بنچ کے نیچے لیٹے
ہیں۔"
ٹکٹ چیکر نے جھک کر مجھے دیکھا اور بہت تعجب سے
بولے: "یہ نیچے کیوں لیٹے ہیں؟"
مرزا صاحب: "کیا بتاؤں؟ آجکل کے نوجوانوں
کی باتیں سمجھ ہی میں نہیں آتیں۔ یہی دھن آ گئی"
مرزا صاحب کی بدمعاشی پر اتنا غصہ آیا کہ پستول
تو پستول اگر میرے پاس توپ بھی ہوتی تو مرزا صاحب
پر داغ دیتا۔ مجھے اُلّو بنایا۔
اُدھر ٹکٹ چیکر گیا اور ادھر میں غصے کا بھرا
لوٹ لگا کر بنچ کے نیچے سے نکلا اور گرد جھاڑتا ہوا مرزا
صاحب سے کہنے لگا۔
"یہ کیا حرکت تھی؟"
"صاحبزادے۔ ٹکٹ تمھاری جیب سے گر گیا تھا
اب آیندہ سے احتیاط رکھا کرو۔ بچوں کو احتیاط کی
تعلیم یوں ہی دی جاتی ہے۔"
میں جل کر خاک ہو گیا۔ یہ گویا مجھے سبق دیا گیا تھا

مگر کرتا کیا مرزا صاحب بڑے مضبوط جسم کے تھے
اور میں ٹھنی دبلا پتلا۔ اس دن سے یہ ضرور ارادہ
کر لیا کہ آیندہ سے پستول لیکر سفر کیا کروں گا۔

(۲)

مجھے مرزا صاحب کی حرکت پر برسوں غصہ رہا مگر ان کی
نصیحت اثر کر گئی۔ رفتہ رفتہ میں احتیاط مجسم ہو کر رہ گیا۔
دیوار پر گھڑی ٹنگی رہتی تھی ایک دفعہ میں نے لڑکوں
کو اس کا ڈھکن کھولتے دیکھا فوراً بمقتضائے احتیاط
گھڑی طاق کے اندر جڑوا دی اور طاق پر جالی لگا دی
کچھ دنوں بعد اپنی چھوٹی صاحبزادی کو دیکھا کہ جالی پکڑے
جھوجھو کر رہی ہیں۔ اب جالی کی احتیاط کی ضرورت
محسوس ہوئی۔ بہت غور و خوض کے بعد ایک تدبیر
سوجھی طاق پر بالائی صورت کے سیخچے لگوا دیے مگر گڑیا
اب بھی اندر جا سکتی تھی۔ اس لیے سیخچوں پر مہین جالی
چڑھا دی۔ احتیاط تو پوری ہو گئی مگر گھڑی نظر نہ
آتی تھی۔ یہ عجیب مشکل تھی اس کا حل یوں نکالا کہ طاق کے
اندر گھڑی کے سامنے بجلی کا ایک قمقمہ لگا دیا۔ یہ
رنگ تھا میری احتیاط کا۔ یا یوں کہوں کہ یہ درخت
تھا اس بیج کا جو مرزا صاحب نے بویا تھا۔ مگر اس
احتیاط سے بیوی بچے بہت پریشان رہتے تھے اور
میں اُن کی بداحتیاطی سے۔
ایک دفعہ کا قصہ ہے میں اپنے قصبے سے شہر
جا رہا تھا چھوٹے بھائی صاحب بھی کاروبار کے
سلسلے میں ساتھ تھے۔ میں نے بھائی کو احتیاط پر
لمبا سا لکچر دیا اور پھر ان کو اتار کر ایک کام سے بنک چلا گیا۔

بہ سرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ
"حسنا"
لکھنؤ
شاخ
حیدر آباد دکن
قنوج دہلی
ASGAR ALI MOHD. ALI
ATTAR MFRS.
Head Office CHAWK
LUCKNOW
اصغر علی محمد علی
تاجر عطر حنا بلبل آکے لکھنؤ
Akhtar

بی کانگریس جان درعطا گران قدرسی

پچاسویں دھوم دھامی سالگرہ مبارک

"ہم تو سمجھے تھے کہ گاندھی جی کی مسخرگی پر تم تصدق ہوگئیں - مگر خدا نے عمر دوبارہ کی"

جب اُٹھنے لگا تو دیکھا کہ بھائی کی نقدی کا بٹوا پڑا ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ اس کمبخت کی بے پروائی کبھی نہ جائیگی۔ میں نے بٹوا اٹھالیا اور موٹر پر بیٹھ کر چلتا ہوا۔ کسی نے آوازیں دیں کہ وہ بٹوا دیدیجیے۔ "بٹوا دیدیجیے"۔ لیکن میں کسی کو ایسا موقع کیوں دینے لگا کہ میرے بھائی کے بٹوے کو اپنا ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ شام کے قریب گھر واپس آنے لگا تو راستے میں ایک شخص کو درخت کے نیچے لیٹا دیکھا۔ موٹر روک کر پاس گیا تو معلوم ہوا میرے قصبے کے جوار کا کوئی شخص ہے۔ بیچارے کو جاڑے سے بخار آگیا۔ میں نے اس کو موٹر پر بٹھالیا اور کہا کہ چل تجھے تیرے گاؤں پہونچادوں۔ میرا قصبہ کچھ ہی دور رہ گیا تھا کہ اُس شخص نے گھڑی نکال کر وقت دیکھا اس کی گھڑی دیکھ کر میں متحیر رہ گیا۔ جلدی سے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا وہاں گھڑی غائب۔ کیا ہوگئی صبح میری جیب میں ضرور تھی۔ ہو نہ ہو یہ شخص جیب کترا ہے۔ میں نے اُس کو ایک ڈانٹ بتائی۔ ہاتھ مروڑ کے گھڑی چھین لی موٹر روک کے اُس کو ڈھکیل دیا۔ اور خود گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

دل میں کہہ رہا تھا کہ آج مرزا صاحب کی نصیحت نے کام دیا۔ ورنہ نقدی کا بٹوا اور اتنی قیمتی گھڑی مفت ہاتھ سے جاتی۔ یہ ارادہ کرلیا کہ اپنے چھوٹے بھائی کو آج مرزا صاحب کی طرح سبق نہ دیا تو کچھ نہ کیا۔ وہ روپیہ گم ہونے سے بہت پریشان ہوگا میں دوچار روز تک کچھ نہ بولوں گا جب بے احتیاطی پر نفریں کرنے لگے گا تب بتاؤں گا۔

لیکن گھر پہونچا تو بھائی کو بہت خوش پایا معلوم ہوا کہ معاملہ ہوگیا۔ اب تو رہا نہ گیا اور میں نے پوچھا:۔ "معاملہ ہو اسطرح؟ بٹوا تو تم پھینک گئے تھے"۔

"بٹوا پھینک گئے تھے؟ کہاں؟ وہ تو میری جیب میں ہے"۔

یہ کہکر اُس نے بٹوا نکال کر دکھایا۔

لعنت بکار شیطان۔ نہ معلوم میں کس کا بٹوا اٹھالایا جلدی سے نکال کر دیکھا تو اس میں تین چار سو کے نوٹ تھے۔ دوچار خطوط وغیرہ۔ مگر کسی سے مالک کا صحیح پتا نہ معلوم ہوسکا۔ اس کے بعد مجھے گھڑی پر شک ہوا۔ بیوی سے پوچھا میری گھڑی کہاں ہے؟۔ اُس نے کہا تمھارے پاس ہوگی۔ یہ کہکر میری شیروانی سے گھڑی نکال دی۔ میں آج دوسری شیروانی پہن گیا تھا۔ لاحول ولاقوۃ۔ نہ معلوم کس غریب پر ڈاکا ڈالا۔ پولیس میں رپورٹ گئی ہوگی تفتیش شروع ہونے والی ہوگی۔ میں بدحواس اُسی وقت دوڑا ہوا گیا۔ ایک وکیل کو معاملہ سمجھایا اُس نے گھڑی اور بٹوا اپنے قبضے میں کیا اور کہا کہ اس کو آپ کے نام سے کوتوالی میں جمع کردیا جائے گا اور کہدیا جائیگا۔ کہ آپ نے ان چیزوں کو راستے میں پڑا ہوا پایا۔ آپ اطمینان رکھیے"۔

مگر اطمینان کس مردود کو ہوتا۔ رات نہ معلوم کس بیچینی سے کٹی۔ دوسرے دن اخبار میں یہ خبر نظر پڑی۔

سنسنی خیز چوریاں

کل دو عجیب وغریب سرقوں کا حال سنا گیا ہے۔ ایک شخص بنک میں کچھ معاملہ کرنے گیا اور موقع پاکر ایک شخص کی نقدی کا بٹوا لے کر بھاگا لوگوں نے پیچھا کیا مگر وہ بہت تیزی سے موٹر پر بیٹھ کر چل دیا۔ لوگوں نے موٹر کا نمبر نوٹ کرلیا ہے۔ پولیس تفتیش میں سرگرم ہے اور کامیابی کی امید قطعی معلوم ہوتی ہے۔

دوسرا سرقہ یوں ہوا کہ قصبہ بے آباد کا ایک باشندہ شہر سے واپس جاتے وقت بخار میں مبتلا ہوگیا کسی شخص نے موٹر پر اس کو بٹھالیا پھر ویرانے میں ہاتھ مروڑ کے اُس کی قیمتی گھڑی چھین لی۔ اور موٹر سے گرا کے بھاگ گیا۔ اس شخص کی زبانی جو حال معلوم ہوا اُس سے خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں چوریوں کا بانی ایک ہی شخص ہے۔

یہ خبریں پڑھ کر سن سے جان نکل گئی۔ اور پھر وکیل کے پاس دوڑا ہوا گیا۔ دوچار روز کی دوڑ دھوپ افسروں کی خوشامد درآمد اور اُن کی جیبیں گرم کرنے کے بعد جان بچی۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ احتیاط بہتر ہے یا بد احتیاطی۔ مرزا صاحب کی نصیحت پر عمل کروں یا اپنے تجربے پر۔

راقم:۔ افلاطون وقت

ہسٹری آف انڈیا

میں درج کرنے کے قابل سنہ ۱۹۳۵ء کی چند یادگار باتیں

(۱) سیاسی اکھاڑے کے زبردست پہلوان لارڈ ولنگڈن بہادر وائسرائے ہند نے گاندھی جی کی ہوا سے باتیں کرتی چلتی گاڑی میں ایسا ڈپلومیٹک روڑا اٹکایا کہ دوہی ایک ٹھوکروں میں اُس کے انجر پنجر ڈھیلے ہوگئے دُھرا ٹوٹ گیا کمانیاں بول گئیں۔ کوچوان۔ سائیس [illegible] سب لام کاف تک پہونچ کر الف۔ بے پڑھنے لگے اور وہ بھی اٹک اٹک کر۔

(۲)۔ عالمگیر جنگ کی عروس نو دنیا کے وسیع اسٹیج پر اپنا پارٹ ادا کرنے لگی۔ بین کے توڑے ستار میں مل گئے۔ گت بجنے لگی۔

(۳) برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی صدارت کے انتخاب میں راجہ صاحب سلیم پور بڑی آن بان سے اپنی وضعداری پر قائم رہے اور اپنے مدمقابل راجہ صاحب جہانگیر آباد سے

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

کے باوجود حسب معمول پھر بہت بڑی اور گراں بار شکست کھائی۔

(۴) پبلک کی نظر میں مسٹر انیس احمد صاحب اڈیٹر حقیقت لکھنؤ کی یقیناً۔ خامیاں پوری ہوگئیں اسلیے کہ اس مرتبہ شہر میں ہمیشہ کی طرح آپ کو ہار سے دوچار ہونا نہیں پڑا اور گزشتہ ماہ رمضان المبارک میں بھوکے پیاسے متبرک ووٹوں کی کثیر تعداد سے میونسپلٹی لکھنؤ کے ممبر منتخب ہوگئے۔ ماہ مبارک میں یہ شرف حاصل ہونا اور بھی ایک زمانہ دراز کی جدوجہد ڈھینگا مشتی کے بعد ایک ایسا کارنامہ ہے جسے نمبر تین کی بار میں ملا کے یاد رکھنا چاہیے۔

(۵)۔ نور اللغات اور جامع اللغات مادر جلو بہتیں جو ضبط تولید کی تحریک برسرکار ہونے کے باوجود وادھاوے پنجاب سے پیدا ہوتے ہی جوان ہوکر بازار میں آگئی تھیں اور دھڑ بیچ کے خط اشتقاقات قلم کی ٹھوکریں کھاکر الگنی پر ڈالنے کے قابل ہوگئیں۔ یقیناً کسی محفل میں بار نہ پائیں [illegible]

بقلم:۔ [illegible] لکھنوی

سال نو اور تحائف

ہندوستان سے خوشی اور خوشدلی تو اڑ گئی لہذا مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ "بہرحال خوش رہنا چاہیے" ہم اسی پر عامل ہیں۔ اور دنیا بھر سے یہی کہتے ہیں کہ خوش رہو۔ زلزلے آئیں۔ آندھیاں آئیں۔ طوفان برپا ہوں سیل بہائے جائیں موذی قوانین ایجاد ہوں تیزی ہی اور رعدیاں وقتاں ہو۔ باینہمہ زندہ بچنے والوں کو "آنند" پرٹال دینا لازم ہے۔ اس "آنند" سے ہزاروں بلائیں دفع ہوتی ہیں۔ دل سے غم کے بادل چھنٹ جاتے ہیں آدمی مزے سے ٹانگ پھیلا کے سوتا ہے۔ خوشی دخورمی کے اسباب اگر فطرت کی طرف سے پیدا نہ بھی ہوں تو زندہ دل حضرات خود ہی ڈھونڈھ کے پیدا کر لیتے ہیں۔ اور بہت خوب کرتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو راقم الحروف کا سال بیماری میں کٹا اور سلسلہ ابھی باقی ہے۔ کوئی وجہ خوشی کی نہ تھی مگر خدا نے ایک سبب پیدا ہی کر دیا یعنی ادبی تحائف لوگوں نے بھیجنا شروع کر دیے۔ ان میں سے بالفعل ایک نادر تحفے کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور وہ "سالنامہ"

"ادب لطیف لاہور"

ہے اسکی لکھائی چھپائی کاغذ مضامین کی خوشنما ترتیب دیکھ کے طبیعت خوش ہو گئی کوئی مضمون باعتبار اپنی لطافت کے قابل قدر ہیں۔ مگر ہم کو جو مزہ بعض تصویروں کے دیکھنے میں آیا وہ کسی مضمون میں نہ ملا۔

سرورق ہی کی تصویر سے آپ بقدر میرے الفاظ کی صورت کشی لے حظ حاصل کر سکتے ہیں۔ بظاہر یہ ایک عورت کی صورت ہے لیکن اسمیں صنعت یہ رکھی گئی ہے کہ اگر آپ اس عورت کا چہرہ چھپا لیں تو بالکل معلوم ہوگا کہ ایک مٹکے کا بدری زرلنید بنا رکھا ہے۔ عورت کی عورت اور مٹکے کا مٹکا۔ مصور صاحب نے نصف چہرہ دکھایا ہے قاعدے سے دھڑ کا پہلو بھی ایک ہی ہونا چاہیے تھا لیکن طرفہ تصویر ہے کہ ایک رخے چہرے کے باوجود انداز نشست ایسا ہے کہ پورے سینے کی جھلک دکھائی دیتی ہے ایک ہاتھ لمبا ہے اس میں ہے کاغذ جس پر شعر لکھا ہے اور دوسرا ہاتھ سینے سے اس طرح پھوٹ نکلا ہے جیسے آلو اداروی میں پتیا یا انگوٹھے میں چھٹی انگلی۔

اس پیٹ کے وسط ہی سے ایک ستون اُگا ہے جسے نئے سمجھیے اس نئے میں علم ہے جسمیں لکھا ہے سالنامہ ۱۹۳۶ء۔ اسکی دوسری خوبیاں بخیال طول ترک کی جاتی ہیں مثلاً آدھی چند یا سے کنٹوپ کی ابتدا وغیرہ۔

دوسرا کارنامہ جناب چغتائی کا ہے جس کا نام ہے نغمۂ حیات۔ (حیوٰۃ) سبحان اللہ اس کی مدح سے قلم قاصر ہے ایک لڑکا بچہ میری ہاتھ میں لیے کھڑا ہے اسکے سر پہ سونے کا ہنڈا ہے جس پہ لکھا ہے نغمۂ حیات اسکے ٹیوں دار سر پر عجیب و غریب ترکیب کی ٹوپی ہے جسمیں ہزاروں پیوند ہیں ٹوپی کیے یا انڈوی قرار دیجیے اسکی سلوٹیں نرالی ہیں۔ اگرچہ طول ہیئت عرض سے زیادہ ہوتا ہے مگر یہاں یہ کلیہ باطل ٹھہرتا ہے بایں معنی کہ چہرے کی چوڑان اسکی لمبان سے کہیں زیادہ ہے۔ لباس شجرفی ہے ریش و بروت ندارد مگر انگڑیاں دیکھنے کے قابل ہیں۔ یہ صورت ترکیبی مصوران عالم کی نقاشی سے بالکل جداگانہ ہے چینی ہندی انگریزی مصری ترکی افریقی آنکھیں اس سے لگا نہیں کھا سکتیں۔ اور اتنی بڑی کہ تمام چہرے سے انھیں ۱/۲ کی نسبت حاصل ہے

بھلا پوٹے کی پرتیاں کہیں بھی آپ نے لہرکھائی ہوئی دیکھی ہیں کشادگی کا وجود نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لیچو کی کھال اتر کے درک گئی ہے چہرہ تو ہے تو مڑی پر ابرگرڈیلی پورے صفحے کے عرض کو گھیرے ہوئے ہے ایک ہاتھ سے اپنی معشوقہ کے سر کو جو پیری کی ہیں میں ہے شاید چکر آکے گرنے پر ہاتھ ہے سنبھالے ہوئے۔ ڈیل کی پہنائی میں عاشق کی نسبت معشوقہ نے زیادہ ترقی کی ہے جس کے کان ندارد مگر کرن پھول موجود۔ عاشق کا چہرہ الٹا ہے اور معشوقہ کا ایک مگر اس کا ایک ہاتھ تن تنی دا (کتا رہے) کی ڈانڈ تھامے ہے اور دوسرا پشت کے نیچے سے پھیر کھا کے اسی طرح تن تنی کے تونبے میں جھک گیا ہے جیسے عاشق کا ہاتھ معشوقہ کی کھوپڑی میں۔ اگر یہی آرٹ قابل تحسین ہے تو خدا بچے ایسے آرٹ سے۔ خیران مضحک وتصویروں کو دیکھ کے تفریح ضرور ہو گی منگائیے ایک روپیہ قیمت ہے۔ پنجاب بکڈپو ۵ نورمال لاہور ملنے کا نشان ہے۔

(باقی آئندہ)

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۲

بعدالت جناب بابو رام داس صاحب بہادر گوالا اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم پوروہ مقام پوروہ ضلع اناؤ

مسماۃ علیا بیگم زوجہ سید محمد رضا ساکنہ و مہیسہ اناؤ و نمبردار موضع مول کھیرہ پرگنہ پوروہ مدعی

بنام

مسماۃ عزیز جان بیگم زوجہ قطب الدین قوم سید ساکن محلہ چوپٹیاں دبیر الدولہ گیٹ بتوسط سید اعجاز علی شہر لکھنؤ مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعیہ نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان ۱۳۴۲ف مبلغ ..... روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۹ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام پوروہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جنکی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۹ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر بمقام نواب گنج

راجہ صاحب رام نگر مدعی

بنام

ناصر بیگ ولد منشی مصلی گر ساکن کاشتکار بارہ بنکی پرگنہ و تحصیل نواب گنج ضلع بارہ بنکی مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بیدخلی دفعہ ۶۲ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام کچہری صدر بارہ بنکی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جنکی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۷ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۸ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر مقام نواب گنج ضلع بارہ بنکی

راجہ صاحب رام نگر مدعی

بنام

عبدالرحمن ولد اکبر علی ساکن و کاشتکار موضع بارہ بنکی پرگنہ و تحصیل نواب گنج ضلع بارہ بنکی مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بیدخلی دفعہ ۶۲ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام کچہری صدر بارہ بنکی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۷ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۸۱۱ سنہ ۱۹۳۵ء　تاریخ پیشی ۸ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء تنقیح

عدالت دیوانی جناب شیخ محمد طفیل احمد صاحب بہادر منصف سیتاپور

منشی غلام حسین ولد منشی فضل حسین قوم شیخ ساکن محلہ عالم نگر پرگنہ خیرآباد تحصیل و ضلع سیتاپور مدعی

بنام

ممتاز بہادر وغیرہ مدعا علیہم

بنام (۱) مسماۃ معصوم النساء بیوہ تیغ بہادر قوم ٹھاکر مسلمان ساکن کلیان پور پرگنہ برگام تحصیل و ضلع سیتاپور

(۲) مسماۃ کنیز فاطمہ دختر تیغ بہادر قوم ٹھاکر مسلمان ساکنان کلیان پور

(۳) مسماۃ کنیز مہدی زوجہ ممتاز بہادر قوم ٹھاکر مسلمان کی پرگنہ برگام تحصیل و ضلع سیتاپور

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ..... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۸ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۴ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ: تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری ۲ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء تک گزرانو۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(کارروائی حسب آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ الف ضابطہ دیوانی)

نمبر مقدمہ ۳۶ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب نواب سید ناظم حسین صاحب بہادر آنریری منصف اورنگ آباد مقام اورنگ آباد ضلع کھیری

خیالی رام ولد شیو دین لال قوم برہمن ساکن موضع صدرپور پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعی

بنام

مسماۃ کیلاشہ مدعا علیہ

بنام مسماۃ کیلاشہ مادر رام داس ..... رام قوم برہمن ساکن موضع ..... پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مبلغ مالیہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۴ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر ہونے کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدعوی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۹ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم نذیر احمد خان بخط انگریزی

مہر عدالت

رسالہ زمانہ کا خاص نمبر

یادگار حالی

مشہور رسالہ "زمانہ" کانپور کا دسمبر سنہ ۳۵ء نمبر شمس العلماء مولانا حالی مرحوم کی صد سالہ سالگرہ کی یادگار میں خاص حالی نمبر کی حیثیت سے شائع ہوا ہے جس میں مولانا مرحوم کے سوانح حالات کے علاوہ انکی نثر اور نظم پر متعدد تنقیدی مضامین درج ہیں۔

موجودہ زمانہ کے کئی نامور شاعروں اور مشہور انشاپردازوں نے اس نمبر کے لیے خاص مضامین لکھے ہیں۔ جشن ..... کا بھی مفصل تذکرہ ہے کئی عکسی تصاویر بھی زیب رسالہ ہیں۔

غرض ہر حیثیت سے یہ پرچہ ایک قابل قدر یادگار رسالہ کہلانے کا مستحق ہے۔

حجم تقریباً سو صفحات۔ قیمت ۲ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

مینیجر "زمانہ" کانپور سے طلب فرمائیے

WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.
REGISTERD No. A 783
OUDH PUNCH.
LUCKNOW.
1936
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینہ کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ (۲) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور فضولیات سے بے نیاز ہے۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنائیے نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خورت میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رسالے کی اصابت بے رد و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور دنیا دی اصلاحات خلاقی و سیاسی وادبی پر نظر کیجیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ملجائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ (۵) کم مایہ شاگردان اہل ... سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی۔ (۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔ (۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مصلحت کل پالیسی کے مطابق ... (۸) محشر اور ... خلاف ... نہ ہوں گے

دوامی خوشی

مجلدات نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۵ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں تو شاگردوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی مجلد ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ نمبر طلب فرما کے کتب متداولہ لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت علاوہ محصول فی جلد چھ روپیہ۔ یاد رہے کہ تبصرۂ لغات وہ کام ہے جو ابتک نہیں ہوا اور صرف اودھ پنچ کے لیے مخصوص ہے اور ۱۹۳۶ء میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا۔

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

(۹) مضامین ... خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ (۱۰) مضامین میں مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک ہو ... (۱۱) وی پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۲) گمنام مضامین شائع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک بنسبت ظاہر فرما دیں۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط و منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۴ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت کا ضمیمہ ... لاامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد سنہ ۱۹۳۴ء کی جلد ... ایسے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ چہارم ... مفت ... کیا جائیگا۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

انگریزی اخبار
پٹنہ ٹائمز پٹنہ

جو ہماری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور سنہ ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ دلچسپ و مذاحیہ مضامین و ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہوجائیں اور ایک ہفتہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں سالانہ قیمت ۶ طلباء سے للعہ قیمت فی پرچہ ... منیجر

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ ممالک یورپ۔ امریکا۔ افریقہ آسٹریلیا ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد عظیم اور نصب العین ہے۔ لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اسکی قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

دواخانہ
معدن الادویہ

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے خاص مفردات و نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے

اور نامور و حاذق اطباء کے مشورہ سے بلا فیس فائدہ اٹھائیے

شرائط ایجنسی
اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔ (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید پانچ روپیہ جمع کردینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائے گی۔ (۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔ (۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہوں گے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

متفق اللفظ ہیں کہ ابدی ذلت مقسوم میں لکھ دی گئی ہے۔ بائبل بنی اسرائیل کا جو نامہ ہے قرآن بھی علی الاعلان کہتا ہے پس یہ حمایت یہود کی ضمانت ہوگئی مسافر غریب شامی شامت میں گرفتار ہوا اور اس طرح گرفتار ہوا کہ وقت پر فرانسیسی مدد نہ کرتے تو چند یا پر اچھی طرح جڑا او کام ہو جاتا۔ ملک شام میں تین مذہبی گروہ آباد ہیں۔ عیسائی۔ یہودی۔ مسلمان۔ مدت تک اسلامی پائتگاہ رہنے کے سبب سے وہاں کے مسلمان دیگر مذاہب کی بہ نسبت قوی ہیں اور وہ اپنی قوت کا اضمحلال دیکھ نہیں سکتی۔ بالفور صاحب چاہتے تھے کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں چخ چلے اور ہم تماشا دیکھیں۔ آپ نے کروسیڈ کی اسلامی و مسیحی جنگ کو عملاً باطل پر حمل فرمایا اسلام اور مسیحیت دونوں کو شام کے بارے میں غیر مستحق قرار دیا اور لگے اسرائیلی بھیڑوں کو شیر نر بنانے۔ اس غضب کی لہتا آئی کہ ڈپلومیسی کی گھیلن پھٹرکی کوکھ دکھی دودھ بہنے لگا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ نیت سچی نہ تھی مصنوعی پیچ کا نتیجہ یہی نکلا کہ شام میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ انگریزوں کے سر سے الزام فتنہ انگیزی یوں دفع کیا گیا کہ شامی اونٹ کی مہار فرانس کے ہاتھ میں دی اور اسی ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے رہے۔ شامی مسلمان جلے ہوئے بیٹھے تھے جب آپ اپنے لگائے ہوئے باغ کا معائنہ کرنے گئے کہ آپ دم شمشیر سے سینچے ہوئے برچھی کے پھل خار دامن ہوئے خاطر تواضع کا حال بحوالۂ جرائد بالفاظ اینجانب اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ پانچ چھ ہزار خونخوار میزبان قند سنگین کے ڈھیلے۔ گولیوں کے رس گلے غدار چھریوں کے سموسے پھٹی کفشوں کے امرس گالیوں کا گلقند۔ چھڑوں کی نکتیاں بادکا ملیدا لے کے مہمان خانہ (ہوٹل) میں گھس پڑے اور قریب تھا کہ جس طرح شفیق ماں اپنے نافرمان بچے کو مار مار کے کھانا کھلاتی ہے آپ کو بھی بجبر جام شہادت نوش کرنا پڑے مگر خیریت ہوئی کہ فرانسیسی افسر فوج نے جرات و بسالت سے کام لیا اور حق مدافعت ادا کرنے کے بعد ان سے کہا کہ دنیا پائیداری نگرند ایک

اُڑتی ہوئی خبر یہ بھی ہے کہ معزز مہمان کی چندیا پر کئی اونٹوں کی کھال اس لیے لپیٹ دی گئی تھی کہ چندیا محفوظ رہے۔ اولے برسیں تو اثر نہ ہو۔ گالیاں کھائیں۔ ڈھیلے پڑے "لعن الوک" سے خیر مقدم ہوا مگر اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے آبرو کے ساتھ گھر چلے آئے ؎

پٹ جانے سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

ذات وذاتیات

اے حضرت۔ واللہ باللہ میں آپ سے بہت ناراض ہوں۔ کیا کہوں اس دنیا کے علاوہ کسی دوسری دنیا کا حال معلوم نہیں ورنہ یا تو میں ہی جورو بچے مال تال سمیٹ ساٹ اُدھر کی راہ لیتا یا آپ ہی کو یہاں سے پیڈ پارسل کر دیتا۔ بھڑکیے نہیں بندہ اپنا مطلب خود ہی ظاہر کرتا ہے۔ ذری دم لیجیے۔

آپ جانتے ہیں کہ بندہ ذات وذاتیات کی بحث بالکل پسند نہیں کرتا۔ کچھ آج سے نہیں۔ اس وقت سے مزاج کا یہی حال ہے جب سے نہلچے پر لیٹا ہوا چسنی جھنجھنے کے ساتھ جی بہلایا کرتا تھا۔ بدقسمتی کا رونا کس کے آگے روؤں نہ ہندوستان میں پیدا ہوتا نہ یہ خلاف تہذیب امور پیش آتے۔ ہائے مجبوری وائے ناچاری۔ والدۂ مرحومہ اور والد مرحوم کا یہ گناہ ہرگز قابل درگزر نہیں کہ انھوں نے خاک ناپاک ہندوستان کو لندن پر ترجیح دی یہاں بود و باش اختیار کی۔ اگر مجھ سے بدپیشگی مشورہ لیتے تو میں فوراً یہی کہتا کہ حضرت یہ مقام اس قابل نہیں جہاں کوئی بھلا مانس جنم لے۔ آپ بھی یہاں پیدا ہوئے تو بُرا کیا اور والدۂ محترمہ بھی یہاں متولد ہوئیں تو مجرم ہوئیں۔ ایک جرم ہو تو کوئی گنائے یہاں قدم قدم پر ذات وذاتیات بھانے جاتے ہیں۔ اور کوئی اللہ کا بندہ انصاف کا نام لیوا ان حملہ کرنے

والوں کو انصاف کے حوالے نہیں کرتا۔ توبہ توبہ یہاں کی خلقت کیسی تہذیب شکن ہے یہ اختلاط" ذاتی حملہ پر موقوف۔ شوہر صاحب نے فرمایا۔ "واللہ بی بی تم تو پری ہو" کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ بی بی نے فرمایا "نکلے بیٹھو مجھے یہ چھیڑ خانی پسند نہیں" سے کے سارا گال لہولہان کر دیا۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ پیٹ رہ گیا۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ صاحبزادے صاحب نو مہینے کے بعد پیٹ میں اس طرح گھومے جیسے ہنڈیا میں ڈوئی۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ درد لگے۔ دائی آئی۔ ڈومنیوں نے زچا خانے گائے حیا سوز گیت گھر سے لے کے سارے محلے کے کانوں تک پہونچے۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟

"بھیتر سے زچا رانی کھدر بدر بولے لاگیں
یہ لال کا مونڈن کریھوں وہ لال کا
چھیدن کریھوں۔ تی کے اوپر
اور بی انھیوں۔ بھیتر سے زچا رانی
کھدر بدر بولے لاگیں"

خدا خدا کر کے صاحبزادے متولد ہوئے۔ دائی نے کہا۔ صاحبزادہ مبارک ہائے دلوائیے ہم غریبوں کا حق۔ میں تو سات پارچہ کا خلعت لے کے ٹلوں گی۔ ارے ہاں کوئی لڑکی تو جنوائی نہیں ہے جو شرماؤں۔ اللہ رکھے صاحبزادہ چاند کا ٹکڑا ہے" کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ کیا یہ امر خلوت میں کھلی کھلی مداخلت نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ بچپن سے لے کے بدو شعور تک اماں باوا کے علاوہ اپنا پرایا آگیا۔ دوست ملاقاتی۔ بھائی بند غرض جس کو دیکھا ذاتی حملہ کا مرتکب پایا کسی نے ہونٹوں کے ذریعہ پیار کے بہانے گالوں پر ذاتی حملہ کیا کسی نے سعادتمندی اور بھاگوانی کے قصائد پڑھ کے ذاتی حملہ کیا کسی نے شوخی شرارت کی لم لگا کے گالوں اور کانوں پر ذاتی حملہ کیا۔ پڑھنے بیٹھے مولوی آیا تو وہ بھی ذاتی حملے کرتا ہوا آیا۔ آج سبق کیوں نہیں یاد کیا۔ صبح سویرے کیوں نہیں اُٹھے سلام کیوں نہ کیا!

جلد ۲۱ نمبر ۲

مضامین [illegible]

(مورخہ ۱۲-جنوری ۱۹۳۶ء)

سال نو

ڈیر پنچ - بقول اکبر مرحوم

وہ مطرب اور وہ ساز وہ گانا بدل گیا | نیندیں بدل گئیں وہ فسانہ بدل گیا
رنگ رخ بہار کی زینت ہوئی نئی | گلشن میں بلبلوں کا ترانہ بدل گیا
فطرت کے ہاتھ میں ہوا ایک انقلاب | پانی فلک پہ کھیت میں دانہ بدل گیا
حد شہر لکھنؤ کی نئے طرز پر بندھی ہم دیکھتے ہیں | وہ چوکیاں بدل گئیں تھانہ بدل گیا
نذر و ریاں دکھائیں گے اب میران نو | کاٹھی رکاب و باگ و دہانہ بدل گیا

اے پنچ ہو تمھیں بھی مبارک یہ سال نو
اب لد گئے وہ دن وہ زمانہ بدل گیا

زار ہند لکھنوی

قطعہ

مضمون سال نو لکھیں کیا | ہاتھوں میں ذرا بھی دم نہیں ہے
چُرمُر کر ڈالا ہے مرض نے | مجھ پر کیا یہ ستم نہیں ہے؟
ان ہاتھوں کیا لکھیں گے مضموں | پنسل غائب قلم نہیں ہے
ہے ضعف نے ناک میں کیا دم | قابو میں ہمارے دم نہیں ہے
مانگا کاغذ دوات خامہ | بولے کہ خدا کی قسم نہیں ہے
کیوں چھانٹیے فارسی و عربی | یہ ہند ہے عجم نہیں ہے
ہوتی ہے شیو کی یوں پرستش | ہے بم کی صدا یہ بم نہیں ہے
پھرتے ہیں غریب مارے مارے | کوئی اہل کرم نہیں ہے
چرخا کیوں بیٹھے کاتیں ہم یاں | گاندھی کا آشرم نہیں ہے
دل سے روتا ہوں جب میں بولا | کہتے ہیں چشم نم نہیں ہے

پھر زندہ ندیم ہو گیا ہے
مرنے کا اب اسکو غم نہیں ہے

غزل

(حضرت غالب کی طرح پر)

بندہ بندہ ہے "کے" نہیں ہے | پانی پیتا ہوں مے نہیں ہے
کھاتا ہوں میسر آگیا جو | ہر گو کی گر یہ شئے نہیں ہے
میں کون ہوں اور کیا ہے دنیا | اب تک یہ بات طے نہیں ہے
سب اس میں ہیں اور وہ ہر سے میں | کچھ اس کے علاوہ شئے نہیں ہے
رہتا ہے لکھنؤ میں بندہ | نیشاپور اور رے نہیں ہے
جس کو کہتے ہیں سب سُریلا | میرا نالہ ہے نے نہیں ہے
دنیا کے عیش و غم ہیں فانی | دنیاداروں میں طے نہیں ہے
کوشش کرو اور کر دکھاؤ | جے جے کار سے جے نہیں ہے
الرے کچھ نہیں ہے یہ راگ | کیوں کہتے ہو اسمیں لے نہیں ہے

کچھ اور دنوں ندیم جی لو
جو کشش کہتا ہے بے نہیں ہے

سیدی ندیم

وہ درویش

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۲۶-اکتوبر ۱۹۳۵ء)

دل پھینک ہونے کے باوجود اگر ماہرو بیگم سفرۂ عام ہو کر "چہ دشمن چہ دوست" نہ ہو جاتیں تو مجھے چنداں پروانہ ہوتی مگر مشکل یہ آن پڑی کہ کثرت استعمال نے ان کو بیجان سے سگرٹ بنا دیا اور اب وہ جنٹلمین پروری سے پبلک پروری پر اتر آئی تھیں۔ زکوٰۃ حسن کے ساتھ نقد و جنس بھی دینا شروع کر دیا تھا۔ آمدنی کچھ نہیں۔ آؤ بیروں گھر سے لے جاؤ۔ یہ نقصان میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ میں نے بہت ہاتھ پیر مارے مگر یہ سیلاب کسی بند سے رکتا نظر نہ آیا اسلیے میں نے یہ دڑبا ہی سوخت کر دینا مناسب سمجھا تاکہ ؎

نہ رہے بانس نہ بجے بانسلی

بحالت کی بھینی بھینی روح پرور خوشبو سے رات بھر خوب لپٹ لپٹ کر سویا۔ صبح ہوتے ہی بانی خوشبو یعنے بیگم خیال بن کر خواب میں آ ہی گئیں وہی تازہ وہی انداز بلکہ کسر سے زائد۔ آنکھیں چار ہوتے ہی مجھے اپنے دل نادان پر قابو نہ رہا اور میں بے اختیار اپنی ماہرو کو آغوش تمنا میں لے کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ بیگم بہت دن چڑھے رخصت ہوئیں اور اس طرح کہ مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ ؎

آنکھ کھلی تو کچھ نہ تھا

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی | اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش تھی

پلنگ کسے سے باتھ روم میں آیا۔ یورپ تاب ہندوستانی
صاحب لوگوں کی طرح غسل مانگا اور پنڈوبی کی طرح
ٹب میں ایک ہی غوطہ لگا کر ہمہ تن پاک وصاف ہوگیا۔
فجر کی نماز حسب معمول قضا پڑھی۔ ناشتہ پر بیگم یاد
آئیں مگر میں جبر کر کے چائے کے ساتھ اس یاد کو
پی گیا۔ گوریوں کی خواہش پر بیگم کی یاد نے پھر ستایا
اور کلیجے میں ایسی چٹکیاں لیں کہ میں باوجود بڑا سخت دل
ہونے کے رو دیا آنسو ابھی رواں تھے کہ شہر کے
ایک جیب خالی رئیس بلائے بے درماں کی طرح
آدھمکے۔ نام سنا تھا مگر نیاز نہیں حاصل تھا۔ قوم لیڈران
کے چند خود ساختہ ارباب بست وکشاد نے ان
بیچارے کو سیاسی بساط کا شاہ شطرنج بنا رکھا تھا
حریف کی چالوں سے ہمیشہ زچ ہو جانے کے
باوجود محض وضعداری قائم رکھنے کے لیے یہ
غریب ہر سیاسی اکھاڑے کے دبلے پتلے موٹے
تازے پہلوان سے لڑنے مقابلہ کرنے کے لیے
تیار کر دیے جاتے تھے اتفاق سے اس وقت شہر
میں ایک بڑا الیکشن رونما ہوا اڑتی چڑیا کے پر
گننے والے اداشناس بھانپ گئے نامہ نگار اخبار دلی
کے مدیران خصوصی نے "ہاتھی لاکھ لٹا تب بھی سوا لاکھ
کا" خیال کر کے اپنی قصیدہ خوانیوں سے ان حضرت
کو آخر کار مرد میدان بنا ہی دیا اور یہ دمن جھاڑ کے
منڈیا ہلائے، گویا بادل ناخواستہ سر بکف اور
زر بکف دونوں طرح اس مہم کو سر کرنے کے لیے
تیار ہو گئے۔ میں بھی آپ جانیے ایک ضمیر فروش
اخبار کا ضمیر فروش اڈیٹر مشہور تھا مجھے ہموار کرنے
تشریف لائے تھے تاکہ کہیں فریق مخالف سے
مل کر ان کی راہ میں کانٹے نہ بچھانے لگوں۔
چناں وچنیں میں میری طرح یہ حضرت بھی بڑے
مشاق تھے گھنٹہ بھر کی منت سماجت میں پسیجے
چار سو روپیہ کی پہلی قسط نذر گزرانی اور میرے
سبز باغ دکھانے اطمینان دلانے پر عکس حسن نظر
کو جمال یار تصور کر کے خوش خوش رخصت ہوئے
یہ گھاٹ پایاب تھا صرف منہ ہاتھ دھوئے جا سکتے
تھے البتہ دوسرے گھاٹ پر پانی کی تھاہ نہ تھی

مجھے چونکہ آئے دن نہانے کی ضرورت رہا کرتی تھی
اس لیے وہ گھاٹ ضرور اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا
مگر ساتھ ہی ساتھ اس گھاٹ سے دست کش ہونا بھی نہیں
چاہتا تھا۔ ان سب باتوں کا خیال کر کے میں نے اگلے
ہفتہ کے اڈیٹوریل میں ان حضرت کے مفید مطلب بہت
کچھ لکھا مگر الفاظ کی نشست جملوں کی ترکیب دو معنے
فقرات کی بندش کچھ ایسی بن پڑی کہ لکھنے والے کا
مافی الضمیر سمجھنا صحیح رائے قائم کرنا ذرا کار دارد
کا مضمون ہوگیا۔ فریقین میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا
ہوگئی اور یہ

قلم کش را بدولت می رسانم

کے دل خوش کن ترانوں سے کان آشنا ہونے لگے۔
تمدن مغربی کے زیر تربیت رہنے، سوٹ پوش،
بوٹ پوش ہو جانے اور یخنی و آش کے بجائے
سوپ اور کاری نوش جان کرتے رہنے سے یہ جنس
ذرا گراں تر ہو چکی تھی۔ ہمارا جیب خالی رئیس یہ
باریک نکتہ بڑی دیر میں سمجھا۔

زر نیست عشق ٹیں ٹیں

نتیجہ بیچارے کے حق میں بڑا خراب ہوا مگر مجھے
اس سے بحث نہ تھی میں تو مارتے خاں کا علم بردار
ہو جایا کرتا تھا چنانچہ اس معاملے کا میں بھی مٹھیاں گرم
کر کے ان کی گرد ہی جھاڑی اور ان کے حریف کا خواہ مخواہ
بھی بن گیا۔ اخبار ہفتہ وار سے روزانہ ہوگیا اور
آپ کے اس مضرت رساں خاں کا طوطی خوب فر فر
بولنے لگا لکھنؤ میں نوابوں کی اور دلی میں شہزادوں
کی کمی نہیں بلکہ کمیاب ہونے کے باوجود اب بھی ٹکے سیر
بکتے ہیں۔ مجھے خبر ملی کہ دلی کے محلہ بلیماراں میں کوئی
شہزادے رہتے ہیں جو ہیں تو غریب مگر شمار ان کا
اولو الالباب میں ہے۔ دولت کے بندے بھی مشہور ہیں
ان کے ایک دیدہ نہ شنیدہ لڑکی ہے۔ بڑی خوبصورت
بڑی حسین اس پر طرہ یہ کہ بڑی ہنرمند۔ بجھ نستعلیق
اور بلا کی ذہین۔ میری نوابی میں بھی خامی تھی جسے وہ

ہر کہ زن ندارد آسائش تن ندارد

کی بنا پر بہر حال پورا کرنا تھا۔ امیدوار بہت تھے
مقابلہ غور طلب سخت تھا مگر آپ لوگوں کی دعا سے سہرا
آخر آپ کے مضرت رساں کے سر بندھا۔ چونکہ بوجوہ
چند در چند مجھے کلکتہ چھوڑنا بہت ضروری ہوگیا تھا
اس لیے یہ شرط میں نے بخوشی منظور کر لی کہ قبل اس
قرابت کے میں اپنی سکونت مستقل طور سے دلی میں
کروں۔ کلکتہ کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ کر میں دلی چلا گیا
اور وہیں سکونت اختیار کر کے شادی کے انتظام میں
مصروف ہوگیا۔

شادی ہوئی اور خوب ہوئی۔ بات ابھی تک
بنی ہوئی تھی دعوت ولیمہ میں بڑے بڑے لوگوں کو
مدعو کر لیا۔ ہندو مسلمان خال خال انگریز اور اکثر
ریاستہائے خود مختار کے نمایندے تو بہ دست
شریک ہوئے۔ ایک رقم کثیر بہ نیوتہ اور بہت کچھ
اجناس کی امداد میں وصول ہوئی۔ ہر طرح سے خانہ آبادی
ہوگئی۔ سسرال سے مجھے نواب دولہا کا خطاب عطا
ہوا اور میں نے اپنی شریک زندگی یعنی شہزادی انجمن آرا
بیگم کو سدا بہار دلھن کہنا شروع کیا یعنی مثنوی [illegible] عشق
آپ لوگوں نے دیکھی ہوگی یقین مانیے کہ اس کا قصہ

نوٹس حسب دفعہ ۹ انکمبرڈ اسٹیٹس ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۹۳۴ء

مقدمہ نمبر ۱۶ سنہ ۱۹۳۵ء — تاریخ پیشی ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء
بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم اناؤ
سید شمشاد علی خاں ولد سید محمد ساجد ساکن قصبہ [illegible] تحصیل حسن گنج
ضلع اناؤ حال وارد محلہ کٹرہ ابو تراب خاں شہر لکھنؤ سائل مدعی
بنام بابو رام نرائن وغیرہ قرضخواہان مدعا علیہم
بنام (۱) بابو رام نرائن نابالغ بولایت لالہ منسی دھر پدر حقیقی قوم ویش
ساکن لکھیم پور کھاص (۲) لالہ رس بہاری لال صاحب ولد
لالہ سیوہ رام ساکن کشمیری محلہ لکھنؤ (۳) مسماۃ چمپا دیوی بیوہ
لالہ پیارے لال صاحب ساکن محلہ ملا رکاب گنج شہر لکھنؤ
ہرگاہ سید شمشاد علی خاں نے درخواست حسب دفعہ (۴) ایکٹ
(۲۵ س) عدالت ہذا میں ذریعہ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر اناؤ
گزرانی ہے اور منجانب اپنے بیان تحریری داخل کر دیا ہے
لہذا جملہ اشخاص کہ جن کا قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ
متذکرہ بالا درخواست دہندہ کی ذات یا جائداد پر ہے بحکم
دفعہ (۹) ایکٹ ہذا وہ اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس
گزٹ سے اپنا بیان تحریری نسبت اپنے قرضہ کے داخل
کریں۔ ورنہ کوئی عذر بعد میں قابل سماعت نہ ہوگا اور درخواست
عدم حاضری قرض خواہان مسموع اور فیصل ہوگی۔
آج بتاریخ ۵ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت
سے جاری کیا گیا۔
دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

فرض نہیں ہے از دیاد محبت میں میرے مخلص دوست
مرحوم احمد علی شوق نے میرا ہی افسانہ نظم کر ڈالا تھا۔
یوں تو قنوجی بحر میں شوق نے مبالغہ سے کام لیا ہے مگر
شہزادی کا سراپا حرف بحرف سچا لکھا ہے شہزادی
مع اخبار کچھ اس سراپا سے بھی بڑھی ہوئی تھیں۔
اندھیرے گھر کا اجالا صبح کا لعل شب چراغ معنوی
کے اعتبار سے زمرہ انسائیکلوپیڈیا۔ غرضکہ ایک
نعمت غیر مترقبہ تھیں جو مجھے نصیب ہوئیں۔ آنکھیں چار
ہوتے ہی ایک دوسرے پر ہزار جان سے عاشق
ہو گئے۔ وہ میری دلدہی اور میں اُن کی ناز برداری
میں مشغول رہنے لگا۔ گھر کے انتظام کے ساتھ
اخبار کی ادارت بھی پورے طور سے انھوں نے
اپنے ہاتھ میں لے لی اور میں فارغ البال ہو کر
ترقی عز و جاہ اور کسب زر کی فکروں میں منہمک
ہو گیا۔ (باقی آئندہ)

زار ہند لکھنوی

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہمہ و پیش ہمہ ہیچ

(نمبر ۱۲)

الومینیم۔ ایک سفید ہلکی دھات جو پھٹکری کا
مرکب ہے۔
الومینیم کو مرکب دھات اور وہ بھی پھٹکری کا مرکب
کہنا یہ جامع اللغات ہی کی ہمت ہو سکتی تھی۔ اب ذرا
بی جامع اللغات صاحبہ الومینیم کے دوسرے اجزا
کا نام بتائیں۔ یہ مفرد دھات ہے معلوم نہیں مرکب کا
القا جامع اللغات کو کہاں سے ہوا۔ جامع اللغات
کا یہ القا کہ المونیم مرکب دھات ہے ماہران علم کیمسٹری
و معدنیات کے لیے ایک بیش بہا تحقیقات ہو گی۔
میری نظر جب اُن کتابوں کی فہرست پر پڑتی
ہے جن سے مدد لینے کا اظہار بی جامع اللغات نے
دیباچے میں کیا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ جس کے
پیش نظر ایسی بیش بہا کتابیں ہوں وہ ایسی بیہودہ غلطیاں
کرے۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

بسا اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ بھرم بڑھانے کیلیے
بہت سی کتابوں کے نام لکھ دیے۔ پڑھنا اور نہ
استفادہ کرنا تو کجا بی جامع اللغات کو ان کتابوں
کی ہوا تک نہ لگی ہوگی۔
اجوکیٹیڈ۔ تعلیم یافتہ۔ پڑھا لکھا۔ عالم۔ دودیادان۔
اجوکیٹیڈ کے اتنے معنی بی جامع اللغات نے لکھ ڈالے
پہلے دو معنی ٹھیک تھے۔ محاورہ میں عالم عربی تعلیم یافتہ
کے لیے اور دودیادان سنسکرت کے لیے آتا ہے
یہ دونوں معنی زبردستی ٹھونسے گئے۔
اپرنٹس۔ ملازمت کا امیدوار۔ کام سیکھنے والا۔
اس لفظ کے معنی لکھتے وقت باوجودیکہ صحیح معنے
معلوم تھے لیکن اپنی استانی کا کوری اللغات کا ادب
منظور خاطر رہا اور گنوار اللغات سے پہلے غلط
معنی نقل کیے۔ بعدہ صحیح معنی درج کیے۔
الکشن۔ انتخاب۔ چناؤ۔ چھانٹ۔
لکھنے کو تین معنی لکھے لیکن تینوں ناقص۔ الکشن اُس
انتخاب کو کہتے ہیں جو رائے عامہ سے ہو۔ چناؤ
اور چھانٹ کی فصاحت قابل داد ہے۔
اڈمشن۔ داخلہ۔ رسائی۔ داخلہ (اسکول
کالج وغیرہ میں) اول تو تلفظ غلط۔ واضح رہے کہ تلفظ
تقریباً ہر لفظ کا غلط لکھا ہے۔ اور میں نے تلفظ سے
زیادہ تعرض نہیں کیا۔ کہاں تک ہر لفظ کا تلفظ
درست کروں۔ دوسرے یہ لفظ مذکر ہے کیا لحاظ
معنی و کیا لحاظ محاورہ اہل زبان۔ تیسرے
اسکول۔ کالج۔ ہسپتال وغیرہ میں لکھنا مہمل جبکہ
معنی عام ہیں۔ چوتھے اڈمشن کے معنی اقبال و
اقرار کے بھی ہیں وہ نظر انداز کیے گئے۔ پانچویں
ہسپتال فصحا کی زبان سے سننے میں نہیں آیا۔
اُردو میں اسپتال اور انگریزی میں ہاسپٹل ہے۔
آرٹکل۔ امیر اللغات میں یہ معنی درج کیے گئے
ہیں۔ جو مضمون کسی خاص معاملے پر لکھا جائے اور
یہی معنی صحیح تھے۔
زمزم اللغات نے صرف "مضمون" لکھ کر ختم کر دیا۔
بی جامع اللغات بھلا ایجاد سے کیوں چوکتیں۔ وہ
ارشاد فرماتی ہیں "مضمون جو اخبار کے لیے لکھا جائے"۔
اس طرح گنوار اللغات نے دم بریدہ معنی لکھے جامع اللغات
نے اخبار کی غلط شرط لگائی۔
آرٹکل کے معنی دفعہ۔ شرط اور شے کے بھی ہیں جو
کسی نے نہیں لکھے۔
ایم۔ کے تحت میں بیسیوں مخففات لکھ ڈالے۔
لیکن معنی نہیں لکھے۔ نیو اسٹینڈرڈ ڈکشنری سے مخففات
کا نقل کر لینا آسان تھا لیکن معنی کہاں سے لکھتے۔
اس سے بجز کاغذ سیاہ کرنے کے اور کیا حاصل ہوا۔
آج معلوم ہوا کہ ایم۔ ایس سی سب سے اعلیٰ
ڈگری ہے۔ اور بے ڈی۔ ایس سی کی ڈگری کیا ہوتی
ہے؟ غالباً یہ سب سے چھوٹی ڈگری ہوگی۔
ان۔ یہ انگریزی کا حرف درج لغت نہیں۔
ایل ایل۔ لا انسٹیٹیوٹ ان لا کا مخفف قانون
کا اُستاد۔ وکیل۔ لاز کا مخفف۔ ایل ایل۔ بی۔
بیچلر آف لاز کا مخفف۔ وکالت کا ایک امتحان۔
وکالت کی ایک ڈگری۔ وکیل الخ۔
کوئی کہاں تک اس بے ہنگم تحریر کو نقل کرے۔
معلوم نہیں ایل ایل لا انسٹیٹیوٹ ان لا کا مخفف کیونکر
ہوا۔ اگر ایل ایل لکھتے یعنی دونوں ایل کے درمیان
ڈیش دیتے تو خیر یہ مخفف درست ہوتا لیکن بلا ڈیش
ایل ایل صیغہ جمع مقصود ہوگا۔ اور لاز کا مخفف
سمجھا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ مخفف میں حسب قاعدہ
جمع کے لیے حرف کی تکرار کرتے ہیں مثلاً اسی لفظ
لا (قانون) کو لیجیے اس کا مخفف ایل ہوگا اب اگر
لاز (قوانین) کا مخفف لکھیں گے تو ایل ایل لکھیں گے۔
لیکن ایل ایل کے درمیان ڈیش یا فل اسٹاپ دینگے
ممکن ہے کہ پنجاب میں قانون کے لا انسٹیٹیوٹ ہوتے
ہوں۔ ہماری طرف یہ جنس عنقا ہے۔
معنی تحریر ہوئے ہیں۔ وکالت کا امتحان۔ وکالت
کی ایک ڈگری۔ یہ وکیل۔ اس اجتماع کو ملاحظہ فرمائیے۔
تینوں منزلوں کو ایک کر دیا کیونکہ امتحان پہلی منزل
ہوتی ہے اس میں کامیابی کے بعد ڈگری ملتی ہے۔

اور ڈگری ملنے کے بعد ہائی کورٹ میں درخواست دینے اور اجازت حاصل کرنے کے بعد وکیل ہوتا ہے۔ مگر حضرت کے خیال میں امتحان دیتے ہی وکیل ہو جاتا ہے خواہ کامیاب ہو یا نہ ہو۔

ایل ایل بی۔ قانون کی ایک ڈگری جس کے حاصل کرنے کے بعد وکالت کی اجازت ملجاتی ہے۔ صحیح اور جامع معنی یہ ہیں

اسپرنگ کو مؤنث لکھا ہے۔ اسپرنگ مذکر ہے۔ حاجی زمزم اللغات نے بھی مؤنث لکھا ہے معلوم نہیں شاید کالکری میں مؤنث ہی بولتے ہوں ورنہ شہر میں مذکر بولتے ہیں اور امیر مینائی نے بھی مذکر لکھا ہے۔

انگریزی حرف اس (S) کا تلفظ س مع الف و سین بلا الف کے درمیان ہے جسے انگریزی لب ولہجہ جاننے والے ہی ادا کر سکتے ہیں۔

بی پنجاب اللغات صاحبہ اعتراض کرتی ہیں کہ س سے پہلے الف کیوں لکھا جاتا ہے۔ افسوس کہ پنجابی اُردو کے املا و اعراب سے واقف نہیں ورنہ یہ مہمل اعتراض نہ کرتے۔ اسی لفظ اسپرنگ کو لیجیے اگر الف ساقط کر دیا جائے سپرنگ۔ یا سپرنگ پڑھا جائے گا۔ دونوں تلفظ غلط اور مضحکہ خیز ہوں گے۔ برخلاف اس کے اگر اسپرنگ میں الف کا تلفظ ہلکا رکھا جائے تو انگریزی حرف اس (S) کا تلفظ ٹھیک ادا ہوگا اور لطف دیکھیے حضرت بھی اس (S) کو مع "الف" "ای" ایس لکھ رہے ہیں۔ اب اگر اس (S) کسی لفظ کے شروع میں واقع ہو تو مع الف لکھنے پر کیا اعتراض۔ آنکھیں کھلی ہوں تو دیکھتے کہ اس (S) کو بلا الف لکھنا کیسا بلکہ ایک "ای" اور زائد کر کے ایس لکھ رہا ہوں۔ جو قطعاً غلط ہے۔ اُردو میں بتقلید عرب و عجم ابتدا بسکون محال ہے۔ انگریزی اور سنسکرت میں بعض حروف کے متعلق جنھیں اصطلاحاً حروف تسریبیہ کہتے ہیں خیال ہے کہ ان کی ابتدا میں حرکت مشروط نہیں۔ س۔ ش۔ حروف تسریبیہ میں داخل ہیں۔ اور فی الحقیقۃ ان کے تلفظ میں ایک خفیف سی حرکت ضرور محسوس ہوتی ہے خواہ تسلیم نہ کی جائے۔

پنجابی اسکول کو بغیر الف لکھتے اور سین کو فتحہ دے کے بولتے ہیں مثلاً سکول ماسٹر۔ اور یہ بہت بڑی غلطی ہے جسے کبھی انگریز بہ نظر تحسین نہیں دیکھتے۔

دوسرا اعتراض و اتہام کہ وہ انگریزی میں بھی یہ الف زائد بولتے ہیں بالکل غلط ہے اور پنجابی تعصب کا اختراع۔ انتہا تو یہ کہ

اسکوائر کے تلفظ پر بھی اعتراض ہے اُسے بھی سکوائر لکھتے ہیں۔ غالباً بی جامع اللغات کو اسکوائر کے اسپلنگ معلوم نہ تھے۔ اس لفظ کے تلفظ میں سین بلا الف یا باالف کی بحث ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ خود انگریزی میں (S) اس سے پہلے ای (E) موجود ہے۔ لہذا ای (E) کے ہوتے لامحالہ اسکوائر کہنا پڑے گا۔ بی جامع اللغات صاحبہ بمقتضائے تحقیق و تصنیف یا زیاہٹ کے جلیتوں اپنی ہٹ پر قائم رہیں تو مجبوری ہے۔ معنی تحریر فرماتی ہیں۔ بہادر۔ صاحب سردار۔ شرفا کے نام کے بعد لکھا جاتا ہے لیکن جب مسٹر لکھا جائے تو اسکوائر نہیں لکھا جاتا (اصل اسکوائر سپر بردار)۔

یہ چھبیس الفاظ کی عبارت ملاحظہ طلب ہے۔ اسکوائر کے معنی نہ بہادر کے ہیں اور نہ صاحب نہ سردار کے۔ اسکوائر اولاد شریف نوجوان ہوا کرتے تھے جو نائٹ ہونے کے امیدوار ہوتے تھے اور کسی نائٹ کی ہمراہی میں رہتے تھے۔

ہندوستان کے بانکے اور یورپ کے نائٹ قریب قریب مماثل تھے ۱۶۲۶ء سے یہ ایک امتیازی خطاب ہو گیا جو نائٹ کے درجہ سے کم تھا۔ بعد کو اخلاقاً شرفا کو بھی کہنے لگے جس طرح اودھ میں نواب اور بیگم عام ہو گیا ہے ۱۸۵۲ء سے امریکا میں وکلا اور حکام کے لیے سرکاری لقب ہو گیا۔ اور اب امریکا میں ہر کس و ناکس کو اسکوائر لکھتے ہیں لیکن انگلستان میں یہ رواج نہیں۔ وہاں اب بھی عام طور سے مسٹر استعمال ہوتا ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ مسٹر اور اسکوائر دونوں ساتھ ساتھ لکھنا مہمل ہوگا۔ بی جامع اللغات نے سپر بردار لکھ کر خاموشی اختیار کی۔ ایک ناواقف شخص کیا سمجھ سکتا ہے۔

الٹی میٹم۔ اعلان جنگ۔ کسی بات کے زبردست کرانے کے لیے آخری شرائط پیش کرنا کہ اگر منظور نہ کی گئیں تو جنگ شروع کر دیا جائیگا تلفظ سہواً صحیح لکھا ہے کیا معنی کہ اس لغت کو تو صحت لفظ سے ایک دشمنی سی ہے۔ پس اگر شاذ و نادر کہیں صحیح تلفظ نظر آجائے تو اسے سہو سمجھنا چاہیے۔

انڈیا جان

اختیارات خاص

محدود اصلاحات

پولیٹیکل سرکس

"گھومے جا گھومے جا میں تو جاتا ہوں۔ کوڑا چھوڑ جاؤں گا"

جاری شدہ
ٹیلیفون
حیدرآباد دکن
لکھنؤ
دہلی
صوفی علی محمد علی
Akhtar

الٹی میٹم کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ آخری
شرائط پیش کرنا۔ اعلان جنگ تو الٹی میٹم کے شرائط
کی نامنظوری کے بعد ہوتا ہے۔ بی لغت صاحب
نے یہ نہ لکھا کہ ایک ملک کا دوسرے ملک کو
آخری شرائط پیش کرنا۔ جنگ کو مذکر لکھا ہے
جنگ شروع کر دیا جائے گا۔ وائے بے تمیزی
و گمراہی۔

اینگلو۔ انگریزی الفاظ کے پہلے مرکبات
میں لگاتے ہیں۔

ناظرین ہماری سمجھ میں خاک نہ آیا۔ اب اگر
آپ کچھ سمجھے ہوں تو ارشاد فرمائیے۔ ہم اس قدر
جانتے ہیں کہ اینگلو کے معنی انگلش کے ہیں۔
یا انگلینڈ سے تعلق رکھنے کے معنی میں آتا ہے۔
جیسے اینگلو انڈین یعنی وہ انگریز جو ہندوستان
میں رہتا ہو۔ اب اینگلو انڈین اُسے بھی کہتے
ہیں جس کا باپ انگریز ہو اور ماں ہندوستانی۔
مصنف جامع اللغات کے عجیب بے ڈھنگی بات
لکھی ہے۔ عبارت یہ بتاتی ہے کہ مرکب الفاظ
کے پہلے اینگلو لگایا جاتا ہے۔ گویا انگریزی ہی
میں مرکبات بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ اینگلو پہلے
لگا دیتے ہیں۔ اس حُسن بیان کی تعریف نہیں
ہو سکتی۔

البم۔ تصویروں کی کتاب۔ تصویریں رکھنے
کی کاپی۔ مجموعہ تصاویر۔ سادے اوراق کی مجلد کو
البم کہتے ہیں۔ ایسی مجلد بہت سے کاموں میں آتی
ہے۔ تصویریں لگانے ٹکٹ جمع کرنے۔ یادگار تحریر
بطور یادگار رکھنے کے لیے وغیرہ۔ اب جامع اللغات
کے لکھے ہوئے معنوں کی مہملیت ظاہر ہے۔ کتاب
اور کاپی کس قدر موزوں الفاظ استعمال ہوئے
ہیں۔ مجموعہ بھی خوب کہا ہے۔

(باقی آئندہ)

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

تحائف سال نو

"کلیم"

ہمارے معزز کرم فرما جوش ملیح آبادی نے دہلی سے
"کلیم" نام ایک ادبی مصور ماہانہ رسالہ بڑی دھوم
دھام سے اسی ماہ میں شائع کیا ہے۔ اغراض و
مقاصد نہایت بلند اور قیود انتہائی سخت ہیں کہ ان
مقاصد اور قیود کا نباہ رسمی مضمون نگاروں کی بس
کی بات نہیں۔ رسمی مضمون نگاروں سے مراد وہ
حضرات ہیں جو بغیر پڑھے لکھے یا بغیر تحریر سیکھے مضمون
لکھنے بیٹھ جاتے ہیں اور گرسنہ شکم پرچے اُن کے لایعنی
ہفوات کو ہاتھوں ہاتھ لے کے بڑے بڑے تحسینی
[illegible] کے ساتھ ناظرین سے ان کا تعارف کراتے
ہیں مثلاً:-

ذیل کا مضمون ایک ایسے ادیب مادر زاد کے
نتائج طبع سے ہے جو شکم مادر سے بہنگام پیدائش
ایک مکمل دیوان لے کے نکلا تھا یعنی جب اس ادیب
کامل کی مادر محترمہ کو درد زہ عارض ہوا اور قابلہ نے
استقبال مولود کا اہتمام شروع کیا تو پہلے بجائے
سر کے ایک بلند کاغذ دل کا خارج ہوا پھر جب
مولود مسعود برج شکم سے طالع ہوا تو اُس کے داہنے
ہاتھ میں قلم تھا۔

اُردو کی شومی طالعی کے باعث جیسے مضمون نگار
ہیں ویسے ہی اڈیٹر بھی ہیں اُنھیں رسمی اڈیٹر کہیے۔
کلیم کا یہ نمبر بحیثیت مجموعی بہت خوب ہے اور اگر انھیں
حضرات نے جن کے مضامین سے پہلا نمبر مرتب ہوا
ہے استقلال کے ساتھ سلسلہ جاری رکھا تو ممکن
ہے کہ سب تو نہیں لیکن بعض مقاصد پورے ہو جائیں۔

اس نمبر کی تصویریں اگرچہ کم ہیں لیکن باعتبار فن
ایک درجہ رکھتی ہیں۔ قیمت جسے لوگ آج کل چندہ
کہا کرتے ہیں اور مطلقاً چندے اور قیمت کے فرق پر
توجہ نہیں فرماتے دس روپیہ سالانہ مقرر کی گئی ہے
ہم یہ نہیں کہتے کہ دس روپیہ بہت ہیں لیکن لوگ
باعتبار کیفیت اب کسی چیز کی قدر نہیں کرتے۔ قدر
ہے چیز کے دیدار وہونے کی اور کمیت [illegible] زیادہ
ہونے کی وہ جب دیکھتے ہیں کہ اودھ پنچ صرف ۸ ورق
کا ہوتا ہے اور فلاں پرچہ ۰۰ صفحہ کا۔ اودھ پنچ کی قیمت
پانچ روپیہ سالانہ اور اُس کی دو دو روپیہ سال تو ذرا
ناک بھوں چڑھاتے کہ "میٹھا اور بھر کٹھوت" نہیں
"کڑوا اور بھر کٹھوت" ارزاں خرید یا خرید لیتے ہیں۔
چاہے اُن کی ذہنی استعداد کو اس بوجھل اور سنگین مجموعہ
مہملات سے کوئی نفع نہ پہونچے۔

بہرکیف "کلیم" دہلی ایک اچھا تحفہ ہے ہم اس کا
خیر مقدم کرتے ہیں اور اگرچہ مقاصد میں کامیابی کی
دعا کچھ یوں ہی سی نظر آتی ہے تاہم "مانگو اور ملے گا"
پر اعتماد کرتے ہیں۔ آمین۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"کھسیانی بلی کھمبا نوچے"

ہمارے دوست اُلٹی خاں یا اُلل خاں کا بس کالے کلوٹے
بیگن لوٹے حبشیوں سے نہیں چلتا اس وجہ سے کہ
وہاں کی آب و ہوا باغی ہے اس جھلاہٹ میں انھوں نے
"مرے کو مارے شاہ مدار" کی مثل پر عمل کرنا شروع
کر دیا ہے کبھی زخمی مریضوں کے اسپتال پر بم پھینکتے
ہیں کبھی گرفتار شدہ قیدیوں پر غصہ کرتے اور رُلواتے

"سچ" کے بجائے "صدق"

یکم مئی ۳۵ء سے ۱۷+۲۷ پونڈ سفید چکنے کاغذ
پر ہر مہینے کی یکم ۔۱۱-۱۲ کو شائع ہوتا ہے معلوم کر کے صاحب
ذوق حضرات جو مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے طرز
انشاء کے عاشق ہیں اس خبر کو صحیح معنوں میں [illegible]
لہٰذا شائقین حضرات اپنا اپنا چندہ چار روپیہ جلد
روانہ فرما کر خریداران رجسٹر میں اپنا نام درج
کرالیں ورنہ بعد کو پچھلے پرچے دستیاب نہ ہو سکیں گے۔
"صدق" ہر اعتبار سے "سچ" سے بڑھا ہوا ہے
معنوی حیثیت سے مضامین قرآنی کا اضافہ۔
سالانہ چندہ للعہ ترسیل زر بنام
منیجر اخبار "صدق" نمبر ۴۳ امین آباد روڈ لکھنؤ۔

گھاٹ اُتارے ہیں۔ شاباش ہے ان کلموہوں کو جنہوں نے اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیا۔ سنتے ہیں کئی ہزار اٹلی والے ان کی قید میں ہیں اگر وہ چاہیں تو دلا ئے سکتے ہیں۔ اٹلی نے بڑا سودا اپنے سر لیا حبشیوں سے خالی نہیں پگڑی ہم تو سمجھتے ہیں کہ برطانیہ سے بھی عنقریب پگڑی اُلجھے گی۔ اگر برطانیہ سے پرخاش ہوئی تو پھر فرانس کی دوستی کی ہنڈیا بھی یقیناً کھٹکنی ہو جائے گی۔ اس طرح ہمارا اسباد ر ۱۹۳۶ء [illegible] دنیا کے حق میں سعد نظر نہیں آتا۔ انا فقد۔

بندہ ذمہ دار نہیں

بعض اخباری کاغذوں کے اڈیٹروں کا دستور ہے کہ مضمون کے سب سے پر لکھ دیتے ہیں "اڈیٹر کا نامہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں"۔ اور اسی آڑ میں ایسے مفسدہ انگیز مضامین شائع کرتے ہیں جنہیں بجز شیطان علیہ ما علیہ کے کوئی صاف باطن پسند نہیں کر سکتا۔ یہ فقرہ پہلے بھی استعمال ہوتا تھا مگر کب؟ ایسے وقت پر کہ صاحب مضمون کوئی نامی اور نامور شخص ہو اور اُس کی تحریر کوئی وزن رکھتی ہو لیکن اخبار کی پالیسی کے خلاف ہو۔ نہ ایسے محل پر کہ دو فریق یا دو گروہ جنگ پر مستعد ہوں اور اخباری کاغذ صاحب پہلے تو دونوں سے اجرت اشاعت لیتے رہیں پھر جب دیکھیں کہ اس میاں بگی گری کے طفیل عنقریب جوتی پیزار کا بازار گرم ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ ہم بھی قانونی گرفت میں آ جائیں تو فوراً اتحاد کے واعظ حقیقی بن کے اعلان کر دیں کہ اب اس موضوع پر کوئی مضمون شائع نہ ہوگا۔

ان بہیماؤں سے کوئی یہ پوچھتا کہ تم ہی نے تو متخاصمین کے دلوں میں ان تحریروں کی اشاعت سے دیا سلائی لگائی ہے پھر تم کیوں ذمہ دار نہیں ہو۔

بھولی بھالی پبلک اور نکھی بچو مڑی حکومت کو دعا دو کہ ایک اپنی تفریح کے لیے اور دوسری "جلتے دو نہیں کیا مطلب"، کی پالیسی پر عمل کر کے تمہاری گریبان گیر نہیں کرتی۔

حکومت سے ایک رحم طلب درخواست

ہماری جان گورنمنٹ۔ ہم جاں نثاروں کا مجرا قبول کر۔ بتا تیری جان کی قسم ہم سوراج کے طالب ہیں نہ ڈومینی سٹاسٹ یعنی ڈومینین اسٹیٹس کے نہ ہوم رول کے نہ فیڈریشن کے صرف اتنی آزادی چاہتے ہیں کہ اپنے گھروں میں افیم کی گولی با آرام تمام استعمال کر سکیں اور ایک گوشے میں بیٹھے امیر حمزہ کی داستان کہا کریں۔

یہاں کی میونسپلٹی نے غضب ستم اُدھم اندھیر مچا رکھا ہے کہ مثل کارتوس اور بندوق کے اس بناتی سیاہ فام سیال جوہر کے استعمال کرنے کے لیے لائسنس حاصل کرنا لازمی قرار دیا ہے۔ قربان جائیں یہ تو بڑی تکلیف کی بات ہے اور ہم غریب گوشہ نشینوں پر ایسا ظلم ہے جس کا برداشت کرنا قوت سے باہر۔

جنبا گورنمنٹ! بعض آدمیوں نے اندازہ لگایا ہے کہ افیم استعمال کرنے والے اس وقت شہر میں سات ہزار سے زیادہ نہیں۔ گویا اتنے ہی آدمی ہیں جو ہمہ اماں کے شیدائی اور "دنیا بہمہ و بے ہمہ" کی پالیسی پر عمل کرنے والے

اس کے مقابلے میں شرابیوں کا اندازہ لگانا چاہیے جو پینے کے بعد آپے سے باہر ہو جاتے اور سڑکوں پر لپا ڈگی کرتے پھرتے ہیں۔ ہماری اٹکل سے یہ بیس ہزار سے زیادہ ہیں۔ چھٹ صاحب لوگ۔ پھر کیوں نہ ان پر بھی لائسنس لینا واجب و لازم قرار دیا جائے۔

کجا وہ جو زیادہ چسکی لگا جانے پر از راہ خاکساری اونگھنے لگتا ہے اور کہاں یہ شوریدہ پشت۔ بس انصاف کی بات تو یہ ہے کہ میونسپلٹی شرابیوں سے بھی [illegible] کسی بکس کو لے بید اگر مارا تو کیا مارا جو آپ ہی کے رہا [illegible] مگر معلوم ہوا کہ تیلی گردان ایکسپیریمنٹ [illegible] ہیں جو ان شرابیوں کے بیوپاری پر میونسپلٹی یا بورڈ ایسی قدر [illegible] معلوم ہو خود حاکم حکام جو اس بُری چیز پر عاشق ہیں ایسی خبر لیں کہ سارا قانون قاعدہ دُم کے رستے نکل جائے۔

بس ہم جاں نثاران گورنمنٹ کی یہ درخواست قبول کی جائے کہ ہم ازل سے منکسر المزاج اور گوشہ گیر لوگ ہیں۔

(یکے از ممبران انجمن جاں نثاران گورنمنٹ)

ہفتہ وار

انگریزی اخبار سرچ لائٹ پٹنہ

ضرور ملاحظہ فرمائیے انگریزی کا وہ اخبار

جو صوبہ بہار سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

از ابتدائے سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۴ء

پانچ حصوں میں۔ یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ ابتک پانچ حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ پانچ سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہو رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے۔ سائز ۲۰×۲۶/۱۶ مجموعی قیمت ان منتخبات کی چھ روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک ہے۔ المشتہر

منیجر اودھ پنچ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ

خضاب چھوڑ دو کیونکہ

اس تیل سے بال پکنا رک کر نیا بال کالا پیدا ہوتا ہے لیکن اگر ساٹھ برس تک کالا نہ رہے تو دوناد ام واپس کی شرط لکھا لیں۔ ایک آدھ بال پکا ہو تو اس سے زائد پکا ہو نصف سے زائد پکا ہو تو فی ... تیل منگا لیں المشتہر

بال کالا اسٹور پوسٹ گنسی سمری

دربھنگہ

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینہ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد ۶ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کیا جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ و ۳۲ء

کی قیمت فی جلد ۶ محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ قیمتی عہ اور جلد ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ایک روپیہ آٹھ آنے مفت ملیں گے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ہفتہ وار

انگریزی اخبار سنٹرل رانچی

جس میں نہایت ... مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ سالانہ چندہ ...

منیجر

ہر قسم کی کتابت نہایت پابندی وعدے پر دینے والا

دفتر دارالارقام محبوب گنج

لکھنؤ ہے

جلد ۲۱ نمبر ۳

مضامین حیر

(مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۶ء)

تحفۂ سال نو

سنبھل کر ذرا تیز گام محبت | مقام ادب ہے مقام محبت
مرے سامنے لے نہ نام محبت | چھلک جائے گا ہائے جام محبت
تری چشم میگوں ہے جام محبت | تری زلف مشکیں ہے دام محبت
پلا دے ان آنکھوں سے جام محبت | بہت دن سے ہوں تشنہ کام محبت
اٹھے اک نظر اس طرف بھی خدا را | یہ پاس مروت یہ نام محبت
یہ تھا کہ نہ غارت گر دین و ایماں | ارے تو نے دیا کس نے نام محبت
چڑھیں دار پر یا چڑھیں طور پر ہم | رسائی سے بالا ہے بام محبت
کہ رسائی ہے جذب اپنائے دل | لیا اب لیا یہ ہے بام محبت
محبت کے بدلے محبت ستم ہے | نہ لے اُف نہ لے انتقام محبت
نہ ہوگا ابد تک یہ پورا نہ ہوگا | مرا قصۂ ناتمام محبت
مری چشم پُرنم مرا قلب پُرغم | یہ مینائے الفت وہ جام محبت
ہمیں دیکھ بیٹھے ہیں در پہ | ابھی تو ہے منصور خام محبت
ٹھہر یاد جاناں ٹھہر میرے دل میں | یہی ہے یہی سب ہے مقام محبت
زباں سے وہ کچھ بھی کہے جائیں مجھکو | نگہ دے رہی ہے پیام محبت
نہ جا گلرخوں پر خبردار اے دل | دو رُوزہ ہے یہ رنگ خام محبت
حقیقت میں اب چار سو جلوہ گر ہے | جدھر پھیر دوں میں زمام محبت
نہیں غیر کی طرح میں بندۂ زر | میں ہوں بندہ پرور غلام محبت
جھکا اس ادا سے کہ بس مار ڈالا | پیام اجل تھا سلام محبت
نہ رک ہائے قاصد کہے جا کہے جا | کہے جا کہے جا پیام محبت

بہت دور پہونچا ہے مجذوب پھر بھی
بہت دور ابھی ہے مقام محبت

نزار ہند لکھنوی

جن حضرات کے نام وی۔ پی روانہ کیے جاچکے ہیں وہ براہ مہربانی وصول فرمالیں۔ باقیدار اصحاب قیمت کا منی آرڈر جلد از جلد ارسال کردیں

رباعیات

(اپنی بیتی۔ یکم ستمبر سے بیماری)

ابکی تو ستمبر نے ستم توڑا ہے | مارا درد جگر کا اک کوڑا ہے
کہتا ہے طبیب دیر پا بیماری | میری صحت کو کس قدر گوڑا ہے

بستر علالت پر

تھک جاتا ہے جبکہ چلتے چلتے انساں | دم لینے کا کرنے لگتا ہے وہ ساماں
میں بھی بستر پہ کر رہا ہوں آرام | اب ہے مجھے فکر دین و دنیا کی کہاں

دنیا سے نفرت

صورت دنیا کی اب بُری لگتی ہے | اس کی آواز بے سُری لگتی ہے
میں دیکھتا ہوں تو نفرت آتی ہے مجھے | وہ دیکھتی ہے تو اک چھری لگتی ہے

یرقان کا زور

عاشق میں نہیں کسی کا جسم ہے زرد | اٹھتا ہے جگر میں میرے رہ رہ کر درد
مجھ پر یرقان پری ہوتی ہے عاشق | کھیلا کرتی ہے مجھ سے وہ تختہ نرد

جسمانی حالت

کھینچا یرقان نے مجھے ہے جانب مرگ | گھلتا جاتا ہے جسم مانند تگرگ
حالت جو کچھ ہے کیا کہوں تجھ سے ندیم | پایا ہے وہ رنگ جو خزاں کا جوں برگ

ہندی ندیم

ڈیر پنچ، آپ یا آپ کے ناظرین اور پیٹنٹ باقیدار حضرت گھامڑ لکھنوی سے واقف نہیں ہیں۔ یہ ایک بزرگ صورت ہشت پہل انسان ہیں جو فی الحال قصبہ سرکھو میں قیام رکھتے ہیں۔ سردی گرمی تنگی ترشی کا احساس آپ کو بہت کم ہوتا ہے۔ جاڑوں میں گرمی کی پوشاک سے نہ آپ کا بدن کانپتا ہے نہ گرمی میں جاڑوں کی پوشاک سے پسینہ دیتا ہے۔ مرنجان مرنج ہیں گویا صوفیانہ بساط کے شاہ شطرنج ہیں۔ شاعری سے آپ کی طبیعت کو خاص لگاؤ ہے۔ مادرزاد شاعر ہیں موزوں غیر موزوں بامعنی بے معنی ہر طرح کے اشعار آمد آمد آپ کی صراحی نافکر باکرہ سے ٹپکا کرتے ہیں۔ فی الحال شاعرہ عالم خیال میں آپ یوں گہر ریز ہوتے ہیں۔

طرح۔ غصے سے اس طرف جو نہ دیکھا کرے کوئی

پہلے خلل دماغ میں پیدا کرے کوئی | پھر اس سے دوستی کی تمنا کرے کوئی
آنسوؤں سے مٹتی ہے جو صورتیں کہیں | بگڑی ہے جو شکل سنوارا کرے کوئی
شوخی نے دیکھے شرم حیا کو شکست فاش | طے کر دیا کسی سے نہ پیدا کرے کوئی
خفگی اٹھائے مارے سے گالیاں سنے | اک بیسوائے عشق میں کیا کیا کرے کوئی
بکھرا کے زلف شہر میں اندھیر کر دیا | اس کی بلا سے ٹھوکریں کھایا کرے کوئی
دست ہوس بڑھانے پہ کہنے لگا وہ شوخ | جوڑے میں جائے ہم سے نہ بولا کرے کوئی

بن ٹھن کے آئیں گے وہ لنکش میں للام — گھوڑے انہیں کوئی کستا یا کرے کوئی
گھاٹا کھڑے نہ ہونا الیکشن میں پھر کبھی
گو سبز باغ لاکھ دکھایا کرے کوئی

زار ہند لکھنوی

خطابیمیا یا ٹائی ٹلیمیا

یعنی
"خطاب پانے کی کیمیا"

اگلے زمانے میں کیمیا۔ ریمیا سیمیا ہیمیا چار بہنیں تھیں موجودہ گورنمنٹ کی صحبت نے اثر کیا اور چاروں میں سے کسی نے یہ عجیب الخلقت بچہ جنا۔ ذات کا اینگلو انڈین ٹھہرا اس لیے صاحب لوگ اس کو ٹائی ٹلیما کہتے ہیں اور ہندوستانی بیچارے خطابیمیا۔ اس کی ماں اور خالائیں تو بڑھیا ہو گئیں ان کو کوئی پوچھتا نہیں خطابیمیا اللہ رکھے نئی نئی جوان ہوئی ہے فیشن ایبل اور تعلیم یافتہ ہے اس لیے ایک عالم تماشائی ہے۔ بڑے بڑے ثقہ صورت اور سنجیدہ مزاج بزرگ اس کے فراق میں دیوانے ہو رہے ہیں چشم بددور اس نے اپنی ماں اور خالاؤں کے تمام صفات ورثے میں پائے ہیں جس طرح کیمیا رانگے کو چاندی اور تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔ یا ریمیا سیمیا ہیمیا خاک دھول الم غلم کو انٹ سنٹ گھوڑا ٹمٹم بنا دیتی ہیں اسی طرح خطابیمیا جاہل کو عالم ذرّے کو آفتاب لالہ کو "رائے"، اور سید کو پٹھان بنا دیتی ہے۔

اگر کسی کو لاٹ صاحب کو سلام کرنے اور صلح پسند انسانوں کو غرّے ڈٹے دکھانے کا شوق ہو تو اس کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل اعمال سفلیہ میں سے ایک کا حسب حیثیت انتخاب کرے اس پر عمل پیرا ہو اگر حسب منشا فائدہ نہ ہو تو اس کا عذاب ثواب پنچ کے ذمے۔

(۱) اگر آپ مسلمان ہیں اور بالفعل بیکار ہیں تو فوراً داڑھی بڑھائیے۔ گلے میں گاڑھے کا غلاف پہنیے سر پر چار گرہ کے بجائے بارہ گرہ کپڑے سے ڈھنکیے۔ اس کے بعد دو چار یار آشنا کو خوشامد درآمد کر کے ایک دن جلسہ پر مدعو کیجیے اور کسی بے حقیقت اخبار میں خبر درج کرا دیجیے۔

کل بتاریخ ۵۳ دسمبر سنہ نامعلوم ایک جلسہ زیر صدارت جناب بڑے بڑے القاب متمنی خطاب بمقام شراب خانہ کرکری آباد منعقد ہوا جس میں حسب ذیل رزولیوشن بلا اختلاف آرا و بحث و مباحثہ منظور کیے گئے۔

(۱) سابق اسلامی ممالک کو از سر نو فتح کیا جائے اس غرض سے تمام مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ کاملین و پیران جاہلین سے تعویذ لکھوا کر اپنے گلے میں ڈالیں۔ فاتح اقوام کو پانی پی پی کر کوسا کریں۔

(۲) ہندوستان کی سیاست کی طرف ذرا متوجہ ہوں بلکہ ہمیشہ اندلس کے فتح کرنے کا خواب دیکھا کریں۔ ہندوؤں کو ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ جاڑوں میں دھوتی باندھتے ہیں اور "ق" کی جگہ "ک" اور "غ" کی جگہ "گ" بولتے ہیں اپنے منہ سے پروتی پکارتے ہیں۔ ہمالیہ کی چوٹیوں کی عظمت کرتے ہیں حقوق ہمسایہ کی خلاف ورزی یوں کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو دیکھ کر چھینکتے ہیں۔ دھوتی کا سرا پکڑ کر سلام کرتے ہیں یا جب ان سے باتیں کرتے ہیں تو توند پر ہاتھ پھیرتے ہیں گویا اس طرح مسلمانوں کے دبلے پیٹ اور پائجامے کا مضحکہ کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کو ہندوستان سے نکال کر افریقہ کے ریگستانوں میں بند کر دیں۔

(۳) مسلمانوں کو قومی مفاد کا خیال کر کے ہمیشہ جوتی پیزار اور ٹینا ڈگی میں مصروف رہنا چاہیے سنیوں کو چاہیے کہ شیعوں کو موقع پا کر مار ڈالیں اور شیعوں کو چاہیے کہ سنیوں کے کھانوں میں زہر ملا دیں۔

(۴) گورنمنٹ کی عنایات کے ہم بہت مشکور ہیں کہ اس نے تھوڑا بہت ہمارے کھانے کے لیے چھوڑ دیا اگر یہ بھی لے لیتی تو ہم لوگ کیسے زندہ رہتے۔

(۵) گورنمنٹ سے ملتجی ہیں کہ وہ ہمارے فسادات میں ہماری ہمت افزائی کیجیے اور صدر صاحب کو شمع العلما یا نعل المتقین کا خطاب عنایت فرمائیے۔

اگر آپ ہندو ہیں تو بلا فوراً ماتھے کی کھال صندل سے چھپائیے۔ گفتگو میں ایسے الفاظ بولیے۔ "شمبھو"، "ریچھ"، کے قسم کا لفظ جو مسلمان کی پرچھائیں یا نگاہ جس چیز پر پڑ جائے اس کو نالی میں پھنکوا دیجیے ہمیشہ بے ٹونٹی کا لوٹا استعمال کیجیے اور دھوتی اپنے ہاتھ سے دھوئیے۔ سرخ بلتے ہی ایک جلسہ منعقد کیجیے تیرہ دھاتی ویر بھان کسی اخبار میں اس قسم کا مضمون بھجوا دیجیے۔

مہاشے پنڈت پٹ بھکاری لینے گوردوارے میں اعلان کرتے ہیں کہ

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۵)

نمبر مقدمہ ۱۸۷ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت خفیفہ منصفی دوم ضلع بلند شہر اجلاس جناب مسٹر احمد رضا صاحب بہادر جج خفیفہ دوم بلند شہر

کیک سنگھ ولد فتح سنگھ قوم راجپوت ساکن موضع خانپور پرگنہ سکندر آباد مدعی

بنام

لکھمی سنگھ و گوبند سنگھ و ہرکشن پسران دھندی سنگھ قوم راجپوت ساکن حال داج مین۔ ای۔ آئی۔ او ڈبلیو تا ٹھو پیٹرن ریلوے و نیز ایکٹر و اجنگ و ارڈ معرفت جناب ڈی۔ ٹی۔ ایس دہلی مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت تمسک کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۰ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء وقت۔ ایجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر و نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۔۔ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

جلد ۲۱ نمبر ۳

مضامین [illegible]

(مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۶ء)

تحفۂ سال نو

سنبھل کر ذرا تیز گام محبت | مقام ادب ہے مقام محبت
مرے سامنے لے نہ نام محبت | چھلک جائے گا ہائے جام محبت
تری چشم میگوں ہے جام محبت | تری زلف مشکیں ہے دام محبت
پلا دے ان آنکھوں سے جام محبت | بہت دن سے ہوں تشنہ کام محبت
ادے اک نظر اس طرف بھی خدا را | یہ پاس مروت یہ نام محبت
یہ بتا کہ ان غارت گر دین و ایماں | ادے لے دیا کس نے نام محبت
چڑھیں دار پر یا چڑھیں طور پر ہم | رسائی سے بالا ہے بام محبت
کمند رسائی ہے جذب اپنا اے دل | لیا اب لیا یہ ہے بام محبت
محبت کے بدلے محبت ستم ہے | نہ لے اب نہ لے انتقام محبت
نہ ہوگا ابد تک یہ پورا نہ ہوگا | مرا قصۂ ناتمام محبت
مری چشم پرنم مرا قلب پرغم | یہ مینائے الفت وہ جام محبت
ہمیں دیکھ بیٹھے ہیں در پہ لپیٹے | ابھی تو ہے منصور خام محبت
ٹھہر یاد جاناں ٹھہر میرے دل میں | یہی ہے یہی ہے مقام محبت
زباں سے وہ کچھ بھی کہے جائیں مجھکو | نگہ دے رہی ہے پیام محبت
نہ جا گلرخوں پر خبردار اے دل | دو روزہ ہے یہ رنگ خام محبت
حقیقت میں اب جا بجا سو جلوہ گر ہے | جدھر پھیر دوں میں زمام محبت
نہیں غیر کی طرح میں بندۂ زر | میں ہوں بندہ پرور غلام محبت
جھکا اس ادا سے کہ بس مار ڈالا | پیام اجل تھا سلام محبت
نہ رک ہائے قاصد کہے جا کہے جا | کہے جا کہے جا پیام محبت

بہت دور پہونچا ہے مجذوب پھر بھی
بہت دور ابھی ہے مقام محبت

ناز اسعد لکھنوی

جن حضرات کے نام وی۔ پی روانہ کیے جا چکے ہیں وہ براہ مہربانی وصول فرمالیں باقیدار اصحاب قیمت کا منی آرڈر جلد از جلد ارسال کردیں

رباعیات

(اپنی بیتی۔ یکم ستمبر سے بیماری)

ابکی تو ستمبر نے ستم توڑا ہے | مارا درد جگر کا اک کوڑا ہے
کہتا ہے طبیب دیر پا بیماری | میری صحت کو کس قدر گوڑا ہے

بستر علالت پر

تھک جاتا ہے جبکہ چلتے چلتے انساں | دم لینے کا کرنے لگتا ہے وہ ساماں
میں بھی بستر پہ کر رہا ہوں آرام | اب ہے مجھے فکر دین و دنیا کی کہاں

دنیا سے نفرت

صورت دنیا کی اب بری لگتی ہے | اس کی آواز بے سُری لگتی ہے
میں دیکھتا ہوں تو نفرت آتی ہے مجھے | وہ دیکھتی ہے تو اک چھری لگتی ہے

یرقان کا زور

عاشق میں نہیں کسی کا جسم ہے زرد | اٹھتا ہے جگر میں میرے رہ رہ کر درد
مجھ پر یرقان پری ہوتی ہے عاشق | کھیلا کرتی ہے مجھ سے وہ تختہ نرد

جسمانی حالت

کھینچا یرقان نے مجھے ہے جانب مرگ | گھٹتا جاتا ہے جسم مانند تگرگ
حالت جو کچھ ہے کیا کہوں تجھ سے ندیم | پایا ہے وہ رنگ جو خزاں کا جوں برگ

ہندی ندیم

ڈیر پنچ۔ آپ یا آپ کے ناظرین اور پیشنٹ باقید احضرت گھامڑ لکھنوی سے واقف نہیں ہیں۔ یہ ایک بزرگ صورت ہشت پہل انسان ہیں جو فی الحال قصبۂ سترکھ میں قیام رکھتے ہیں۔ سردی گرمی تنگی ترشی کا احساس آپ کو بہت کم ہوتا ہے۔ جاڑوں میں گرمی کی پوشاک سے نہ آپ کا بدن کانپتا ہے نہ گرمی میں جاڑوں کی پوشاک سے پسینہ دیتا ہے۔ مرنجان مرنج ہیں گویا صوفیانہ بساط کے شاہ شطرنج ہیں۔ شاعری سے آپ کی طبیعت کو خاص لگاؤ ہے۔ مادر زاد شاعر ہیں موزوں غیر موزوں یا معنی بے معنی طرح طرح کے اشعار آبدار آپ کی صراحی نافکر باکرہ سے ٹپکا کرتے ہیں۔ فی الحال مشاعرۂ عالم خیال میں آپ یوں گہر ریز ہوتے ہیں۔

طرح۔ غصے سے اس طرف جو نہ دیکھا کرے کوئی

پہلے خلل دماغ میں پیدا کرے کوئی | پھر اس سے دوستی کی تمنا کرے کوئی
آنسوؤں سے مٹتی ہے بھورتی کہیں | بگڑی ہوئی ہے شکل سنوارا کرے کوئی
شوخی نے دیکھ کے شرم و حیا کو شکست فاش | طے کر دیا کسی سے نہ پردا کرے کوئی
خفگی اٹھائے مار سہے گالیاں سنے | اک بیوفا کے عشق میں کیا کیا کرے کوئی
بکھرا کے زلف شہر میں اندھیر کر دیا | اس کی بلا سے ٹھوکریں کھایا کرے کوئی
دست ہوس بڑھانے پہ کہنے لگا وہ شوخ | چولھے میں جائے ہم سے نہ بولا کرے کوئی

بن ٹھن کے آئیں گے وہ ناکش میں لاکلام گھوڑے نہیں کوئی کرستا یاکرے کوئی
گھامڑ گھامڑ سے نہ ہو نا الیکشن میں پر کبھی
گو سبز باغ لاکھ دکھایا کرے کوئی

ذار ہند لکھنوی

خطابمیا یا ٹائی ٹلمیا

یعنی "خطاب پانے کی کیمیا"

اگلے زمانے میں کیمیا۔ ریمیا۔ سیمیا۔ ہیمیا چار بہنیں تھیں۔ موجودہ گورنمنٹ کی صحبت نے اثر کیا اور چاروں میں سے کسی نے یہ عجیب الخلقت بچہ جنا۔ ذات کا اینگلو انڈین ٹھہرا اس لیے صاحب لوگ اس کو ٹائی ٹلمیا کہتے ہیں اور ہندوستانی بیچارے خطابمیا۔ اس کی ماں اور خالائیں تو بڑھیا ہوگئیں ان کو کوئی پوچھتا نہیں خطابمیا اللہ رکھے نئی نئی جوان ہوئی ہے فیشن ایبل اور تعلیم یافتہ ہے اس لیے ایک عالم تماشائی ہے۔ بڑے بڑے ثقہ صورت اور سنجیدہ مزاج بزرگ اس کے فراق میں دیوانے ہو رہے ہیں چشم بددور اس نے اپنی ماں اور خالاؤں کے تمام صفات ورثے میں پائے ہیں جس طرح کیمیا رانگے کو چاندی اور تانبے کو سونا بناتی ہے۔ یا ریمیا سیمیا ہیمیا خاک دھول الم غلم کو انٹ سنٹ گھوڑا شتم بنا دیتی ہیں۔ اسی طرح خطابمیا جاہل کو عالم ذرّے کو آفتاب لالہ کو "رائے" اور سید کو پٹھان بنا دیتی ہے۔

اگر کسی کو لاٹ صاحب کو سلام کرنے اور صلح پسند انسانوں کو غرّے ڈبے دکھانے کا شوق ہو تو اس کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل اعمال سفلیہ میں سے ایک کا حسب حیثیت انتخاب کرے اس پر عمل پیرا ہو اگر حسب منشا فائدہ نہ ہو تو اس کا عذاب ثواب پنچ کے ذمے۔

(۱) اگر آپ مسلمان ہیں اور بالفعل بیکار ہیں تو فوراً داڑھی بڑھا لیجیے۔ گلے میں گاؤ تکیہ کا غلاف پہنیے سر پر چار گرہ کے بجائے بارہ گز کپڑے سے ڈھنکیے۔ اس کے بعد دو چار یار آشنا کو خوشامد درآمد کر کے ایک ان جاپر مدعو کیجیے اور کسی بے حقیقت اخبار میں خبر درج کرا دیجیے۔

کل بتاریخ ۵۳ دسمبر سنہ نامعلوم ایک جلسہ زیر صدارت جناب بڑے بڑے القاب متمنی خطاب بمقام شراب خانہ کرکری آباد منعقد ہوا جس میں حسب ذیل رزولیوشن بلا اختلاف آرا و بحث و مباحثہ منظور کیے گئے۔

(۱) سابق اسلامی ممالک کو از سر نو فتح کیا جائے اس غرض سے تمام مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ فقرائے کاملین و پیران جاہلین سے تعویذ لکھوا کر اپنے گلے میں ڈالیں۔ فاتح اقوام کو پانی پی پی کر کوسا کریں۔

(۲) ہندوستان کی سیاست کی طرف ذرا متوجہ ہوں بلکہ ہمیشہ اندلس کے فتح کرنے کا خواب دیکھا کریں۔ ہندوؤں کو ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ جاڑوں میں دھوتی باندھتے ہیں اور "ق" کی جگہ "ک" اور "غ" کی جگہ "گ" بولتے ہیں اُلٹے توے پر روٹی پکاتے ہیں۔ ہمالیہ کی چوٹیوں کی عظمت کرتے ہیں حقوق ہمسایہ کی خلاف ورزی یوں کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو دیکھ کر چھینکتے ہیں۔ دھوتی کا مرا اٹھا کر سلام کرتے ہیں جب ان سے باتیں کرتے ہیں تو توند پر ہاتھ پھیرتے ہیں گویا اس طرح مسلمانوں کے دُبلے پیٹ اور پائجامے کا مضحکہ کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کو ہندوستان سے نکال کر افریقہ کے جنگلوں میں بند کر دیں۔

(۳) مسلمانوں کو قومی مفاد کا خیال کر کے ہمیشہ جوتی پیزار لتّا ڈگی میں مصروف رہنا چاہیے۔ سنیوں کو چاہیے کہ شیعوں کو موقع پا کر مار ڈالیں اور شیعوں کو چاہیے کہ سنیوں کے کھانوں میں زہر ملا دیں۔

(۴) گورنمنٹ کی عنایات کے ہم بہت شکور ہیں کہ اس نے تھوڑا بہت ہمارے کھانے کے لیے چھوڑ دیا اگر یہ بھی لے لیتی تو ہم لوگ کیسے زندہ رہتے۔

(۵) گورنمنٹ سے ملتجی ہیں کہ وہ ہمارے فسادات میں ہماری ہمت افزائی کیجیے اور صدر صاحب کو شمع العلما یا نعل المتقین کا خطاب عنایت فرمائیے۔

اگر آپ ہندو ہیں تو فی الفور ہاتھی کی کھال صندل سے چھپائیے۔ گفتگو میں ایسے الفاظ بولیے میں "شُتھ" "دیتھ" کے قسم کا تلفظ ہو مسلمان کی پرچھائیں یا نگاہ جس چیز پر پڑ جائے اس کو نالی میں پھنکوا دیجیے ہمیشہ بے ٹونٹی کا لوٹا استعمال کیجیے اور دھوتی اپنے ہاتھ سے دھوئیے۔ موقع ملتے ہی ایک جلسہ منعقد کیجیے تیرہ دھان وریھان کسی اخبار میں اس قسم کا مضمون بھجوا دیجیے۔

"مہاشے پنڈت پیٹ بھکاری اپنے گوردوارے میں اعلان کرتے ہیں کہ

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۸۷ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت خفیفہ منصفی دوم ضلع بلندشہر اجلاس جناب مسٹر احمد رضا صاحب بہادر جج خفیفہ دوم بلندشہر
کیک سنگھ ولد فتح سنگھ قوم راجپوت ساکن موضع خانپور پرگنہ سکندرآباد مدعی

بنام

لکسی سنگھ و گوبند سنگھ و ہرکشن پسران دھندی سنگھ قوم راجپوت ساکن حال داج مین۔ ای۔ اور ۔ ڈبلو تا لکھو سرائن ریلوے وانسپکٹر واچنگ ارڈ معرفت جناب ڈی ایس دہلی مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت تمسک کے دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۳۰ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر و نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۸ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

ہندوؤں کو چاہیے کہ ملیچھوں کو جلد سے جلد ہندوستان سے نکالدیں۔ اور اس طرح بھارت ورت کو پھر پوتر بنالیں ان کو دھرتی ماتا کی چھاتی روندنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ یہ جانداروں کو بھون کر کھا جاتے ہیں گھروں میں کپڑے پہنے ہیں ترکاریوں کو برا کہتے ہیں۔ گائے کو ماں بھینس کو بوا اور بکری کو مکدتی نہیں مانتے۔ جب ہندوؤں سے ملتے ہیں تو ڈنڈوت کے بجائے آداب عرض کرتے ہیں۔ بے کھچے بوجھے مصافحہ کو ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔ پانچ وقت اذان دیتے ہیں عبادت کرنے میں گھنٹا نہیں بجاتے ہیں۔ ایسے انسانوں کے لیے اکاش کے منڈل میں کوئی جگہ نہیں ان کو جلد از جلد سورگ کو بھیج دینا چاہیے۔

(۳) ستاتن دھرموں اور آریہ سماجوں کو ہمیشہ باہمی دھینگا مشتی میں مشغول رہنا چاہیے اگر کبھی اس طرف سے کمی محسوس ہو تو فوراً اچھوتوں سے بائیکاٹ میں مشغول ہو جائیں بھارت ماتا کی ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس کے سپوت لڑائی جھگڑے کو پیشہ نہیں بنا لیں گے۔

(۳) گورنمنٹ سے التجا ہے کہ ہم لوگوں کی لڑائی جھگڑوں میں بیک وقت دونوں فریقوں کی ہمت افزائی کرے اور علمبرداران فساد کو خطابوں سے سرفراز کرے۔

اگر آپ حضرات میں کوئی صاحب کونسل یا اسمبلی کے ممبر ہیں تو اُن کے لیے گورنمنٹ کا سر حال کرنا تو بہت آسان ہے فوراً اس قسم کی تجاویز پیش کر دیجیے اور دوسرے دن مراد حاصل کیجیے۔

(۱) گورنمنٹ ہندوستانیوں کی حفظان صحت کی ذمہ داری بالکل نہیں محسوس کرتی ہے کیا معنی کہ ان کو کھانے کے لیے اس قدر دے دیا گیا ہے کہ آئے دن بدہضمی تخمہ ہیضہ اسہال کی شکایت ہوا کرتی ہے ہم گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ جو کچھ اس نے کھانے کے لیے چھوڑ دیا ہے وہ بھی چھین لے اور ہندوستانیوں کو اس قسم کی بیماری سے نجات دلائے۔

(۲) گورنمنٹ نے جو بے تکان اصلاحیں ہندوستان پر برسا دی ہیں اس سے خوف ہے کہ یہاں کے باشندوں کا سر نہ پھر جائے۔ ان لوگوں میں کسی قسم کی اہلیت نہیں ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ لوگ ابھی تک جاہل غریب بنے ہوئے ہیں اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ دس پانچ ارب روپیہ جمع کر کے خود دست انگلستان والوں کو دیدیتے جیسا کہ سعادتمند بچوں کا دستور ہے بلکہ یہ سعادتمند بچے اُلٹا انگلستان سے مانگتے ہیں۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ اس بچے کو پھر سبق دیا جائے اور از راہ تربیت تمام نہاد اصلاحوں کو کسی بہانے سے واپس لے لیا جائے۔

(۳) ہندوستان کے فسادات اور جھگڑوں کی بنیاد یہ ہے کہ ابھی تک کوئی قانون زبان بندی نہیں پاس کیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستانی جب چاہتے ہیں ایک دوسرے کو گالیاں دے لیتے ہیں۔ بُرا بھلا کہہ لیتے ہیں گورنمنٹ کی اس بے محل فیاضی کا سب سے بُرا نتیجہ یہ مرتب ہوا ہے کہ یہ لوگ بیکار کو بیکار غریب کو غریب اور بھوکے کو بھوکا کہنے لگے ہیں۔ اگر آج ان کی زبان بندی کا قانون پاس ہو جائے لغت کی کتابیں "سنسر" کے ماتحت کر دی جائیں تو یہ خرابیاں یک قلم دور کر دی جائینگی تمام اخباروں میں یہی نظر آئے گا۔ ہندوستان کی فیصدی پچانوے آبادی پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہے یہاں ۹۹ فیصدی دولتمند آباد ہیں۔ اور بیکار سب باکار ہیں۔

اس نسخہ پر عمل درآمد کرنے میں صرف تین پرہیز ہیں۔

(۱) بھول کر بھی "ہندو مسلم" اتحاد کا نام نہ لیجیے یہ بہت مضر چیز ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو لڑ کر رہنا نہیں آتا۔ آپ دنیاداری کے معنی نہیں جانتے اور آپ عدالتوں کی آمدنی پولیس کی رشوت کو گھٹانا چاہتے ہیں۔

(۲) ہندوستان کی غریبی مفلسی اور فاقہ کشی کا تذکرہ زبان پر ہرگز نہ لائیے۔ اس کے صریحاً یہی معنی ہوتے ہیں کہ آپ سول سروس کے ممبروں کی توند اور حکام کی طعام نوازیوں پر نظر لگاتے ہیں۔

(۳) بیکاروں کے ساتھ کبھی اظہار ہمدردی نہ کیجیے۔ یہ صرف اُن کا قصور ہے جو بیکار ہیں۔

اگر ایک شخص آئی۔ سی۔ ایس کا ممبر منتخب ہو سکتا ہے تو سب اس کے ممبر منتخب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان انسان سب برابر ہیں۔ اگر آج ہندوستانی عقل کو کام میں لا کر اپنی حالت درست کر لیں تو سب کے سب کروڑ پتی ہو جائیں۔ ہر ایک کے پاس سو سو دو دو سو خدمتگار ہوں اور کوئی کسی کا غلام نہ رہے۔

اگر آپ کوئی بڑے زمیندار یا تعلقدار ہیں تو صرف دو چار با لقب بام ہیں عالیشان والا تبار کو پلاؤ اور حاکمان عالی وقار کو پلو لو کھلائیے۔ ڈپٹی کمشنر کی ضرورت بے ضرورت عیادت اور اُن کی میم صاحبہ کی موقع موقع پر ضیافت کیجیے۔ فرقہ وارانہ جھگڑوں یا بے ضرورت سیاسی جنگوں کے لیے موقع کے متلاشی رہیے۔ اگر کبھی اخباروں میں ایسی خبر نظر پڑے کہ جناب شیخ فانی بی اے کو کشتی نے سمندر میں ڈبو دیا تو فوراً اخبارات میں کشتی کی اس بے جا حرکت کے خلاف ایک آل انڈیا خود غرضی کانفرنس کی ضرورت شائع ہو جائے۔ پیشوایان مذہب کا ایک جلسہ طلب کیا جائے ان کے معدے کی سفارش بہم پہونچا کر مجلس استقبالیہ کی صدارت حاصل کیجیے۔ جلسہ میں خوب اظہار دولتمندی و معدہ نوازی ہو۔ شکر خوروں کو شکر اور پوری خوروں کو پوریاں تقسیم ہوں۔ کچھ مہمل سے رزولیوشن اخباروں میں شائع کیے جائیں۔ مثلاً:—

(۱) جس کشتی میں مرحوم شیخ فانی بے سفر دریا فرما رہے تھے یہ جلسہ اس کے خلاف انتہائی غصہ و نفرت کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) یہ جلسہ پاس کرتا ہے کہ کشتیوں کے ایسے حرکات ناشائستہ کی تحفظ کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے جس کے ممبر تمام ایرے غیرے نتھو خیرے ہوں گے۔ جن کا کام صرف اتنا ہوگا کہ امرا کی خوشامد کریں اور روزانہ چھ چھٹانک چورن کھائیں۔

درپردہ تمام ممبران سے وعدہ لے لیجیے کہ آئندہ کسی بہانہ پر آپ کو فرقہ وارانہ شورش میں لیڈر نہ بنائیں گے۔

اس نسخہ کیمیا یعنی خطابیا یا ٹائٹلیمیا پر اگر کوئی

عمل پیرا ہو۔ خلوص نیت اور رنگینیٔ طبیعت کو شرط اول
جانے تو یقین ہے کہ بہت جلد اس کو کسی پری چہرہ
خطاب کا وصال نصیب ہو۔

ظریف

افلاطون وقت

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر و پیش ہر و ہیچ

(نمبر ۱۵)

الیولون۔ (ویلز عص) ایک جزیرہ جہاں
مُردوں کی روحیں رہتی ہیں۔ اور جہاں بادشاہ
آرتھر کو زخمی ہونے کے بعد لے گئے تھے۔

اول تو تلفظ حسب دستور غلط۔ دوسرے
اس جزیرے کو ویلز میں لکھا ہے۔ ویلز انگلستان
کے مغربی جانب واقع ہے اُس میں یہ جزیرہ کہاں
ہے۔ یہ جزیرہ فرضی ہے آج تک اس کا مقام
کوئی دریافت نہ کر سکا۔ اب جامع اللغات میں رہا ثبت
ہوا ہے تیسرے یہ نہ بتایا کہ کس قوم کا عقیدہ
تھا۔ اب اس عقیدے کے لوگ مفقود ہیں لکھا تو
اس طرح ہے گویا جامع اللغات ہی کا یہ عقیدہ ہے۔
یہ کلٹک قوم کا عقیدہ تھا۔ چوتھے مُردوں کی روحیں
لکھا ہے حالانکہ کلٹک قوم کا یہ عقیدہ صرف سورماؤں
کی روحوں کی بابت تھا نہ کہ عام مُردوں کی بابت
پانچویں صرف اس قدر لکھ کر خاموش ہو گئیں جہاں
بادشاہ آرتھر کو زخمی ہونے کے بعد لے گئے تھے۔
کون لے گیا تھا اور کس لیے؟ کچھ پتا نہیں چلتا اب سے جو کوئی
دریافت کرے کہ جامع اللغات کیا ہے تو فوراً جواب ملے گا۔

آرچ کے ایک معنی تو تحریر دیے لیکن دوسرے معنے نظر انداز کیے۔
آرچ کے معنی محراب کے بھی ہیں۔

آرگس۔ (یونعص) ایک دیو جس کے بدن پر آنکھیں ہی آنکھیں
تھیں۔ اسے ہرمیز نے قتل کر دیا تھا اس پر ہیرا دیوی نے اس کی آنکھوں
کو مور کے پروں پر لگا دیا تھا۔

بی جامع اللغات کو یونانی میتھالوجی (افسانہائے
ایام جہالت) لکھنے کا بہت شوق ہے اور دیباچے
میں کئی کتابوں سے مستفید ہونا بھی لکھا ہے۔ مگر جب
لکھتی ہیں تو انٹ کا سنٹ۔

آرگس کے سو آنکھیں تھیں لہذا سو آنکھوں کی
بابت یہ کہنا کہ بدن پر آنکھیں ہی آنکھیں تھیں۔ بی
جامع اللغات صاحبہ کی خوش فہمی ہے اور یہ نہیں
لکھتیں کہ صرف دو آنکھیں بیک وقت سوتی تھیں
بقیہ آنکھیں بیدار رہتی تھیں۔ لہذا ہیرا نے
آیو کی حفاظت کے لیے اُسے مقرر کیا۔ ہرمیز
نے جوپیٹر کے حکم سے اُسے قتل کیا۔ اس طرح
کہ بانسری بجا کر ہرمیز نے آرگس کی کل آنکھوں کو
بیک وقت محو خواب کر دیا۔ اُس کی موت کا
ہیرا نے بہت سوگ کیا اور اس کی آنکھیں اپنے
مور کے پروں میں لگا دیں تاکہ اُس کی یاد باقی
رہے۔ جسے بھی یہ مختصر لکھا ہے۔

البا۔ اس میں نپولین پیدا ہوا تھا۔ اور یہاں
۱۸۱۴ء میں اسے قید کیا گیا تھا۔ مگر یہاں سے وہ
بھاگ گیا تھا۔

جامع اللغات کی تاریخ دانی قابل رشک ہے۔
تمام مورخین یورپ ہم زبان ہیں کہ نپولین اجاسیو واقع
کارسکا میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن بی جامع اللغات اس کی
پیدائش البا کی بتاتی ہیں۔ ہمیں تو ان کتابوں میں بھی
اس کا سراغ نہ ملا جن کے نام دیباچے میں درج
ہیں۔ نپولین نہ صرف کارسکا میں پیدا ہوا تھا بلکہ وہیں
کا موروثی باشندہ تھا۔ دوسری تحقیقات ملاحظہ ہو۔
لکھتی ہیں۔ یہاں ۱۸۱۴ء میں اسے قید کیا گیا تھا۔
قید کرنے والے کون تھے؟ لیکن سنہ لکھتی ہیں ۱۸۱۴ء
اس سال نپولین نے تخت فرانس سے کنارہ کشی
کر لی تھی۔ لیکن شہنشاہ کا لقب بدستور قائم رہا تھا
اور وہ البا میں چلا گیا تھا۔ نپولین کا قیام البا زیادہ
سے زیادہ نظر بندی کہی جا سکتی ہے۔ لیکن اُسے
قید کہنا یہ بی جامع اللغات کی خوش فہمی ہے۔ یہ
موقع نہیں کہ میں نپولین کے حالات تفصیل سے
درج کروں۔

بی جامع اللغات نے اکثر حالات اس قدر اختصار
سے لکھے ہیں کہ بیرے بود سپرد اخت گم کردہ باز
یافت کا حال ہو جاتا ہے۔

افروڈائٹی۔ (یونعص) حسن اور محبت کی دیوی
زئیس دیوتا اور ڈائنا کی بیٹی تھی۔

لیجیے یہ علم الاصنام کی مہارت ظاہر کرنے کا شوق
پیدا ہوا۔ اگر وہی ادھورا بی صاحب کو نہ وینس ایسی
مشہور دیوی کے نام کے معنی معلوم ہیں اور نہ
اس کی پیدائش کے حالات۔

آپ علم الاصنام کی کل کتابیں الٹ ڈالیے
لیکن آپ کو انشاء اللہ زئیس دیوتا کا نام نہ ملے گا۔
اسی طرح ڈائنا کا ہمیشہ کنواری رہنا ثابت ہے
لیکن بی جامع اللغات اُسے وینس کی ماں لکھتی ہیں۔
اب میں افروڈائٹی کی پیدائش کے حالات درج
کرتا ہوں۔

افروڈائٹی کا دوسرا نام وینس بھی ہے۔ افروڈائٹی
کے معنی یونانی زبان میں سمندر کے جھاگ یا پھین کے
ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ سمندر کے پھین سے پیدا
ہوئی۔ مقام پیدائش سائپرس کے متصل کہا جاتا ہے
اور اسی سبب سے اس کا تیسرا نام سائپرس بھی
ہے۔ اور چوتھا نام اناڈیومنی ہے جس کے معنی برآمد
ہونے والے ہیں چونکہ سمندر سے برآمد ہوئی تھی لہذا

یہ نام پڑ گیا۔ اگر بی جامع اللغات صاحبہ وینس کے کل ناموں کے معنوں ہی پر توجہ فرماتیں تو انھیں افروڈائٹی کی پیدائش کا حال و مقام معلوم ہوجاتا۔ کیا بی جامع اللغات نے وینس کی وہ تصویر بھی نہیں دیکھی جو بائی سلی مصور نے بنائی ہے۔ اتنی مشہور دیوی کے حالات بھی غلط ہی لکھے۔

یہ حسن کی دیوی عشق کی والدہ مکرمہ ہیں۔ انکی تصویر کون مصور ہے جس نے نہیں کھینچی اور وہ کون سا افسانۂ عشق و حسن ہے جس میں ان کا نام شریف نہیں آیا۔ ادب یورپ ان کے افسانوں سے مالا مال ہے۔

ان کے ایک صاحبزادے کا نام کیوپڈ ہے جو عشق کے دیوتا ہیں اور اسی وجہ سے وینس عشق کی والدہ معظمہ کہی جاتی ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ حسن سے عشق پیدا ہوتا ہے۔ معاف فرمایئے میں وینس کے مزید حالات لکھنے سے قاصر ہوں قلم مست ہورہا ہے۔ اور تہذیب اس کی اجازت نہیں دیتی کہ وینس کے مزید حالات لکھوں۔

آٹھ نو برس ہوئے کہ پیرس میں وینس کی تصاویر کا ایک مرقع شائع ہوا ہے جس میں تقریباً ۸۰ تصویریں ہیں شروع میں وینس کے مختصر حالات درج ہیں۔ کیا وہ بھی بی جامع اللغات کی نظر سے نہیں گذرا؟ بایں ہمہ نادانی شوق میں کمی نہیں کچھ نہ کچھ لکھتی ضرور ہیں چاہے بیوتڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اتنی مشہور دیوی جس کا نام ہی مست کیے دیتا ہے جسے ملکۂ حسن یا رب النوع حسن کہتے ہیں اعلیٰ ادنیٰ کوئی ایسا نہیں جو اسے نہ جانتا ہو۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
انھیں زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شاید ملکۂ حسن کی دائرۂ حکومت سے پنجاب خارج کر دیا گیا ہے کہ وہاں کے لغت نویس بھی اس ملکہ کے حالات سے ناواقف ہیں۔ (باقی آئندہ)

سراف ـــــ

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپایے برو کتابے چند

شغل بیکاری نہیں شغل بیماری

ڈاکٹر کہتے ہیں بستر پر چپ چاپ ہاتھ پاؤں آنکھ منہ ہلائے بغیر پڑے رہو یہی تمہارا علاج ہے فکر قریب نہ آنے پائے کوئی ہیجان دلانے والا واقعہ بھی سرزد نہ ہونے دو یعنی قدرت کو منع کر دو کہ نہ زور سے بادل گرجنے پائے نہ بجلی چمکے! اور ہاں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ناگوار امر ہو تو اس پر غصہ نہ پیدا ہو ورنہ تمہاری جان کا اندیشہ ہے۔ میں نے کہا اگر تھوڑی دار بے ہوشی عنایت ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ انشاءاللہ آپ کے احکام کی پوری تعمیل کروں گا کیا معنی انسان جب تک ہوش میں ہے اس وقت تک اس کا دماغ کچھ نہ کچھ سوچے گا ضرور۔ افکار اگر قاتل ہیں اور طبعی آثار و کیفیات مثلاً رنج کی بات پر آزردگی اور غصے کی بات پر جھلاہٹ ضرور پیدا ہوگی۔ یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بستر بیماری پر خاموش پڑا ہوا کوئی بیہودہ سا قصہ دیکھتا ہوں اور انتظامی امور کو خدا کے حوالے کردوں بعد صحت ان کا علاج کروں گا۔ باقی اور کوئی انضمام تاثرات سے علیحدہ رہنے کا میں نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر صاحب منہ بھلا کے چلتے ہوئے میں نے کرایہ پر ناول منگا کے کھاٹ اوڑھا اور نیم وا آنکھوں سے اُن کا مطالعہ شروع کر دیا۔ آپ جانیے عاشقوں کا اضطراب اور معشوقوں کے چوچلے جوانی میں بھی احقر کے لیے غیر قابل اعتنا تھے تو بڑھاپے میں کیا لطف دیتے۔ اس وجہ سے سراغرسانی کے قصے انتخاب کیے کوئی ندیم صہبائی صاحب ہیں جنھیں سراغرسانی کے گر شرلاک ہومز سے زیادہ معلوم ہیں کیا کہنا آپ کے تصانیف کا۔ چند اوصاف حضرت کے ایجاد کردہ سراغرساں میں ایسے بے نظیر ملے کہ واہ۔ مثلاً:۔

(۱) دوامی وصف جو کبھی سراغرساں کی ذات سے جدا نہیں ہوتا وہ اس کا بزدل و بہادر (جامع ضدین) ہونا ہے۔ بزدلی کا یہ حال کہ خطرے کی جگہ سے کنی بچاتے بدلتے پڑتے ہیں تھر تھر کانپتا ہے۔ اور شجاعت ایسی کہ ہمیشہ خطرناک منچلے بہت چھٹے مجرموں کی تلاش میں رہتا ہے۔ بجز ایک آدھ مرتبہ کے وہ کبھی بھیس نہیں بدلتا اس وجہ سے پہچان لیا جاتا ہے پھر مجرم اُس کی خوب مرمت کرتے ہیں سخت جانی کی بدولت جان کی خیر رہتی ہے۔

(۲) عقل سے ہمیشہ خارج رہتا ہے اُس کے دماغی قوی صرف معاملے کی اہمیت ہی سوچا کرتے ہیں۔ وہ خود سراغ لگانے کے واسطے بغیر کسی پروگرام کے بغیر کسی علامت اور نشان کے جسے اس نے اپنی قوت سراغرسی کے حیلوں دریافت کیا ہو۔ سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہے اور وہاں مجرم ضرور اُس کی مرمت کر دیتے ہیں گر واہ رے بہادر۔

(۳) یہ بیچارہ ایسا سونا ہوتا ہے کہ مجرم کی گرفتاری کے درپے ہونے کی حالت میں بھی پستول یا اور کوئی مہلک ہتھیار پاس نہیں رکھتا اور اگر کوئی جان لیوا چیز پاس ہوتی بھی ہے تو وہ بیکار ہی رہتی ہے۔ حریف اس سے ہمیشہ پیش دستی کر جاتا ہے۔

(۴) اسے ایک غیبی کارپرداز یا مددگار کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے جو خود بخود اسے سب حال سے آگاہ کرتا

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۲۸ سنہ ۱۹۳۵ء

عدالت عالی جناب گرسٹر جینید صاحب بہادر منصف حوالی لکھنؤ بمقام لکھنؤ
سورج بخش سنگھ ولد [illegible] سنگھ قوم ٹھاکر ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع لکھنؤ مدعی

بنام

چندکا سنگھ وغیرہ مدعا علیہم
بنام چندکا سنگھ ولد [illegible] سنگھ قوم ٹھاکر ساکن [illegible] آباد ضلع لکھنؤ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] حسب دفعہ ۳۳ [illegible] دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۷ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو [illegible] اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے [illegible] دستاویزات [illegible]
بیان تحریری ۳ فروری ۱۹۳۶ء تک داخل کرو۔
مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
آج بتاریخ ۱۰ ماہ جنوری ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
تنبیہ: تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری ۳ فروری سنہ [illegible] تک داخل کرو
دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

اور شامت آنے کے وقت جان بچاتا ہے کیونکہ یہ خود اپنے نفس کی حفاظت کے تدابیر سے نابلد ہوتا ہے۔

(۵) یہ مددگار اکثر ایک نقاب پوش ہوتا ہے جو انگریزی زمانہ میں بھی ہندوستان کی سرزمین پر ہر وقت نقاب ڈالے پھرا کرتا ہے اور کوئی پولیسمین اس سے تعرض نہیں کرتا۔ نقاب ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ دریا میں گرنے بیہوش ہوجانے یا زخمی ہوجانے پر بھی چہرے سے فراق گوارا نہیں کرتی۔ اور نقابدار صاحب کچہری میں بھی جہاں زبردستی نقاب کشائی کا دستور ہے مجسٹریٹ کے اجلاس پر ڈٹے رہتے ہیں اکثر یہ نقابدار مگری دست نکلتے ہیں لیکن عقلمند سراغرساں اپنے دوستوں کی آواز پہچاننے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتا۔

(۶) سراغرساں کے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ سگار یا سگرٹ ہر وقت پیتا رہے پیتا نہیں بلکہ اُس کا نیلگوں دھواں اُڑاتا رہے" (سات آٹھ سطر میں نیلگوں دھواں ضرور اُڑتا دکھایا گیا ہے) اُس کی راکھ ضرور گراتا ہے جس کی توضیح فسانہ نگار دوا جب ولازم سمجھ کے کرتا ہے۔

(۷) وہ ہر کام "ایک منٹ بعد" کرتا ہے مثلاً ایک منٹ بعد میں کرسی پر بیٹھا ایک منٹ بعد اخبار اُٹھایا۔ ایک منٹ بعد میں نے پیچھے پھر کے دیکھا۔ ایک منٹ بعد میری نگاہ اُس پر پڑی ایک منٹ بعد اُس نے پستول سے وار کیا اور ایک منٹ کے بعد میں بیہوش ہو کے گر پڑا۔ ایک منٹ بعد کا فقرہ ہر تیسری چوتھی سطر میں ایک جگہ التزاماً لکھا گیا ہے چاہے کام کتنا ہی آسان ہو مثلاً نظر اُٹھا کے دیکھ لینا۔ مگر اس میں قطعہ ایک ہی منٹ کا لگتا ہے منٹ بہت جگہ گنائے گئے ہیں۔

بہر کیف ایسی بھونڈی سراغرسانی جس میں عقل کو دخل نہ ہو قوت فکر یہ پر بار نہیں ہوسکتی اس وجہ سے میں ان مصنف کا بندہ بہت ہی شکر گزار ہے کیا معنی کہ اطبائے دماغ پر بوجھ ڈالنے کو منع کیا تھا اس قصوں کے مطالعے سے کوئی ثقل تخیلات میں پیدا نہیں ہوا البتہ زبان اُردو کے بُرے وہاڑوں پر جی کڑھا بہت کہ ہماری کا خزانہ روز بروز جھنجھی کوڑیوں سے ملو اور جواہر و زر سے خالی ہوتا جاتا ہے ہمارے مصنف صاحب اصول وضوابط عدالت انگریزی سے بھی بہت واقف

ہوتے ہیں۔

سشن کا مقدمہ ہے معمولی مجسٹریٹ ڈسٹرکٹ جج نہیں) اُس کا فیصلہ کردیتا ہے کسی مقدمہ میں دس مجرم ہوں تو فرداً فرداً اُن کے جرم کا ثبوت نہیں طلب کرتا صفائی کا تو کیا ذکر۔ اُس کی اکثر تقریر عدالت اور قانون دونوں کے حدود سے باہر ہوتی ہے ایک عجب لبڑدھوں دھواں ان قصوں میں ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر اُس آدمی کے لیے جو اپنی مادری زبان کے تنزل سے بے پروا ہو۔ اب تو ہم بھی بے پروا ہوگئے ہیں۔ زیادہ مار میں توبہ بھول جاتی ہے۔ بے پروائی نہ کہیے تو حیرت زدگی سہی۔ تحیر میں احساس اکثر رخصت ہوجاتا ہے۔ اگر ایک ہی صاحب سیر سراغ رسانی کے ماہر ہوتے یا اور اُن کا ثانی پیدا نہ ہوتا تو خیر۔ مشکل یہ ہے کہ اُن کے مقلد بھی کئی ایک پیدا ہوگئے ہیں اور اُن کو بھی سلامتی سے نہ علم النفس میں دخل ہے نہ سلیقہ تحریر۔ انھوں نے بھی "ایک نقاب دار" کا وجود اپنی تصنیف کا جزو قرار دیا ہے۔ مثلاً:۔

"پکار جمنا لال" ایک قصہ ہے جس میں سراغ رساں کے والد ماجد ایک سرکاری ملازم سراغ رساں صاحب کے والد بزرگوار تھے وہ نوکری سے چھڑائے گئے تو بیراگی بنے۔ بیراگی سے پاگل ہوئے اور پاگل ہونے کے بعد لگے اپنے سراغ رساں فرزند کی آڑے وقت میں گھوڑے سوار نقاب دار بن کے مدد کرنے۔ ایسا اچھا حاصل اس قصے کا ہے کہ جی لوٹ جاتا ہے۔ اس کا سراغ رساں بھی انھیں صفات کا ہے جن کا تذکرہ اوپر گزرا۔

ضروری گزارش

حضرات توسیع اشاعت کی جانب توجہ فرمائیے باقی دار حضرات قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ خطوط اور منی آرڈر لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں جو اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوتا ہے۔ جن کے نام وی۔ پی۔ روانہ کیے جاچکے ہیں وہ مہربانی فرما کے وصول فرمالیں۔ جن خریداروں کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے وہ تجدید فرمالیں۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

انگریزی اخبار
پٹنہ ٹائمز پٹنہ

جو ہماری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور سنہ ١٩٢٤ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ دلچسپ و مذاحیہ مضامین ورہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں سالانہ قیمت للعہ طلباء سے للعہ

قیمت فی پرچہ ١ر منیجر

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(١) بفضل خدا ہر مہینہ کی ٥-١٢-١٩-٢٦ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ (٢) اودھ پنچ میں ہمعصری کی خبریں مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور تمولات سے بے نیاز ہے۔ (٣) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنائیے نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گوہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رسالے کی اصابت بے ربط رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات خلاقی و سیاسی وادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ملجائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (٤) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ (٥) کم مایہ شاگردان اسکول سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی۔ (٦) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ١٥ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔ (٧) جو مضامین اودھ پنچ کی مصلحت کل پالیسی کے مطابق ... (٨) ...

دوامی خوشی
مجلہ انمبر ٢ سنہ ١٩٣٥ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں اگر دوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی جلدیں ... فرمائے کتب متداول لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت ... فی جلد چھ روپیہ۔ یاد رہے کہ تبصرہ لغات وہ کام ہے ... اور صرف اودھ پنچ کے لیے مخصوص ہے ... میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا

(٩) مضامین ... خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ (١٠) مضامین میں مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہ ہو۔ (١١) وی پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (١٢) گمنام مضامین شائع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرما دیں۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ١٩٣٤ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد ... سنہ ١٩٣٤ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ چہارم قیمتی عہ مفت نذر کی جائیگی۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ ممالک یورپ۔ امریکا۔ افریقہ۔ آسٹریلیا۔ ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ دارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے۔ قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد عظیم اور نصب العین ہے۔ لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اسکی قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے۔

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

شرائط ایجنسی
اودھ پنچ لکھنؤ

(١) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔ (٢) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید پانچ روپیہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔ (٣) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔ (٤) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہوں گے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دواخانہ
معدن الادویہ
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سے خاص مفردات و نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے

اور نامور و حاذق اطبا کے مشورہ سے بدون ادائے فیس فائدہ اٹھائیے

ذات و ذاتیات سے قطعی نفرت ہے والد مرحوم کی زبردستی نہ ہوتی تو اپنے حسابوں کون مردود ان علوم کی تحصیل کی زحمت اُٹھاتا۔ مگر خیر مارے باندھے کا سودا تھا گوشمالی کی بدولت بہ انتہائے کراہت یہ علوم حاصل کیے اور جب کوئی دباؤ نہ رہا تو تمام کتابیں صندوق میں بند کر دیں اور توبہ کی کہ ادھر قبلہ بھی ہوگا تو بندہ سجدہ نہ کرے گا۔ میں سمجھتا تھا کہ لغات اور ادبیات ذات و ذاتیات سے ضرور محفوظ ہوں گے مگر یہ خیال بھی غلط نکلا۔ شعر و شاعری ذاتیات کی بیڑ ہے ہر مصرع معشوق کے ظلم ذاتی کی حکایت کہتا ہے لہٰذا اس سے بھی منھ موڑا اور ظرافت کی جانب توجہ کی۔

رائے [illegible]

غلام سفر

کوئی سخن کم ہو جو شعر میں تم پڑھا دو جو تو کہ یہ وہ اب

کہ وہ جو ہی بھی تھی اب جو ہیئت نہاں ہیں شعر کے راز میں

مولانا پنچ۔ تسلیم

اے حضرت یہ اے حضرت وہ اے حضرت کہ اے حضرت یہ جو نئے حضرت ہی اے حضرت اب حضرت بھی اے حضرت تو آپ اپنے دل میں کہتے ہوں گے آج کل گرمی کا زور ہے خدا خیر کرے حواسوں میں کچھ خلل آگیا ہے مگر یہ خواہ مخواہ کی بدگمانی ہے۔ بندہ اچھا خاصا با حواس صحیح الدماغ آدمی ہے۔ البتہ چند روز سے یہ فکر لاحق حال تھی کہ میزان شعر کے واسطے دو چار چھوٹے چھوٹے بٹے ایجاد کرنے چاہییں تاکہ سست نظم شعرا وزن شعر کی کمی بیشی اُن بٹوں سے پوری کر لیں۔ آپ جانتے ہیں مثل مشہور ہے "جو ینده یابنده" خدا نے مشکل آسان کر دی۔ اب کسی شاعر پر لطیفت دکم تولنے یا ڈنڈی مارنے) کا اتہام قائم نہ ہو سکے گا تھانے پر رپٹ لکھوانے اور چالان کرنے کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ اللہ رکھے اخبار نویسوں کو ان کی بدولت ہر ایک مشکل مرحلہ طے ہو جاتا ہے چنانچہ روزنامہ "حقیقت" مورخہ ۱۷ مئی میں ایک غزل مولوی سبحان اللہ

رئیس گورکھپور کی شائع ہوئی ہے۔ یہ غزل اسی بحر و ردیف و قافیہ میں ہے جو پروفیسر سر ڈاکٹر اقبال کی غزل کی ہے ؎

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اس غزل کا جواب کئی زندہ دل شعرا لکھ رہے ہیں مگر لکھنؤ والوں کا تساہل مشہور ہے صرف ایک مطلع کہہ کے رہ گئے ؎

کبھی اے حسین کشادہ رو نظر آ مسہری ناز میں
کہ ہزاروں بوسے پھدک رہے ہیں مرے لب گاہ ساز میں

اگر آج غزل مکمل ہو جاتی تو مولوی سبحان اللہ خاں لکھنؤ سے بازی نہ لے جاتے۔ سنتے ہیں کہ مولوی صاحب ابکی حج کو چلے ہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ "عشق حجاز" نے آپ کے دل میں شاعری کا ولولہ پیدا کیا۔ نہیں صاحب آپ ازل سے صاحب ذوق ہیں۔ مذاق صحیح کا اندازہ صرف اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ "پیمانہ" کے مربی ہیں۔ بھلا جو شخص پیمانہ کا قدردان ہو وہ ذوق صحیح سے خالی ہو سکتا ہے؟ اجی استغفر اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نعوذ باللہ پیمانہ کی خیر خواہی اُردو کی انتہائی خدمت ہے یا یہ بانی پیمانہ "تارک امتیاز و مباہات میں یا فوخ سرمدی کا ایک بھیگا ہوا لواے فصاحت ہے۔ جس مستقر الاطوار فضائی میں ترنم ریزی مفتاح چاشنی گستہ ہوتی ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری قیود و عیوب کی جانب سے بالکل بے پروا ہے آپ فرماتے ہیں ؎

تو ہی بروں عقل رونِ دل تو ہی اپنے راز و نیاز میں
اے او حقیقتِ واقعی کہ عیاں ہے شکل مجاز میں

اس "بروں۔ درون۔ تو ہی۔ اپنے۔ اے او" کی تعریف نہیں ہو سکتی خصوصاً دروں و بروں سے راز و نیاز کو جو تعلق ہے وہ تو ملت پیمانہ محشرستاں تعلق میں پیک ناصیہ لیس ایک خمیر آب ادج شیرینی ایک حیرت خشک ایک جعد سنبل ہے کہ چراغ صہبائے جسم تعلیمی کی برہنہ گلشن آفرینی جس سے بادیرآ ہو نظر آتی ہے۔ مطلع کے معنی مطلب

خود مولوی صاحب بیان فرما سکتے ہیں مولوی صاحب سے پوچھیے۔ شعر ہے ؎

کبھی گھر سے نکلے کہ پوچھے کہ یہ نعش کس کی گلی میں ہے
یہ وہی قتیل ہے یا وہی کہ تھا قتل جس کا جواز میں

کہیے حضرت کچھ سمجھے؟ خدا سمجھے آپ کی فہم سے اجی حضرت مطلب یہ ہوا:۔

کبھی گھر سے نکل کے پوچھتے کہ گلی میں یہ مردہ لمبا لمبا کس کا لیٹا ہوا ہے۔

یا شاید یہ مطلب ہو:۔

تم تو دن رات گھر میں پڑے رہتے ہو تمھیں کیا خبر ہے کہ گلی میں آکے کون ڈھیر ہو گیا۔ اجی یہ وہی قتیل ہے جس کا قتل جواز میں تھا یعنے جس کا قتل جائز تھا۔ اور تم بھول گیا جس کا حوالہ قتل تھا۔ تو بہ! یہ بھی نہیں جس کے قتل میں جواز تھا۔ یعنی جو جائز القتل تھا۔ اس میں کی تعریف و توصیف کس زبان سے ادا ہو۔ سبحان اللہ۔ کیا عالی پیمانہ ظرفیت ہے۔

دیکھ لیجیے کہ۔ کہ۔ کہ۔ یہ۔ یہ میں سب دھڑے پاسنگ وزن شعر میں کام آگئے ایک لفظ حشو و زائد نہیں ہے۔ مزا یہ ہے کہ آپ جس طرح چاہیں پڑھیں مطلب خبط نہیں ہو سکتا۔

مثلاً ؎

کبھی گھر کہ نکلے کہ پوچھتے کہ یہ نعش کسکی گلی کہ ہے
جو جو جو جو جو جو جو کہ تھا قتل جسکا جواز میں

تیسرا شعر ہے ؎

یہ صنم کدہ ہے کہ میکدہ کہ یہ کیف روز الست ہے
یہ جو مست آنکھیں جھکی ہیں کیا یہ جھکی ہوئی ہیں نماز میں

آنکھوں کے بارے میں احتمالات ہیں۔ یہ صنم کدہ ہے کہ مے کدہ ہے کہ یہ کیف ہے۔ پھر ان کے جھکے ہونے سے اشتباہ ہے کہ خدا نخواستہ کہیں نماز تو نہیں پڑھتی ہیں۔ رکوع کرتی ہوئی آنکھ یا سجدہ کرتی ہوئی آنکھ دیکھنی ہو تو دیکھ لیجیے۔ ایسی ہوتی ہے۔ اب رہی مستی کی صفت تو اُس کے ضرورت اظہار سے سروکار نہ رکھیے علیٰ ہذا القیاس "کیا" بھی قابل استفسار نہیں۔ اس لیے کہ پاسنگ کا بٹا ہے۔ چار

دامن پر سیاہی کیوں گرائی کتاب کیوں پھاڑی۔ یہ کیوں
کیا وہ کیوں کیا۔ انصاف سے کہیے یہ ذاتیات ہیں یا
نہیں۔ کیا ذاتیات کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔
یہ پُرانے فیشن کے سٹھیائے ہوئے بڈھے یا پُرانی
تہذیب کی گود میں پرورش پائے ہوئے نامہذب
جوان سب اس قابل ہیں کہ دفعہ ۵۰۰ کی تھپیڑوں سے
ان کے چوتڑ لال کر دیے جائیں کیونکہ کسی وقت ذاتی
حملے سے باز نہیں آتے ان کی زبان سے جو کلمہ نکلتا
ہے ذاتیات پر چوٹ کرتا نکلتا ہے خیر مار دھاڑ تو
ہوئی ذاتی حملہ مگر اپنے شاگردوں کو ہر وقت تم ٹٹ پونجیے
ہو تم جاہل ہو تم سست ہو تم کھلنڈرے ہو تم احمق
ہو۔ پاجی سور نالائق نامعقول بیہودہ بدتمیز کہنا کھلا
کھلا ذاتی حملہ ہے اور ہاں یہ کہنا تو بھول ہی گیا کہ
حضرت تعلیم اور سبق کی ابتدا بھی ذاتیات سے
ہوتی ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں پڑھو الف
خالی بے کے نیچے ایک نقطہ تے کے پیٹ میں دو نقطے
کہیے اگر الف سیدھا کھڑا چلا جائے یا بے کے لنگا
کھڑا ہو جائے "بے" نقطے پر سوار ہو کے زنجیر عدالت
کھڑکھڑائے "تے" آؤ دیکھے نہ تاؤ سیدھی زنانہ
اسپتال پہونچ کے لیڈی ڈاکٹر سے سرٹیفکیٹ لکھوالائے
تو میاں کے ہفتے بگڑ جائیں یا نہ بگڑیں کس کس کو
جواب دیں گے۔ ایک نالشی ہو کہ مجھے دیوالیا بنایا
دوسری کہے مجھے چوری لگائی تیسری کہے جوڑواں
بچے اور چوری چھپے کے پیٹ کا الزام تہمت ہے
اور ہے بھی تو نگوڑے مولوی کو کسی کے ذاتیات میں
کیا دخل ہے۔ اپنا پیٹ ہے جو جی چاہا کیا اُو گھانے
کون بھئی مولوی نہ سزا پا جائے تو نام بدل
ڈالوں۔

ذاتیات پر حملہ کرنے کا سلسلہ عمر اور تعلیم کے
ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ الف بے ختم ہوئی کلام پاک
کی باری آئی اب بھی ذاتیات سے نجات نہیں۔
کہیں زلیخا کی عشق بازی کا ذکر کہیں فرعون اور
شیطان کا افسانہ کہیں قوم لوط کی بدکاری کا قصہ
کہیں ابولہب اور اُس کی عورت لکڑ ہارن کی ہجو
کہیں بنی اسرائیل کے ذاتیات سے تعرض ایک بات
ہو کوئی کہے۔ فرض کیجیے کہ قرآن شریف بھی ختم ہو گیا
آمد نامہ و دستور الصبیان انشائے فائق گلستان
بوستان الف لیلی بدر چاچ رقعات عالمگیری۔
قصائد عرفی ابوالفضل میں بھی سوائے ذاتیات کے
اور کچھ نہیں۔ عربی شروع کی تو میزان کی پہلی گردان
ماضی کے حاضر و غائب ذاتیات کا نام ہے فَعَلَ
کیا اُس ایک مرد نے بیچ زمانہ گزرے ہوئے
کے بحث اثبات فعل ماضی معروف فَعَلَتْ کیا اُس
ایک عورت نے بیچ زمانہ گزرے ہوئے کے
صیغہ واحد مؤنث غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف
نحو میں ضرب زید عمروا مارا زید نے عمرو کو
کا جملہ پہلے ہی ذاتی حملے کی بے نظیر اور واجب التعزیر
مثال ہے۔ اسم فعل و حرف کے بیان میں بجز
ذاتیات کے اور کچھ نہیں ہے۔

منطق کی غرض ہے صیانت (حفاظت) ذہن
کی خطا سے یہاں پہلے ہی سے خطائے فکر کی گرفت
کی جاتی ہے گویا یہ پہلا ذاتی حملہ ہے پھر علم حصولی
اور علم حضوری۔ تصور و تصدیق کی ساری بحث
ذات و ذاتیات سے علاقہ رکھتی ہے۔ فلسفہ کے
لغوی معنی محبت عقل ہیں۔ محبت عقل کے ساتھ عدو تو
جہل لازم ہے۔ چلیے ذاتیات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
فلسفہ کے اصطلاحی معنی ہیں تحصیل سعادت کی نیت سے
خداوندی اخلاق اختیار کرنا۔ بھلا اسے ذات کے
ساتھ تعلق نہ ہوگا تو اور کسے ہوگا۔ ریاضی و طبعی و الٰہی
اس کے اقسام ہیں اور ان سب کا لگاؤ ذات سے
ہے باہیں معنی کہ ریاضی کی چاروں قسمیں ذاتیات سے
وابستہ ہیں ارتھمیٹک معرفت خواص عدد کا نام ہے
اس کی کتابیں اٹھا کے دیکھو سارے زمانے کا
حساب لکھا ہوا ہے یہ سب ذاتیات ہی تو ہیں۔
جامیٹری میں مساحت اجسام علم التکسیر علم جر ثقیل
علم حرکت و سکون علم المناظر وغیرہ داخل ہیں یہ
سب علوم نرے کھرے ذاتیات ہیں۔ اسٹرانومی
ایسی چیز ہے جو زمین پر بسنے والوں کو چھوڑ کے
آسمان پر ٹکٹکی لگاتی اور آسمانی ذاتیات میں دخل
در معقولات دیتی ہے۔ رہی موسیقی تو اسے تعریف
طبقہ علانیہ منہ نہیں لگاتا۔ مولوی صاحب خفا ہوتے
ہیں طبیعیات ہیولیٰ صورت زمان مکان کون و فساد
اثیر وغیرہ الم غلم ذاتیات کے مباحث سے
بھرے ہوئے ہیں اور اسی میں معادن و علم
طبقات الارض بھی داخل ہے۔ زمانہ جانتا ہے کہ
کان کنی فساد کی جڑ ہے اسے لڑنے والے کتوں
کے حق میں بڑی کا مرتبہ حاصل ہے۔ کبھی تیل کے
چشموں پر غرانے کی صدا بلند ہوتی ہے۔ کبھی سونے
کی کان اور کوئلے کے مخزن پر بھونکنے کی آواز
آتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نباتات و حیوانات کا
علم جس میں دوا کی معرفت اور طب بھی شامل
ہے دوائیں اوزار ہیں اور طب کا فن جسم جنہیات
ذات و ذاتیات پر سرکھی حملہ ہے۔ بیماری جائے
نہ جائے مگر اس حملے کی بدولت بیمار صاحب ضرور
آنجہانی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں لارڈ
کرزن اور لارڈ ملز پر کامیاب حملہ ہوا تھا۔ لے
سبحان اللہ اس کامیابی پر سیکڑوں نیم حکیم تصدیق
ایک ہفتے تک جس کاغذ اخبار کو دیکھا لکھا پایا
کامیاب ہوا۔ حالت امید افزا ہے۔ پھر کیا دیکھتے
ہیں اِنّا جانکاہ حادثہ لارڈ کرزن صاحب بزاراتی
خلائق کے تدابیر سوچنے زندوں کی فہرست سے
خارج ہو کے پارسے وزیر خارجہ بن گئے۔ اور
ملز صاحب نے عذاب چھٹے مصر کی اندرونی آزادی
کا تجربہ اپنے طائر روح کی آزادی پر فرمایا۔

اسی طرح الٰہیات کے جتنے شعبے ہیں سب ذاتی
حملے سے خالی نہیں۔ وہ کون سی کشش ہے جس میں
ڈنڈی نہیں۔ علم الاخلاق جس چیز کا لقب ہے۔
وہ بھی ذاتیات پر حملہ کرنے سے مبرا نہیں۔ تدبیر المنزل
اور سیاست مدن تو پہلی لیکن سیاسۃ الذات ان
دونوں کی پردادی ہے۔ الغرض مہلت نہیں ورنہ
جتنے علوم کی تدوین اس وقت تک ہو چکی ہے یا
جتنے فنون اس وقت مروج ہیں سب کا تعلق ذات
و ذاتیات سے اس طرح آئینہ کر دیتا کہ اس آئینہ
میں جو صاحب علم و صاحب ہنر اپنی صورت دیکھتا
شرما کے آنکھیں نیچی کر لیتا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ مجھے

میں "دو" کہ "ایک کیا" "دو" "جھکی" اسی جھیلی کے چھٹے تھے ایں۔ خدا اردو کی جان پر رحم کرے۔ ہمیں شعراء سے ناخناس سے شکایت نہیں۔ جو کچھ شکایت ہے وہ ان اخبار والوں سے ہے کہ آم گھاس جو کچھ پاتے ہیں اس سے کالم بھر دیتے ہیں۔ ہر پرچے کے سرے پر ایک غزل یا نظم ضرور ہوتی ہے چاہے وہ بعض صورۃ نظم ہو یعنی اگر نظم افلاس کے سبب میسر نہ ہو تو نثر ہی اس طرح لکھ دیتے ہیں کہ اس پر نظم کا دھوکا ہو۔ یہ صحیح ہے کہ اس کارروائی سے تھوڑا بہت مالی فائدہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ اردو کے حق میں کانٹے بوتے ہیں۔ ایک کرم فرما اپنے ہفتہ وار پرچے کے سرے پر شاعری کے ماہوار رسائل سے غزلیں چن کے لکھتے رہتے ہیں وہ شاعری کے اعتبار سے غزل انتخاب نہیں فرماتے وہ غزل کا سرنامہ دیکھتے ہیں اگر شاعر کے نام کے ساتھ کچھ الفاظ امتیازی لکھے دیکھے۔ مثلاً:۔

"نکہت۔ عالی جناب نواب گھنسام الملک بہادر مشیر کرکری خانۂ کنجتی پور رئیس ستیاناسی کھیڑا تخلص بہ نکہت"

تو فوراً غزل چھاپی اور پرچہ کے ساتھ خط بایں مضمون روانہ کر دیا کہ خداوند نعمت واقعی شاعری میں آپ کا مثل نہیں۔ چار سو معزز شعراء کے خط دفتر میں مشتمل بر مدح کلام جناب سامی موصول ہوئے۔ براہ نوازش اپنا تازہ کلام جریدۂ افلاس کو بھی عنایت فرمائیے۔ چلیے نیا خریدار کھرا سامی آنکھ کا اندھا گانٹھ کا پورا مل گیا۔ خریدار بھی ہے اور مفلسی و دریوزہ گری کے وقت معین و مددگار بھی۔ اگر وار خالی گیا تب بھی عوام کی نگاہ میں تھوڑی بہت وقعت ہو جاتی ہے۔ اخاہ نواب گھنسام الملک اس پرچہ میں اپنا کلام چھپواتے ہیں۔

بعض پرچے مضمون کے نیچے دور دراز مقام کا نام لکھ دیتے ہیں۔ مثلاً "از نامہ نگار خصوصی مقیم قطب شمالی" یا "ہمارے خاص نامہ نگار صاحب عرض تسعین سے تحریر فرماتے ہیں۔" اس فریب کا فائدہ صرف اتنا ہی ہے کہ پرچے کی اشاعت دنیا کے ہر گوشہ میں ہے اور اس کے مخبر دور دور لگے ہوئے ہیں۔ بھلا پوچھیے حضرت آپ کی مالی حالت تو یہ ہے کہ ہر ہفتہ کمی سرمایہ کے حال کا مرثیہ نئے نئے الفاظ میں چھپتا ہے۔ اشاعت کا یہ ثبوت کہ پہلے روزانہ تھا روزانہ سے ماہانہ ہوا ماہانہ سے سالانہ تک نوبت پہونچی چھپا بھی تو ڈیڑھ سو اور دکھاوا ایسا کچھ۔

واقعی عرض تسعین اور قطب شمالی کی اردو ایسی ہی ہوگی۔ بہتر ہے حضور آپ چھاپیے اردو کی تو اپنی ایسی تیسی میں۔

چوتھا شعر ہے ؎

ہیں نظر کی رنگ فریبیاں ہیں شرر کی برق تلملیاں
ہیں ہزار سو الکھوں تجلیاں مئے عشق عمر دراز میں

اس میں علاوہ ہیں میں ہیں کے بعض معجزات شاعری ایمان لانے کے قابل ہیں۔ مثلاً نظر کی رنگ فریبیاں عجب پر معنی فقرہ ہے جس وقت تک کوئی "کلرابلنڈ" (رنگ کا اندھا) نہ ہو اس وقت تک اس کی لطافت و باریکی تک پہونچ نہیں سکتا۔ عجب نہیں کہ نظر اور برق دو شاعروں کے تخلص ہوں۔ یا عشق عمر دراز بھی سبحان اللہ یہ عشق کی نرالی صفت ہے خدا اس کی ریش اور دم دراز کرے۔

پانچواں شعر ہے ؎

چلو حاجیو چلو حاجیو کہ کھلے ہیں رابغ و قنفذہ
کرو ایک سال ضرور حج کہ مزا ہے ایک حجاز میں

اس شعر میں "ایک" نے دو مرتبہ ڈبکی لگائی ہے۔ رہا مزا وہ چھٹی کے دودھ کا مزا ہے کیا معنی کہ ابن سعود بلاتے ہیں۔ امیر علی سے اور ان سے لڑائی ہو رہی ہے۔ تعجب ہے کہ یہ ہم ہیں غصہ ہندی حاجیوں کی جان پر اترے گا۔ چلو حاجیو کی تکرار کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کے گراموفون کی سوئی اٹک گئی۔

چھٹا شعر ہے ؎

یہ عظیم ہے جو مدینہ میں تو دھڑک ہے اسکے سینہ میں
کوئی یہ کہہ دے کہیں کھینچ وہ بلا ہے ہیں حجاز میں

دیکھیے ہمارے خیال سے شاعر کا خیال ہوگیا۔ مدینہ میں رہ کے سینہ میں دھڑکن کی وجہ سوا اس کے کوئی نہیں کہ امیر علی حجاز میں نہ کھینچ بلائے۔ اس کا بلانا شامت کا بلانا ہے۔ یہ عظیم اور یہ سینہ کی "یہ" پر "یہ" اور "وہ" دونوں قربان۔

ساتواں شعر ہے ؎

کہ یہ کھول دیگا جو راز دل تو حواس باختہ ہوگے تم
یہ عظیم کہتے ہو تم جسے یہ چھپا ہے رنگ مجاز میں

غضب کا مقطع کہا ہے خصوصاً سرے پر کاف بیانیہ تو بالکل کوا ایری کے ماتھے کی چاندٹیکی ہے۔ اسکے بعد دوسرے مصرعے کا پہلا "یہ" جو عظیم کی تخصیص کرتا ہے فصاحت کی جان ہے پھر تیسرا "یہ" کہ نور علی نور سبحان اللہ ان سب سے قطع نظر فرمائیے رنگ مجاز کی اوڑھنی یا برقع خدا جانتا ہے کہ شعر کی لفظی و معنوی خوبیاں دیکھ کے دل لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ گنگنانے لگوں ؎

یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ
یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ یہ

کسی طرح یہ سے جی نہیں بھرتا۔ سارا عالم ایک یہ پر قائم ہے۔

اگر آخری دو شعر قطعہ سمجھے جائیں تب بھی معنی کی طرف سے مفلس ہیں۔

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ جن حضرات کے ہاتھ میں قلم ہے وہ اکثر اردو کے حق میں شمشیر برّاں کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس خوش مذاقی کا علاج ناممکن ہے۔

ساقـــــت ـــم

ادبار الشعراء

جلد ۲۱ نمبر ۴

مضامین پنچ

(مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۶ء)

دہ درویش

"سیر آٹھویں درویش کی"

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۶ء)

اُس زمانہ کی دلی میں یونانی اطباء کا بڑا دور دورہ تھا۔ بڑے بلند پایہ اور سر برآوردہ لوگ تھے۔ مالی حالت بھی اچھی تھی اور اپنے فن میں بھی کامل تھے۔ ناک پر کبھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ بڑے بڑوں کی حقیقت نہیں سمجھتے تھے آج کل کی طرح نہ تو صرف کسب زر کے لیے مطب کرتے تھے نہ خود ساختہ مشتری کے بھروسے پر اپنی خداداد عقل کو معطل اور پاخانے پیشاب خون اور بلغم وغیرہ کی تانا بھاری کرکے

کو رہ کندن وکا وہم نہ برآورد دن

کی شل پوری کرتے تھے بلکہ سے

خط کا مضمون بھانپ لیتے تھے لفافہ دیکھ کر

مریض کی صورت دیکھتے ہی مرض اور نبض پر انگلی رکھتے ہی بلڈ پریشر کے اُتار چڑھاؤ اور ایکس رے کی گلکاریاں معلوم کر لیتے تھے۔ نسخے میں نقب زنی نہیں کرتے تھے اور مریض کو ٹکے سیدھے کرنے کے لیے اٹکائے اور امید و بیم میں نہیں رکھا کرتے تھے۔ انھیں صاحبوں کے لٹڈورے کے نیچے میں نے اپنی کنکیا چھتیائی اور بے پر لگائے اُڑنے اور بڑھنے لگا۔ بڑے بڑے گھروں میں رسائی ہو گئی۔ انگریزی سے گو میں پیدائشی نابلد تھا مگر انگریزی دانی میں میرا مقابلہ اُس وقت کے ہندوستانیوں میں سے کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ یقین جانیے کہ دور حاضرہ کے منھ زور رہنماؤں کا ٹھ کے شیر ڈاکٹر مونجے شکم نواز شوکت علی۔ گریہ مسکین گاندھی

اور جامع اللغات مالوی کو اس گئی گزری حالت پر بھی میں سوڈا واٹر کی بوتل سے زیادہ نہیں سمجھتا انگریزدانی کے زعم باطل میں جو جو ہنگامہ آرائیاں ان لوگوں کی بدولت ملک میں رونما ہو گئیں اُن سے نغمہ شادی کے بجائے نوحۂ غم ہی سے گھر کی رونق ہوئی اگر کہیں میری صلاح شامل حال ہوتی تو ہندوستان کی کایا پلٹ جاتی۔ اقبال یاوری بخت مددگار ہو گیا ہوتا اور ہندوستانی لوگ کانگریسی دربار عام میں نواب سپہ ملک کے سامنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے بجائے کوس لمن الملک بجاتے ہوتے

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ہاں تو میں نے کہا تھا کہ میں انگریزدان تھا۔ اسی انگریزدانی کی بدولت اسٹیشن کے جتنے حکام برسرکار تھے ان پر میرا سکہ پورے طور سے بیٹھ گیا تھا۔ سیکرٹ سروس کی خدمت بے مانگے مل گئی تھی اور میں ہر "منم" کہنے والے۔ دون کی لینے والے میدان عمل میں جا دبیچا۔ قدم بڑھانے والے عزت والے۔ دولت والے حشرات الارض یعنے اخبار اور رسالے والے کی دُم میں نندا باندھنے نیچا دکھانے۔ روڑا اٹکانے کشت شکھتم کی فکروں میں رہتا اور اپنی داہنی ہتھیلیں دو تون مٹھیاں گرم کرتا رہتا تھا۔ ریگستان کے ایک مختت نشین والی ملک جو خود سری کی ہوا کھاتے ہی خدائی کرنے لگے تھے اور سے

لب پہ توبہ ہاتھ میں ساغر لیے

کمال بازیگری سے ملک و قوم کو دھوکے میں مبتلا کیے فسق و فجور کی مینا بازار میں بے روزگار ضرورتمند نوجوانوں کو پیچھے لگائے رعایا کی گاڑھی کمائی کا برباد کن تماشا دل خوش کن پردوں کے پیچھے سے دنیا کو دکھاتے اور مفت کی واہ واہ حاصل کر رہے تھے میری نظر پر چڑھ گئے۔ میری نئی شریک زندگی اور میرے سوانح رقم زبان دراز قلم کی پہلی ہی ٹھوکر نے گورنمنٹ کے فارن ڈپارٹمنٹ کو چونکا دیا اور میری زبانی سرگوشیوں نے پولیٹکل ایجنٹ وغیرہ کے کان کھڑے کر دیے۔ لے دے شروع ہو گئی اب تو میرا روز نامہ "بلبل نمازی" ان حضرت کے خلاف

دوسرے تیسرے کچھ نہ کچھ زہر اگلنے اور ریت پھیلانے لگا۔ اخلاقی کمزوریاں۔ بجرم ضمیر کسی کے اطمینان خاطر کا باعث نہیں ہوا کرتے والی ملک تو ایک بڑی جائداد کے مالک تھے خدا گو اُن کے نزدیک بہت دور رہتا تھا اور اسے دیر گیر بھی سمجھ رکھا تھا مگر گورنمنٹ ہر وقت سر پر سوار شکنجے میں کسنے کس بل نکالنے پر تیار رہتی تھی۔ شاہی کے مبدل بہ گدائی اور گدی کے مبدل بہ بوریا ہونے میں یہاں دیر نہیں لگتی تھی اس کا ڈر خدا سے بدرجہا زائد دل میں سمایا ہوا تھا پھر کیسے ممکن تھا کہ اس معمولی بازپرس پر کان میں تیل ڈالے بیٹھے رہتے اور اپنے عادات و اطوار درست کرنے کے بجائے زبان خلق اور مدیران اخبار کے قلم کو اپنے موافق کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ ان کے پیشکار خصوصی دخیل کار امور ریاست پوشیدہ خانگی یا مہذب الفاظ میں پرائیویٹ سکریٹری کے کئی تار میری طلبی میں آئے مگر میں نے ان سنی کر گیا کروٹ تک نہ لی آخر وہ خود آیا۔ مجھ سے ملا اور بڑی دیر تک اپنے ولی نعمت کی جھوٹی تعریفیں کرنا اور قائم شدہ الزامات کی بے سروپا تاویلات کرتا رہا۔ میں پہلے تو خاموشی کے ساتھ سنتا رہا اس کے بعد بخیہ ادھیڑنا شروع کر دی۔ تعصب مذہبی کی وجہ سے ریاست کی مسلمان رعایا پر جو جو ناروا مظالم کیے جاتے تھے۔ قابونیت اور زناکاری کی سرپرستی میں لاکھوں کروڑ دل روپیہ جس دریا دلی سے گنوایا جاتا تھا اور اس سلسلے میں جو مخرب اخلاق اور حیا سوز باتیں کی جاتی تھیں اور شرفا کی آبروریزیاں ہوتی تھیں۔ رعایا جس بیدردی سے لوٹی جاتی تھی اور جس کس مپرسی میں مبتلا زندگی کے دن پورے کر رہی تھی وہ ایک ایک کرکے جو میں نے گنوانا اور اپنے خفیہ اختیارات کی تحریریں دکھانا شروع کیں تو مداری چیت ہو گیا اور دو چار روز میں پھر آنے اور تبادلہ خیالات کرنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوا۔ چوتھے روز پچیس ہزار کی گرانبہا رقم لا کر سامنے رکھ دی اور اس طرح مجھے اور میرے اخبار کو گویا اپنا کر لیا میں نے بھی

چو احمق در جہاں باقیست مفلس کس نمی ماند

یہ خیال کرکے کفرانِ نعمت نہیں کیا اور بہ طیبِ خاطر یہ پیشکش قبول کرلی۔ قانون گر موتی لال نہرو اور مسٹر محمود کی طرح اپنی بات چیت اور تحریرات میں میرا یہ اصول تھا کہ ایسے شوشے اور نکتے باقی رکھوں جن کے نکال دینے سے پہلا کہا سنا آپ ہی غلط ہوجائے اور برگشتہ طبیعتیں راہِ راست پر آجائیں۔ اس معاملے میں بہت سی خامیاں تھیں جو بہت آسانی سے دور کردی گئیں اور اصلاح کے وعدے وعید پر پھیر دی لیپ پوت ہوگئے۔ رات اب بہت تھوڑی باقی ہے اور میری داستان ختم ہونے کو نہیں آتی اس لیے اپنی سوانح حیات کی موٹی موٹی باتیں اور اس نتیجہ پر پہونچنے کا جانکاہ واقعہ مجملاً بیان کرکے یہ قصہ فی الحال ختم کردیا جائے گا آپ لوگ گھبرائیے نہیں اب بس آنکھوں کی سوئیاں نکالنا باقی رہ گئی ہیں پھر اوپر ہاتھ مار کر میرا نفس جلد نکالا اور اس سے باہر ہوگیا کھونٹا ذرا مضبوط تھا اسی کے بل پر کودنے کا سہے کو بکر کود مچانے لگا۔ اپنا عیب ہر ایک کو ہنر معلوم ہوتا ہے اس لیے مجھے بھی اپنی حرکات کے ناشائستہ ہونے کا علم نہیں ہوتا تھا۔ دوسروں کے اسی قسم اور اس سے بدرجہا کم درجے کے عیوب پہاڑ معلوم ہوتے تھے۔ میں اولاً بڑی نیک نیتی سے اس کی کوشش کرتا تھا کہ اُن لوگوں کے عیوب دفع کراؤں مگر تحریر میں اس کی شاخیں نکل آتی تھیں اور افراط و تفریط میں کج بحثی اور غلط فہمیوں کی بدولت کچھ ایسی صورت پیش آجاتی کہ ہر مرتبہ معاملہ طول پکڑ جاتا تھا اور میں مفت میں بدنام ہوکر حاسدوں کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹکنے لگتا تھا۔ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی ممبریاں، سیکڑوں ادارون۔ انجمنوں کی صدارت کے عہدے۔ حج کمیٹی کی رکنیت وغیرہ وغیرہ وقتاً فوقتاً بے دقت حاصل کرتا رہا اور ہر جگہ خلوصِ نیت سے صرف ملک و قوم کو فائدہ پہونچانے کی کوشش شروع کرنے میں اتفاقیہ کچھ ایسی صورتیں پیش آجاتی تھیں کہ ملک و قوم کے مفاد کو مجبوراً نظر انداز کرتا اور اپنی ذات کو فائدہ پہونچانا پڑجاتا تھا۔ میری حق گوئی جسے ناحق شناس بدگوئی سے تعبیر کرتے تھے بہت مبالغہ ہوگیا اور اسی سے بڑی بڑی ہستیاں میرے خلاف ہوگئیں۔ اپنے نزدیک میں سمجھتا تھا اور سچ پوچھیے تو واقعہ بھی یہی تھا کہ کسی معاملہ کو شروع کرتے وقت میری نیت خراب نہیں ہوتی تھی اس لیے مجھے بھی نیست کی چنداں پروا نہیں ہوا کرتی تھی۔ میں اُن ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے بھی بے خبر تھا جو میرے خلاف کی جاتی تھیں۔ دنیا والوں نے مجھ پر مختلف قسم کے مقدمات دائر کرائے گھر میں چوریاں کرائیں۔ مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں مگر میں کسی سے مرعوب نہیں ہوا۔ شومیِ قسمت سے شہر میں ہیضہ پھیلا اور میری شریکِ زندگی اس میں چٹ پٹ ہوگئی۔ قدرت کی طرف سے یہ چوٹ ایسی کاری لگی کہ میں حواس باختہ ہوگیا روپیہ پیسا زر زیور بھی الفتوں کے نیگ لگ گیا اور میں ہر طرح سے لٹ گیا تھوڑا بہت بھرم باقی تھا میں نے چاہا کہ لاؤ ہاتھ پیر ماروں ممکن ہے کہ بخت پھر یاوری کرے۔ اتفاق دیکھیے کہ ایک نئے بگڑے رئیس جن سے مجھ سے بھی یاد اللہ تھی ایک طوائف کے عشق میں مبتلا ہوئے یہ عشق زمانے کے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۱۹۲۵ سنہ ۱۹۳۵ء ابتدائی خفیفہ

بعدالت جناب سید ابو القاسم زیدی صاحب بہادر منصف گونڈہ

[illegible] سال پیشہ زمینداری ولد رام ادھار قوم برہمن [illegible] موضع موکل پور پرگنہ و ضلع گونڈہ مدعی

بنام

[illegible] مدعا علیہ

بنام [illegible] عمر تخمیناً ۳۰ سال پیشہ کھیتی ولد ڈن کورک [illegible] حال موضع [illegible] پرگنہ [illegible] تحصیل [illegible] ضلع گونڈہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۶ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت [illegible] اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرارواقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابِ دعوی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز انکو پیش کرو۔ مطلع ہو کہ اگر روزِ مذکور پر تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۸ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۹۱

بعدالت جناب لالہ شنکر سہائے صاحب گپتا آنریری اسسٹنٹ کلکٹر بہادر قنوج مقام قنوج محلہ کچہری ٹولہ ضلع فرخ آباد

راجہ درگا نرائن سنگھ مدعی

بنام

سلکی سنگھ مدعا علیہ

بنام سلکی سنگھ ولد بھیم سنگھ قوم ٹھاکر ساکن سورسے پور مزرعہ موضع الوگی پرگنہ قنوج ضلع فرخ آباد۔

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۸ بجے دن بمقام قنوج اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرارواقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر صفی پور مقام اناؤ

نمبر مقدمہ

مسماۃ رحمت النساء وغیرہ

بنام

دیسراج سنگھ

بنام دیسراج سنگھ ولد جیکا سنگھ قوم ٹھاکر ساکن [illegible] پرگنہ بانگرمئو تحصیل صفی پور ضلع اناؤ

ہرگاہ مسماۃ رحمت النساء نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ نمبرداری شکست فرمائی جاوے اور موضع [illegible] لال سنگھ فرق تحصیل کیا جاوے لہٰذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے دن بتاریخ ۲۲ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء اس عدالت میں حاضر ہوکر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی

تاریخ ۱۸ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نہ تو مجنوں اور فرہاد کا عشق تھا نہ انگریزی زمانے کے "فریاد رس آگئی" اور "مزہ ہے پیاری" کا عشق تھا یہ تو ایک البیلے روپیہ والے رئیس کا عشق تھا جسے کو روپیہ خرچ کرنے کا بہانہ تھا۔ مجھے سے غرض انبساط نہ تھی۔ حسرت دل نکال کر نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ مقصود تھی مجبور تھے ماں باپ بدقسمتی سے ابھی تک زندہ تھے رشتہ دار مستقبل پر ہوتی تھی ابھی سے رسوا سر بازار ہونے میں ہچکچاتے تھے مجبور سے بعید ہوئے کہ میں اپنے یہاں اُن کے وصل کا سامان اور دعوت کے حیلے سے بلا کر شب باش کروں۔ دوست کی حیثیت سے بڑے آدمیوں کے لیے اس قسم کے سامان فراہم کر دینا فی زمانہ معیوب نہ تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں کھلے لوگ جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے اور جو کسی طرح سے حاجتمند نہ تھے اکثر اسی قبیل کی ناروا حرکات کیا کرتے تھے میں تو پھر حاجتمند تھا۔ ان کے باپ میرے بڑے دوست تھے میری استدعا پر صاحبزادے کو میری دعوت قبول کرنے اور میرے گھر شب باش ہونے کی اجازت دیدی شب اول بہت کامیاب رہی صاحبزادے بہت کچھ گنوا کے صبح سویرے خوش خوش رخصت ہوئے مگر اب یہ سلسلہ روز کا ہو گیا۔ دن بھر یہ طفل مکتب میرے ہی گھر رہتا تھا ماں باپ یہ سمجھتے تھے کہ ایک یگانہ روزگار کی صحبت میں دنیا کے نشیب و فراز سے واقف ہو رہا ہے مگر یہاں معاملہ برعکس تھا بلند اقبال باوجود میری سرزنش اور فہمائش کے صرف ناز اٹھانا اور روپیہ گنوانا سیکھ رہے تھے۔ زر زیور جواہرات گھر سے چرا چرا کے لاتے تھے اور سب اپنی منظور نظر کو حوالے کر دینا چاہتے تھے مگر میں بہ نظر خیر طلبی اس میں سے قیمتی اور چیدہ چیدہ چیزیں کسی نہ کسی طرح اپنے پاس امانت کرتا جاتا تھا شدہ شدہ یہ کچا چٹھا میرے دوست بڈھے رئیس کے کانوں تک پہونچا جس کی تصدیق کرتے ہی وہ میرے سر ہو گیا جب سیدھی انگلیوں سے گھی نہ نکلا تو اس نے سی آئی ڈی کو میرے پیچھے لگا دیا۔ رنگ دگرگوں دیکھ کر میں نے گھر بار سب اونے پونے کر ڈالا اور خفیہ طریقے سے آنکھ بچا کر دلی کو خیر باد کہا نہیں معلوم کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھاتا پولیس سے جان بچاتا لکھنؤ پہونچا چارباغ اسٹیشن پر بابر بیگ سے دوچار ہوا۔

کند ہمجنس باہم جنس پرواز

سہارا پاتے ہی آپ صاحبان سے روشناس ہونے یہاں چلا آیا آگے دیکھیے تقدیر میں کیا لکھا ہے اور کیا ہوتا ہے۔

زاہد لکھنوی

معلم المعلمات کے تعلیمی معلومات

(از قلم آورد)

مولانا پنچ۔ بمبئی کے ابتدائی مدارس جو میونسپل اسکولز کمیٹی کے ماتحت ہیں اور اس کے وسطانیہ مدارس میں جو اندھیر مچا ہے اس کے خلاف احتجاج کرتے کرتے ہماری تو زبان خشک ہو گئی مگر خداوندگاران محکمہ میں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے مثلاً سالہا سال سے ہماری شکایت ہے کہ ان مدارس میں زبان اردو کی تباہی نہایت فراخدلی سے کی جاتی ہے خدا کے لیے اس کی اصلاح کی طرف توجہ فرمایئے لیکن جب خود مسلمان ارکان مجلس مدارس و سکولز کمیٹی کا یہ حال ہو کہ از راہ جہل سخن سازی بات یہ ساری لیاقت موقوف ہو کوئی کہہ دے کہ فتق کے معنے گھنگے کے ہیں تو کہنے لگیں آمنا۔ یا رعاف نکسیر خونی بواسیر ہے تو فرمائیں "صدقنا"۔

ایسی حالت میں تا وقتیکہ جناب کا سا کوئی ادیب مستند اور طبیب ماہر الفن دارو دفع بیہوشی نہ استعمال کرلے ان پر یہی بیخودی طاری رہے گی تو ع

اے طبیب دل بیمار چہ سفر مائی؟

کہتے کہتے تھک گئے کہ جوان جوان لڑکیوں کے مدرسے میں مرد اساتذہ کا تعلیم دینا قابل اعتراض ہے خواہ وہ فرشتہ خصلت ہی کیوں نہ ہوں مگر توبہ کیجیے بھلا ارکان سکولز کمیٹی اس کا تدارک کریں تو ان کے اقتدار میں کمی نہ آجائے! آج کل ایسی لائق مسلمان مخدرات کی کمی نہیں جو یونیورسٹی کی سند یافتہ ہیں مگر نہیں۔ ان حضرات نے ایک ایسے حضرت کو معلم المعلمات بنا رکھا ہے جس کے بارے میں یہ عام افواہ ہے کہ وہ اردو کے سوا دیگر مضامین قابل اطمینان طور پر تعلیم نہیں کر سکتا۔

کلید جفر — اسم اعظم کی تجلی — کلید جفر

وہ حضرات مجھ سے یک صد روپیہ انعام وصول کریں جو کہتے ہیں عملیات حب بغض ہمزاد تعویذات بے اثر ہیں مستعمل جفر سے لاٹری ریس کا نمبر کوئی نہیں بتلا سکتا کیمیا نہیں بن سکتی عمل انسان نظروں سے پوشیدہ وہ سب کو دیکھے اسے کوئی نہ دیکھے کہیں ملتا۔ یہ کتاب عربی تقریباً لکھی ہے اگر میری کتاب سے یہ سب بات حاصل نہ ہو یا میری کتاب کا ہر عمل نسخہ مثل بجلی کے اثر نہ دکھلائے کتاب کی قیمت واپس سو روپیہ نقد انعام ہے [illegible] قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible]

کشمیری لذت النساء باتصویر کوکا پنڈت کی اصلی کتاب قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] کوک شاستر باتصویر ۵

طلسم روحانی ماہوار رسالہ جس میں رمل جفر نجوم عملیات پر مکمل بحث اخلاقی تمدنی مضامین ہوتے ہیں [illegible] ریس لاٹری کے نمبر ماہوار نکلتے ہیں سالانہ قیمت [illegible] چند کتب طلسم حیرت [illegible] تعویذ حب [illegible] دعا مفید المحبت [illegible] موہنی منتر [illegible] ہندی مذہب کا دل [illegible] دیوان جان صاحب [illegible] دیوان چرکین [illegible] رہنمائے کورس [illegible] ہر قسم کے تعویذات کے لیے خط کتابت ہو فہرست بذریعہ [illegible] ٹکٹ

روحانی بکڈپو ڈاک خانہ نانوتہ ضلع سہارنپور

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۵ و ۱)

نمبر مقدمہ ۸۲۰ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت خفیفہ منصفی دوم بلند شہر ضلع بلند شہر اجلاس جناب مسٹر احمد رضا صاحب بہادر جج خفیفہ دوم بلند شہر

ٹھاکر جسونت سنگھ پسر ٹھاکر رام سہلے قوم جاٹ ساکن موضع جگلام تہور پرگنہ انوپ شہر ضلع بلند شہر مدعی

بنام

بنگالی پسر نوبت قوم جاٹ ساکن بنگلہ اتر پور پرگنہ انوپ شہر حال بمقام شہر پیلی بھیت محلہ جاٹان گلشیر کی بغیا متعلقہ منصفی پیلی بھیت ضلع پیلی بھیت مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت مبلغ [illegible] کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۲ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء وقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوی کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۶ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اب جو صاحب معلم الملعلمات بنے ہوئے ہیں غالباً
شاید آپ بھی جانتے ہوں محمود اسرائیلی صاحب
آپ کا اسم سامی ہے۔ اپنے ماہر تعلیم ہونے اور اُردو
جاننے پر آپ کو اتنا ناز ہے کہ اہل زبان کی زبان پکڑ کر
گدی سے کھینچ لینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہر ایک کے
کلام پر اصلاح دینے کو موجود۔ ہر ایک کی نظم و نثر پر
ناک بھوں چڑھانے پر آمادہ۔ مگر اس بات کا جناب
اسرائیلی صاحب کو خواب میں بھی خیال نہیں آتا کہ کہیں
آبگینہ حصار ہو کر دوسروں پر خشت باری کا نتیجہ ہولناک
ہوا کرتا ہے۔

اتفاق سے اسرائیلی صاحب کی ایک تصنیف لطیف
مجھے دستیاب ہو گئی جس کا نام "بچوں کی رباعیاں"
ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ کتاب زبردستی بچوں کے
سر منڈھی جا رہی ہے اور میونسپل مدارس کے بعض
افسروں کی طرف سے اس کے دام کھڑے کرا دینے
کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ابھی مجھے معلوم نہیں ہوا
ہے کہ شعبۂ اُردو کے سپرنٹنڈنٹ صاحب اس کے
متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ ملحوظ خاطر رہے کہ یہ
کتابیں ان کم عمر بچوں اور بچیوں کو ٹھونسائی جا رہی ہیں
جو انھیں سمجھنا تو درکنار پڑھ بھی نہیں سکتے اور کیا
یہ معلوم کرکے آپ کو تعجب نہ ہوگا کہ اس محکمے میں ایسے
اُستاد اور استانیاں بھی ہیں جن کے لیے ان کا پڑھنا
بھی شاید دشوار ہوگا پڑھانا تو درکنار۔

اس سے قبل کہ ان رباعیوں کے متعلق کچھ لکھا
جائے یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جناب
شاعر یعنی اسرائیلی صاحب استانیوں کو طریق تعلیم سکھاتے
ہیں۔ اب آپ سے کہنے کی ضرورت نہیں کہ رباعی
ایسے وزن میں ہوتی ہے کہ بچے تو بچے اچھے پڑھے لکھوں
کی طبیعت بھی اسے پڑھنے سے رم کرتی ہے مگر ہمارے
معلم الملعلمات صاحب اپنے ماہر تعلیم ہونے کا یہ ثبوت
پیش کرتے ہیں کہ ننھے بچوں کو رباعیات کے ذریعے
نصیحت کے کڑوے جام پلاتے ہیں۔ بقول مولانا عبدالحق
بی۔ اے سکریٹری انجمن ترقی اُردو بچوں کے لیے
نظمیں لکھنا آسان کام نہیں بڑے بڑے شاعر یہاں
رہ جاتے ہیں لیکن معلم الملعلمات صاحب کی دھج ہی
نرالی ہے۔ خدا اُن کی خوشامد اور ان کے خوشامدیوں
کو سلامت رکھے جو خاک دھول بکائن کے پھول وہ
پیش فرمائیں گے اس کی قدر ضرور ہوگی۔ بہرحال اب
معلم الملعلمات صاحب کی شاعری ملاحظہ ہو ؎

خالق جو خدا نخواستہ دو ہوتے
لڑ بھڑ کے وہ خود اپنی خدائی کھوتے
اور آتا کہیں نظام عالم میں فرق
جو اُگتے اگر کسان گیہوں بوتے

سمجھے بھی آپ یہ گویا ترجمہ ہے آیۂ لو کان الھۃ
کا۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آسمان و زمین کے
جداگانہ خدا ہوتے تو یہ آسمان و زمین دونوں فاسد
ہو جاتے۔ اس رباعی میں آپ کس کمال کی تعریف
کریں گے؟ خیالات کی بلندی۔ بیان کی پستی۔ زبان
کی شکستگی۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ رباعی پڑھ کے بے ساختہ
ہنسنے کو جی چاہتا ہے۔ مجھے یہ معلوم کرکے یک گونہ
مسرت ہوئی ہے کہ بعض باذاق اساتذہ مدارس بھی
اودھ پنچ کے خریدار ہیں اس لیے میں کسی قدر تفصیل سے
کام لوں گا اور ہندی کی چندی کرکے سمجھاؤں گا تاکہ
معمولی اُردو دان ماہر تعلیم معلم الملعلمات کی لیاقت سے
بخوبی واقف ہو جائے۔ اچھا اب ذرا لفظ کی جگہ لفظ
رکھ کر اس کی شرح تو فرمائیے لیجیے

(۱) خدا نہ کرے اگر دو پیدا کرنے والے ہوتے
(تو) وہ خود لڑ بھڑ کر اپنی خدائی کھوتے۔ معلم الملعلمات
صاحب دوئی کا رد اور توحید باری تعالیٰ ثابت
کرنا چاہتے ہیں لیکن شاید انھیں خود معلوم نہیں
کہ وہ بک کیا گئے۔

(الف) خالق یا پیدا کرنے والے سے یقینی
آپ کی مراد خدا ہے تو اب اس کے معنی یہ ہوئے
کہ اگر خدا نہ کرے دو خدا ہوتے اور اس کا مطلب
یہ ہوا کہ جس سے "نہ کرے" کی تمنا ظاہر کی گئی ہے
وہ اور خدا ہے اور یہ "دو خدا" اور ہیں۔
یہ ہوئے دو قسم کے یعنی خدا۔ بس "خدا نخواستہ"
یہاں بالکل بیکار ہے اور مطلب صرف اتنا ہی کہنے
سے پیدا ہوتا ہے کہ "اگر خالق دو ہوتے"۔ مگر برا ہو
طاعون شاعری کا جس نے ان حشویات پر مجبور کیا۔

(ب) تو وہ خود لڑ بھڑ کر اپنی خدائی کھوتے! میں
پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب دونوں کی خدائی نابود
ہو جاتی تو پھر رہ کیا جاتا؟ اسرائیلی صاحب کی
شاعری؟ ظاہر ہے کہ جب دو لڑتے ہیں تو ایک
جیتتا ہے اور دوسرا ہارتا ہے۔ پس جو رہتا
اُسی کی خدائی مسلم ہوتی۔ مگر معلم الملعلمات صاحب
سرے سے خدائی ہی ختم کیے دیتے ہیں۔ ڈر انہیں
اس بات کا ہے کہ کہیں وہ (خدا) کسی ایسے شخص کو
نہ پیدا کر دے جو ان کی شاعری کا تار و پود بکھیر دے
اچھا آگے بڑھیے:—

(۲) اور کہیں دنیا کے انتظام میں فرق آتا۔
پنچ صاحب! اگر آپ کا جی چاہے تو آپ بھی
کوشش کرکے دیکھ لیں کہ اس مصرعے
میں "کہیں" کی چول کہاں بیٹھتی ہے؟

(۳) اگر کسان گیہوں بوتے تو جو اُگتے۔ کوئی پوچھے
کہ جب نظام عالم ہی بگڑ جاتا تو پھر کسانوں کی کیا
تخصیص باقی رہتی۔ "جو" سے اُگتا مگر [illegible]
[illegible] گیہوں۔ ہونے جاتے معلم الملعلمات صاحب
اور لکھواتے ایسی بے ڈھنگی رباعیوں کا۔

(۴) خدائی ارشاد میں خالق یعنی آفرینندہ کا
ذکر نہیں اس لیے کہ وہ بے محل ہے اور بے معنی

عاشقی کھیل نہیں ہے جسے لونڈے کھیلیں

مسولینی :- میں باز آیا دل کے لگانے سے "

حبش :- نہیں پیارے مشرقی عشق میں خنجر ضروری چیز ہے "

دہ مقام جہاں کتابیں جمع کی جائیں۔ آپ نے جو معانی لکھے ہیں وہ سب کے سب غلط ہیں۔ اکثر کتب فروش اپنی دُکان کا نام بک ڈپو رکھتے ہیں۔ آپ کو مغالطہ ہوا۔ آپ سمجھے تجارت گاہ حالانکہ ذخیرہ سے مراد ہوتی ہے۔

ڈرائنگ۔ نقشہ کشی۔ **ڈرائنگ روم۔ ڈرائنگ ہال۔** ملاقات کا کمرہ۔

بی زمزم اللغات کی تحقیق انیق نے تو تحقیق کا نام ذلیل کر دیا۔ کوئی کہاں تک ان کو سبق پڑھائے۔ ڈرائنگ کے معنی نقشہ کشی کے لکھ کر ڈرائنگ روم کے معنی ملاقات کا کمرہ لکھے ہیں نا واقف شخص کیا سمجھے گا۔ وہ عجب خلجان میں پڑ جائے گا۔ ڈرائنگ روم کے معنے ہوں گے نقشہ کشی کا کمرہ۔ یہ ملاقات کا کمرہ کہاں سے آگیا۔ ڈرائنگ روم کو ڈرائنگ کے تحت میں لکھنا بی زمزم اللغات کی جہالت تھی۔

حضرت سلامت ڈرائنگ روم جداگانہ لغت ہے یہ وِدھ ڈرائنگ روم کا مخفف ہے۔ انگریزی سوسائٹی کا یہ دستور تھا اور ہے کہ بعد تناول طعام مستورات دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہیں تاکہ مرد آزادی سے شراب اور سگرٹ نوشی کر سکیں۔ یہ دوسرا کمرہ وِدھ ڈرائنگ روم کہلاتا ہے یعنی چلے جانے کا کمرہ جو بول چال میں ڈرائنگ رُم رہ گیا۔ چونکہ یہ کمرہ مکان کے کل کمروں کی بہ نسبت زیادہ سجا اور بڑا ہوتا تھا اور یہاں نشست وغیرہ کا سامان رہتا تھا لہٰذا یہ کمرہ ملاقات کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔

ڈرائیور۔ گاڑی چلانے والا۔ جیسے انجن ڈرائیور۔

زمزم اللغات کی خوش فہمی کا کیا کہنا۔ ڈرائیور کے معنی لکھتی ہیں گاڑی چلانے والا۔ اور مثال دیتی ہیں جیسے انجن ڈرائیور۔ اب ذرا معنی لگائیے تو انجن ڈرائیور کے معنی ہوں گے انجن گاڑی چلانے والا صاف سی بات تھی۔ ڈرائیور کے معنی صرف چلانے والے اور ہانکنے والے کے لکھ دیتیں لیکن صحیح اور صاف معانی لکھنا بی صاحبہ کو آتے ہی نہیں۔

ڈزائن۔ نقشہ۔ خاکہ۔

صرف دو معنی لکھے ہیں۔ بقیہ ہضم کر گئے۔ جیسے طرز۔ وضع۔ نمونہ وغیرہ مثلاً کہتے ہیں کہ اس ڈزائن کی گھڑیاں اب نہیں آتی ہیں۔ یا یہ ڈزائن نیا نکلا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ڈفینس۔ جواب کسی تحریری یا زبانی دعوی کا۔ حفاظت۔

حسب عادت اس لفظ کے معنی بھی ادھورے تحریر ہوئے ہیں۔ یہ لفظ قانون فوجداری میں بہت مستعمل ہے۔ باوجود ایل ایل۔ بی ہونے کے یہ معنی نظر انداز ہوئے۔ مقدمہ فوجداری جو شہادت ملزم کی طرف سے پیش ہوتی ہے اُسے بھی ڈفنس یا ثبوت برارت کہتے ہیں۔ لہٰذا ڈفینس کے معانی صفائی یا ثبوت دفاعی بھی لکھنا چاہیے تھے۔

ڈسپاٹک۔ شخصی۔ خود مختار۔

اٹھاؤ بی بی سونٹھا کنبے کا کنبہ بھونڈا۔ جہلیت کہیں چھپائے نہیں چھپتی۔ ناقص معانی درج کرنا نور اللغات کا جوہر ہے۔ ڈسپاٹک کے معانی مطلق العنان۔ ظالم۔ جابر کے ہیں۔ (باقی آئندہ)

راف

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے بر و کتابے چند

نئے شاہنشاہ ہند ایڈورڈ ہشتم

۲۱۔ جنوری ۱۹۳۶ء ایک انقلابی تاریخ ضرور ہے جب کہ ایک ہر دل عزیز شاہنشاہ نے اس دنیا سے سفر کیا۔ مرحوم نے اپنے دوران سلطنت میں بہت سے صدمے اٹھائے۔ یورپ میں جنگ کی آگ بھڑکی اور خوب بھڑکی۔ کروڑوں عزیز جانیں تلف ہوئیں۔ ہندوستان میں زلزلے نے دھما چوکڑی مچائی۔ سیلاب آئے۔ بیماریوں نے اُدھم جوتا۔ ظاہر ہے کہ والی سلطنت رعایا کے غم میں برابر کا شریک دار ہوتا ہے۔ خیر گزشت آنچہ گزشت۔ غم انگیز باتوں کا تذکرہ اودھ پنچ کا شیوہ نہیں لہٰذا "غم ایام را خاک بر سر کردہ" عہد شاہ جدید کے یمن و سعادت کی دعا مانگنی چاہیے۔ بادشاہ بھی خوش رہے اور اس کی رعایا بھی۔ ہم ہوں اور عیش بے غش و بے ممش ہو۔ کہو یار د آمین۔ غم اول تو رہے نہیں اور رہے بھی تو مسٹر چرچل اینڈ کو کے دل میں۔ بایں معنی کہ نیا بادشاہ ہے اور نئے آئین ہندوستان میں جاری ہونے والے ہیں جن سے مسٹر چرچل کی آنکھوں میں نمی رہتی ہے۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۵ ضمن ۱۱

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر سندیلہ مقام سندیلہ ضلع ہردوئی

کرم [illegible] ولد [illegible] پرشاد قوم برہمن ساکن [illegible] — مدعی

بنام

شیو ناتھ سنگھ ولد رگھوبر سنگھ قوم ٹھاکر ساکن [illegible] تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۳۔ ماہ جنوری ۱۹۳۶ء بوقت [illegible] بمقام تحصیل سندیلہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزوں پر جن پر تم بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے کے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۸۔ ماہ جنوری ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

انمول بیش بہا جواہر
منتخبات مضامین اودھ پنچ
از ابتدائے سنہ [illegible] لغایت سنہ [illegible]

پانچ حصوں میں - یا ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھاتے ہیں۔ ابتک پانچ حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ پانچ سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہوتے رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے۔ سائز [illegible] مجموعی قیمت ان منتخبات کی چھ روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک ہے۔ المشتہر
منیجر اودھ پنچ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ

کتب خانوں کی زینت
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد [illegible] سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی [illegible] مفت نذر کیجائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء
کی قیمت فی جلد [illegible] محصول ڈاک [illegible] بذمہ خریدار - جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ قیمتی [illegible] اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ایک روپیہ آٹھ آنے مفت ملیں گے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مفت و ارسال
انگریزی اخبار "سینٹنل" رانچی
جسمیں نہایت پر لطف مضامین و مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ سالانہ چندہ [illegible]
منیجر

ہر قسم کی کتابت نہایت پابندی وعدے پر دینے والا
دفتر دارالارقام [illegible] لکھنؤ ہے

WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.
REGISTERD No 783
OUDH PUNCH.
LUCKNOW.
اودھ پنچ
1936
۱۹۳۶
جلد ۲۱
دور ثانی
۱۹۳۶ء
مشہور آزاد
ظریف باتصویر
ہفتہ وار
ادب
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

جلد ۲۱ — نمبر ۸

مضامین

(مورخہ ۵ - فروری ۱۹۳۶ء)

کانگرس

یعنی

قومی سالانہ جلسہ

(از ہندی ندیم)

قومی جلسہ ہے لکھنؤ میں ابکی — ہم بھی ہیں اس کی جستجو میں ابکی
دیکھیں کیا گل کھلائے گا یہ جلسہ — ہر اک کہتا ہے گفتگو میں ابکی

ہے باغ عیش کی ترائی میں یہ — اب تک تو رہا ہے ہاتھاپائی میں یہ
نہرو ہیں بنے جلسے کے کرتا دھرتا — کیا کرتا ہے دیکھیں خود نمائی میں یہ

اس شہر کو بٹانا نہ لگانا لوگو — سوتے ہوئے فتنے نہ جگانا لوگو
یہ جلسہ ہنسی خوشی سے ہوجائے تمام — جھگڑے کے لیے نہ ہو بہانا لوگو

اپنی طاقت کو آزمانا لوگو — غیروں کے کہنے میں نہ تم آنا لوگو
جو کچھ کرنا وہ صدق نیت کے ساتھ — تکرار نہ آپس میں بڑھانا لوگو

جاؤ سب جاؤ اور نہ جاؤ تو نہ جاؤ — کھاؤ سب کھاؤ اور نہ کھاؤ تو نہ کھاؤ
کرنا مل جل کے جو مناسب سمجھو — پاؤ سب پاؤ اور نہ پاؤ تو نہ پاؤ

لبرل جھکتے ہیں کیا جھکانے کے لیے — اپنا ہی راگ ہیں گانے کے لیے
جو کرنا دیکھ کر سمجھ کر کرنا — ہوتا ہے یہ سب ناچ نچانے کیلیے

سوچو سمجھو دھیان ہی تم ہر وقت — کیوں رہتے ہو اس طرح سے تم گم ہر وقت
خدمت یہ وطن کی صرف ہمت کرنا — واجب سمجھو رہو نہ تم گم ہر وقت

سب مل کر ایک راگ گانا ہوگا — دیکھیں وہ کون سا زمانا ہوگا
ہم سب جب ایک جان و قالب ہوں گے — کندھا کندھا تو شانا شانا ہوگا

ہو جائے گا یہ تو بھڑ سے گا سوراج — جب تک یہ نہیں تو کوڑے میں جا تو کھاج
ایسے چرچے ہر اک طرف سنتا ہوں — سنیے مولانا اور پنڈت مہراج

جو کچھ کہتا ہوں وہ سب غیر کا ہے — منہ غیر کا جانو اور لب غیر کا ہے
کہتا ہوں جو اس میں منعکس دیکھتا ہوں — دل بن گیا شیشہ حلب غیر کا ہے

لبرل خیال

لبرل جو سوچتے ہیں اور کرتے ہیں آج — جس طرح حکومت کو وہ دیتے ہیں خراج
سوچے گی پندرہ برس میں اس کو — چاہے گی کانگرس اسی طرح کا راج

یعنی ہم سے ہے پندرہ سال وہ دور — رہنے والی بھی ہے اسی طرح ضرور
کچھ آتی نہیں سمجھ میں اس کی باتیں — معلوم نہیں کس نے کیا ہے مسحور

ہندی ندیم

دہ درویش

"سیر نوپ درویش کی"

(گزشتہ سے پیوستہ)

خدا رکھے ہندوستان کے والیان ریاست تعلقدار اودھ شاہان مغلیہ اور ان کی باقیات صالحات کو جن کی شاہانہ اولوالعزمی نفاست مزاجی نفاست پسندی۔ فیاضانہ روش۔ دریادلی اور آئے دن کی آبیاری سے ہندوستان جنت نشان کہلاتا اور سمندر پار کی جوع البقر میں مبتلا قوموں کے لیے

بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

بنا ہوا ہے۔ اسی جنت ارضی کے بہترین حصے دلی اور لکھنؤ اس وقت اپنے اُجڑے ہوئے پھیکے مشرقی رنگ کو مغربی رنگ آمیزیوں سے جاذب نظر کرنے کے ساتھ مفرح رنگین پھبتی اور بہتی کرنے کی کوشش میں پتلون کو لنگوٹی اور لنگوٹی کو پتلون بنا رہے ہیں۔ دلی دور ہے۔ لکھنؤ آنکھوں کے سامنے ہے۔ اسی کو دیکھیے۔ بڑھیا بڑھیا پوتڑوں کے نواب۔ خاندانی راجہ مہاراجہ پشتینی تعلقدار جہاں اپنی اپنی راجدھانیوں کے جائز اور مستقل تعلقات قطع کیے یہاں کے فلک نما۔ جہاں نما ایوانوں سے عارضی رشتہ جوڑے شہر کو گلستاں بوستان بنائے پبلک کے لیے چاند سورج کا کام دے رہے ہیں وہاں گھٹیا میل کے زمیندار بھی دھوتی انگوچھا شلوکا مرزئی کو طلاق دے دیے۔ لالہ سود در سود کی بھی پر چڑھے بل ہانکنے کو دوں پھانکنے کے بجائے میونسپلٹی کی اندھی لالٹینوں کی طرح

آستیں میں دشنہ پنہاں ہاتھ میں خنجر کھلا

ووٹر بصد آن بان دیس کی دھن میں یہ لحن داؤدی ے

لخت بردار دل گزرد ہر کہ پیشم
من قماش فروش دل صد پارہ خویشم

الاپ رہے تھے کہیں ایٹ ہوم کی صورت نمایاں تھی۔ جہانگیر آباد کا فیض عام جاری تھا۔ آپ جناب تشریف لائیے قبلہ کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اولیاء دولت اپنی اپنی خودداری و غرور و نخوت کی نقاب اُلٹے ہمہ تن اخلاق نظر آتے تھے۔ فدوی اور کمترین خاکساری کا جامہ اُٹھائے بصد شان بے نیازی قبلہ و کعبہ کی مجسم تصویر بنے کس و ناکس سے پیر بجا رہے تھے۔ نئی پرانی بالغ نابالغ یعنی چھوٹی بڑی مختلف رنگ و روپ کی موٹریں اس زمانہ شاہی کی یادگار بارہ دری کو جو اس وقت رزمگاہ بنی ہوئی تھی ہر چہار طرف سے گھیرے ہوئے مشین گنوں کا کام دے رہی تھیں۔ تیغ نئے ناز نزاکت انداز بڑی فراخدلی خندہ پیشانی اور خندہ دندان نما کے ساتھ اُٹھائے جا رہے تھے۔ مہاراجہ کے نونہال الی محمود آباد

"ہند شاخ پر میوہ سر بر زمین کی صورت
دیدہ مشغول بصد انجمن آرائی

ہو رہے تھے۔ جوان بخت جوان سال راجہ نانپارہ اپنی مقبول عام جامہ زیبی کو لیے دیے "کن فیکون" کی کرسی قضا پر بیٹھے پرکار نظر سے نوشتہ تقدیر کا بین السطور رکم و بیش کر رہے تھے۔ سمندر دل انجام بیں مستحق مبارکباد راجہ جہانگیر آباد اپنی کشتی در آب کی روانی دیکھ دیکھ کر زیر لب مسکرا رہے تھے۔ پولیٹکل گتھیوں کے جنیں گفتہ اندگرہ کشا سلیم پور کے دی گریٹ ماسٹر راجہ ے

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

کو الم نشرح کر رہے تھے۔ میں تو یہ وہ خواہ مخواہ کے ریفری بنے ہار جیت پر بازیاں لگا رہے تھے۔ درویش اس فکر میں غلطاں و پیچاں تھے کہ ہارنے والے کی تسلی و تشفی کن الفاظ میں کریں تو کہ رفع ملال کے ساتھ آئندہ کی امید سے فی الجملہ خوشحالی پیدا ہو جائے اور اس سلسلہ میں کوئی رقم ہاتھ آجائے۔ تیز جیتنے والے کی مبارکباد کا ترانہ کسی بے ساختہ دھن میں گائیں کہ ہن برسنے لگے اور یہی سب کچھ نچھاور کرائیں غرضکہ اس ٹاکی ہوس میں یہ میٹنی شو بڑی دھوم دھام سے ہو رہا تھا پرانے اُستاکار ایکٹر اپنے اپنے کرشموں سے ووٹران کو اسٹیج کی طرف لا لا کر جاں نجاست کر رہے تھے کہ شام ہو گئی جہانگیر آباد کا پلہ بھاری رہا۔

جو ستارہ تھا چمکتا ہی رہا
جو غبار تھا وہ آخر گر گیا

درویش کہتے ہوئے بھاگے ۔

خدا کی شان ہے وہ انتخاب ہو کے رہا
جواب جس کا نہ تھا لاجواب ہو کے رہا

اس کشمکش میں معلوم نہیں گیارہ کس وقت بج گئے پتا ہی نہ چلا درویش دونوں ڈیوڑھیوں کی خیر مناتے سنہ سپٹ اور رہیمیں بھرے بڑی رات گئے گھر پہنچے نوبی درویش نے شیخ سعدیؒ کا یہ شعر پڑھ کر اپنی داستان شروع کر دی ے

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

(باقی آئندہ)

زار ہند لکھنوی

نخالص اُردو

حضرت پنچ ۔ آپ سیابی اُردو کی اور گلابی اُردو کی اور خدا جانے کون کون سی اُردو کی تو ہمیشہ مزاج پرسی فرمایا کرتے ہیں لیکن جناب سے یہ بہت بڑی شکایت ہے کہ آپ نے ان افراد کے دماغی مرض کے لیے اب تک کوئی نسخہ تجویز نہیں فرمایا جن کو خالص یا نخالص اُردو لکھنے کا مالیخولیا ہو رہا ہے۔ تین سال قبل انھیں اودھ پنچ کے کالموں میں آپ کے استاذنا قدیم نے آپ ہی کے شہر کے ایک نخالص اُردو نویس کے بارے میں چند مضامین سپرد قلم کیے تھے لیکن اس کا اسی قدر اثر ہوا کہ جواب میں کہا گیا کہ یہ ان کا ذاتی فعل ہے اور وہ کسی اور کو اس لغویت پر مجبور نہیں کرتے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ آیا میں اگر کسی مضمون میں لکھ بھیجوں کہ اُلو تو بولی اور گدھا چلاتی تو کیا آپ اسے جائز رکھیں گے اور آیا میں یہ کہہ کر بری الذمہ قرار پاؤں گا کہ یہ میرا ذاتی فعل ہے؟

تین چار برس کی تحقیق کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ نخالص اردو لکھنے کا مرض "دق شعوخت" سے ملتا جلتا ہے یعنی بڑھاپے میں لاحق ہوتا ہے۔ یہ وہ سن ہے کہ مریض جو نہیں جانتا اُس کے جاننے کا بھی دعا کرنے لگتا ہے اور یہی حال ان افراد کا ہوا ہے جو خالص اردو لکھنے کے مرض میں مبتلا ہوئے ہیں۔ پہلے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ روگ ایک سے اڑ کر دوسرے کو نہیں لگتا لیکن میں ابھی انشاء اللہ ثابت کروں گا کہ یہ مرض متعدی ہے چنانچہ آپ کے ایک لکھنوی شاعر کے بعد عماد پور کے ایک سخنور کو خالص اُردو لکھنے کا مالیخولیا ہوا ہے۔ آپ نے "رنگ تغزل قائم رکھتے ہوئے"... "اس دشوار گزار وادی میں قدم رکھا ہے۔ لیکن بسکہ یہ وادی دشوار گزار ہے اس لیے اب ذرا ٹھوکریں ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں۔

گزر جانے کو اپنے جی سے گزرگزے جو کرنا تھا
وہ رستا دیکھتے مرنے کا کب تک جنکو مرنا تھا

وادی گردی کیسی یہ تو دہلیز پر قدم رکھتے ہی ٹھوکر لگی اور شاعر صاحب اوندھے منھ آرہے! یہ غضب ہے یا نہیں کہ جنھیں اتنی بھی تمیز نہ ہو کہ "گزرنا" فارسی مصدر گزشتن سے لیا گیا ہے اور ہندی حروف تہجی میں حرف "ز" ہے ہی نہیں وہ چلے ہیں خالص اُردو لکھنے!! میرے پاس ہرزہ سرائی اور خواہ مخواہ خامہ فرسائی کے لیے زیادہ وقت نہیں ہے اس لیے دوسری بھی کچھ ملاحظہ ہو ے

کنارے تک پہونچنے کو پڑا منجدھار میں آکر
بھنور سے ڈوبتے بیڑے کو تھے بار اُترنا تھا!

اب کون ان علامہ عماد پوری سے کہے کہ بندہ پرور کنارہ خالص اردو نہیں بلکہ نرل فارسی شبد ہے ۔

اب تیسری ٹھوکر ملاحظہ ہو ؎

بندھی کلیوں کو بن کھلے کھلنا تھا کھلیں آخر
بکھر کر رہ گئے کانٹوں میں پھولوں کو بکھرنا تھا

اب خدارا آپ ہی ان شاعر صاحب سے دریافت فرمائیں کہ یہ "آخر" کون سی زبان کا لفظ ہے؟ آیا علامہ عمادپوری صاحب اسے ہندی سمجھتے ہیں یا سنسکرت یا پراکرت خیال فرماتے ہیں۔ بہرحال چوتھی ٹھوکر ملاحظہ ہو ؎

پتا کیسا کسی کو پاؤں کی آہٹ نہیں ملتی
گزرنے والے تجھ کو اس گلی سے یوں گزرنا تھا؟

یہ اسی قسم کی ٹھوکر ہے جیسی ان سیاح دشت سخن نے دہلیز پر قدم رکھتے ہی کھائی تھی۔ بہرحال گیا ختم کیجیے یہ اگر تم میں لکھے بغیر نہیں رہ سکتا زبان اردو میں السنہ متعلقہ کے اتنے الفاظ گھل مل گئے ہیں کہ ایسے بے معنی لکھنے کی وہی شخص جسارت کر سکتا ہے جو متعلقہ زبانوں کا ماہر ہو۔ لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ٹوٹی پھوٹی زبان کیا آئی چور وکیوں سے اظہار خیال کرنے پر کیا قادر ہوئے کہ شاعری کی تپ دق شروع ہوئی اور کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ ایسی بیماری ہے کہ جان کے ساتھ آتی ہے اور جنازے کے ساتھ جاتی ہے۔ اسی دوران میں اس مالیخولیا کے دورے اٹھنے لگتے ہیں جس کا ایک نمونہ میں نے اوپر پیش کیا ہے لہذا ع

اے طبیب دل بیمار رحم فرمائی؟

راقم

بداند کہ نداند

معلم المعلمات کے تعلیمی معلومات

(گزشتہ سے پیوستہ)

(از قلم آدر)

اگر آپ اجازت دیں تو میں معلم المعلمات صاحب کی ہر بات پر تبصرہ کردوں یا اگر آپ کو فرصت ہو تو یہ تصنیف مقدس خدمت اقدس میں روانہ کردوں تاکہ آپ کو اس امر کا اچھی طرح اندازہ ہو کہ کیسی بے ناہلوں کے ہاتھوں زبان کی کیسی مٹی برباد ہو رہی ہے تعلیم کی کیسی گت بن رہی ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اساتذہ جو زبان کی صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں آپ کے مضامین بہت شوق سے پڑھیں گے بہرحال دوسری رباعی پڑھیے ؎

برتن دھوتے ہو جب کھانا پکاتے ہو تم
دھوتے ہو رکابی کو کبھی جب کھاتے ہو تم
کیا سمجھ یہ جتے ہی نہیں گرد و غبار
بچو کیوں انھیں ہر روز نہاتے ہو تم

معلوم ہوتا ہے کہ بجائے عام نصیحت کے معلم المعلمات صاحب کسی حلوائی کے لونڈے یا باورچی کے صاحبزادے کو سمجھا رہے ہیں۔ کاش اس کے فعل مؤنث ہوتے تو درستی کی طالبات زیادہ دلچسپی سے پڑھتیں ؎

برتن دھوتی ہو جب کھانا پکاتی ہو تم

آپ نے یہ فرض کر لیا ہے کہ چھ سال سے ۱۰ سال تک جو لڑکا مدرسے میں آتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے برتن بھی مانجھتا ہے اور کھانا بھی پکاتا ہے۔ دنیا میں ہر لڑکے کو اپنے چھوٹے برتن خود ہی دھونا پڑتے ہیں۔ اسرائیلی صاحب جب شاعری کرنے بیٹھتے ہیں تو ان باتوں کا چنداں خیال نہیں فرماتے۔ انھوں نے ایک عنوان قائم کر لیا "روز نہاؤ" اور پھر جو جی میں آئی۔

اچھا اب ذرا ازراہ کرم پھر پڑھیے معلم المعلمات صاحب کی تک بندی مصرعہ سوم سے پتا چلتا ہے جسم کی طرح برتنوں پر بھی گرد و غبار جمتا ہے اور یہی وجہ ان کے دھونے کی ہے۔ اس سے آپ اگر یہ مطلب نکالیں تو معلم المعلمات صاحب شاید اسے تسلیم کر لیں گے کہ وہ کھانے کے جھوٹے برتن اس وقت تک یوں ہی پڑے رکھتے ہیں جب تک ان پر گرد و غبار نہ جم جائے۔ اس کے بعد انھیں دھوتے ہیں لیکن کون ان معلم المعلمات اور اہل زبان کی اصلاح بنانے والے کو سمجھائے کہ مانجھنا دھونا اور کھنگالنا جدا جدا فعل ہیں۔ اور گرد و غبار ہی اگر برتنوں پر جم جائے تو انھیں صرف کھنگالنے کی ضرورت ہوتی ہے برخلاف اس کے کہ میل کچیل گرد آلود ہو جائے تو مل مل کے دھویا جاتا ہے یہ وہ باتیں ہیں جنھیں اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہیں اہل زبان سے زبان لڑانے والے جاہلوں کے بس کی یہ بات نہیں۔

اور سنیے معلم المعلمات صاحب گرد و غبار کا فعل جمع میں لائے ہیں اس کے بارے میں انھیں میں اپنی چلیں بھرنے کا مشورہ دوں گا اس کے بعد میری اجازت سے وہ دکنیوں اور کوکنیوں اور میمنوں اور بوہروں میں اردو دانی کی ڈینگیں مار سکتے ہیں لیکن اگر انھوں نے اہل زبان کے سامنے "میاؤں بکی تو دو ہیں اور بلائی لوٹن"! طوطے کی مادہ کو طوطن لکھنے والے معلم المعلمات صاحب کو جاننا چاہیے بمبئی کی لڑکیوں کو پڑھانے کے لیے کسی کی سفارش سے مقرر ہو جانا اور بات ہے اور زبان دانی دوسری چیز ہے۔ سمجھیے اور یاد رکھیے کہ گرد و غبار۔ داد و ستد۔ خورد و نوش۔ [illegible] جنگ و جدل۔ ان تمام الفاظ کے لیے فعل واحد ہی آتا ہے۔ خیر اب تیسری رباعی ملاحظہ ہو۔ اس کا عنوان ہے "اچھے کپڑے پہنو":-

کپڑے نئے شاد ہو کر پہنو
ایسا نہ ہو منھ بنا کے رو کر پہنو
روزانہ دھلے ہوئے کپڑے تن پر
مقدور نہ ہو تو آپ دھو کر پہنو

ملاحظہ فرمائیے آپ نے پہلے دو مصرعوں میں محض کو اس اور آخر کے مصرعہ میں شارٹ ہینڈ شاعری لکھنا آپ کو جو کچھ ہے وہ صرف یہی کہ "اجلے کپڑے پہنو اور اگر دھلانے کا مقدور نہ ہو تو انھیں اپنے ہاتھ سے دھو لو" اس بات کے لیے معلم المعلمات صاحب نے اتنا لمبا چوڑا آڈھا ستایا ہے اب ان سے کون پوچھے کہ کون خر ہے دم بچہ ناشاد ہو کر اور رو کر یا منھ بنا کر نئے کپڑے پہنتا ہے دیکھا تو یہی گیا ہے کہ چھوٹے بچے نئے کپڑے نہایت شاد و دل شاد ماں ہو کر پہنتے ہیں۔ نہ کوئی منھ بناتا ہے نہ بسورتا ہے نہ چھکول روتا ہے۔ نہ نوحہ و ماتم کرتا ہے البتہ یہ ضرور بات ہے کہ جن لڑکوں کو یا لڑکیوں کو ہمارے مولانا اسرائیلی صاحب تعلیم دیتے ہیں ان میں سے کسی کے والدین نے اگر غریبی کا [illegible] کی ہو کہ ہمارے بچے نئے کپڑے دیکھتے ہی انھیں استاد کا کفن سمجھ کر پھوٹ پھوٹ رونا شروع کر دیتے ہیں۔ بہرحال ان دونوں مصرعوں کو آپ ع

مضمون پراگندہ و عنوان گلہ دارد

کا مصداق سمجھیں یا ماروں گھٹنا پھوٹے قطب مینار کا گویہ شاعری۔ اب آگے بڑھیے روزانہ دھلے ہوئے

نوآبادیوں کی مامتا اور امن و امان عالم کی خیریت

اٹلی :- واہ سب ہی مجھ پر معترض ہیں آخر بڑھتی ہوئی نسل اور تجارت کے پاؤں پھیلانے کو ٹھکانا درکار ہے یا نہیں؟"

جرمنی :- ہاں ہاں بھیا سچ کہتے ہو میں بھی تائید کرتا ہوں وقت آنے دو اپنی کالونیاں واپس لوں گا بیگم تم بھی ٹھیک کہتی ہو!"

جس کے معنی مخصوص کے ہیں۔ رزروڈ کے معنی ہوں گے مخصوص کی گئی کسی جلسہ میں کرسیوں پر رزروڈ لکھا دیکھا ہے سمجھے ہوں گے کہ یہ کون سا صیغہ ہے معانی لکھ ڈالے۔

رزلٹ۔ کے معنی صرف نتیجے کے ہیں۔ خواہ کسی امر یا فعل کا ہو۔ اگزیمینیشن رزلٹ کے معنی نتیجہ امتحان کے ہوں گے۔ اگر زمزم اللغات کو اس سے مطلب نہیں یعنی معانی لکھ دیے خواہ وہ غلط ہوں یا صحیح لغت کا دیکھنے والا گمراہ ہو یا مغالطہ میں پڑے اُن کی بیزار ہے۔ لغت چاہے ضخیم جلدوں میں مرتب ہو گیا ہو اور اسے تو یہ مصنف بن کر شہرت حاصل کرلی۔ مبلغ علیہ السلام جیب میں آگئے۔ اور کیا چاہیے۔

رفل۔ ایک قسم کی بندوق ہے اس سے مطلب نہیں کہ لغت دیکھنے والے پر رفل چل گئی یا توپ۔ بندوق اور رفل میں بڑا فرق ہے اس فرق کو ظاہر نہ کرنا لغت کو ناقص کرنا ہے۔

رن۔ کے معنی دوڑ، جھپٹ کے لکھ کر خاموشی اختیار کی معلوم نہیں رن کے معنی جھپٹ کے کس طرح ہوے۔ کرکٹ کے رن کی تشریح ضروری تھی۔ لیکن نظر انداز ہوگئی۔ غالباً قلم نے یاوری نہیں کی۔ رن اُس دوڑ کو بھی کہتے ہیں جو ایک مقام سے دوسرے مقام تک بلا توقف درمیانی کی جائے لہٰذا کرکٹ کا کھلاڑی جو دوڑ ایک وکٹ سے دوسرے وکٹ تک لگاتا ہے وہ رن کہی جاتی ہے۔ اسی طرح ریل گاڑی کا رن بھی وہی کہلاتا ہے جو ایک مقام سے دوسرے مقام تک بلا توقف درمیانی ہو۔

رنگ۔ چھلا۔ حلقہ۔
صرف دو معانی پر اکتفا فرمائی۔ بی زمزم اللغات نم حلقہ۔ اللغات کو یہ بھی خبر نہیں کہ انگوٹھی دائرہ اور گھنٹی بجانے کو بھی رنگ کہتے ہیں۔

روبل۔ روس کا ایک سکہ جو امریکا کے ڈالر کے برابر ہوتا ہے۔ زمزم اللغات کا مقصد سمجھ میں نہ آیا کہ روسی سکہ اور امریکہ کے سکے کا توازن کیوں ظاہر کیا گیا۔ کیا یہ لغت امریکہ والوں کے لیے تصنیف ہوا ہے۔ اور معلوم نہیں یہ الفاظ کہاں سے ہوا کہ روبل ڈالر کے برابر ہوتا ہے۔ شاید عبدالرشید ملتانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ ورنہ روبل تو دو شلنگ ڈیڑھ پنس کے برابر ہوتا ہے اور تقریباً نصف ڈالر کے برابر۔

روٹر۔ (رائٹر) انگلستان میں اخبارات کو تار کی خبریں دینے کی ایک ایجنسی کا نام ہے۔

بی زمزم اللغات صاحبہ کو صحیح تلفظ کی بھی خبر نہیں۔ اُردو میں روٹر کون کہتا ہے رائٹر عام طور سے زبانوں پر ہے اور انگریزی تلفظ رائٹر ہے۔

یہ ایجنسی پہلے پہل ۱۸۴۹ء میں ایک جرمن پال جولیس بیرن ڈی رائٹر نے قائم کی تھی۔ بروسلز اور ایلا شپیل کے درمیان تجارتی خبریں کبوتروں کے ذریعہ سے پہونچائی جاتی تھیں۔ ڈاور اور کیلیے کے درمیان پہلے تار برقی قائم ہونے کے بعد ۱۸۵۱ء میں رائٹر نے برٹش رعایا کے حقوق حاصل کرکے اس ایجنسی کا صدر دفتر لندن میں قائم کیا۔ اور ۱۸۶۵ء میں اس ایجنسی کو ایک محفوظ سرمایہ کی مشترکہ کمپنی میں منتقل کردیا۔ رفتہ رفتہ اس کمپنی کی شاخیں تمام عالم میں پھیل گئیں۔ اور یہ خبر رسانی کی ایک مستقل کمپنی ہوگئی۔

اصل سے واقفیت نہ تھی لہٰذا (رانگ) لکھ دیا حالانکہ رائٹر جرمن نام ہے۔ (باقی آئندہ)

راقم ...

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

پیٹا کرو لکیر کو کالا نکل گیا

ہمارے شہر کے ایک شیعی جریدہ نگار نے اپنے موقر پرچے میں اس مجلس عزائے سید الشہدا پر جو شہنشاہ مرحوم کنگ جارج کے غم میں وقف حسین آباد مبارک کیجانب سے برپا ہوئی بہت کچھ سر دھنا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑی بدعت ہے۔ اب ہر غیر مسلم یا لا مذہب سید کا غم بھی غم سید الشہدا کے ساتھ شریک کر دیا جائیگا۔ ایسے لوگوں کے ساتھ حسین مظلوم کا اسم گرامی شامل کرنا سخت توہین ہے فاضل جریدہ نگار صاحب نے حسین آباد کے متولیوں اور اسکے فاضل سکریٹری کی خاصی لے دے کی مگر جو اصلی بانی بدعت تھے انکو اس عذر پر کورا چھوڑ دیا کہ سکریٹری کی عبارات انکی نگاہ راہ گذرات سے نہیں گزری تھی بھلا یہ بھی کوئی عذر ہے اول تو ہندوستان ٹائمز میں سکریٹری صاحب کی شائع ہوا کہ وہی عبارت ہے دوسرے سکریٹری کی عبارت کا "نظر تا ہمیت" سے نہ گزرنا اصل جرم کا جواب نہیں یعنی یہ کہ مجلس کو برپا حضرت ہی نے کیا تھا یہ ہمارے اپنے مولوی صاحب تھے جنھیں حضرت سکریٹری ہی نے بلایا کہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو کم از کم ہم نے تو اس مجلس کے سوا کبھی سر پر بھی عمامہ سیاہ کی زیارت نہیں کی۔ تیسرے یہ کہ حضرت محرک نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ اگر میں یہ اشتہار دیکھ لیتا تو کبھی شریک نہ ہوتا حیلہ نا تمام رہا۔ ہم تعجب ہے کہ اس مسئلے کے شرعی پہلو کو جریدہ نگار صاحب زیادہ سمجھ سکتے ہیں یا وہ حضرات جنھوں نے عملاً شریک ہو کر اسکو شرعی حیثیت سے بالکل مناسب اور جائز قرار دیدیا۔ اب تو متولی یا سکریٹری یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم مجلس کی دور اکابر علما شریک ہوئے ایسی حالت میں جریدہ نگار صاحب کا حضرات متولیوں اور سکریٹری کو مورد ملامت قرار دیں مگر کچھ چلنے کی نہیں بھائی اپنا یہ ڈھنگ دوسرے کا ڈھنگ بھی شامل لیتا کرنا بالکل دانشمندی کے خلاف ہے مجلس سید الشہدا معمولی انسانوں کے غم پر سید الشہدا کے غم کو ترجیح دینے کے لیے برپا کیجاتی ہے۔ یا کسی صاحب نے دعوت بھی کی جاتی تھیں کہ ایک عزا... بیٹھے ہوئے شخص سے ٹھوکر کھائی کہنے لگیں لے یہ۔

بحری ڈاک — **یورپ کی ایجنسی**

یورپ کا بلند پایہ تجارتی ماہواری رسالہ جو کہ سات زبانوں میں انگلش، فرانسیسی، پرتگیزی، سپینی، جرمنی، روسی و لاطینی میں چھپتا ہے۔

اپنے ممبروں کو

(۱) ہر قسم جرمن تجارت کی نئی ایجادوں و تمام کارخانوں کے پتہ جات جنکو دیانتدار ایجنٹوں کی ضرورت رہتی ہے خبریں دیگا (۲) نمونہ جات مع اشتہار وغیرہ فائدہ کرے گا۔
(۳) سال بھر آپکی خدمتیں جرمنی سے شائع ہو کر براہ بالکل مفت آتا رہیگا نہ کوئی عدد (۴) ممبروں کو جس قسم کی ایجنسی کی خواہش ہو انکے متعلق اشتہارات اپنے ہفتہ وار اخبار ایکسپورٹ سروس کے ذریعہ نہایت مختصر کارخانوں سے تعلقات پیدا کرنے میں بغیر کسی خرچ کے ہر طرح کی مدد کے لیے تیار رہیگا (۵) ممبران کا نام و پتہ دی آرسٹا ڈائرکٹری میں مفت شائع کیا جائیگا۔ ممبری فیس سالانہ چندہ [illegible] فائدہ اٹھائیں۔
سول ایجنسی انڈیا: بینگ فارن ٹریڈ [illegible]

اودھ

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

از ابتدائے سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۴ء

پانچ حصوں میں۔ یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ اب تک پانچ حصے تیار ہوئے ہیں قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ پانچ سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہوتے رہے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے۔ مجموعی قیمت ان منتخبات کی چھ روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک ہے۔ المشتہر

منیجر اودھ پنچ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ

انگریزی اخبار ہمدرد

ضرور ملاحظہ فرمائیے انگریزی کا وہ اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ پانچ روپیہ۔ منیجر

خضاب چھوٹو رکیو

اس تیل سے بال پکنا رک کر پکا بال کالا پیدا ہوتا ہے اگر ساٹھ برس تک کالا نہ رہے تو دو نا دام واپس شرط یہ کہ ایک بھی بال پکا ہو تو اس سے زائد [illegible] زائد پکا ہو تو [illegible] المشتہر

بال کالا اسٹور پوسٹ بکس سہری

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۶ روپے سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کیجائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ و ۳۲ء

کی قیمت فی جلد ۶ روپے محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ قیمتی عہ اور جلد سنہ ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصۂ دوم قیمتی ایک روپیہ آٹھ آنے مفت ملیں گے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ہفتہ وار انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جس میں نہایت پر لطف مضامین و مقامی خبریں ہوتی ہیں ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ سالانہ چندہ ۴ روپے نمونہ کا پرچہ مفت۔ منیجر

ہر قسم کی کتابت نہایت پابندی وعدے پر دینے والا

دفتر دار الارقام محبوب گنج لکھنؤ

جلد ۱۲ نمبر ۶

مضامین پنچ

(مورخہ ۱۲- فروری ۱۹۳۶ء)

ہندو مہاسبھا کا خیال

"سالانہ جلسہ میں اظہار"

ہندو ہیں ہند کے فقط باشندے — یعنی جو ہند کے لیے جان کو دے
رہتی ہیں یہاں جو دیگر اقوام ہر قسم — وہ اپنے کو یاں بطور مہماں سمجھے

گر یہ نہیں چاہتے تو ہندی بن جاؤ — اس کے ہی راگ مل کے تم سب گاؤ
یہ کہنا نہ ہوگا ہم کو یہ دو دو دو — تم اپنے خیالوں کو بھی ہندی ہی بناؤ

ہندوستانی اسے کہو یا اُردو — ہندی ہے مگر شاہجہانی ہے یہ
یہ بولنے میں سمجھنے میں ہے آساں — اس پہ نہ چڑھاؤ تیوریاں اور ابرو

جو ہند میں رہتے ہیں وہ ہیں سب ہندی — اس میں نہ لگائے کوئی ہندی چندی
اک دن سمجھیں گے اپنے کو ہندی سب — اس خم خانے میں یہ کریں گے رندی

راقم

ہندی ندیم

افسانہ ناظمہ و عبدالستار

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۱۲- نومبر ۱۹۳۵ء)

(دوسرا باب)

عبدالجبار کو مرے کچھ اوپر دو برس ہو چکے ہیں۔ کاروبار بدستور چل رہا ہے۔ بادی النظر میں کسی قسم کی خرابی کے آثار نہیں پائے جاتے۔ البتہ عبدالستار کو وہ انہماک نہیں ہے جو مرحوم عبدالجبار اس کے باپ کو تھا۔ وجہ یہ کہ اُنکو یہی ایک کام تھا۔ اس بیچارے کا حلقہ احباب بہت زیادہ وسیع تھا۔ سیر و تفریح لو مختلف قسم کی اوباشیوں میں بپاس خاطر احباب آئے دن شرکت کرنے ناچ رنگ میں اور تھیٹر دیکھنے دکھلانے میں وقت زیادہ صرف کرنا پڑتا تھا اتنی فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ وہ اپنا قیمتی وقت اس فضول کام میں صرف کرے۔ دنیا کی دلچسپیوں میں نمایاں حصہ لینے والے ہر ایسے رئیس زادے کی طرح عبدالستار کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ وہ جتنا چاہے صرف کرے کم سے کم اس کی زندگی بھر روپے کی کمی نہیں ہو سکتی چار پانچ لاکھ روپیہ نقد اور زرخیز طلب ملازمین کے مرتب کردہ نقشہ جات آمدنی کی زیادہ تر فرضی میزانوں کو روزانہ دیکھ دیکھ کر اطمینان خاطر میں ترقی ہوتی رہتی تھی۔ ناظمہ بدستور اپنے بالاخانے پر رہتی تھی۔ اس کا غم ابھی تک غلط نہیں ہوا تھا بھائی بھاوج دونوں بظاہر اس کی دلجوئی اور خاطرداری میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے۔ ناظمہ بڑی عقلمند لڑکی تھی۔ زمانہ دیکھے ہوئے خیر اندیش نصیبن نے اُسے وہ نشیب و فراز بھی سمجھا دیے تھے جو اس قسم کی بے یار و مددگار اور در پردہ بار خاطر لڑکیوں کو اپنے حسن جہاں سوز کی بدولت جوانی دیوانی کی کٹھن منزلیں طے کرنے میں پیش آتے ہیں۔ عبدالستار جس محبت سے اس کے ساتھ پیش آتا تھا اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جاتا تھا مگر کوئی چھ مہینے سے ناظمہ کو بھائی کی محبت بھری نظروں میں وہ معصومیت نہیں نظر آتی تھی جس کی بدولت کشش سے یہ اپنے مرحوم چچا کی نصیحت فراموش کر کے اُسے اپنا ماں جایا سمجھنے لگی تھی۔

ناظمہ کا شمار حسین ترین لڑکیوں میں تھا۔ جب تک اس کا حسن جوانی سے ہم دوش نہیں ہوا اس وقت تک تو یہ اپنے پرائے کی نور نظر لخت جگر بنی رہی لیکن آغاز شباب نے اس کے گلستان حسن میں وہ گلکاریاں کر دیں اور ایسے ایسے نادر و نایاب بیل بوٹے لگا دیے کہ صنف نازک کے لیے باعث رشک و حسد اور صنف غیر کے لیے محبوبہ دلنواز اور قابل پرستش دیوی ہو گئی تھی۔ جو دیکھتا تھا کلیجہ پکڑ کے رہ جاتا تھا۔ ناظمہ کا قد میانہ۔ جسم سڈول اور ناک نقشہ بے عیب تھا۔ رنگ خوب گورا تھا اور اس رنگ میں اثر الشباب کا شہاب کچھ اس مناسبت سے ملا دیا گیا تھا کہ اس نے نمایاں ہو کر اس سموئے ہوئے رنگ میں دلکشی کے سیکڑوں رنگ پیدا کر دیے تھے اور ہر رنگ میں خوبی یہ تھی کہ جاذب نظر ہونے کے ساتھ اپنے اندر یہ اثر بھی رکھتا تھا کہ ناپاک نظروں کو معصوم بنا دے یہی سبب ہے کہ عبدالستار ایک بے اصولی اور بے حیا بازاری دل فروش ہونے کے باوجود اپنی محبت ناظمہ کے ساتھ اب تک برادرانہ حدود سے تجاوز کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔

عبدالستار کی بیوی یعنی ناظمہ کی بھاوج صورت شکل کے اعتبار سے اگر اچھی نہ تھی تو بُری بھی نہ تھی مگر تھی بڑی کمینی عورت۔ تنگدل۔ تنگ خیال۔ بدنفس اور بدخصال۔ اس کی ماں کا شمار اُن پیشہ ور عصمت فروش عورتوں میں تھا جو ٹکہائیاں کہی جاتی ہیں۔ رنگ روپ ذرا اچھا تھا ایک بڑے رئیس کے لذت بخش کارکن اپنے مالک کی وقتی ضرورت کے لیے جلدی میں بنا چنا کے اِن ہی کو لے گئے۔ بن پڑے کی بات ہے تارورہ ایسا ملا کہ برس دو برس پڑی رہ گئیں اور جب واپس آئیں تو زر و زیور کے ساتھ رئیس کی بداعمالیوں کا نتیجہ بطور زندہ یادگار کے اس لڑکی کو بھی ساتھ لائیں۔ رئیس چاہے

جیسے ہوں مگر تھے زمیندار اپنی بات پر آجاتے تھے تو لاکھ کا گھر خاک کر دینے میں تامل نہیں کرتے تھے ہم چشموں نے کہیں اس ذلیل تعلق پر طعنہ دیا پھر کیا تھا طبیعت ضد پر آگئی۔ ذرے کو آفتاب بنا دیا۔ گھو کو مہتاب خان کر دیا لڑکی امراؤ بیگم ہو گئی۔ ٹوٹا لگا کچا مکان محل بن گیا وردی پوش دربان پہرہ دینے لگے۔ ہواتک کو اندر جانے کے لیے پاس لینا پڑتا تھا۔ امراؤ بیگم روز بروز بڑھنے لگی چھوٹی سے بڑی اور دیکھتے ہی دیکھتے قبل از وقت جوان ہو گئی۔ رئیس اس فکر میں ہوے کہ کہیں اچھی جگہ شادی کر دیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے صلبی سلسلہ کا شمار کسب داروں میں ہو جائے تو اپنے پرائے کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔ عبدالجبار کو دھوکا دیا گیا۔ عبدالستار نادیدہ عاشق بنائے گئے اور اس طرح مخمل میں یہ گاڑھے کا پیوند لگا دیا گیا۔ امراؤ بیگم کا ایک بھائی تھا شوکت نام بڑا پکا بدمعاش کبھی کبھی بہن سے ملنے کچھ رقم اینٹھنے کے لیے اس گھر کا بھی پھیر اکر لیا کرتا تھا ناظمہ کو کہیں دیکھ لیا تھا ہزار جان سے عاشق بنا اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح یہ سونے کی چڑیا ہاتھ لگے۔ بہن نے یہ مہم سر کرنے کی حامی بھر لی تھی اس وجہ سے ناظمہ کی خاطر و مدارات میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا جا رہا تھا۔ فی الحال اپنے بنے بنائے گھر کا یہ نقشہ اور اس کے رہنے والوں کا یہ حال تھا۔

مارچ کا مہینہ جمعرات کا دن اور دوپہر کا وقت تھا امراؤ بیگم کسی تقریب کی شرکت کے لیے کہیں گئی ہوئی تھیں میدان خالی تھا عبدالستار ایک زمانے کے بعد بہن کے ساتھ کھانا کھانے کی غرض سے اندر آیا۔ دسترخوان بچھا اور دونوں بھائی بہن کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔ عبدالستار کو معلوم نہیں کیا کچھ کہنا تھا مگر باوجود کوشش اس کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ دل نادان کی ارمان بھری باتیں بڑے ذوق و شوق سے زبان تک آتی تھیں مگر منھ سے نکلنے نہیں پاتی تھیں نوالے کے ساتھ پھر جہاں کی تہاں پہونچ جاتی تھیں۔ آڑی ترچھی دزدیدہ نظریں ناظمہ کے گل سے گالوں پر پڑتی اور حسن کا منظر لے کر واپس آتی تھیں کبھی کبھی آنکھیں چار بھی ہو جاتی تھیں مگر معلوم نہیں کہ اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کیا کہہ دیتی تھیں کہ دونوں جلدی سے اپنی نظریں ہٹا لیتے تھے۔ عبدالستار کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور ناظمہ آپ ہی آپ شرم و حجاب سے پسینے پسینے ہو جاتی اور اس کا رنگ رخ بجائے معمول سے زیادہ سرخ ہو جاتا تھا۔

کھانا نبیٹا دیر میں ختم ہوا برتن بڑھا لیے گئے ہاتھ دھوتے وقت نیچی نظریں کیے عبدالستار نے کہا "ناظمہ مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنا ہیں ہاتھ دھو لو تو یہیں بیٹھ کر باتیں کریں۔

ناظمہ۔ لیجیے میں ہاتھ دھو چکی۔ آپ اس کرسی پر بیٹھ جائیے میں یہاں تخت پر بیٹھی جاتی ہوں۔

عبدالستار۔ (اسی طرح آنکھیں جھکائے ہوئے) میں آج کل بڑی روحی تکلیفات میں مبتلا ہوں ... زندگی سے بیزار ہو رہا ہوں۔ تمھاری بھاوج نے ایسا ستا رکھا ہے کہ اب میرا جی چاہتا ہے کہ یا تو خودکشی کر لوں یا ان کو طلاق دے کر اپنا پیچھا چھڑا لوں۔

ناظمہ۔ بھیا ایسی باتیں منھ سے نہ نکالو خدا نہ کرے کہ ان میں سے کوئی بات ہو۔

عبدالستار۔ نہیں ناظمہ کچھ نہ کچھ ہو کے رہے گا۔ خودکشی اول تو گناہ ہے دوسرے مجھ سے ہو نہ سکے گی البتہ طلاق دینا بہت آسان ہے۔ روپیہ تمھاری دعا سے میرے پاس بہت ہے پچھتر ہزار مہر کے دے کر آج ہی کل میں اس کمبخت بدنصیب عورت سے اپنا پیچھا چھڑا لیے لیتا ہوں۔ ناظمہ کیا تم مجھے راحت پہونچانے اور میری آیندہ زندگی کو تابناک بنانے کا کوئی وعدہ کر سکتی ہو۔

اس آخر والے چھوٹے سے سیدھے سادے جملہ میں کیا افسوس بھرا تھا اور کیسی حسرت بھری آواز سے ادا کیا گیا تھا کہ ناظمہ سن کر تصویر کی مورت ہو گئی۔ رگوں میں خون تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگا۔ ایک رنگ آنے ایک جانے لگا۔ چہرہ تمتما گیا خوبصورتی میں اور اضافہ ہو گیا چھپی چھپائی ادائیں شمشیر بکف نکل آئیں اور عبدالستار کو چاروں طرف سے گھیر لیا وہ کچھ اور کہنے کو تھا کہ ناظمہ بولی:۔

بھیا اس سے تمھارا کیا مطلب ہے میں تمھیں کس طرح راحت پہونچا سکتی ہوں۔

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ شرائط اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۶۶)

بعدالت منصفی دوم بلند شہر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر
اجلاس جناب مسٹر احمد رضا صاحب بہادر منصف دوم بلند شہر
مقدمہ نمبر اجرا ۶۱۳ / سنہ ۱۹۳۵ء
رام پرشاد ولد نجا در سنگھ قوم کھتری ساکن قصبہ بلاسپور بعد اسکے بھجن لال ولد فنی دہر قوم کھتری ساکن قصبہ بلاسپور پرگنہ ڈنکور مدعیان

بنام

بیارے لال ولد گنیشی لال قوم برہمن ساکن قصبہ بلاسپور پرگنہ ڈنکور ضلع بلند شہر مدیون ڈگری
چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان میں ڈگری دار نے واسطے نیلام جائداد ذیل کے درخواست گزرانی ہے لہذا آپکو اطلاع دیجاتی ہے کہ تاریخ ۲۶ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔
آج بتاریخ ۴ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔
۱- ایک منزل مکان خام سہ سہرہ واقع قصبہ بلاسپور پرگنہ ڈنکور محدودہ ذیل
شرقی: مکان چمن برہمن — غربی: مکان مدد دیا — جنوبی: مکان کنول — شمالی: مکان نعیم
۲- ایک منزل مکان خام سہ درہ واقع قصبہ بلاسپور پرگنہ ڈنکور محدودہ ذیل
شرقی: دروازہ مکان ہذا — غربی: مکان سنگا — جنوبی: مکان تنقی — شمالی: مکان نعیم
۳- ایک منزل مکان خام سہ درہ واقع قصبہ بلاسپور پرگنہ ڈنکور محدودہ ذیل
شرقی: دروازہ مکان ہذا — غربی: مکان سنگا — جنوبی: مکان نعیم — شمالی: مکان بابو پیارے لال معہ کرم چند
ہر سہ مکانات اب بشکل ایک منزل سالم مکان محدودہ فصلہ ذیل کے ہو گئے ہیں۔

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
دروازہ مکان ہذا معہ راستہ گلی	مکان سنگا	مکان اللہ داسی لال	مکان لالہ بشمبر لال
	پسر جیون لال	ولد بھجن لال	جوکرات

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

کلید جفر اسم اعظم کی تجلی کلید جفر

وہ حضرات مجھ سے ایک صد روپیہ انعام وصول کریں جو کہتے ہیں عملیات حسب بعض ہمزاد تعویذات بے اثر ہیں۔ مستقبل جفر سے لاٹری ریس کا نمبر کوئی نہیں تبلا سکتا کیمیا نہیں بن سکتی۔ عمل انسان نظروں سے پوشیدہ وہ سب کو دیکھے اُسے کوئی نہ دیکھے کہیں نہیں ملتا۔ یہ کتاب عربی فقیر نے لکھی ہے اگر میری کتاب سے یہ سب بات حاصل نہ ہو یا میری کتاب کا ہر عمل نسخہ مثل تجلی کے اثر نہ دکھائے کتاب کی قیمت واپس سو روپیہ نقد انعام ساتھ ہی بہ لعنت کہنا قیمت حصہ اول ہے حصہ دوم ہے
کشمیری لذت النسا باتصویر کوکا پنڈت کی اصلی کتاب قسم اول ہے قسم دوم تحفہ کوک شاستر باتصویر ع
طبیب روحانی ماہوار رسالہ جس میں رمل جفر نجوم عملیات پر مکمل بحث اخلاقی تمدنی مضامین رہتے ہیں سٹہ ریس لاٹری کے نمبر ماہوار نکلتے ہیں سالانہ قیمت ۱۲ر چند کتب طلسم حیرت ۸ر تعویذ حب ۸ر دعا معید المحبت معہ مومنی منتر ۸ر سکھی مذہب کا دہل ۲ر دیوان جان صاحب ۸ر دیوان جرکین ۸ر رہنے کا کورس ہے ہر قسم کے تعویذات کے لیے خط کتابت ہو فہرست بدریعہ سر نگ مفت
روحانی انجمن ڈاک خانہ تالفتہ ضلع سہارنپور

عبدالستار۔ میری شریک زندگی بن کر۔ شرع شریف
کے مطابق میری دل و جان کی مالک اور میری بیوی بن کر۔
ناظمہ۔ (شرم و حجاب اور اپنے بڑھتے ہوئے غصہ پر
غالب آکر) چپ رہو۔ شرم کرو۔ چلو بھر پانی میں ڈوب
مرو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ تم میرے دودھ شریک
بھائی ہو میں نے تمھاری ماں کا اور تم نے میری ماں کا
دودھ پیا ہے۔ خبردار اب کبھی ایسے ناپاک الفاظ
زبان سے نہ نکالنا۔ جاؤ باہر جاؤ میری تمھاری ملاقات
اب ختم ہونا چاہیے۔

جواب کا انتظار کیے بغیر ناظمہ اپنے کمرے
میں چلی گئی اور عبدالستار ہاتھ ملتا شرمندہ اور شرمسار
بیوی کو ساتھ لیے باہر چلا گیا۔ ڈیوڑھی نانگتے وقت
اس کو محسوس تو ہوا مگر اس نے کچھ خیال نہیں کیا کوئی
شخص زینے سے اتر رہا تھا اس کو دیکھ کر پھر اوپر
چلا گیا۔ (باقی آیندہ)

زار ہند لکھنوی

سگ لیلیٰ سے منھ چھوا کر لیلیٰ سے لفٹ لیے

(ایک مختصر ناول)

خدا عشق بازی کا ستیاناس کرے۔ نہ جانے وہ کون لوگ ہوتے
ہیں جو عشق کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ یہاں تو آپ
جانیے سر منڈاتے ہی اولے پڑے کہ چندیا صاف ہوگئی۔
توبہ بھول گئی۔ بسم اللہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ محبوبہ دل آرام
نے وہ سبق پڑھا دیا جو عمر بھر نہ بھولے گا۔ ہمیشہ کے لیے
کان ہو گئے۔

قصہ یوں ہوا کہ میں نے کاروبار کے سلسلے میں تین بار
وطن چھوڑا اور کچھ خرید فروخت کرنے ایک ریاست میں
پہونچا۔ یعنی آبادی طبع لطیف پر گراں تھی اس لیے ایسے
ہوٹل میں قیام کیا جو شہر کی گوٹ پر ٹکا ہوا تھا۔ کاروبار
دیکھنے بھالنے لگا۔ ایک دن ایک پارسی نازنین، رہزن
عقل و خرد پر نگاہ پڑی جو اسی ہوٹل میں ٹھہری تھی۔ نگاہ
کا لڑنا تھا کہ میں کچھ ایسے چکر میں آیا کہ دنیا ہی میں
متاع ہوش و حواس کا دیوالا نکال دیا۔ کاروبار کو بھولا
گھر بار کو بھولا۔ اور دن رات اسی کے آشیانے کے گرد
منڈلانے لگا۔ یہی فکر تھی کہ آتش حسن سے آنکھوں کو
سینکوں جو کھٹک کر ہو۔ چونکہ اس راہ سے بیگانہ
تھا اس لیے کہ بہ تکے پن سے چلا کہ وہ چنچل تاڑ گئی۔

ایک دن کا قصہ ہے کہ ہوٹل کے سامنے ایک بھونڈا
تماشا کھا رہا تھا ریچھ خلقت تھا۔ مالک کہتا "ناچ تو
ناچ" کے حکم کی تعمیل کرنے میں کوتاہی کرتا۔ ریچھ والا
جھنجھلا جھنجھلا کر جیسا ہے کہ میری طرح زدوکوب کرتا تھا۔
میں کھڑا "گوشت خرد ندان رگ" کا تماشا دیکھ رہا تھا
کہ پیاری سی آواز آئی۔

"آپ دیکھتے ہیں اس ریچھ والے کی نالائق حرکت کو؟"
میں نے پلٹ کر دیکھا تو میری آنکھوں کی سیاہی دل کی
روشنائی برابر کمرے میں کھڑی کھڑکی سے میری طرف
دیکھ رہی ہے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ اس غریب کی کس نالائق
حرکت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ خود ہی بولی۔

"آپ تو یورپ ہی طرف کے رہنے والے
ہیں۔ اُدھر کے لوگوں کی یہ بات مجھے بہت پسند ہے
کہ بڑے نرم دل ہوتے ہیں۔ کیوں صاحب آپ کو
ریچھ پر بیچارے پر یہ مظالم دیکھ کر ترس نہیں آتا۔"

اس کا مجھ سے بات ہی کر لینا کیا کم تھا اتنا اور
اضافہ ہوا کہ وہ ہماری طرف کے لوگوں کو پسند فرماتی
ہیں۔ ہم بھی تو اپنی طرف کے لوگوں کے ایک فرد ہیں
گویا اس طرح ہماری ذات بھی پسند کرنے کے قابل ٹھہری
"بہ نصیب! اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے"
میں نے ضرورت سے زیادہ مستعدی دکھا کر جواب دیا۔

"ضرور صاحب! ریچھ والے کا یہ ظلم اس قابل
ہے کہ اس کے خلاف اخباروں میں احتجاج کیا جائے۔
جلسے کر کے رزولیوشن پاس کیے جائیں اور حضور
وائسرائے صاحب بہادر کی خدمت میں ایک بار ...."
میری بات کاٹ کر اس ماہرو نے کہا۔

"بالفعل آپ صرف اتنا کیجیے کہ جا کر اس ریچھ
غریب کو ان مظالم سے بچا دیجیے۔ یہ احسان میرے
سر ہوگا۔"

تعریف کیجیے میری عالی ظرفی کی جو مجھے اس ریچھ
خبیث سے رقابت میں پیدا ہوگئی۔ ورنہ یہ الفاظ
"یہ احسان میرے سر ہوگا" کچھ ایسے ویسے نہ تھے کہ کوئی
شخص آسانی سے پی جاتا۔ کم از کم ایک منٹ کے لیے
انھوں نے میری طبیعت میں بھی قرار تو پیدا ہی کر دیا۔
مگر تعمیل ارشاد کا بوجھ زیادہ گراں تھا میں فوراً اشتانہ
باندھ کر مرتبع واردات پر پہونچ گیا۔

یہاں تماشا دیکھنے کو ٹھٹ کے ٹھٹ لگے تھے۔
میں نے اندر گھسنے کی کوشش ہی کی تھی کہ مجمع میں ٹھنس کر
رہ گیا۔ اس طرح کہ ٹانگیں زمین سے اٹھ گئیں۔
نقل و حرکت کے لیے دوسروں کا مرہون احسان ہونا
پڑا کیونکہ میں اپنی جگہ پر ایسا "فٹ" تھا جیسے بوتل میں
کاگ۔ میں نے گھبرا کر دہائی تہائی جو مچائی مچائی بار
میں یاد آیا تماشا دیکھنے سے مجھے اصل غرض سے گھر کیا
جانے دو۔ بارے ایک شخص کو رحم آیا اس نے کسی نہ طرح
مجھے اس مقام سے نکال لیا۔ باہر آکر میں نے بحسرت و
ہوٹل کی کھڑکی کی طرف دیکھا اس طرف سے اشاروں میں
ابھی تک فرمان جاری ہو رہے تھے۔ غالباً میرے حملے
اور باقاعدہ پسپائی کا بھی مشاہدہ کیا گیا تھا چنانچہ اشاروں
ہی اشاروں میں میری ہمت افزائی بھی کی گئی۔ اب میں
سوچتا ہوں کہ یا اللہ کیا کروں اور اس مظلوم ریچھ کو کیونکر
ظالم انسان کے ہاتھوں سے چھڑاؤں۔ پہلے تو جی میں آیا کہ

لاؤ میاں کھڑے ہو کر دھکا دیتے گئیں۔ اور لوگوں کو سمجھائیں
کہ کسی غریب الدیار ریچھ کو بری طرح مارنا اخلاقیات۔
مذہبیات عقلیات اور بہت سی بڑی بڑی بات کے
اصول کے قطعی منافی ہے۔ مگر یہ ڈر ہے کہ کہیں میری
تقریر نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر نہ رہ جائے۔
یعنی کوئی سنے ہی نہیں۔ حالت یہ تھی کہ جب پلٹ کر
ہوٹل کی کھڑکی کی طرف دیکھتا ہوں وہاں سے بزبان
اشارہ و کنایہ ایک نئے باقاعدہ حملے کے احکام صادر
ہو رہے ہیں۔ اور جب اپنی طرف دیکھتا ہوں تو ننگ پیری
ہے جوانی میری" بارے ایک تدبیر دماغ میں گھسی۔ وہ
یہ کہ ریچھ کو خرید لو۔ واللہ کیا تدبیر تھی۔ میں خود ہی
اپنے کو شاباش شاباش کہتا مجمع کے گرد گھومنے لگا۔
ایک آدمی مطلب کا نظر آیا یعنی خوب موٹا تازہ۔ الغرض
میں نے کہا دوست ایک کام کرو آٹھ آنے پیسے
دوں گا۔ تم کسی تدبیر سے "مجھے" میں" پر کر" اس پار
نکالو۔ وہ فوراً آمادہ ہو گیا اور ایک دفعہ کھکھلا کر
بولا مجمع پر حملہ کیا ہے تو ادھر دھکا اُدھر ریل پیل
دھینگا مشتی۔ سیدھا۔ وہ اڑا اڑا دھم۔ یہ اچھا کوچہ تھا
راستہ صاف اور میں اندر پہونچ گیا۔ تماشا ختم کے
قریب تھا میں نے فی الفور ریچھ کی خریداری کا تذکرہ
بلا تمہید و دیباچہ چھیڑ دیا۔ پہلے تو ریچھ والا سمجھا کہ
میں مذاق کر رہا ہوں مگر جب میری سنجیدگی اور جوش
وخروش کو دیکھا تو معاملے کی بات چیت کرنے لگا آخرکار
پچاس روپیہ پر معاملہ طے ہو گیا میں نے دس دس کے
پانچ نوٹ اس کے حوالے کیے اس نے ریچھ کی باگ میرے
ہاتھ میں تھمائی اور چلا ہوٹل کی طرف۔ ایک خلق میرے
پیچھے تھی۔ لڑکے نالائق نہ معلوم کیوں غل مچا رہے تھے۔
مجھ پر آوازے کسے اور بے قصور ریچھ پر ڈھیلے برساتے
میں کس کس کو روکتا کس کس کی زبان میں باگ دیتا۔ یہ
سوچا کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے ان کمبختوں کو عنقریب
ان کے کیے کی سزا ملے گی۔ ہوٹل چلا آیا میری خرس نواز
دلربا دوڑ کر بھاگتی ہوئی باہر آگئی اور بولی۔
"یہ آپ نے اچھا کیا۔ دیکھیے بیچارہ کتنا بھولا ہے غریب
ہانپ رہا ہے" اس کلمونہے جانور کو اس طرح تھپتھپایا
گویا خرس قالین تھا اور پھر کہنے لگی۔

"آپ اس کو اپنے ہی پاس رکھیے گا۔ آپ کے باغ میں
گھوما کرے گا اور بچوں کے ساتھ کھیلے گا"
اتنا سنکر مجھے خیال آیا کہ اس بد ظاہر و بد باطن چوپائے
کو کروں گا کیا؟ کیا سچ مچ مجھے اس کو پالنا ہی پڑے گا۔
آج تک کسی بھلے مانس نے ریچھ پالا ہے؟ یہ بھی کوئی
بلی کتا ٹھہرا۔ یہی سوچنے لگا کہ اس کو حق بحقدار رسید کرو
یعنی اسی نازنین کو دیدو۔ مگر وہ غالباً میرا عندیہ بھانپ گئی
اور بولی۔
"میں اس کو اپنے پاس رکھتی لیکن میری شریعت میں ایسا
کرنا سخت حرام ہے۔ کیونکہ اس انعام کے آپ ہی مستحق ہیں"
اس وقت کی "چہ کنم" کا حال نہ پوچھیے۔ میں بیچارہ
معمولی حیثیت کا آدمی میرے پاس باغ داغ کہاں جو
اس کے رہنے کے لیے خالی کیا جائے۔ اتنا روپیہ کہاں
جو اس جانور کی خدمت گزاری کے لیے ملازم رکھا جائے
مگر مستقبل کی زحمتوں پر ابھی کافی غور ہوا بھی نہیں تھا کہ حال
کی فکروں نے آگھیرا۔ آخر ریچھ رہے گا کہاں؟ کیا میرے
ساتھ میرے کمرے میں۔ یا اس کے لیے کوئی اور کمرہ کرایہ
پر لینا پڑے گا۔ میں اسی سوچ بچار میں غلطاں و پیچاں تھا
کہ منیجر صاحب بپھرے ہوئے آپہونچے بہت خفا۔
بہت ناراض کہ صاحب آپ یہ کیا بلا اپنے ساتھ لگا لائے
ایرے غیرے نتھو خیرے سب ہی کچھ ہوٹل میں گھسے
آ رہے ہیں۔ ہوٹل نہ ٹھہرا کوئی تھیٹر یا سرکس ٹھہرا۔ آپ کا
جی چاہے تو رہیے آپ کا گھر ہے۔ مگر صاحب اس ریچھ کو ہوٹل
میں نہیں رہنے دوں گا۔ میں جواب کے پوائنٹ تلاش کر رہا
تھا کہ اتنے میں میری خرس پسند محبوبہ ذرا بگڑ کر بولیں۔
"یہ آپ رکھنے کیسے نہیں؟ کیا جو لوگ ہوٹل میں ٹھہرتے
ہیں وہ اپنے پالتو جانور فروخت کر ڈالتے ہیں فلاں بیگم کا
کتا ان کے پاس رہتا ہے فلاں صاحب بہادر کے پاس بلی ہے
سوداگر صاحب کے پاس چار گھوڑے رہیں۔ ایک میرے
ہی جانور کے لیے جگہ نہیں ہے۔ آپ اسکو اصطبل میں رکھ
سکتے ہیں موٹر خانے میں رکھ سکتے ہیں اس کے لیے باورچی خانے
کے پاس کوئی کمرہ خالی کرا سکتے ہیں۔ اگر اس پر آپ نہیں
راضی ہیں تو آج ہی ہم سب لوگ اس ہوٹل کو سلام کرتے ہیں"
میں نے دل میں کہا اگر اسی طرح یہ میری طرفداری کرنے کا
وعدہ کریں تو میں ایک کیا دس ریچھ پال لوں بیگم صاحبہ

کی چھوٹی سی زبان اس تیزی سے فصاحت کی پٹری پر
چلنے لگی کہ منیجر صاحب کے ہوش درست ہو گئے۔ کچھ رعب
حسن اور کچھ خطرۂ نقصان نے ان کو زیر کیا اور بمشکل تمام
ریچھ کے لیے موٹر خانہ عنایت کرنے پر راضی ہو گئے۔ بارے
ایک مرحلہ خدا خدا کر کے طے ہوا۔ اور ساتھ ہی ساتھ میں
بھی دل میں خوش کہ چلو ریچھ کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا یا اتفاقاً
کی تقریب بن آئی۔ خدا تمام عاشقوں کو ایک ایک ریچھ
نصیب کرے اور پھر اس کی بدولت ان کی مطلب برآری
ہو۔ کیا انقلاب ہے ابھی چند منٹ قبل میرے سامنے
وہ سیاہ منظر تھا کہ میں ہوں اور ناشدنی ریچھ ہے۔ کچھ میں
نہیں آتا کہ اس بلائے بے درماں کو کہاں لے جاؤں
کہاں رکھوں اور اب مستقبل کا یہ نقشہ ہے کہ میں
اور میری خرس نواز محبوبہ۔ دونوں کے بیچ میں بھاگوان
فرشتہ صفت نیک خصلت سعادتمند ریچھ ہے یہی یکجائی
اور مطلب برآری کا ذریعہ بنا۔
موٹر خانہ صاف کیا گیا۔ ریچھ صاحب کے لیے فرش
بچھایا گیا پھر ہم لوگوں نے ان سے آرام فرمانے کی گزارش
کی اور خود باہر آنے لگے۔ مگر توبہ وہ کہاں ماننے والے تھے
غرّاں غرّاں کرکے ہم لوگوں کے پیچھے دوڑے۔ دو چار
مسافر جو تماشا دیکھنے آ گئے تھے حضرت منیجر صاحب سمیت
ایسے بے تحاشا دُم دبا کر بھاگے گویا بھولا بھالا ریچھ ہوّا کاشمیری

بسرپرستی حضور نظام خلد اللہ ملکہ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء　　ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

تار کا پتہ　　شاخ

"حنا"　　قنوج حیدرآباد دکن

لکھنؤ　　دہلی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

جولاہے کا تیر ہے خدا جھوٹ کرے

"سب جھوٹ ہے ہم کو مرنے کی عادت نہیں۔ تم بکا کرو حبش میں جا کے یہ آلہ بھی بدمعاش ہوگیا"

تو تھا۔ سچ پوچھیے تو میری بھی جان نکل گئی۔ مگر بیگم صاحبہ میں چوکڑی ایسا بھولا کہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔ شاباش ہے میری خوش نوازی کو۔ وہ فوراً چمکارتی ہوئی دوڑیں۔ کیا ہے؟ کیا ہے؟ بھوکا ہے؟ بھوکا ہے؟ ہاں صاحب بھوکا ہے اس کے کھانے لیے کچھ منگواؤ۔" اتفاق سے بیگم صاحب کی ملازمہ دور کھڑی تھی انھوں نے اس کو آواز دی۔ وہ بھی ہوئی آئی اور چوں کے بعل اسی طرح چوکنی کھڑی ہوئی کہ خطرے کے قبل وقت فوراً ٹل جائے۔ بیگم صاحبہ نے فوراً حکم دیا۔ "یہ بھی دوڑ کر ایک پیالی چائے اور دو توس ریچھ کے واسطے لا۔"

میں "چائے اور توس۔ ریچھ کے لیے!!"

بیگم صاحبہ "کیوں؟ کیا ریچھ یہ نہیں کھاتا پھر کیا کھاتا ہے؟"

یہ نیا مسئلہ تھا کہ ریچھ کیا کھاتا ہے؟ ہندو ہے جو پوتر بھوجن یعنی پوری کچوری، ترکاری، ابلے مٹر، اچار چٹنی کا تھال میں لگا کر اس کے لیے منگایا جائے یا مسلمان ہے جو پلاؤ، کباب، قورمے کی فرمائش کی جائے۔ ریچھ والا جا چکا تھا اور خود ریچھ سے پوچھنا بیکار تھا۔ اب یہ مسئلہ ہم دونوں کو ملازمہ کے مشورے سے حل کرنا تھا۔ پارسی زمین نے تو فوراً فیصلہ کر دیا کہ:—

"ایسا بھولا نیک جانور سوائے دودھ کے اور کچھ نہ کھاتا پیتا ہوگا۔"

(باقی آیندہ)

راف—————ت

افلاطون وقت

معلم المعلمات کی تعلیمی معلومات

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک خوف تو اس بات کا ہے کہیں آپ یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ اودھ پنچ کے قیمتی کالم ملاطوطن کی بکواس پر تبصرے کے لیے وقف نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے علاوہ ان رباعیات کے سرورق کا آخری صفحہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ آپ نے اور چند تصانیف کے ذریعے بھی جان سخن پر کرم فرمایا ہے اور ان پر تبصرہ بھی ضروری ہے اس لیے میں ان رباعیات کے قصے کو مختصر کرتا ہوں ورنہ سچ پوچھیے تو کوئی رباعی ایسی نہیں جو شاعری کی خامی سے خالی ہو۔ یا جس میں کوئی خاص خوبی ہو۔ سب سے بڑی خرابی اسرائیلی صاحب کی رباعیات میں یہ ہے کہ انھیں بچوں کی زبان لکھنا ہی نہیں آتی اور نہ وہ یہی جانتے ہیں کہ اخلاقی باتیں کس ڈھب سے ان کے ذہن نشین کی جائیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ چھوٹے بچوں کے لیے کوئی کتاب خواہ وہ نثر میں ہو یا نظم میں لکھنا آسان نہیں۔ یہاں بڑے بڑے علامہ فہامہ سپر انداختہ اور عاجز ہیں۔ مگر ہمارے یہاں دستور قابلیت کی قدر دانی کا نہیں۔ ہاں نمبری شاید کی قدر افزائی ہوتی ہے۔

انصاف کا واسطہ دے کر میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا اردو کی پہلی کتاب پڑھنے والے بچے نظام عالم، نقش عمل، ماضی و مستقبل، قلزم نسیان، مشاطۂ قدرت، آئینہ دریا، عکس عنا، ارتباط، انبساط، نشاط کے سے دلنشین الفاظ سمجھ سکتے ہیں؟ ابھی بچوں کا سمجھنا تو درکنار اس محکمے کے بعض استاد اور اکثر استانیوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ لیکن سمجھنے اور سمجھانے کے مقصد کو تو وہ شخص مدنظر رکھے جو خود بھی تعلیمی باریکیوں سے واقف ہو۔ اے حضرت یہاں کتابیں بکنے سے غرض ہے خواہ وہ لغویات کا تودہ ہی کیوں نہ ہوں۔

جناب معلم المعلمات صاحب نے سخنوران پیشین کے کلام پر بڑی جسارت کے ساتھ ڈاکا بھی ڈالا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو آپ کی یہ رباعی؎

آبادی سے گذرو کوہ و صحرا دیکھو ٭ کہسار میں آئینۂ دریا دیکھو
مشاطۂ قدرت کے اس آئینہ میں ٭ ہنستے ہوئے گل کا عکس زیبا دیکھو

ہمارے لکھنؤ کا شاید ان پڑھ بچہ بھی کوئی ایسا نہ ہوگا جسے بادشاہ سخن میر انیس کی یہ رباعی یاد نہ ہو؎

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں ٭ یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے ٭ حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

کہاں روح کو وجد میں لانے والی یہ پاکیزہ رباعی اور کہاں اسرائیلی صاحب کی تھوپ تھاپ۔ بہرحال آیئے دیکھیں تو سہی کہ ملاطوطن صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ مشورہ دیتے ہیں کہ جب تمھیں لو وحشت سے دور انگلی کھائے تو آبادی سے سر پر پیر رکھ کر نکل بھاگو اور پہاڑیوں و صحراؤں میں لنگوٹی باندھے میاں مجنوں کے ہمزاد بن کر ٹہلنے لگو۔ پھر کہسار میں دریا کا آئینہ یعنی دریا دیکھو۔ اب کون ملاطوطن سے کہے کہ کہسار سے دریا نکلتا تو ہے مگر وہ کہسار میں نہیں ہوتا۔ کوہسار اصل میں پہاڑی شہر کو کہتے ہیں۔ اگر بالفرض ملاطوطن کی خاطر سے ہم یہ مان بھی لیں کہ کوہسار میں بیٹھ کر ہم دریا بھی دیکھ سکتے ہیں تو دریا میں ہرگز پھول نہیں کھلا کرتے۔ البتہ بعض آبی پھول ہوتے ہیں جو ٹھہرے ہوئے تالاب، جوہڑ وغیرہ میں ہوتے ہیں۔ مثلاً کوکا بیلی وغیرہ۔ لیکن اگر ہمارے معلم المعلمات صاحب انھیں بھی دریا سمجھتے ہیں تو وہ معلمات کو اسباق الاشیاء پڑھا چکے!!

ایک رباعی اور سنیے۔ اس کا عنوان ہے "دعوت کے آداب"؎

دعوت میں کسی کے گھر اگر جاؤ تم ٭ تہذیب سے بیٹھو اور کم کھاؤ تم
کپڑے نہ ہوں داغدار کھانے سے کبھی ٭ ایسا نہ ہو محفل میں شرماؤ تم

اول تو اس نصیحت میں دعوت کی تخصیص سے یہ پتا چلتا ہے کہ جب تم گھر میں ہو تو ان تمام لغویتوں اور بدتہذیبیوں کے شوق سے مرتکب ہو سکتے ہو۔ حالانکہ شرفا کے لیے سب سے بڑا دار التہذیب اپنا گھر ہی ہے۔ اس کے علاوہ کم کھانے کی نصیحت میں تو مولانا اسرائیلی صاحب بچوں کو اس ریاکاری کی پیروی کا مشورہ دے رہے ہیں جس کی حکایت حضرت سعدیؒ نے گلستاں میں لکھی ہے۔

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ او ۵)

نمبر مقدمہ ۲۶۲/۴۲۳ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جج خفیفہ بہادر کانپور ضلع کانپور

نرم اشیوارداس بالک روااتمہ مانچ کانپور زیر ربیعہ کانکا پرشاد ولد بابا دیو پرشاد قوم [illegible] ساکن [illegible] شہر کانپور مدعی

بنام

زم رام نرائن مرلید هر مدعاعلیہ بنام مرلیدهر ولد نامعلوم قوم [illegible] ساکن امین آباد [illegible] والی گلی شہر لکھنؤ مدعاعلیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت [illegible] ۵ [illegible] دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۷ فروری سنہ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوی کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہیں [illegible]

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ [illegible] ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اس میں تو کسی قسم کا شبہ نہیں کہ ملا طوطن صاحب اس نصیحت پر عمل پیرا ہوں گے یعنی وہ جب کسی کے یہاں دعوت میں تشریف لے جاتے ہوں گے تو گھر ہی سے ناکوں ناک پیٹ بھر کے جاتے ہوں گے یا وہاں سے تشریف لاکر پھر اپنے گھر میں کھانا اُڑنگ فرماتے ہوں گے۔

یہ نصیحت ملاحظہ ہو سہ

اسکول میں سامان سنبھالوا دیا استاد کو ہر کام نکھالوا اپنا
ملحوظ خاطر رہے کہ ہر کام میں کسی کام کو آپنے مستثنیٰ نہیں کیا
مثلاً اگر کسی لڑکے کو تبنیہ کے لیے جانا ہو تو وہ کہہ سکتا ہے
کہ چلیے جناب ذرا دیکھ لیجیے "پھر یہی تاکید آپ اُن جوان لڑکیوں کو بھی دے سکتے ہیں جو شادی شدہ ہیں بفور اسرائیلی صاحب سوچ کے جواب دیجیئے گا!!

بہرحال ان رباعیات پر یا لغویات پر تبصرہ نہیں ختم سمجھیے۔ انشاء اللہ دنیز باقوصت معلم اللعلمات صاحب کی دیگر تصانیف دستیاب ہونے پر کچھ اور عرض کیا جائیگا۔

راقم

آدر

مراسلہ برائے بحث

دہلی۔ ۲- فروری سنہ ۳۶ء

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ تسلیم

۲۶ جنوری کے اودھ پنچ میں مضمون متعلق "نور اللغات" نمبرہ انظر سے گزرا۔ اس میں لفظ "ڈپو" کی بحث میں فاضل مضمون نگار نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لفظ فرانسیسی ہے اور فرانسیسی زبان میں آخری حرف یا حروف تلفظ میں نہیں آتے۔ جیسے "ایڈی کانگ" لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا جاتا ہے "ایڈی کان"۔"

معلوم یہ ہوتا ہے کہ فاضل ناقد نے خود بھی لفظ کی تحقیق نہیں فرمائی۔ اول تو یہ کہنا کہ "آخری حرف یا حروف تلفظ میں نہیں آتے" بالکل مہمل سی بات ہے جب تک آخری حروف کی تعداد کی قید نہ ہو۔ اب ہا لکھنے کا سوال تو اسکو "ایڈی کیمپ" Aid-de-camp لکھا جاتا ہے اور ایڈی کانگ یا "ایڈی کونگ" پڑھا جاتا ہے۔ یا کیسے کہ تلفظ کے حروف میں اسکو [illegible] یا [illegible] لکھا جاتا ہے۔

لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فاضل ناقد اس پر دوبارہ توجہ فرمائیں اور اگر فاضل ناقد کی نظر میں جو کچھ میں نے لکھا ہے صحیح ہو تو اپنی توضیح کی تصحیح فرمائیں۔

میں یہاں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ کسی نکتہ چینی کی غرض سے نہیں بلکہ محض اس لیے کہ اودھ پنچ کے قارئین کرام تک جو چیز پہونچے وہ صحیح اور مستند ہو۔

خیر اندیش

مختار علی جعفری۔ ایم۔ اے مشن اسکول دہلی

لوگوں کو ایک فسادی کی بات کارہوتی ہے

نیت بخیر ہو اور رفاقت ہی مرغوب و مطلوب ہو پھر بھی جب پاسِ خوشامد درمیان آ جاتا ہے تو قلم یا منھ سے ایسی بات نکل ہی جاتی ہے جس سے دو آدمیوں میں کھٹ پٹ ہو جائے۔ ایک صاحب نے سرفراز میں مضمون لکھا مضمون تو مہاراجہ صاحب محمود آباد کی مدح میں مگر یار دوں نے اتنی چوٹ بھی کر دی (صاف الفاظ میں جس کا مفہوم یہ ہوا) کہ انھوں نے صاحبزادے محمود حسن خاں کا تخلص غصب کر لیا حالانکہ واقعہ بالکل اسکے خلاف ہے۔ مرحوم مغفور راجہ امیر حسن خاں بہادر کے دو تخلص تھے سحر اور حبیب جہاں مکیں مہاراجہ سر علی محمد خاں کے بھی دو تخلص تھے جو غالباً انھوں نے اپنے والد مرحوم سے ملتے ہوئے عمداً رکھے تھے یعنی ساحر و محبوب۔ راجہ صاحب بہادر حال سلمہ اللہ تعالیٰ کے بھی دو تخلص ہیں جو مہاراجہ مغفور نے اپنی زندگی ہی میں خود تجویز کیے تھے تجر۔ محبوب۔ راجہ صاحب بہادر دام اقبالہ اکثر اپنا کلام اپنے والد ماجد کو دکھلا لیتے تھے چنانچہ یہ رباعی بغرض اصلاح انھوں نے پیش کی تو چوتھا مصرعہ مہاراجہ نے یوں درست کیا سہ

ہے منزل مدح شاہ مطلوب مجھے
یہ رستہ ہاتھ آیا بہت خوب مجھے
مداح حبیب حق تھے میرے دادا
تعلیم محب نے کیا محبوب مجھے

بات اچھی سی ہے مگر غصب اور سرقہ کا الزام یوں خوشامد کی لپیٹ میں عائد کر دینا نہایت لغو ہے خدا نہ کرے آدمی ہر دلعزیز بننے کی سعی کرے پھر وہ آگے چل کے مخالف و موافق کی نظروں سے اُتر ہی جاتا ہے۔

ہفتہ وار
انگریزی اخبار [illegible] لکھنؤ
ضرور ملاحظہ فرمائیے [illegible]
سالانہ چندہ [illegible]

[illegible] جواہر
[illegible] اودھ پنچ
[illegible] ۱۹۱۶ء لغایت [illegible]

پانچ حصوں میں۔ یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ ابتک پانچ حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ پانچ سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز $\frac{20 \times 26}{4}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی چھ روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک ہے۔ المشتہر

منیجر اودھ پنچ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ

خضاب چھوڑو کیونکہ
اس تیل سے بال یکسان [illegible] بال کالے [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک [illegible] بال [illegible]
[illegible]
بال کالا اسٹور پوسٹ [illegible]

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتبخانے میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد [illegible] سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کیجائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء

کی قیمت فی جلد [illegible] محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ قیمتی عہ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی ایک روپیہ آٹھ آنے مفت ملیں گے۔ "منیجر اودھ پنچ لکھنؤ"

ہر قسم کی کتابت نہایت پابندی وعدے پر دینے والا
دفتر دار الارقام محبوب گنج
لکھنؤ ہے

ہفتہ وار
انگریزی اخبار سنٹینل رانچی
جسمیں نہایت پر لطف مضامین و [illegible] خبریں ہوتی ہیں ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ سالانہ چندہ [illegible]
[illegible]

یعنی وہ وہابی ہیں زندیق نہیں ہیں شبہات دل میں
ایسے بیٹھ گئے ہیں کہ کچھ کہتے سنتے نہیں بن پڑتی یہ
گورکھ دھندا کھولنا آسان نہیں۔ قبوں کی نسبت
شبہہ ہے مسجد کی نسبت شک ہے۔ اہل نجد کے
افعال پر یقین نہیں۔ مسلمانوں کی تفریق گوارا نہیں
خالص اسلام کے رواج پر بھی لہلوٹ ہے۔ غرض
جان عذاب میں ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
سلطان کی شامت آگئی ہے۔ انگریزوں سے بگاڑ
الجھانا دانشمندی سے بعید ہے۔ وہ بڑے بڑے
سرکشوں کو انگلیوں پر نچا چکے ہیں اُن کے ناخن بہر
بہت تیز ہیں۔

مسلمانوں پر ہر جگہ کوئی نہ کوئی آفت نازل ہے۔
یا اللہ تو ہی کوئی راہ دکھا۔"

حاجی دردمند ا: "گر ہم تو سنتے ہیں کہ لڑائی میں سلطان
ابن سعود کو شکست ہوئی۔ انھوں نے دسویں محرم
یعنی عین عید عاشورا کے روز قبۂ مطہرہ مدینے پر
گولے پھینکنے کا خوشگوار فرض مدینہ سے تین کیلومیٹر
کے فاصلے پر ٹھہر کے ادا کیا مگر اہل حجاز نے انھیں
مار بھگایا (فلسطین کا تار بنام شیخ مشیر حسین)۔

حاجی دہن گندہ: "اے تیرے منہ میں جہنم کی راکھ
پدر سگ نطفۂ نا تحقیق شریفی نمک خوار۔ چپ!
بھلا شیران دشت نجد پر شغالان اہل حجاز چیرہ دست
ہو سکتے ہیں۔ توبہ کرا بلیس۔ دیداری۔ جماعتی۔ ذالتی
کمالتی۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ غازیان دینداری
مجاہدین ستورشعار مدینے کو گھیرے ہوئے پڑے
ہیں۔ شکست کی خبر کی تکذیب لاہور کا غازی اخبار
کر چکا ہے اپنے باپ بریلی والوں......"

حاجی سرافگندہ: "حاجی صاحب آپ بہت زیادتی
کر رہے ہیں۔ آپ کو شاید اس بات پر غرور ہوگا کہ اب
تک آپ گالیاں بکتے رہے اور کسی شریف نے
آپ کے منہ میں لگام نہیں چڑھائی۔ میں سر جھکا کے
جو گالیاں دینا شروع کروں گا تو واللہ آپ ناچنے
لگیں گے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ کے مقابلے میں
دوسرا شخص گالیاں دینے کی قابلیت نہیں رکھتا۔
اہل غور و فکر نہایت عمدہ گالیاں تصنیف کر سکتے ہیں

جو شاید آپ کو خواب میں بھی نہ سوجھیں۔ آپ تو ہیں
ابن سعود کے غلام بلکہ اُس کی لونڈی کے احتلام
آپ زیادہ حد سے نہ بڑھیے تو اچھا ہے۔"

حاجی چندا: "ہاں ہاں بھائیو لڑائی بھڑائی نہ کرو۔
اس کے عوض تم صرف یہی کرو کہ جو خبر آئے کہہ دو
جھوٹ ہے۔"

حاجی دردمند ا: "اچی خبروں کا جھٹلانا بھی تو اس
وقت مشکل ہے۔ خلافت کمیٹی بیت المقدس کے تار
پر حاشیہ لکھتی ہے کہ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر
نجدی فوجیں ہیں۔ اب آپ خیال کر لیجیے ذرا
اپنے دل میں سمجھ جائیے کہ مدینے کے گنبد خضرا پر
چھوٹی چھوٹی گولیاں مارنے والے کون ہو سکتے ہیں۔
وہی ایمان فروش حجازی۔

ایک صاحب ابن سعود کو جھوٹ بولنے کی
چالیں سکھاتے ہیں یعنی تار دلوانا چاہتے ہیں کہ دیکھو
خبردار ایسا نہ ہو کہ تم روضے کے ساتھ گستاخی کرو۔
یار سمجھ بوجھ کے دیکھو حجازیوں سے سابقہ ہے یہ
گولیاں تو خود روضے پر برسائیں گے اور نام لیں گے
تمہارا لہذا بہتر یہ ہے کہ ہر گولے کے ساتھ جسے تم
مدینے کی طرف روانہ کرو کسی نہ کسی معتبر گواہ کو بھیجو
اور جب مدینہ خالی ہو جائے تو اکیلے نہ جانا دو
چار بھلے مانسوں کو ساتھ لے جانا۔

حاجی گورکھ دھندا: "ہائے سب جی چاہتا ہے
سر پیٹ لوں۔ دیکھیے اب یہ چال چلی جا رہی ہے
کہ شیعوں اور سنیوں میں جوتی چلواؤ۔ ایرانی وزارت
کو برا بھلا کہو۔ تاجروں کو صلواتیں سناؤ حسن امام کو
گالیاں دو۔ ابن علقمی کا دور سنیوں کو یاد دلاؤ آخر
شیعہ منہ میں زبان رکھتے ہیں اور ان کی زبان تو
ہمیشہ قینچی کی طرح چلتی رہی۔ کچھ نہ کچھ کہیں گے ضرور
ادھر منہ سے بھاپ نکلی اور نئے فتنے کا دل بادل
ان دونوں میں لڑائی ٹھن جائے گی اور سعودی بیگ
مونچھوں پر تاؤ۔ اپنی جان کی قسم یہ بھی گورکھ دھندا
ہے اور خواجہ حسن نظامی کی ذات بھی گورکھ دھندا
ہے۔ کہیں مولانا سید طاہر سیف الدین کا ساز رنگ
معاملہ تو نہیں ہے؟ واہ زرعلیہ السلام بھی تمہاری

بھی کیا کرامات ہے۔

حاجی چندا: "حجازیوں کی خلاف اسلام کارروائیاں
آخر کھلتی جاتی ہیں۔ لے دیکھو "خلافت" اخبار کیا لکھتا
ہے:۔

"اس خبر کے متعلق کہ وہابی مدینۂ طیبہ کے مقامات مقدسہ
پر گولہ باری کر رہے ہیں۔ بیروت کا ایک تار مظہر
ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ مدینے کی "قلعہ گیر" ہاشمی فوج
جو اس وقت محصور ہے مدینہ کے مضافات پر
گولہ باری کر رہی ہے جن پر وہابی قابض ہیں۔"

حاجی سرافگندہ: "اے حضت اس میں تھوڑی
سی عبارت رہ گئی ہے۔ ابھی مجھ سے مراقبہ میں
کوئی کہہ گیا ہے تار کی عبارت یوں تمام ہوتی ہے۔
"اور یہ گولے جو مضافات مدینہ یا مقبوضات
ابن سعود پر برسائے جاتے ہیں" پلٹ کے گنبد خضرا
پر گرتے ہیں۔"

حاجی گورکھ دھندا: "اور یہ معمّہ بھی قابل حل
ہے کہ شریفی بھگوڑے "قلعہ گیر" کب سے ہو گئے۔
وہ تو محصور تھے۔ قلعہ گیر بہادروں کا شیوہ ہے
نہ بھگوڑوں کا۔ اس کے علاوہ صاحب تار کی عبارت
کچھ اور کہتی ہے۔ تمہید کچھ اور کہتی ہے اور جس سرخی
کے تحت میں یہ خبر لکھی گئی ہے وہ کچھ اور فرماتی ہے۔
ایک سرخی ہے:۔

"خود شریفی فوج گولہ باری کر رہی ہے"

دوسری سرخی ہے:۔

"شریفوں کی ناپاک افترا پردازی کی حقیقت کا
اظہار رپوٹر کی زبان برق سے"

تمہید ہے کہ:۔

"پیرس ۹۔ستمبر اس خبر کے متعلق کہ وہابی مدینۂ طیبہ
کے مقامات مقدسہ پر گولہ باری کر رہے ہیں بیروت
کا ایک تار مظہر ہے الخ"

یعنی پہلی سرخی میں شریفی فوج کی گولہ باری کی خبر تو
ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ گولہ باری کہاں ہوتی ہے۔
دوسری سرخی میں ناپاک افترا پردازی کا اعلان ہے،
مگر نجاست و ناپاکی خود لکھنے والا شاید چاٹ گیا۔
علیٰ ہذا القیاس تمہید بطور حاشیہ ایجاد بندہ ہے۔

خبر میں وہابیوں کا نام نشان۔ شان گمان نہیں۔ خبر صرف محصورین کے دفاع کا اظہار کر رہی ہے۔

الغرض میاں "خلافت" بھی مولوی خواجہ عبدالحی فاروقی کی طرح غیر محتاط معلوم ہوتے ہیں اور شاید اس الزام سے نہیں شرماتے کہ جھوٹی۔ غلط سر وُدم بریدہ خبروں کی اشاعت سے اہل صدق وصفا کی نگاہ میں انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔

عبدالحی صاحب نے جو اتمام فقہ حنفیہ پر وارد کیا ہے اُس کی قلعی مولانا عنایت اللہ صاحب کے جواب (مندرجہ ہمدم) میں خوب کھولی گئی ہے۔ ایک مولانا عنایت اللہ کی "خلافت" کی خبروں پر تنقید کرنے کے لیے بھی شدید ضرورت ہے؟

حاجی پراگندہ: بھائیو میں اپنے بھائی گو۔کہ دھنہ کی تائید کرتا ہوں۔ جن لوگوں کا "لا تقربوا الصلوٰۃ" پر عمل ہے اور "وانتم سکاریٰ" سے چشم پوشی کر جاتے ہیں اُن کی بات ہرگز قابل اعتبار نہیں چاہے قرآن کا جامہ پہن کے آئیں۔ اور بھائیو تم جانتے ہو کہ نجدی مکے اور مدینے سے کیوں جلتے ہیں۔ سُنو مکے میں رُکن شامی ہے۔ رکن یمانی ہے رکن عراقی ہے مگر رکن نجدی نہیں ہے۔ اور آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کے لیے دعائے خیر کرنے سے انکار کر دیا تھا لہذا ایک صاحب غیرت نجدی کو سو ڈیڑھ سو برس اُس طرف طیش آ گیا۔ تو بھائیو اُس نے اہل حجاز سے کینۂ دیرینہ نکالنے کے واسطے چڑھائی کی۔ اور یارو آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مطہر پر "کوکب دری" نامے ہیرا لٹک رہا ہے جو فاختہ کے انڈے کے برابر ہے لیکن شیخ نجدی کی قبر پر بھینس کا انڈا بھی نہیں کوئی لٹکاتا۔ ہے بھائی حسن نظامی خدا انھیں جلدی حاجی بنائے تو انھیں اپنے آقا کے مزار کا گنبد بھی عزیز ہے اور نجدیوں سے قلبی محبت بھی ہے۔ وہ آریوں پر چوٹ کرنے پر بھی کمر بستہ ہیں اور مساجد و مقابر کی عمارات کو مٹی کا بے حقیقت ڈھیر ماننے پر بھی آمادہ ہیں مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں مسجدیں اور مقبرے اگر کھود سے جائیں تو آریوں کا ہاتھ اس مٹی کو نہ چھوئے۔ آریہ ان مٹی کے ڈھیروں کی تعظیم کرتے رہیں۔ تو بھائیو یہ "کج دار و مریز" کا معاملہ ہے اور بھائیو تطہیر بیت اللہ الحرام صرف دو طریقوں سے ممکن تھی ایک تو یہ کہ جہاں تک ممکن ہو کلمہ گویوں کا خون بہایا جائے۔ دوسرے یہ کہ جدار کعبہ کے نیچے ہر ایک نجدی استنجا کرتا نظر آئے۔ اور بھائیو ابن سعود بہت اچھا آدمی ہے دیکھو یہاں سے شوکت علی صاحب اور ان کے دوستوں نے جو کچھ عذر مسجد مدینہ پر گولہ پھینکنے کے متعلق اپنی جگہ سے بیٹھے بیٹھے سکھایا وہ سب اُس نے قبول کر لیا یعنے بھائیو وہ مُکر گیا کہ مسجد مدینہ پر اُس نے گولے مارے اور سارا الزام حجازیوں کے سر منڈھ دیا تو بھائیو مادہ قابل کی ضرورت ہے۔ ہر چند کہ یہ گولہ باری اُس کے مذہب کے اعتبار سے درست ہے اور وہ اس سے بھی ناواقف نہیں کہ قرآن میں جھوٹ بولنے والے کے واسطے کون سا خلعت اُترا ہے مگر اُس نے سکھایا ہوا فقرہ یاد کر لیا۔

حاجی دہر خندہ: ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا مسلمانوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں وہ بالکل آنکھوں پر پٹی باندھ کے باولی میں کودنا چاہتے ہیں۔ ہا ہا ہا ہا ہا میاں ایران کو دیکھیے گا مینڈکی بھی چلیں مداروں کو۔ چونی بھی کہے مجھے گھی سے کھاؤ۔ سڑی سی صاحبی اُس پر چیونٹا کچ کا۔ ڈھائی درخت ببول کے میاں باغ میں بیٹھے ہیں۔ ہاتھ نہ مٹھی بی بی ہلبلاتی اُٹھی۔ ڈولی نہ کہار بی بی ہوئیں تیار۔ گانٹھ گرہ میں کوڑی نہیں گئے والے ہوت۔ ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا۔ پچاس ہزار والنٹیر تیار ہیں مگر شاید زیر زمین کوئی راہ ان کے عرب پہونچنے کی بنائی ہوگی۔ بوشہر سے جائیں تو بیچ میں سمندر حائل ہے۔ بھلا سمندروں کے وارث حقیقی کب گوارا کریں گے کہ "سائیں کے پالے میں ہل بھل" ہو اور انھوں نے اجازت بھی دی تو میاں ایران خاں کے پاس اللہ کا دیا ایک جنگی جہاز ہے اگر امیر علی کی آبدوز نے دشمن سمجھ کے غڑاپ غڑاپ کر دیا۔ تو ہا ہا ہا ہا ہا ہا دوسرے یہ کہ دنیا کے سنی کب گوارا کریں گے کہ میاں ایران عرب پر کڑ دڑا جتائیں ؎

رفتن بہ پائے مردی ہمسایہ در بہشت
حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

کتے اور کوے جائیں مگر ایرانیوں کے منہ کو جھلسا۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی مذہبی جنگ ہے اور قبضہ کرنا مقصود نہیں ہے تو اس نیت پر قائم رہنے کی سند کیا ہے؟ چوتھے یہ کہ اگر براہ خشکی رستم توانی دکھلانے کا ارادہ ہے تو ہا ہا ہا ہا ہا ایک ہی راستہ ہے یعنے عراق عرب اور وہ ہے دوسروں کے اختیار میں۔ بھلا اپنے گھر میں اتنی بڑی فوج کون بیوقوف گھسنے دے گا؟ مانا کہ راستہ مل بھی گیا تو نجد کی سرحد عراق سے ملتی ہے نجدی ہوشیار قوم ہے وہ نجد میں قدم رکھنے سے پہلے عراق ہی میں لڑائی کی ٹھیر کر دیں گے۔ عراقی غیر مسلح ہیں وہ مدد نہ کر سکیں گے۔ حکومت اپنے ملک کو میدان جنگ بنانے پر راضی نہ ہوگی۔ لیجیے صاحب "ادھر میں نہ اُدھر میں بیچ ادھڑ میں"۔ اکلا جھوے بگلا جھوے کرتے پھریں گے ہا ہا ہا ہا اگر حکومت ایران ایسی بیوقوفی کرے تو سمجھ لیجیے کہ شامت آ گئی معلوم ہوتا ہے وہاں کے مولویوں نے سلطنت کو زک پہونچانے کی غرض سے مذہبی دیوانوں کو بھڑکایا ہے۔

حاجی چندا: اجی کیا ہلڑ مچایا ہے لگے ایران توران کی باتیں کرنے ان سب خبروں کی تکذیب ہی عین صلاح ہے اگر خبر سچی ہوئی تو "وبال بر دوش شریف علی" اگر غلط ہوئی "چشم ما روشن دل ما شاد"۔ پھر بھی یہ غور کے قابل بات ہے کہ تکذیب سے کام نہ چلا اور شواہد سے اس اندوہ ناک خبر کی تصدیق ہو گئی تو کیا ہوگا؟

حاجی سر افگندہ: ہائے ہائے صبر۔

دردمندا: ہم تو روئیں گے۔

گورکھ دھندا: کیا کہوں۔

جہالت بندہ: کچھ بُرائی نہیں قبہ گرے تو کیا بُرائی ہے۔ مسجد منہدم کی گئی ہے تو ؎

جلد ۲۱ نمبر ۷

مضامین

(مورخہ ۱۹۔ فروری ۱۹۳۶ء)

جواب

(متعلق مراسلہ پنڈت ... مندرجہ ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء)

مکرمی۔ تسلیم۔

آپ کا مراسلہ جو ۱۲۔ فروری کے اودھ پنچ میں شائع ہوا ہے۔ نظر سے گزرا۔ میں نے جلد سوم کا تبصرہ آخر ماہ رمضان المبارک میں لکھا تھا اور یکم شوال کو ایڈیٹر صاحب اودھ پنچ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ دوسرے مطمح نظر اس وقت تنقید لفظ ڈپو تھا۔ اور ایڈیکان کا ذکر ضمناً آگیا تھا لہذا سہواً بجائے ایڈی کیمپ کے ایڈی کانگ مولانا نور اللغات کا لکھا ہوا تلفظ قلم سے نکل گیا۔ اس کا علم مجھے بعد پرچہ کے شائع ہونے کے ہوا۔ اس کی تصحیح میں خود کر دیتا لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے نوبت نہ آئی تھی کہ آپ کا مراسلہ اس وقت نظر سے گزرا۔

آپ نے ایک سہو قلم پر اس قدر سخت گیری فرمائی۔ یہ آپ کے لیے مناسب نہ تھا۔ جواب عرض ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں "معلوم یہ ہوتا ہے کہ فاضل ناقد نے خود بھی لفظ کی تحقیق نہیں فرمائی۔ اس لفظ ایڈیکان کے لیے تحقیق کی کیا ضرورت تھی جب انگریزی یا فرانسیسی لغت کو چاہتا اٹھا کر دیکھ لیتا۔ دوسرے یہ کون سا ایسا غیر مانوس لفظ تھا کہ جس کے اسپلنگ مجھے معلوم نہ تھے۔ مولانا نور اللغات کو جانے دیجیے ورنہ میرے خیال میں ایک طفل مکتب بھی اس لفظ سے واقف ہوگا۔

"اول تو یہ کہنا کہ آخری حرف یا حروف تلفظ میں نہیں آتے بالکل مہمل سی بات ہے۔ جب تک آخری حروف کی تعداد کی قید نہ ہو"

معاف فرمائیے گا میں فرانسیسی تلفظ پر نہ کوئی مضمون لکھ رہا تھا نہ کتاب کہ کل تشریحات درج کرتا یا حروف کے ساقط ہونے کے قواعد بیان کرتا۔ ہنگام تحریر ایک اشارہ کر دیا تھا۔ لہذا اس اشارہ کو مہمل کہنا آپ ہی کا کام تھا۔ گستاخی معاف مجھے تو آپ کا یہ فقرہ کہ "جب تک آخری حروف کی تعداد کی قید نہ ہو" کچھ مہمل سا معلوم ہوتا ہے۔

مجھے کسی حق بات کے قبول کرنے میں کبھی عذر نہ ہوگا۔ جو سلسلۂ مضامین شائع ہو رہا ہے اس میں دو چار جگہ اور بھی کتابت کی غلطیاں موجود ہیں لیکن میں نے ایسی غلطیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ سمجھنے والا خود سمجھ جائے گا کہ کہاں سہو قلم ہے اور کہاں سہو کاتب۔ آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے میرے ایک سہو سے مجھے مطلع فرمایا لیکن جو آپ نے سخت گیری فرمائی وہ ضرور بیجا ہے۔ فقط

راقم

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۲۰)

رول۔ وہ فہرست جس میں ترتیب وار نام لکھے ہوتے ہیں۔ زمزم اللغات کی تحقیقات ہمیشہ لاجواب ہوتی ہے۔ ترتیب وار نام کی شرط معلوم نہیں کس ڈکشنری میں ملے گی۔ رول در اصل کاغذ یا کپڑے یا اور کسی شے کے مٹھے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی معانی دستاویز۔ رجسٹر۔ روٹی وغیرہ کے مستعمل ہیں۔

بی بی زمزم اللغات ذرا رنٹ رول کے معنی تو بتائیں رنٹ رول گنواروں تک کی زبان پر ہے۔ بندوبست کے کاغذات میں رنٹ رول کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ رنٹ رول اس نقشہ کو کہتے ہیں جس میں موضع کے دوازدہ سالہ لگان کا اندراج ہوتا ہے۔ شرح لگان۔ قسم پیداوار۔ قسم آراضی وغیرہ کی تفصیلات درج ہوتی ہیں۔ مقصد ان کل نقشوں کا یہ ہوتا ہے کہ موضع کے لگان کا تعین بغرض تشخیص مالگزاری کیا جائے۔ اب بتائیے بی صاحب کے بتائے ہوئے معانی رنٹ رول میں کس طرح چسپاں ہوں گے۔

رومن۔ رومن کیرکٹر۔ انگریزی حروف میں اردو یا ہندی لکھنا۔ اول تو رومن کے تحت میں رومن درج کیا ہے۔ اس اندھی ترتیب کی بابت اس سے قبل بھی اشارہ کر چکا ہوں۔ معانی تحریر فرماتی ہیں انگریزی حروف۔ گویا رومن کے معنی انگریزی کے ہیں۔ رومن کے معنی رومی کے ہیں اور چھاپہ کی اصطلاح میں جو ٹائپ استعمال ہوتا ہے وہ رومی کتبوں کے حروف سے زیادہ مشابہ ہے لہذا اسی مشابہت کی وجہ سے انگریزی ٹائپ رومن کہلاتا ہے۔ ٹائپ کی کئی قسمیں ہیں منجملہ ان کے ایک قسم رومن کہلاتی ہے۔ رومن کیرکٹر کے معنی ہوں گے رومی رسم الخط نہ کہ انگریزی حروف۔ فی زماننا انگریزی اسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ اب اگر اردو یا ہندی بھی رومی رسم الخط میں لکھی جائے تو اس مناسبت سے کہ انگریزی بھی اسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ رومن کے معنی انگریزی کس طرح ہو جائیں گے۔ بی زمزم اللغات نہ کچھ جانتی ہیں اور نہ سمجھتی ہیں جو خیال میں آیا آم گھاس پیش کر دیتی ہیں۔

رومن کیتھلک۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جو مسیح اور مریم کے بت یا تصویر کی پرستش کرتا ہے۔

محقق ہو تو ایسا کیا لاجواب تحقیقات فرمائی ہے وضاحت ہو تو ایسی کہ رومن کیتھلک فرقہ والا بھی شاید اس خوبی کے ساتھ اپنے عقائد کو واضح نہ کر سکتا۔

عیسائیوں کے اکثر فرقے بت یا تصویر کی پرستش کرتے ہیں یہ کوئی امتیازی شان نہیں۔ خصوصاً کیتھلک فرقہ کل کا کل بت یا تصویر کی پرستش کرتا ہے۔ اس میں رومن کیتھلک فرقہ کی تشخیص کیا ہی۔ کاکوری اللغات صاحبہ نے اظہار لیاقت و تحقیق کے لیے یہ فقرہ بڑھا دیا تھا "جو مسیح اور مریم کے بت یا تصویر کی پرستش کرتا ہے"

لیکن یہی فقرہ اُن کی جہالت اور عدم تحقیق کی سند ہوگیا۔ بی کا کوری اللغات صاحب رومن کیتھلک کو غالباً کیتھلک کا مرادف سمجھیں۔ اُن کو یہ خبر نہ ہوگی کہ رومن کیتھلک کوئی فرقہ نہیں بلکہ کیتھلک فرقہ کی شاخ ہے۔ اگر ہم کیتھلک فرقہ کو درخت تصور کریں تب یہ اصل ہوگی اور عیسائی مذہب کو درخت تصور کرنے سے یہ شاخ در شاخ ہوگی۔

رومن کیتھلک وہ فرقہ ہے جو پوپ روم کو اپنا رہنما اور حضرت مسیح علیہ السلام کا اوتار سمجھے۔

ریٹ ۔ کے معنی صرف نرخ کے لکھ کر سکوت فرمایا۔ حالانکہ لوکل ریٹ اور میونسپل ریٹ اور واٹر ریٹ بہت مشہور اور مستعمل ہیں۔ ریٹ کے معنی مقامی ٹیکس کے بھی ہیں اور کسی خاص امر کی بابت اگر کوئی مقامی جماعت صاحب اختیار کوئی شرح محصول وغیرہ مقرر کرے تو اُسے بھی ریٹ کہتے ہیں۔

ریڈیکل ۔ انگلستان کے مدبروں کا ایک پولیٹکل فرقہ۔ جو نہایت آزاد ہے۔

یہ بھی گنوار اللغات کی خوش فہمی ہے کہ وہ ریڈیکل فرقہ کو مدبروں پر محدود کردیتی ہیں۔ ریڈیکل انگلستان کا وہ فرقہ ہے جو نظام حکومت اور تمدن میں انتہائی تبدیلیوں کا حامی ہے۔ یہ فرقہ لبرل پارٹی سے آگے اور سوشیلسٹ فرقہ سے پیچھے ہے۔ اس فرقہ کے کل افراد مدبر نہیں ہیں۔ معلوم نہیں مدبر اللغات کا مطلب نہایت آزاد سے کیا ہے؟

ریکارڈ ۔ ۱- اندراج- ۲- مسل مقدمہ۔

دو ضروری معانی نذارد ہیں۔ یہ عنایت ہی لغات مذکور کی تمام الفاظ پر ہوئی ہے کہ یا معنی ادھورے اور ناقص لکھے ہیں یا اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہے یا سرے سے غلط ہی لکھ دیا یعنی گڑھ دیئے۔

کسی شخص کے معلوم شدہ یا مندرجہ سوانح حیات خصوصاً اس کی ملازمت کے متعلق۔ ریکارڈ بایں معنی اُردو میں بھی مستعمل ہے مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں کا ریکارڈ اس قدر خراب ہے کہ مانع ترقی ہے۔

اور گراموفون ریکارڈ ہندوستان میں اتنے مروج ہیں کہ حاجت تشریح نہیں۔

ساس ۔ داتگ، شوہر یا بیٹنی- ۲- (ھ) جورو یا خاوند کی ماں۔

ساس پان ۔ (داتگ) ایک قسم کی دیگچی۔

ساس کے آگے بہو کی بُرائی مثل الخ۔

یہ اندھی ترتیب ملاحظہ ہو۔ ولائتی ساس اور ہندی ساس کا کیسا گٹھ بندھن کیا ہے۔ خصوصاً ساس پان کے بعد ساس کے آگے بہو کی بُرائی لکھ کر کمال ہی کر دیا۔

معنی لکھتی ہیں شوربا اور چٹنی۔ ساس در اصل ایک قسم کی رقیق غذا ہے جو کھانے کو مزیدار کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

ساس پان کو ایک قسم کی ڈیگچی لکھنا بڑی جسارت کا کام تھا۔ اگر کسی انگریزی لغت میں معانی سمجھ میں نہ آئے تھے تو کسی انگریزی دُکان کی فہرست ہی دیکھ لیتے۔ اس میں ساس پین کی شکل مل جاتی۔ اور دیکھ لیتے کہ ساس پین اور دیگچی میں کوئی مناسبت ہے

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵- قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۶۵ ۳ ۴ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت خفیفہ کانپور ضلع کانپور بحکم جناب جج صاحب بہادر خفیفہ کانپور

بیجناتھ ولد پیارے لال قوم برہمن احد المالک دم بھیا ناتھ آر میسرہ واقعہ دیت گنج شہر کانپور مدعی

بنام

مانی دین ولد رام چرن قوم بقال ساکن بازار داد و پور پرگنہ بجنور ضلع لکھنؤ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ۱۳۱ روپیہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۹- ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۱- ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵- قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۶۱۵ ۳ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت جناب جج صاحب بہادر خفیفہ کانپور ضلع کانپور۔ شیکھر چندر شیکھر ولد رام کرشن قوم برہمن ساکن کلکٹر گنج شہر کانپور مالک فرم چندر شیکھر چندر بہال مدعی

بنام فرم لال چندر رام سردیپ مدعا علیہ

فرم لال چندر رام سردیپ اتو موہلی ضلع سیتاپور بذریعہ جگناتھ پرشاد ولد نامعلوم و لال چند عمر تخمیناً ۳۰ سال ولد نامعلوم و رام سردیپ ولد نامعلوم اقوام کلوار ساکنان موہلی ضلع سیتاپور بعدہ مالکان فرم مذکور مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپکے نام ایک نالش بابت ۱۱۵ روپیہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۳۰- ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

اور آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۶ء ابتدائی معمولی

بعدالت جناب منصف صاحب بہادر گونڈہ مقام گونڈہ

بشیشر ولد دو گپال قوم گوسائیں ساکن مہادیو شمولہ کیشو پور رشید واپگنہ گونڈہ مدعی

بنام

رمیشر مدعا علیہ

بنام رمیشر ولد شیو بلش قوم گوسائیں ساکن مہادیو شمولہ کیشو پور رشید واپرگنہ گونڈہ مدعا علیہ

ہرگاہ مشر مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ۱۲۴ روپیہ ذریعہ شیام کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۵- ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدعوی کے تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۷- ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ۔ تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری تاریخ ۲۹ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء تک گزرانو۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نہیں۔ ساس پین کا پیندا چپٹا ہوتا ہے اور دیگچی کا پیندا گہرا اور گول ہوتا ہے۔ اسی طرح ساس پین کے پہلو سیدھے اور کھڑے ہوتے ہیں اور دیگچی کے پہلو گولائی لیے ہوئے۔ ساس پین میں ہتھا لگا ہوا ہوتا ہے اور دیگچی میں نہیں ہوتا۔

ساورن۔ گنی۔ اشرفی۔

اللہ ری جہالت۔ غلط نویسی کی انتہا کر دی۔ جاہل سے جاہل شخص بھی ساورن اور گنی کا فرق جانتا ہوگا۔ لیکن نہیں جانتیں تو کاکوری کی گنوار اللغات۔ گنواروں میں ساورن اور گنی کا چلن کہاں۔ اگر کسی ابجد خواں سے بھی پوچھ لیتیں تو وہ بتا دیتا کہ ساورن بیس شلنگ کا ہوتا ہے اور گنی اکیس شلنگ کی۔

ساورن کے معنی بادشاہ کے ہیں۔ سنہری [illegible] کے زمانہ میں پونڈ کے ایک جانب بادشاہ کی شبیہ منقوش کی گئی اور اسی مناسبت سے پونڈ کو ساورن بھی کہنے لگے۔

سائیکل۔ وہ دو پہیوں کی گاڑی جس پر بیٹھتے ہیں اور جس کو پاؤں کی حرکت سے چلاتے ہیں۔

کاکوری اللغات کو سائیکل کی تعریف کرنا بھی نہ آئی سنی سنائی ادھوری بات لکھ دی۔ سائیکل کے معنی پہیے کے ہیں۔ اگر دو پہیے کی ہوگی تو بائیسکل کہلائے گی اور تین پہیے کی ٹرائیسکل کہلائے گی۔ بول چال میں گھس کر بائیسکل سائیکل ہو گئی۔ یہ ایک قسم کی پیر سے چلانے والی گاڑی ہوتی ہے جس میں آمنے سامنے دو پہیے ہوتے ہیں۔ سامنے والے پہیے کے اوپر ہینڈل لگے ہوتے ہیں اور پچھلے پہیے کے اوپر بیٹھنے کے لیے گدی یعنی نشست ہوتی ہے۔

سائین بورڈ۔ وہ تختہ جس پر نام لکھتے ہیں یا اشتہارات چسپاں کرتے ہیں۔ وہ تختہ جس پر اسکول میں طالب علموں کو تعلیم دیتے ہیں۔

سبحان اللہ کیا خوب معانی تحریر ہوئے ہیں۔ لغت میں ایسے ہی معانی لکھنا چاہیے۔ زمانہ میں ناقدری پھیلی ہوئی ہے ورنہ ان معنوں کے صلے میں بی گنوار اللغات صاحبہ کو کوئی بڑا خطاب ضرور ملتا۔ سائین بورڈ کے معنی نشان اور اشارہ وغیرہ کے ہیں۔ لہذا وہ تختہ جو دکان یا مکان پر نام وغیرہ کا لگایا جاتا ہے سائین بورڈ کہلاتا ہے۔ شاید گنواروں میں ہر اس تختہ کو جس پر نام لکھا جائے سائین بورڈ کہتے ہوں خواہ وہ کوئی وصلی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اشتہارات چسپاں کرنے کے تختے کو بھی سائین بورڈ نہیں کہتے۔ کسی انگریزی لغت میں اس کا وجود پایا نہیں جاتا۔ معنی نمبر ۲ اور بھی عجیب وغریب تحریر ہوئے ہیں۔ شاید کاکوری اسکول میں طلباء کو تختے پر (تختہ لٹکا کر) تعلیم دیتے ہوں۔ غالباً یہ کسی خاص فن کی تعلیم کا طریقہ ہوگا۔ ورنہ دوسرے اسکولوں میں خواہ وہ لڑکوں کی تعلیم کے لیے ہوں یا لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے ہر درجہ میں ایک سیاہ تختہ ہوتا ہے جس پر استاد یا استانی کھریا سے سبق تحریر کر کے تعلیم دیتی ہے اور یہ تختہ بلیک بورڈ کہلاتا ہے۔

سب انسپکٹر۔ تھانہ دار۔ کوتوال۔

سب انسپکٹر کے معنی کوتوال لکھنا گنوار اللغات کی خوش فہمی ہے۔ چھوٹے شہروں میں سب انسپکٹر کوتوال مقرر ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ سب انسپکٹر کو کوتوال کا مرادف کہیں۔ کوتوال کی ماتحتی میں شہر کے کل تھانے ہوتے ہیں اور وہ شہر کی کل پولیس کا افسر و نگراں ہوتا ہے۔ اُسے سٹی انسپکٹر بھی کہتے ہیں اور اسی حلقے سے دھوکا کھا کر گنوار اللغات نے سب انسپکٹر کو کوتوال لکھ دیا۔ اسی طرح کے قیاسات نے لغت کو ناقص و مہمل کر کے پنساری کی دکان کے قابل بنا دیا ہے۔

سٹ۔ ۱۔ مجموعہ۔ ۲۔ دانتوں کی بتیسی۔ ۳۔ بٹن کا مجموعہ۔ ۴۔ چار کی چھ پیالیوں کا مجموعہ۔

سٹ۔ ایک ہی قسم یا خیال کے اشخاص یا اشیاء کا مجموعہ سٹ کہلاتا ہے۔ اور کسی خاص ضرورت یا کام کے لیے جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے اُن کے مجموعے کو بھی سٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح سٹ معنی جوڑا بھی آتا ہے۔

گنوار اللغات نے جتنے معانی تحریر فرمائے ہیں وہ سب مہمل اور ناقص ہیں۔ سٹ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ دانتوں یا بٹن یا چار کا ہو۔

بٹن کے مجموعے کو سٹ نہیں کہتے۔ بلکہ بٹن کے جوڑ کو جس میں کف اور گلے کے بٹن ہوتے ہیں بٹنوں کا سٹ یا قمیص کے بٹنوں کا سٹ کہیں گے۔ مجرد سٹ کوئی نہیں کہتا۔

چار کی چھ پیالیوں کے مجموعے کو بھی سٹ نہیں کہتے بلکہ چائیدان۔ دودھ دان۔ وشکر دان اور پیالیوں کے مجموعے کو سٹ کہیں گے۔ وہ بھی چار کا سٹ کہلائے گا۔

نہ کہ مجموعہ سٹ۔ اب جو چائے کے سٹ آتے ہیں اُن میں اکثر
بجائے چائے دان کے چھ تشتریاں ہوتی ہے جو چائے کے
ہمراہ بسکٹ وغیرہ رکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔ سٹ
دو یا چھ یا بارہ پیالیوں کا بھی ہوتا ہے۔

سٹ کے معانی جیسا کہ عرض کیا گیا جوڑ کے
ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں قسم کے سٹ مختلف ضرورتوں
کے لیے ہوتے ہیں۔ مثلاً ڈنر سٹ۔ ٹوالیٹ سٹ۔
ڈرائنگ روم سٹ وغیرہ وغیرہ۔ گنواروں میں جو
سٹ رائج تھے وہ کاکوری اللغات نے لکھ دیے۔
یہ بھی زمزم اللغات کے اختلال حواس کی دلیل ہے
کہ مثال سے معانی کا منصب عطا فرما دیا اور اس طرح
طالب معنی کو از راہ نوازش بیکار کیا۔ مثلاً لکھ سکتے
تھے کہ جیسے دانتوں کا سٹ یا چائے کا سٹ یا بٹن کا
سٹ۔

سر۔ ایک معزز انگریزی خطاب۔
کس قدر تحقیق بلیغ فرمائی ہے۔ اسی تحقیق اور تدقیق
پر زمزم اللغات کو ناز ہے۔ ادھوری بات لکھنا
گنوار اللغات کا طرہ افتخار ہے۔
نائٹ اور بیرونٹ کو اعزازاً سر کہتے ہیں۔
اور فی زمانہ اپنے سے بڑے یا برابر درجہ والے
کو بھی سر کہتے ہیں۔

سکریٹری آف اسٹیٹ۔ ہندوستان کے
معاملات کا میر منشی۔
معانی تحریر فرمائے ہیں یا معمّا بجھایا ہے۔ ہندوستان
کے کن معاملات کا میر منشی۔ اور کس کا میر منشی۔ کیا
گنوار اللغات کا میر منشی؟ پھر یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ
اسٹیٹ سے ہندوستان کیونکر مراد ہوا۔

سک مان } روگی۔ بیمار
سیک مان } خدا جانے سک مان یا
سک مان کون کہتا ہے۔ شاد کا ایک شعر سند
میں لکھا ہے۔ معلوم نہیں یہ شاد عظیم آبادی ہیں
یا لکھنوی۔ بہر حال کوئی ہوں۔ ضرورت شعری سے
شاد صاحب اس لفظ کو بگاڑ کر جو چاہیں وہ
موزوں کریں۔ اُن کو بگاڑنے دیجیے۔ صحیح
تلفظ سک مین ہے اور یہی زبان پر ہے۔
سک مین معنی روگی بھی غلط ہے۔
اصطلاحی معنی ایک زمانے میں سلطان ٹرکی
کے تھے۔ وہ اس طرح کہ گلیڈ اسٹون نے سلطان
ٹرکی کو سک مین آف دی ایسٹ (مشرقی بیمار)
کہا تھا۔

سگار یٹ۔ ہلکا چرٹ۔
سگرٹ سے کون واقف نہیں۔ اُسے ہلکا چرٹ
لکھنا زمزم اللغات ہی سے ممکن تھا۔ ہلکا چرٹ
اُس چرٹ کو کہیں گے جس میں تلخی کم ہو۔ لہذا
سگرٹ کو ہلکا چرٹ کہنا صحیح العقل یا فاتر العقل کا کام ہے
اس کا فیصلہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔

سلیپر۔ بے ایڑی کی جوتی۔
سلیپر لفظ سلپ سے بنا ہے جس کے معنی پھسلنے کے
ہیں۔ یعنی اس قسم کی جوتی جو آسانی سے پاؤں میں
پہنی جا سکے اور پیر اُس میں پھسل کر جا سکے۔
معلوم نہیں سلیپر کو بے ایڑی کی جوتی کس لغت
نے لکھا ہے۔

سنڈی کیٹ۔ منتظمان مدارس کی جماعت۔
وہی سنی سنائی بات لکھ دینے کی عادت۔ سنڈی کیٹ
اُس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی کمپنی کے مفاد کی
نگرانی کرے۔ خاص کر تاجروں کی اُس جماعت
کو کہتے ہیں جو کسی خاص تجارت کو فروغ دینے کی
غرض سے بنائی جائے۔ یونیورسٹی میں سنڈیکیٹ
تعلیم کی اشاعت و انتظام کے لیے بنائی جاتی
ہے۔ اُسے منتظمان مدارس کی جماعت کہنا جائز نہیں
تنہا سنڈیکیٹ کے معنی ہرگز منتظمان مدارس کے نہیں
ہو سکتے۔ یونیورسٹی سنڈی کیٹ یا ایجوکیشن سنڈیکیٹ
کہنا چاہیے۔

سنکونا۔ ایک قسم کی کونین۔
یہ بھی ایک ہی رہی۔ سنکونا اُس درخت کا نام ہے
جس کی چھال سے کونین بنائی جاتی ہے۔ کونین کا
دوسرا نام سنکونا بارک ہے یعنی سنکونا کی چھال۔
محقق صاحب کی تحقیقات ہمیشہ غلط ہی ثابت ہوتی
ہے۔

سوٹ۔ جوڑا جس میں ایک ہی رنگ کا پاجامہ
اور اچکن ہو۔
سوٹ انگریزی لفظ ہے۔ اردو میں انگریزی
پوشاک کے لیے مستعمل ہے۔ پاجامہ اور اچکن کو
کوئی سوٹ نہیں کہتا۔ کاکوری کے گنوار اپنی اچکن
اور پاجامے کو سوٹ کہتے ہوں گے۔ سوٹ میں
وہ کل کپڑے شامل ہیں جو بہ یک وقت پہنے جائیں۔

اُستادِ پیراک

"بھائی جس طرح میں کہوں گا اُس طرح پیرنا ہوگا۔ سمجھے"

"ہاں میاں! مجھی سے پیرو؟"

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ
"حِنا"
شاخ
قنوج ۔ حیدرآباد دکن
لکھنؤ
دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

صرف اچکن او پاجامہ کو سوٹ نہ کہیں گے۔ یک رنگ ہونا بھی ضروری نہیں۔

ایک ہی میل کی اشیا کے سٹ کو بھی سوٹ کہتے ہیں اسی طرح مکان کے ایک جزو کو جس میں ضرورت کے کل کمرے ہوں سوٹ آف رومس کہتے ہیں۔

باوجود ایل ایل۔ بی ہونے کے سوٹ بمعنے دعوے یا مقدمہ نظر انداز فرمائے۔

سول ۔ فوجی کا نقیض۔ ملکی۔ مالی۔ انتظامی۔ ۲ سنجیدہ مہذب۔

فوجی کا نقیض لکھ کر فرصت پا گئے۔ حالانکہ سول فوجداری مذہبی و جنگی و بحری کا بھی نقیض ہے۔

سول بمعنی مالی و انتظامی کسی انگریزی لغت میں نہیں پایا جاتا۔ سول بمعنی خوش اخلاق آتا ہے لیکن بی بی زمزم اللغات سنجیدہ اور مہذب لکھتی ہیں۔ دو لفظ لکھ دیے لیکن صحیح لفظ خوش اخلاق ذہن شریف میں نہ آنا تھا نہ آیا۔

سین ۔ بہت سے معانی لکھ ڈالے لیکن یہ نہ لکھا کہ ڈرامے (ناٹک) کے اس حصے کو سین کہتے ہیں جو ایک ہی مقام پر بیک وقت واقع ہو۔

سیونگ بینک ۔ بی زمزم اللغات صاحبہ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ زبان انگریزی میں سیونگس بینک ہے نہ کہ سیونگ بینک۔ اگر کسی ابجد خواں سے بھی پوچھ لیتیں تو وہ بتا دیتا کہ سیونگس صحیح اور سیونگ غلط ہے۔ زبان انگریزی اور اس کے قواعد سے اس قدر لاعلمی تعجب خیز ہے۔ معانی تحریر فرمائی ہیں۔ وہ کوٹھی یا بنک جس میں بچت کا روپیہ امانۃً خواہ سود پر جمع کرتے ہیں۔ ان معانی سے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ یہ تعریف ہر بنک پر حاوی ہے۔ سیونگ بنک کی امتیازی یا مخصوص تعریف ظاہر نہ ہو سکی۔

سیونگس بینک۔ اس لیے قائم کیے گئے تھے کہ قلیل اوقات کے اشخاص جو قلیل سے قلیل رقم بھی پس انداز کر سکیں وہ اسے سود پر جمع کر سکیں ایک رعایت یہ تھی کہ سود کا حساب ماہواری کیا جاتا تھا۔ بنکوں میں عام طور سے ششماہی حساب ہوتا تھا۔ اول اول یہ بنک سرکار کی طرف سے ڈاکخانوں میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد کو اور بنکوں نے بھی اس قسم کے حسابات رکھنا شروع کر دیے۔

شامپین ۔ کو فرانس کا شہر لکھا ہے حالانکہ یہ فرانس کا ایک صوبہ تھا۔ اب اس صوبے کے ٹکڑے کر دیے گئے ہیں۔ جو قلم میں آیا با تحقیق لکھ دیا فرصت پا گئے۔ (باقی آئندہ)

مراقـــــــــم

نہ محقق بود نہ دانشمند

چارپائے برو کتابے چند

٭

بے معنی مداحی

خدا جانے کیوں شیطان نے ہر ایک ناشناس کے کان میں یہ منتر پھونک دیا ہے کہ میاں تم بھی شاعر ہو۔ ایک مجموعۂ قصائد بمبئی سے بخواہش تبصرہ دفتر میں موصول ہوا ہے۔ یہ تمام قصائد بتقریب عید نیمۂ شعبان سنہ ۱۳۵۴ھ امام باڑے (بمبئی) میں پڑھے گئے۔ معلوم ہوتا ہے پہلے سے طرح دے دی گئی تھی۔ قافیہ ہے "جہاں۔ خزاں" اور ردیف ہے "کب تک" ان سب قصیدوں میں ہمیں ایک ہی صاحب کا قصیدہ کچھ پھولتا پھلتا نظر آیا جن کا اسم گرامی حکیم احمد حسین صاحب ہے۔ اور بھی چند خود فراموش مہلت ملی تو شاید ان کی خدمت بھی کی جائے مگر بالفعل حکیم صاحب ہی کے کلام سے جی بہلائیے۔ ردیف تو ایسی ہر جگہ وصل ہوئی ہے کہ واہ جی واہ۔ فرماتے ہیں مطلع ہے ؎

بہار آئی ہے گلشن میں رہے دور خزاں کب تک
رہے پژمردہ گل کب تک ہو خندہ ہاں کب تک

یہاں تک تو ہے۔ شعر ملاحظہ ہو ؎

نقاب سبز میں شاخیں لیے آغوش میں کلیاں

حبشی مزدور

اطالوی

اطالوی: آپ فی الحقیقۃ آمادہ بجنگ ہیں یا رخصت ہونے کا ارادہ ہے اگر ایسا ہو تو اسباب اٹھانے کی اجرت پیشگی عنایت کیجیے

چڑھائیں پھولوں کی ڈالی نہوں قرباں جاں کب تک

دیکھا آپ نے نقاب کس قدر ضروری اور حسین لفظ ہے یہاں ایک ظرفیت ہے دو ظرفوں میں یعنی نقاب سبز اور آغوش دو ظرف ہیں اور مظروف ہے "کلیاں" اچھا صاحب شاخیں نقاب سبز کے آنچل اور آغوش کے تعرمیں کلیاں بھر کے لائیں پھر کیا ہوا کچھ نہیں۔ شاعر سوال کرتا ہے کہ بھلا کب تک پھولوں کی ڈالی نہ چڑھائیں اور قربان جان کب تک نہ ہوں یہ واقعی ایک عقدہ ہے جسے لال بجھکڑ کی ضرورت ہے۔ پھر فرماتے ہیں ؎

صدا لا تقنطوا ہر سو اذان اللہ اکبر کی
وظیفہ کیوں نہ جاء الحق کا ہو ورد زباں کب تک

پہلے مصرع کا ہر ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے سے مرتبط ہے کیا کہنا۔ اور دوسرے مصرع میں "کیوں نہ" اور "کب تک" نے ایسے فصاحت کے دریا بہائے ہیں کہ سبحان اللہ "کب تک" کمبخت معلق ہی دکھائی دیتا ہے "کیوں نہ" سارا مزہ لوٹ لے گیا ہاجو تھا شعر کے الفاظ کا ارتباط کیسے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے ؎

ہوا ثابت یہ غیبت سے خدا موجود وغائب ہے
بتا کر شان معبودی ہوں آخر لامکاں کب تک

واقعی اعتراض بجا ہے معبودی کی شان دکھانے کے لیے لامکاں کب تک ہونا صحیح نہیں۔

شعر ہے ؎

مری نظروں سے غائب ہیں مگر دل میں حاضر ہیں
بھلا سے کر کے دل میرا رہیں گے وہ نہاں کب تک

کیا کہنا اس "ملیکر کے" کا۔ پھر فرماتے ہیں ؎

کمال بندگی عیسیٰ ہو ظاہر خلق پہ ایک دن
امامت پڑھ کے آگے ہو نہ حق ہوگا عیاں کب تک

آج کل رس بھری ٹکے سیر ہیں اگر اس شعر کا مطلب کہہ دیجیے تو سیر بھر حاضر ہیں۔ مخاطب معلوم نہیں کون ہے عیسیٰ یا ممدوح کمال بندگی سے کیا مراد ہے "امامت پڑھنا" کون سا عمل ہے جو حق کے عیاں کرنے کے لیے پڑھا جاتا ہے؟ اور جو خود بخود اے شعر ند کو نہ ممدوح کو بھی یاد نہیں رہا تو مادح کو یاد دلانے کی ضرورت پڑی۔

"ہو نہ حق" بھی خوب ہے۔ سنیے ؎

کریں گے دین حق جاری کہ حق آہا ہی حق بنکر
کلام حق زباں انکی نہ ہونگے حکمراں کب تک

کاتب بدنصیب کو دیکھیے حکمراں کو حمکراں لکھ گیا۔ صاف صاف تو یہ ہے کہ شاعر صاحب نے حق کو حق کا بھیس بدلوا کے تحصیل حاصل کا اچھا نمونہ پیش کیا ہے اور زبردستی اصلی کو مصنوعی ثابت کیا ہے۔ جسے مدح کہنا جائز نہیں۔

فرماتے ہیں ؎

نہ ہم کو خوف محشر کا نہ کچھ بھی فکر دنیا ہے
مرے ناصر تو بارہ ہیں ہے پھر خوف جاں کب تک

آپ گھبرائیے نہیں یہاں "کب تک" بمعنی "کیوں" ہے۔ رہا "ہم" اور "میرے" کا جوڑ تو حضرت آج کل انقلاب کا دور دورہ ہے عورت مرد ہو جاتی ہے۔ مرد نتھ چوڑی پہن رہے ہیں۔

آخری شعر سن لیجیے اسی پر ختم اور آپ حضرات کے لیے دعائے ترنم سرا ہیں ؎

خدا مداح حسن کا ہے ثناخواں اس کا احمد ہے
نہ ہو ممدوح عالم کا بھلا یہ مدح خواں کب تک

وصف شعر کا صرف اس قدر ہے کہ خدا بھی "عالم" ہی کی حد میں داخل ہو گیا چھٹی ہوئی۔ ہمیں تعجب تھا کہ خلاف سنت شاعری حضرت کا تخلص نہیں ہے مگر معلوم ہوا کہ ہماری غلط فہمی تھی۔ ارے صاحب صاف صاف تو یہ لکھا ہوا ہے۔ ہم بھی کچھ "وہ" ہیں۔ یعنی تخلص جو کھا ضرور ہے۔ واہ میاں یہ اللہ تمھیں کسی مسجد کا واعظ بنا دے۔ فقط

راقم

ادبار الادب

التماس دعائے صحت برائے اڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ

WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS.
ARISTOTLES.
REGISTERD No 783
OUDH PUNCH.
LUCKNOW.
اودھ پنچ
1936
M.B.KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

جلد ۲۱ نمبر

مضامین

(مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء)

سگ لیلیٰ سے منھ چٹوا اگر لیلیٰ سے الفت ہے

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء)

ملازمہ جو نازنین کے برخلاف ریچھ کو ہوا سمجھ رہی تھی۔ ذرا بگڑ کر بولی۔

"اتنا بڑا قد جسم ہے صرف دودھ پہ کیسے گزارا ہوگا؟"

اعتراض میری محبوبہ کو گراں ضرور گزرا۔ مگر معقول تھا اسلیے وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ ہم دونوں ذرا دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ آخر نازنین نے اپنی ملازمہ کو حکم دیا کہ ہوٹل میں جاکر بیرا سے دریافت کر کہ کسی نے کبھی ریچھ تو نہیں پالا ہے۔ اگر پالا ہے تو اس کو کھانے کو کیا دیا تھا۔ ملازمہ کے لیے یہ حکم ایسا ہی تھا جیسے بلا مرضی شادی کر لینے کا۔ وہ غریب منھ لٹکائے بڑبڑاتی چلی گئی۔ اس اثنا میں میں نے یہ مسئلہ تھوڑا بہت حل کر لیا۔

اردو کی پہلی یا دوسری کتاب میں دو حکایتیں پڑھی تھیں۔ ایک تو وہ جس میں دو مسافروں پر ریچھ نے حملہ کیا تھا۔ ایک شخص جو بہت بہادر بنتا تھا کود کر درخت پر چڑھ گیا۔ دوسرا ذرا چالاک تھا فوراً مردہ بن کر زمین پر لیٹ گیا ریچھ نے اس کو خوب سونگھا مگر جب زندگی کے آثار نہ پائے تو چلتا ہوا۔ اور دوسری حکایت جس میں شہد کی مکھی نے ریچھ کی شکایت ایک آدمی سے کی کہ وہ ظالم بڑی کمائی لمحوں میں چٹ کر جاتا ہے۔ اس سے دو نتیجے نکلے۔

(۱) ریچھ زندہ آدمی کھاتا ہے۔

(۲) شہد کھاتا ہے۔

نمبر (۱) کے بارے میں تو نازنین نے یہ رائے قائم کی کہ جو ریچھ بچپن میں بری صحبت میں پڑ جاتے ہوں گے وہ آدمی کھانے لگتے ہوں گے۔ رہا یہ بیچارا تو بالکل معصوم ہے۔ ان بری باتوں کو کیا جانے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑے دلار سے ریچھ کو تھپ تھپایا اور پھر بھاگی ہوئی اپنے کمرے میں شہد لینے چلی گئی۔ اپنے کو اور ریچھ کو اکیلا پاکر میرا دم فنا ہونے لگا۔ گھبرا گھبرا کر ادھر ادھر دیکھتا کہ کوئی دکھائی دے تو اس کو ریچھ دکھانے کے بہانے پاس بلاؤں۔ میری جان تو یوں ہی سوکھ رہی تھی کہ نہ معلوم ریچھ کے جی میں کیا آئی خوں خوں کرکے اس نے اپنا سر میری ٹانگوں کے بیچ میں گھسیڑ دیا۔ میں بے حواس ہو کر پیچھے بھاگا۔ دہشت ہٹ ہٹ ہٹ نمک حرام۔ بے ایمان تمیز سے کھڑا رہ۔ مگر وہ کہاں سنتا ہے۔ اس کے نزدیک گویا میں مذاق کر رہا تھا۔ ایک جست میں میرے برابر پہونچ گیا اور دونوں پاؤں پر کھڑا ہو کر اپنی ناک سے میرے منھ کو سونگھنے لگا۔ میں حواس باختہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ ڈر یہ تھا کہ اگر بھاگوں تو شاید ریچھ کو معانقہ کرنے میں بھی ذرا تامل نہ ہو۔ لاحول ولا لعنت بکار عشق میں بھی کن مصیبتوں میں پھنسا ہوں۔ اگر ذرا دیر اور رہتی تو میں عہد کر لیتا کہ اب زندگی بھر ریچھ نہ پالوں گا۔ مگر ہائے میری پھنسانے والی۔ مجھے رہائی دلانے آ گئی۔

"او ہو ہو بدستور کھانے کو مانگ رہا ہے۔"

ریچھ فوراً ادھر مڑ گیا۔ شہد کا ڈبہ سامنے رکھ دیا گیا۔ اس نے ایک پنجے سے ڈبہ تھاما اور ہاتھ بھر لمبی اور بالشت بھر چوڑی زبان منھ سے نکال کر ڈبے میں ٹھونس دی۔ دو ایک ادھر ادھر گھمائی اور پھر منھ میں رکھ لی۔ اب جو ڈبے کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوا کہ ریچھ کی زبان کو دوبارہ زحمت نہ کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ڈبے میں ہر طرف چمکتا ہوا ٹین ہی ٹین دکھائی دے رہا تھا۔ مگر ریچھ نے یا تو نازنین کا دل رکھنے کو یا اخلاقاً ایک بار اس میں زبان اور گھمادی اور پھر بحسرت و یاس شہد والی کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی:۔

"دیکھا کتنا بھوکا تھا؟"

میں نے اس طرف توجہ نہیں دی بلکہ یہ دیکھ رہا تھا کہ کتنا بھوکا ہے۔ نازنین متحیر تھی کہ اب شہد کہاں سے لاؤں۔ ریچھ بے چینی سے ڈبے کو الٹ پلٹ کر رہا تھا کہ اب کیا کھاؤں اور دوسری طرف میں یہ بھی سوچ کر سہا جاتا تھا کہ فرض کرو یہ ریچھ بھی بچپن میں بری صحبت میں رہا ہو اور اس کو بھی آدم خوری کی لت پڑ گئی ہو۔ تو اس وقت کیا ہوگا؟ مگر خدا [illegible] مسبب الاسباب ہے۔ اسی وقت خادمہ اپنے ساتھ کئی خادماؤں کو لیے ہوئے آ گئی اور یوں ریچھ کے کھانے کی بہت سی چیزیں معلوم ہو گئیں۔ ایک خادمہ بولی۔

"میں نے بچپن میں ریچھ کو ایک [illegible] کے [illegible] کھلاتے دیکھا تھا۔"

دوسری "میں نے سیخ کا کباب کھلا دیا تھا۔"

تیسری "ریچھ سب کچھ کھاتا ہے۔"

چوتھی کا بیان لینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اگر ریچھ سب کچھ کھاتا ہے تو کیا کہنا۔ فوراً ایک پلیٹ قورمہ۔ ایک پلیٹ دال۔ ایک پلیٹ چاول اور روٹی کا [illegible] دے دیا۔ اب میری [illegible] بہت خوش ہو [illegible] کو کھانا کھلانے کا بندوبست کر دیا۔ گرما گرم کھانا سینی میں لگا ہوا آیا۔ ریچھ اس کو دیکھتے ہی خوں خوں کرکے ایک کر ملازمہ کے برابر پہونچ گیا۔ گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ سے سینی چھوٹ گئی۔ اور کھانا گر کر دور تک زمین پر پھیل گیا۔

نازنین "بدتمیز۔ نالائق۔ ناکارہ۔ ہوٹل میں کھانا کھاتے مدتیں گزر گئیں لیکن ابھی تک سینی رکھنے کی تمیز نہیں آئی۔ ریچھ بھی کوئی ہوا ہے جو تجھے نگل جاتا؟"

ملازمہ کے برخلاف ریچھ نے بہت تمیزداری دکھائی اور زمین پر جتنا کھانا گرا تھا سب صاف کر دیا۔ زمین بھی زبان سے اتنی رگڑی کہ وہ چمکنے لگی۔ اس کے بعد برتن بھی یکے بعد دیگرے صاف کر دیے۔

نازنین "دیکھا اپنے کو دیکھ اور ایک غریب جانور کو۔ تجھ سے زیادہ تو یہی تمیزدار ہے۔ میرا ریچھ میرا ریچھ تو کتنا اچھا ہے۔"

ریچھ نے دلار کی طرف رخ تک نہیں کیا۔ وہ ابھی تک پلیٹیں چاٹنے میں مشغول تھا۔ اس کا مطلب ظاہر تھا کہ کھانا اور لاؤ۔ آخر ایک خادمہ بولی۔

"حضور اس کا پیٹ یوں تھوڑے بھرے گا۔"

یہ کیجیے کہ جب سب کھانا ختم ہو جائے تو بچا کھچا ریچھ کو دیدیا جائے۔"

نازنین یہ کل سے ہو سکتا ہے۔ آج ہم اس کی اچھی طرح خاطر مدارات کرنا چاہتے ہیں۔ جاؤ ایک کھانا اور لاؤ۔

پانچ منٹ میں کھانے کی ایک اور سینی آگئی۔ اور ریچھ کے سامنے رکھدی گئی۔ اس نے پہلے ہی منٹ میں سب وشیال صاف کردیں۔ پھر گوشت اور دال کی پلیٹ پونچھ ڈالی۔ اس کے بعد ہم لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ گویا کہ کھانے کا نمونہ پسند آیا۔ اور منگاؤ۔

ہم لوگ دو گھنٹے سے ریچھ کی خاطر مدارات کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ ان کی اس فرمائش کی پروا نہیں کی اور ذات شریف کو موٹر خانے میں بند کر کے چلے آئے۔ ان میں اس وقت کچھ آدمیت آگئی تھی۔ خوشی خوشی بند ہو گئے اور کچھ غل نہیں لائے۔

—— (۲) ——

موٹر خانے سے نکل کر میں نے ارادہ کیا کہ لاؤ اپنی محبوبہ سے ریچھ کے مستقبل کے متعلق کچھ گفت و شنید کروں۔ مگر باہر سناٹا تھا یعنی محبوبہ صاحبہ پہلے ہی سے چلدی تھیں۔ مجھے ضرور یہ بُرا معلوم ہوا کہ میں ریچھ سے بھی بدتر ٹھہرا یعنی کہ اس کے کھانے پینے کا اتنا خیال اور میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا کہ کہاں رہتے ہو اور کیا کھاتے ہو۔ مگر فقیر و درویش بر جان درویش۔

اپنے حال پر ترس کھاتا ہوا کمرے میں واپس آیا۔ کاش آج کے دن میں ریچھ ہوتا۔ میرے بالوں میں وہ نازک حنائی انگلیاں شانہ کرتیں۔ میرے کھانے پینے کی فکر کی جاتی۔ میرے لیے شہد کا ڈبہ آتا۔ میں شہد چاٹتا اور دشمن کھڑے منہ تکتے۔ لیکن دشمن کون بنتا؟ میں یعنی آپ ہی اپنا رقیب۔ ہائے ستم خیالی پلاؤ بھی تو اچھی طرح نہیں پکا سکتے۔ یا قسمت یا نصیب۔

اب مجھے فکر پیدا ہوئی کہ کوئی ایسی صورت پیدا کی جائے جو ریچھ کو ہر وقت میری محبوبہ کی ضرورت ہے۔ اور ریچھ کو بیمار ڈالوں۔ فرض کرو اس کو نامیفائڈ ہو جائے۔ دو وقتہ ڈاکٹر حکیم آئیں۔ بچارے کی جان خطرے میں ہو۔ اس وقت کیا ہوگا یہی ہوگا کہ ریچھ بچارا چادر اوڑھے پلنگ پر بیہوش پڑا ہوگا ایک طرف میں بیٹھا "ٹمپریچر" دیکھ رہا ہوں گا اور دوسری طرف میری محبوبہ رنجیدہ و غمگین مریض پر

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ

بعدالت جناب پنڈت تیج نرائن صاحب ہرکولی آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول سیتاپور ضلع سیتاپور

بتو داس ولد دیو داس قوم ... ساکن شمعی کو نیرہ پرگنہ کورونہ تحصیل مصرکھ ضلع سیتاپور مدعی

بنام

گنگا بخش وغیرہ مدعا علیہم

نام بھارتھ سنگھ ولد رگھو نندن سنگھ قوم ٹھاکر ساکن کورونہ پرگنہ کورونہ تحصیل مصرکھ ضلع سیتاپور

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... درج کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۴ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام سیتاپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۸ ماہ فروری ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اطلاع نامہ بنام دائنان دربارہ داخل درخواست بریت

(دفعہ ۱۳ (۱) ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب سید شوکت حسین صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۶۰ سنہ ۱۹۳۵ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی ڈی۔ ایس۔ ڈکروز ولد بیجرا ے ڈکروز ساکن ۱۶ نوکر کوارٹرس چار باغ لکھنؤ

بنام

(۱) آغا محمد خاں ولد نامعلوم متصل مسجد حسین گنج لکھنؤ۔
(۲) گوبردھن داس رستوگی ساکن رستوگی ٹولہ لکھنؤ۔
(۳) بابو رام ٹیلر صدر بازار لکھنؤ
(۴) امپائر سائیکل ورکس لاٹوش روڈ لکھنؤ

مطلع ہو کہ دیوالیہ مذکور الصدر نے اپنی بریت کی درخواست عدالت ہذا میں گزرانی ہے اور عدالت ہذا نے سماعت درخواست کے واسطے تاریخ ۴۔ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے مقرر کی ہے۔

تاریخ ۳- ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء۔

بحکم عدالت

دستخط بشمبھو دیال منصرم عدالت ۱۸-۲-۳۶

مہر عدالت

اہتمام سرسری اطلاعنامہ بنام دائنان

(دفعہ ۷۴، ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب سید شوکت حسین صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۲۰ سنہ ۱۹۳۶ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی مہابیر پرشاد ولد منشی گرجا سہائے قوم کایستھ ساکن مقبول گنج تھانہ حضرت گنج لکھنؤ

بنام

(۱) لالہ گھنشیام داس ولد لالہ بالکا ساکن رستوگی ٹولہ شہر لکھنؤ
(۲) برج موہن لال کایستھ ولد ہزاری لال ساکن مٹھی گنج الہ آباد
(۳) بابو کیدار ناتھ ولد بھگوانداس کھتری ساکن نرائی گلی تھانہ چوک شہر لکھنؤ
(۴) بابو گنیش پرشاد کایستھ ولد ہزاری لال ساکن نولسیہ شہر لکھنؤ
(۵) لالہ منموہن لال ولد لالہ ملاپسیداس رستوگی ساکن اشرف آباد شہر لکھنؤ
(۶) جوگل کشور پسر شمبھوداس رستوگی پسران لالہ ہرنرائن داس ساکن اشرف آباد لکھنؤ
(۷) لالہ کنہیا لال ولد لالہ اندر پرشاد پسران لالہ ... پرشاد ولد لالہ گوپال داس رستوگی اشرف آباد شہر لکھنؤ
(۸) لالہ موہن شیام ولد لالہ رنجی مل صراف امین آباد شہر لکھنؤ
(۹) لالہ لچھمی نرائن و راجی مل رستوگی پسران پرشوتم داس رستوگی رستوگی ٹولہ شہر لکھنؤ
(۱۰) رادھے لال کایستھ ولد منشی بانکے بہاری لال ساکن دگاواں شہر لکھنؤ
(۱۱) مہاراجن بیوہ بالی مہ پنڈت شیو سیوک ساکن دگاواں شہر لکھنؤ
(۱۲) سری رام برہمن ساکن موضع سیارام پور تھانہ ... ضلع فیض آباد
(۱۳) شیو دلارے ولد پوربی دین ساکن محلہ بیرونی خندق بہ کاواں بمکان بابو مہابیر پرشاد لکھنؤ
(۱۴) لال چند سین ولد گوپی ناتھ ساکن کچی گھاٹ شہر لکھنؤ
(۱۵) سری متی ایسے سری دیوی بنت ... سہائے ساکن فتح گنج شہر لکھنؤ
(۱۶) لالہ اودھ بہاری ولد بھولا ناتھ رستوگی پسران سیتارام ساکنان اشرف آباد لکھنؤ
(۱۷) گوپال داس ولد گردھاری لال رستوگی ساکن اچھا بازار شہر لکھنؤ
(۱۸) لالہ بدری ... رستوگی ولد بنارسی داس ساکن تاڑی خانہ شہر لکھنؤ
(۱۹) کرشن گوپال کایستھ ملازم جی ایم جی آفس لکھنؤ
(۲۰) محمد ولی ساکن تکیہ ہنڈ ولد منشی باغ روڈ رضا منزل شہر لکھنؤ
(۲۱) بابو کولیس پرشاد ولد بابو سیش پرشاد ڈسٹرکٹ امین آباد شہر لکھنؤ
(۲۲) لالہ متھرا پرشاد بنکر ساکن کشاری ٹولہ شہر لکھنؤ
(۲۳) گوکل تیلی ولد سیارتی سوداگر ساکن دگاواں لکھنؤ
(۲۴) بچہ تیلی ولد گردھاری لال ساکن دگاواں شہر لکھنؤ
(۲۵) رگھوناتھ تیلی شیر فروش محلہ دگاواں شہر لکھنؤ

اطلاع دیجاتی ہے کہ بتاریخ ۱۷۔ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء مدیون مذکور الصدر نے ایک قطعہ درخواست اس عدالت میں بدین غرض پیش کی ہے کہ وہ دیوالیہ قرار دیا جاوے اور یہ کہ بتاریخ ۱۴ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء عدالت ہذا نے اس امر کا اطمینان کر کے کہ مدیون کی جائداد غالباً مبلغ پانچ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ہدایت کی ہے کہ مدیون کی جائداد کا اہتمام سرسری طریقہ پر کیا جاوے اور تاریخ ۲۸- فروری سنہ ۱۹۳۶ء بنا بر سماعت متعلق درخواست و اظہار مدیون مذکور مقرر کی ہے۔ اس امر کی بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت تاریخ مذکور الصدر پر تصفیہ و تقسیم جائداد مدیون مذکور کی فوراً کارروائی شروع کر سکتی ہے۔ تم کو اختیار ہے کہ تم حاضر ہو کر اس تاریخ پر ثبوت دو۔ ثبوت کسی دعوی کا جو تم کرنا چاہو تاریخ مذکور یا اس کے قبل داخل عدالت کرنا لازمی ہوگا۔

میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۳۱۔ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت

بشمبھو دیال منصرم عدالت

۱۹-۲-۳۶

مہر عدالت

جھکی ہوئی اس کی حلق میں دوا ٹپکا رہی ہوگی۔ ہم لوگ اکثر آپس میں متوحش نظریں لڑائیں گے۔ ہائے وہ بھی کیا دن ہوں گے۔ اچھا اس کے لیے کیا صورت نکالی جائے چلو ریچھ کو کسی ٹائیفائڈ کے مریض کے کمرے میں چھوڑ آئیں دوسرے دن یہ ضرور بیمار ہو جائے گا۔

اسی طرح کے ہوائی قلعے بنانے میں کئی گھنٹے گزر گئے اچھی خاصی رات آ گئی۔ پیٹ میں بھوک کا ریچھ کودنے لگا۔ میں نے کھانا کھانے کی نیت کی۔ کہ اتنے میں ہوٹل کا ایک ملازم دوڑا ہوا آیا کہ صاحب آپ کا ریچھ بہت غل مچا رہا ہے اور دروازے بھڑ بھڑاتا ہے۔ یہ سنتے ہی میرے دل کو ایک طرح خوشی ہوئی کہ سچ مچ کہیں اس کو کوئی بیماری تو نہیں ہو گئی پھر تو مزا ہی مزا ہے۔ میں نے کہا بیوی صاحبہ کو خبر کر دی۔ ملازم نے جواب دیا حضور

نوٹس حسب دفعہ ۹ ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب پنڈت برج کشور نوپہ صاحب اسپشل جج بہادر درجہ اول لکھنؤ مقدمہ نمبر ۱ سنہ ۱۹۳۶ء

پیشی ۲۸ مئی سنہ ۱۹۳۶ء

بہاری لال ولد گیادین قوم مراؤ ساکن موضع سیسی پرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ۔ سائل مدعی

بنام

مہادرام وغیرہ قرض خواہان مدعا علیہم

(۱) بلدرام ولد رام دیال قوم برہمن ساکن موضع میرک نگر پرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ

(۲) مسماۃ کملا ناہیوہ مادھو پرشاد قوم برہمن ساکن موضع سیسی پرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ

(۳) منشی سیتلا پرشاد ولد منشی دھنپت رائے قوم کائستھ ساکن قصبہ بچھراواں پرگنہ بچھراواں تحصیل مہراج گنج ضلع رائے بریلی

(۴) بستو تان پرشاد ولد کالیچرن قوم کلوار ساکن موضع شاہ محمد پور پرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ

(۵) گویا پرشو سو ساتھی موضع سیسی تعلقہ سنڈل کوا پرشو نبک موہن لعل گنج واقع موضع لعل گنج پرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ

(۶) مہابیر پرشاد ولد گوردین قوم برہمن ساکن موضع سیسی پرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ۔ قرضخواہان مدعا علیہم

ہرگاہ کہ سائل مندرجہ عنوان نے درخواست بموجب دفعہ ۴ یوپی انکمبرڈ اسٹیٹ ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۹۳۴ء ذریعہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لکھنؤ گزرانی ہے اور عدالت ہذا میں بیانات تحریری داخل کیا ہے لہذا بجملہ قرضخواہان کو جملہ قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ خلاف سائل جائداد سائل مذکور ہو بذریعہ نوٹس مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ نوٹس ہذا کی تاریخ شہرت سے تین ماہ کے اندر یعنی ۲۸ مئی سنہ ۱۹۳۶ء تک عدالت ہذا میں بیانات تحریری بابت قرضہ مذکور مع جملہ دستاویزات متعلقہ داخل کریں۔ بصورت عدم پیروی درخواست مذکور یکطرفہ سماعت کیجائیگی اور کوئی دعوی بعد انقضائے میعاد مذکور مسموع نہ ہوگا۔ آج بتاریخ ۲ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط او مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

سید قربان حسین جعفری ناظر | دستخط حاکم بخط انگریزی | مہر عدالت

22/2

ان کو تو سب سے پہلے خبر کر دی گئی۔ انھوں نے کہا کہ آتی ہوں۔ ملازم سے لالٹین لینے کو کہا اور بہت خوش خوش ہوٹل پہونچا۔ امید تھی کہ دروازہ جب کھولوں گا تو ریچھ ایک ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے کراہتا نظر آئے گا یعنی نمونیہ کا اثر ہو گا۔ مگر مجھے بہت سخت مایوسی ہوئی جب مجھے دیکھ کر وہ "بکر کود" پر آمادہ ہو گیا بلکہ مجھے گلے لگانا چاہا کمبخت جانور تو جانور۔ اس کو اتنی تمیز بھی نہ ہوئی کہ مالک کو اس طرح تکلیف ہو گی۔ ملازم سے معلوم ہوا کہ کھانا پینا اس کو دیا جا چکا ہے پھر کیوں غل غپاڑا مچا رہا تھا۔ اتنے میں میری محبوبہ صاحبہ تشریف لائیں۔ اُن کو تو دیکھتے ہی ریچھ مارے خوشی کے آپے سے باہر ہو گیا۔ بلکہ اس ملعون نے تو یہاں تک گستاخی کی کہ ایک پنجہ اس کے شانہ شیریں پر رکھ دیا۔ اب میری غیرت کو تاب نہ رہی اور جان پر کھیل کر ریچھ کے منھ پر ایک تھپڑ مارا۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ میں یہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا کہ جہاں میری رسائی نہیں وہاں ریچھ کی دست رسی ہو۔ اس وقت میری آنکھوں سے غالباً اتنے گرم گرم شعلے نکل رہے تھے کہ ریچھ کو بھی تاب نہ ہوئی اور پیچھے ہٹ گیا۔ اب یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ ریچھ نے ہم لوگوں کو کیوں بلایا۔

آخر خادمہ کے فیصلے پر سب نے اتفاق کیا کہ دیر سے ہم لوگوں کو دیکھا نہ تھا اس لیے زحمت تشریف آوری دی۔ سبحان اللہ اگر یہی محبت کا عالم ہے تو میری زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ خیر وہاں سے ہم لوگ نکلے لیکن جیسے دروازہ بند کر کے کچھ دور گئے ہوں گے ریچھ پھر زور زور سے چیخنے لگا۔ اور دروازہ بھڑ بھڑانے لگا۔ ہم لوگوں نے مجبوراً پھر دروازہ کھولا۔ تو وہی اگلی سی خاموشی۔ آخر ان حضرت کا مطلب کیا ہے۔ ہوٹل کا ایک ملازم بولا "شاید ریچھ اکیلا گھبراتا ہے"۔ میری محبوبہ نے سو فیصدی بلکہ سوا سو فیصدی اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ریچھ کے ساتھ رات کو رہے گا کون؟ یہ سوال اٹھتے ہی میری جان نکل گئی میں نے فوراً مخالفت کی اور معاملہ کو ٹال دینا چاہا۔ مگر تو بہ وہ ملعون درندہ یوں کہاں ماننے والا تھا۔ جیسے ہی ہم لوگ باہر آئے اُس نے

پھر غل مچانا شروع کیا۔ بلکہ ابکی تو سارا ہوٹل سر پر اٹھا لیا۔ منیجر بیچارہ گھبرایا ہوا دوڑا آیا۔ اگر میں تنہا ہوتا تو شاید اسی وقت ریچھ کو اس کے مالک سمیت نکال دیتا۔ مگر نازنین پھر نازنین ہے۔ اس کو دیکھتے ہی سارا غصہ رفو چکر ہو گیا۔ اور دانت نکال کر خوشامد درآمد کرنے لگا۔ میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا ؎

"تماشا ہے کہ ڈائن پر اثر ہے رعب جاناں کا"

نازنین نے منیجر کو سمجھا کر خاموش کیا کہ ریچھ غریب ابھی بچہ ہے۔ رات کو اکیلے رہتے ڈرتا ہے میں ابھی کسی کو اس کے ساتھ رکھے دیتی ہوں پھر خوشی خوشی سو جائے گا۔ نازنین نے اپنی ملازمہ سے کہا تو رات کو یہیں رہ جا۔ مگر وہ یہ سنتے ہی ایسی جلی گویا اس نے کہہ دیا تو ریچھ سے شادی کر لے۔ اس وقت اس نے اپنی مالکہ کے جذبات کا ذرا احترام نہیں کیا۔ فی البدیہہ سیکڑوں کوسنے ریچھ کو دے ڈالے۔ نازنین "وہ تو میں پہلے ہی جانتی تھی ایسی بہادری کے کام عورتوں سے نہیں ہو سکتے۔ (میری طرف متوجہ ہو کر) یہ ایثار و قربانی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ ایک رات اس بے کس و بے بس جانور کے ساتھ آرام فرمائیے کل سے اس خدمت کے لیے کوئی ملازم رکھ لیجیے"۔

ہائے کمبخت عشق۔ تیرا ستیاناس ہو۔ اور اے نازنین خدا تیرا بھلا کرے "جو نہ کرنا تھا کیا او دلربا تیرے لیے"۔

گراب بھی بس نہیں۔ نیچو صاحب تو نازنین کو دیکھتے ہی
کاٹھ کے بدھو بن جاتے تھے۔ فوراً اسی کی ایسی کہنے
لگے۔ مجھ غریب کا عجب حال تھا۔ نہ جائے رفتن نہ
پائے ماندن۔ آخر بہت مہین آواز سے بولا "اچھا"
نازنین نے فوراً میری بے ہودگی کی تعریفیں کیں۔
اور ملازم کو جو لالٹین ساتھ لیے کھڑا تھا ساتھ آنے کا
اشارہ کر کے چلی تاکہ میرا بستر اور پلنگ بھجوا دے۔
لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے نکلتے ہی ریچھ نے
پھر وہی ہنگامہ مچایا۔ ہائیں اس کا کیا مطلب؟ کیا
وہ بھی نازنین پر رہا۔۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا
مجھے اس موقع پر خوش ہونا چاہیے تھا کہ اب کہو بیچو
مجھے ریچھ کے ساتھ بند کر رہی تھیں مگر اب تم کو بند ہونا
پڑے گا۔ لیکن پھر وہی عشق آڑے آیا۔ بلکہ اس کے
ساتھ کئی وبائیں غیرت، رشک و رقابت نے بہت
زور دکھایا۔ اور یہ کسی طرح گوارا نہ ہوا کہ ریچھ کے ساتھ
میری محبوبۂ دلنواز بند کی جائے اس غریب کا رنگ مسئلہ
کی نئی پیچیدگی دیکھ کر زرد ہو گیا۔ نیچو صاحب بھی ذرا
گھبرائے ہوئے نظر آئے۔ (باقی آئندہ)

راقم ـــــ

افلاطون وقت

مراسلہ نمبر ۲
(متعلق لغات انگریزی)

۱۷- فروری ۱۹۳۶ء

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب تسلیم

۱۴- فروری کا اودھ پنچ پہونچا مجھے بڑی حیرت ہوئی جب
میں نے اس میں اپنے خط کو دیکھا اور اس پر آپ کی سرخی "مراسلہ
برائے بحث" قابل داد ہے۔ یہ تو میں کیونکر کہوں کہ
آپ نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس لیے کہ میرا مقصد اس کو
معرض بحث میں لانا نہیں تھا۔ بہتر ہوتا اگر آپ اس
خط کو فاضل ناقد کی خدمت میں بھیج دیتے اور وہ آئندہ
طبیعت پر زور دے کر لکھا کرتے۔ ممکن ہے کچھ صاحب
فاضل ناقد کے مضامین کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے ہوں
اور یہ خیال کرتے ہوں کہ "حاجی زمزم اللغات" کی
کی گت بنائی جاتی ہے لیکن میرے خیال میں ہمارے
فاضل ناقد ایک گرانقدر کام کر رہے ہیں۔ ایسے نیک
کام میں ان کا تغافل سے کام لینا مجھے بھلا معلوم ہوا
اس لیے میں نے پہلا خط جناب کی خدمت میں بھیجا
تھا جناب نے اسے اپنے پرچے میں طبع کر دیا بھلا کسی
ادارت سے جو حکم ناقد ہو اس سے سرگرانی کون
کر سکتا ہے؟ لہذا جو کچھ آپ نے کیا اس کا شکریہ۔

اس مرتبہ پھر میں جناب کی خدمت میں ۵ فروری
۱۹۳۶ء کے اودھ پنچ میں مضمون نمبر ۱ کے متعلق کچھ
عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے پیشتر کہ میں فاضل ناقد
کی تنقید پر تبصرہ کروں یہ عرض کر دوں کہ انگریزی الفاظ
کا تلفظ اردو حروف تہجی کے ذریعہ ادا نہیں کیا جا سکتا
مثلاً مضمون نمبر ۱ میں لفظ "REUTER" کے تلفظ
پر بحث کی گئی ہے اردو میں یقیناً اس کو "روٹر"
نہیں کہتے لیکن رائٹر بھی صحیح تلفظ نہیں۔ بلکہ یہ تو
"WRITER" کا تلفظ ہو سکتا ہے ورنہ REUTER
تلفظ کے حروف میں "ROITA" لکھا جاتا ہے جس کو
اردو میں روائٹر لکھنا صحیح تلفظ سے زیادہ قریب ہوگا۔
اب میں ان الفاظ کے معانی کے متعلق عرض کرنے کی
اجازت چاہتا ہوں جن پر فاضل ناقد نے تنقید کی ہے۔

ڈگری کے تحت میں لکھا ہے "اردو میں صرف
عدالت اور انگریزی میں عدالت اور ضابطہ کی احکامات کو
ڈگری کہتے ہیں" لیکن اتنا کہہ دینا کافی نہیں۔ اس کے
معنی "مجوزہ مقصد" کے بھی ہوتے ہیں اور یہ لفظ "قانون"
کے مرادف بھی ہوتا ہے۔

ڈنر کی تشریح میں لکھا ہے "فی زمانہ فیشن ایبل رات کے
وقت ڈنر کھاتے ہیں" شاید فاضل مضمون نگار کو
فیشن زدہ حضرات سے زیادہ الفت ہے ورنہ
میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بیچارے سیدھے سادے
آدمی جو فیشن پرست نہ ہوں وہ آج کل ڈنر ہی نہیں
کھاتے؟ اس کے علاوہ ڈنر کے معنی ضیافت کے
بھی ہوتے ہیں۔

ڈیم فول۔ فاضل ناقد نے فرمایا ہے "یہ دو لفظوں
کا مجموعہ ہے ایک ڈیم یعنی ماں (جانوروں کے لیے)
ایک کلمہ حقارت ہے۔ دوسرے فول یعنی "بیوقوف"
کہنے کی تو میں جرأت نہیں کر سکتا کہ جہاں لغات
مصنف نے یاجی گڑھا لکھ کر معانی کا خون کیا ہے۔
ہمارے فاضل ناقد نے بھی بے پرکی اڑائی ہے۔
ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ اس مضمون کو پڑھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ فاضل ناقد نے اس کو پریشانی کے
عالم میں لکھا ہے اور جو کچھ قلم نے لکھ دیا اس پر مکرر
نے دوبارہ غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔
ورنہ لفظ ڈیم یعنی ماں (جانوروں کے لیے) کسی
انگریزی لغات میں نہیں ملتا۔ اور اگر کوئی ایسی لغات
ہو جس میں یہ معنی مل جائیں تو ڈیم سکول (DAME
SCHOOL) کے کیا معنی ہوں گے؟ ڈیم کے معنی تو بیگم
یا خاتون یا گھر کی مالکہ کے ہوتے ہیں ڈیم فول

معاملہ مصر

جان بل :- بسا اوقات میں حدود سے باہر بھی ہو جاتا ہوں دیکھیے راہ چھوڑ فٹ پاتھ پر گھوڑا چڑھا لایا "

مصری :- اہلاً وسہلاً کچھ مضائقہ نہیں مگر آپ کی تو عادت ہے کہ .... لہذا جی ڈرتا ہے "

میں ڈیم "DAMN" ایک کلمہ لعنت ہے اور "ملعون" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

نُعـــــــــلم

م۔ ع۔ ج۔ دہلی

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش پیچ ہمرو پیش ہمرو پیچ

(نمبر ۲۱)

شوفر۔ (انگ) موٹر چلانے والا ملازم۔
حاجی صاحب کا انگریزی اور فرانسیسی الفاظ کا مطلق وقوف نہیں۔ ہر جگہ فرانسیسی لفظ کو انگریزی لفظ لکھدیا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی یہی غلطی کی ہے۔ موٹر چلانے والے کو شوفر نہیں کہتے ہیں۔ حاجی صاحب موٹر کے معنی بھی نہیں جانتے۔ مانا کہ بول چال میں موٹر کار کو صرف موٹر بھی کہہ دیتے ہیں لیکن حاجی صاحب تو لغت لکھ رہے تھے۔ انھیں احتراز لازم تھا۔

شیک ہینڈ۔ مصافحہ۔ ہاتھ ملانے کو شیک ہینڈ کہتے ہیں۔ شیک ہینڈ کا خاص طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ ملا کر ہلکا جھٹکا دیتے ہیں۔ شیک ہینڈ کے لفظی معانی ہاتھ ہلانے کے ہیں۔ اور اصطلاحی معانی دوستی کرنے یا مصالحت کرنے کے ہیں۔ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں اور عموماً مصافحہ تعظیماً کیا جاتا ہے۔ حاجی صاحب نے شیک ہینڈ کے معنی مصافحے کے لکھ دیے اور فرصت پا گئے۔ لغت لکھا ہے یا مداری کا تماشا کیا ہے۔

فایر۔ وہ انجن جس کے ذریعے سے آگ بجھائی جاتی ہے۔
فایر کے معنی آگ کے ہیں۔ اور فایر انجن کے معنی وہ انجن جس کے ذریعے سے آگ بجھائی جائے لیکن صرف فایر نہ اُردو میں مستعمل نہ انگریزی میں۔ ممکن ہے کہ کاکوری کے گنوار صرف فایر کہتے ہوں۔
فایر کے معنی بصیغہ فعل بندوق یا توپ وغیرہ داغنے کے بھی ہیں۔ لیکن گنوار اللغات میں درج نہیں۔ اسی طرح فایر بمعنی آگ بھی اُردو میں مستعمل ہے۔ صحیح معانی ترک کر کے مہمل معنی درج کرنا یہ حاجی اللغات کا حصہ ہے۔

فٹ۔ کے بہت سے معانی گنوار اللغات میں درج ہیں۔ منجملہ اُن کے معانی نمبر ۳۔ نیچے کا حصہ بنیاد نہ انگریزی میں نظر سے گزرے اور نہ اُردو میں۔ یہ نیچے کے حصہ سے کیا مراد ہے؟ کچھ تشریح نہ فرمائی۔ کیا انسان کے نیچے کے دھڑ کو بھی فٹ کہتے ہیں! اسی طرح لفظ بنیاد بھی تشنۂ تشریح ہے۔

فرم۔ یعنی مستحکم درج لغت نہیں۔ آیندہ ضمیمہ میں فرم کے معانی میں اضافہ فرمائیے۔

فرما۔ ایک معنی سانچے کے بھی ہیں جیسے جوتے کا فرما۔

فرامیشن۔ ایک خاص عقیدے کے لوگوں کا فرقہ جو باہمی اتحاد اور ہمدردی کا دم بھرتا ہے۔ یہ نہ لکھا کہ وہ خاص عقیدہ کیا ہے۔ دراصل یہ ایک پُراسرار جماعت ہے اور کسی مذہب سے علاقہ نہیں رکھتی یہ فرقے اور مذہب کے آدمی اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مقصد اس کا باہم اخلاقی تعلقات کا استحکام ہے۔ اس کے مدارج ہیں۔ یہاں کچھ روحانی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اس میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اگر یہ کوئی عقیدہ ہوتا تو بھلا وہ کیوں قبول کرتے۔

فلالین۔ انگریزی تلفظ غلط لکھا ہے فلینل لکھنا چاہیے تھا۔ حاجی صاحب کو انگریزی الفاظ کا صحیح تلفظ کرنا بھی نہیں آتا۔

فلس کیپ۔ ولایتی دبیز کاغذ۔
اس جہالت کو ملاحظہ فرمائیے۔ فلس کیپ کے لیے حاجی صاحب نے دو شرطیں لکھی ہیں۔ ایک ولایتی دوسری دبیز۔ دونوں غلط۔ فلس کیپ کاغذ کی کوئی قسم نہیں ہے بلکہ پیمانہ ہے۔ فلسکیپ ۱۲+۱۵ انچ سے لے کر ۱۳½+۱۷ انچ تک ہوتا ہے۔ اس پیمانے کا جو کاغذ ہوگا وہ فلسکیپ کہلائے گا خواہ دیسی ہو یا ولایتی۔ دبیز ہو یا مہین سے مہین۔ حاجی صاحب کو قسم و پیمانہ کی بھی تمیز نہیں فلس کیپ کے پیمانے کا کاغذ اسکول اور کچہریوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسکولوں اور کچہریوں میں فلسکیپ کے علاوہ اور کسی پیمانے کا کاغذ مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ لہذا ہر کس و ناکس واقف ہے مگر نہیں جانتیں تو ہماری بی زمزم اللغات۔ ولے نادانی۔

فوٹو۔ تصویر لکھ کر خاموش ہو گئے۔ کیا کاکوری یا گڈھی بھلول میں ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر کو بھی فوٹو کہتے ہیں۔ ناظرین! میں اس لغت کی غلطیاں لکھتے لکھتے عاجز آ گیا لیکن غلطیاں ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ لہذا چند الفاظ پر تبصرہ کرنے کے بعد زبردستی اس جلد کو ختم کر دوں گا۔ کیا نام کہ (بقول حاجی صاحب) ابھی بہت سے الفاظ تشنۂ تنقید ہیں۔

فوٹوگراف۔ تصویر کھینچنے کا علم۔
انگریزی میں عکسی تصویر کھینچنے کے علم کو فوٹوگراف نہیں فوٹوگرافی کہیں گے۔ حاجی صاحب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ فوٹو فوٹوگراف کا مخفف ہے۔ اس جہالت پر لغت لکھنے چلے۔ اسم و صفت کی تمیز نہیں اور کہنے کو بی۔ اے و ایل ایل۔ بی۔ خدا جانے ڈگریاں کیونکر حاصل کیں۔

فیتا۔ ۱۔ نواڑ کی پٹی۔ ۲۔ وہ کاغذ کی پٹی جس سے پیمائش کرتے ہیں۔ ۳۔ ریشمی یا سوتی کپڑے کی پٹی۔
ماشاء اللہ چشم بد دور۔ تین معانی لکھے اور تینوں مہمل۔ فیتا جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے ایک خاص بناوٹ کا ہوتا ہے اور اُس کی چوڑان کے دونوں طرف کنارہ بنا ہوتا ہے۔ ریشمی یا سوتی کپڑے کی پٹی چیٹ کہلاتی ہے نہ کہ فیتا۔ اسی طرح نواڑ کی پٹی کو بھی کوئی فیتا نہیں کہتا یہ کاکوری کے زنانہ محاورات ہیں جن کی تشریح مقتضائے مقام نہیں۔

فیر۔ داو باش، کھیل بنانا۔ مجامعت کرنا۔
یہ "فٹ" کے معنی کا جوڑا ہے۔ داد کیا خوب

تحقیق فرمائی ہے۔

حاجی صاحب نے عام طور سے اس قسم کے الفاظ اور ان کے معنوں سے احتراز کیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس لفظ میں وہ کون سی کشش تھی کہ حاجی صاحب نے اس لفظ کو باپ معنی پسند فرمایا۔ کھیل بنانا کا محاورہ ہماری سمجھ میں نہ آیا۔ حاجی صاحب اسم کے معنی فعل کے اور فعل کے معنی اسم کے لکھ جاتے ہیں۔ حاجی صاحب کی نگاہ میں قواعد مہمل شے ہیں جن کی پابندی بیکار ہے یہاں نیز اسم ہے لیکن معنی فعل کے لکھے ہیں۔

فیشن ۔ گنوار اللغات نے تقریباً چالیس عدد معانی تحریر کیے ہیں۔ میں کہاں تک نقل کرتا۔ اور ان پر تبصرہ کرتا۔ کاکوری اللغات جب روانی پر آتی ہیں تو ناٹ بہا دیتی ہیں۔ کیوں نہ ہو آخر کس خطۂ پاک کی ہیں۔ مجھے اتنا وقت کہاں کہ تبصرہ لکھوں مختصراً عرض ہے کہ اتنے معانی نہ کسی انگریزی لغت میں پائے گئے اور نہ اردو میں مستعمل۔

دیکھیے اسے کہتے ہیں ترقی زبان اردو کہ لفظ فیشن کے معانی اردو میں چالیس تک پہونچا دیے۔ حالانکہ اصل زبان میں مشکل سے پانچ چھ معانی ہوں گے۔ اب بھی ملک و قوم حاجی صاحب کو کوئی خطاب نہ دے تو یہ قوم کی ناقدری ہے۔

فلیٹ کیپ ۔ ایک قسم کی ٹوپی۔

کیا فیشن کے معانی لکھنے میں وہ طول لاطائل کجا یہ اختصار۔

حاجی صاحب کی جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تعریف کریں تو وہ اسی طرح اپنی جان چھڑاتے ہیں۔ چونکہ فلٹ کیپ سے ہر شخص واقف ہے لہذا یہاں اس کی تشریح ضروری نہیں سمجھی گئی۔ انگریزی تلفظ غلط لکھا فیلٹ نہیں فلٹ ہے۔

قرلشیہ ۔ انگریزی میں کردشٹ تلفظ کروشی ہے۔ فرانسیسی زبان میں کروچی۔ یک ایک قسم کا لوہے کا نوک دار آلہ جس سے عورتیں جرابیں بنتی ہیں۔

اللہ ری تحقیق و تدقیق۔ انگریزی و فرانسیسی دونوں زبانوں کی تحقیق کر ڈالی۔ کیوں نہ ہو کاکوری کے خطہ پاک سے بی قرلشیہ خانم اللغات یعنی گنوار اللغات نے جنم لیا ہے۔ اسی لیے آلہ سے اس قدر دلچسپی ہے کہ سیکڑوں جگہ یہ ناشدنی لفظ استعمال کیا گیا ہے مثل مشہور ہے کہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔ اسی طرح بی قرلشیہ خانم کو ہر شے آلہ ہی نظر آتی ہے۔

معلوم نہیں کردشیا کو قرلشیہ کون کہتا ہے۔ غالباً کاکوری کی گنوارنیں قرلشیہ کہتی ہوں گی کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ گنوارنیں کاف کو قاف اور سین کو شین کہتی ہیں۔

تعریف بھی لاجواب ہے۔ لکھنا چاہیے تھا کہ ایک قسم کی ہک دار یا کھندانے دار تیلیاں جن سے پھندے کی بناوٹ کی جاتی ہے۔ کروشیا کو صرف جرابیں بننے کے لیے مخصوص کر دینا یہ بی قرلشیہ خانم ہی سے ممکن تھا۔ شاید کاکوری والیاں صرف جرابیں ہی بن سکتی ہیں ورنہ قرلشیہ کی بناوٹ سے بیسوں چیزیں بنی جاتی ہیں۔ باقی آیندہ

ر ا ف

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

توکل علیہ آغا خان

اس ہفتے گھوڑ دوڑ کے شاہنشاہ نے غریب لکھنؤ کی خاک کو اپنی تشریف آوری سے پاک فرمایا جسکی علت بالکل کھلی۔ شہر کے بعض لوگوں نے آپ کو گھیرا اور ٹلو ہیتو پر سارا طلسم ختم ہو گیا اخبار نویسوں نے صفحۂ قرطاس کو گھوڑ دوڑ کا میدان بنا دیا اگر بغور دیکھیے تو بھاڑ لیا کیے منھ کا حال معلوم نہیں۔

بحیثیت میزبان کے ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ آنیوالے کی آؤ بھگت کرے گر سچ پوچھیے تو ہمیں ان حضرت کے آنے کی خوشی ہوئی نہ جانے کا غم۔ بامیمنی کہ بہت مدت سے حضرت کے ملکی مشاغل و فرائض صرف نئی شادی کر رکھا ہے اور گھوڑدوں کی ٹاپوں میں کھپ گئے ہیں ہمیں خیال تھا کہ اور کچھ نہیں تو آپ غریب اردو کی حمایت کریں گے جس کا باپ ایران ہے اور ماں ہند۔ گاندھی جی کو دیکھیے جب انکے لیے کوئی کام نہ رہا تو انھوں نے اردو کشی کی خدمت مشہور نہ ڈھونڈ نکالی مگر کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ گاندھی نے نئی شادی کی ہے نہ گھوڑ دوڑ کا شوق ہے۔

WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS, ARISTOTLES.
REGISTERD No 783
OUDH PUNCH.
LUCKNOW.
اودھ پنچ
1936
۱۹۳۶ء
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

مگر قرآن کی رہنمائی نے جرمنی اور انگریزی محققین کو آخر اس قابل کر دیا کہ از سر نو زبان زندہ ہو گئی مطالب حل ہونے لگے۔

متقدمین نے نام رکھنے میں اتنی مضبوطی سے قرینہ کا لحاظ رکھا ہے کہ شاید و باید مثلاً عبرانی کے حروف تہجی پر نظر کیجیے۔ الیف (الف) کے معنی بیل اسکی قطع بیل کے سینگوں سے مشابہ ہے بیث (ب) یعنی بیت دگھر، اس کی شکل کوٹھری کی سی ہے۔ گیمل (گ) یعنی جمل (اونٹ) اونٹ کا پچھلا دھڑ ایسا ہی ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس معنی کی حفاظت میں وہ بلیغ اہتمام کیا گیا کہ حیرت ہوتی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو دنیا بھر کی زبانوں میں وجوہ اشتراک محسوس کر سکتے ہیں۔ مثلاً عربی کا ماخذ عبری ہے بہت مشکل سے کوئی عربی لفظ ملے گا جس کا لگاؤ اپنے ماخذ یعنی عبری سے نہ ہو۔ اسی طرح فارسی کا لگاؤ یونانی سے اصوات کا تحفظ حروف سے کیا گیا حروف کا تحفظ بذریعہ نقوش اگر یہ لوگ ایسا ہی ہٹ بنا پن اختیار کرتے جیسا آج کل ہو رہا ہے تو شاید ایک قرن کا کیا دھرا دوسرے قرن میں قابل فہم نہ رہتا۔ اگلے لوگ بھی اسی وقت اعتراضات کی ضد میں آجاتے تھے جب وہ ان مصالح سے غفلت کرتے تھے۔ یہ قاعدہ قابل تبدیل و تغیر نہیں ہے اگر اس میں تغیر کیا جائے تو نہ کوئی لغت باقی رہ سکتی ہے نہ علوم کی تعلیم و تحصیل ہی کا امکان رہتا ہے یہ صحیح ہے کہ زبانوں میں یوماً فیوماً الفاظ بڑھتے رہتے ہیں۔ مگر ذی علم گروہ کا یہی منصب ہے کہ وہ اس زیادت کے نگراں رہیں۔ اور بیہودات کی بڑھتی نہ ہونے دیں جس سے زبان کی خوبی پر برا اثر ہو۔ اب آپ بتائیے کہ کس قرینے سے جذبات یا جذبات اپنے موجودہ معانی میں مستعمل ہے۔ یہ معانی کیونکر پیدا ہوئے۔ بھلا وہ لوگ زبان کی حفاظت کی خدمت کس طرح انجام دینے کے اہل ہو سکتے ہیں جو ہر ایک شخص کی زبان سے ایک لفظ سنتے ہی بغیر غور و فکر استعمال کرنے لگتے ہیں۔ کورانہ تقلید کے سر پر سینگ نہیں ہوتے تقلید کورانہ کے مرتکب محقق یا صاحب نظر نہیں کہلاتے۔

(۷) ہر شخص مرزا کے کلام سے بقدر فہم لذت یاب ہے چنانچہ اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے ؎

دل حسرت زدہ تھا مائدہ لذت درد
کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا

غالباً آپ کا مقصود یہ ہے کہ "یاروں" سے اغیار مراد ہیں۔ کوئی ہونٹ چاٹ کر رہ جاتا ہے کوئی ایک آدھ داڑھ بھی گرم کر لیتا ہے حالانکہ دلی کے محاورے میں یاروں کا لفظ نفس متکلم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ اس شعر کی شرح میں ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

یہ بات مشہور ہے کہ ذوق نے "یاروں" سے اپنی ذات مراد لی ہے یعنی میں نے بہت زور مارا۔

(۸) پھر مرزا کی بلند پردازیوں کی داد کو پہونچنا اُن کے بس کی بات کہاں "

"داد کو پہونچنا" شاید دادرسی کا ترجمہ ہے۔ اردو کا محاورہ داد دینا ہے۔ فارسی میں "داد" کے معنی "انصاف" و عدل ہیں اور جتنے ملحقات اس لفظ کے ساتھ ہیں سب کے مطالب کسی نہ کسی طرح انصاف و عدل کی طرف منجر ہیں مثلاً دادگستر۔ دادگر۔ داددار۔ داد آفرید۔ داد آفریں۔ داد دہ۔ داد ستاں۔ داد فرمائے۔ وغیرہ۔ افسوس اس وقت اردو عجب آفت میں مبتلا ہے۔ اگر اس آفت سے بچی تو گویا اللہ کے گھر سے پھری مگر نہیں۔ بچنے کی امید بیکار ہے۔ اس قسم کے ترجمہ سے اردو لغت میں کوئی زیادتی یا فصاحت میں کوئی ترقی ممکن نہیں البتہ مہملیت دن دونی رات چوگنی بڑھتی جاتی ہے آجکل کے پوچ روزانہ سو بچاس مہمل الفاظ کے انعام بانٹتے ہیں اور کم مایہ اشخاص انعام قبول کر لیتے ہیں۔ قدیم محاورات میں کوئی تغیر جائز نہیں۔ محاورہ کبھی نہیں بدلتا مگر اردو پر یہ مصیبت بھی ہے کہ محاورات میں تصرف داخل وضع ہے۔ غالب مرحوم کا یہ مصرع اہل زبان نے کبھی پسند نہیں کیا؟

حیرانی نگاہ تماشا کرے کوئی

تماشا بازی گر کرتے ہیں "تماشا کردن" بمعنی دیدن فارسی کا محاورہ ہے۔ غالب کے کانوں تک یہ اعتراض پہونچا مگر اُنھوں نے دھاندلی نہیں کی بلکہ اعتراض وارد سمجھ کے خاموشی اختیار کی اب غلطی پر کوئی ٹوکتا ہے تو مفت کی آفت مول لیتا ہے۔

(۹) کتابیں یوں دیکھی جاتی ہیں جس طرح زچا تارے دیکھتی ہے۔

سبحان اللہ کتاب دیکھنے کی تشبیہ اس سے بہتر ملنی مشکل ہے۔ زچا کی گود میں بچہ اور طالب علم کی بغل میں کتاب نہ جانے لمحہ بھر تارے دیکھے طالب علم نے چند دقیقہ مطالعہ کیا وہ الحمد للہ بھائی کے "کہتی ہوئی پردے میں داخل ہوئی یہ صیغہ گرد اننے مکتب پہونچے وہ بامراد رہی نامراد رہے۔ یہ معلوم نہیں کہ سننے اور کو بھنے کی تکلیف زچا کی طرح طالب علم نے اُٹھائی یا نہیں۔ البتہ اس بے اتفاقی کے نتائج میں ایکار افکار سے معجزہ آرائیاں ہیبت آفرینیاں کافر ماجرائیاں پیدا ہوئیں جن کا وجود آپ کی تحریر میں ہے۔ اور چند روز کے بعد مقلدین کی زبان پر ہوگا۔

نہایت افسوس ہے کہ جناب بیخود نے اگرچہ تارے دیکھنے کی طرح کتاب کا مطالعہ نہیں فرمایا عمر بھی سمجھانے میں وقت باقاعدہ مطالعہ کرنے میں صرف فرمائی پھر بھی اردو کی چند سطر میں لکھنے میں مظلوم زبان اردو کی خاصی ستیاناسی کر دی۔

ہمیں معلوم ہے کہ جناب بیخود ادبیات میں انہماک تام رکھتے ہیں اس وجہ سے ہم نے انھیں بعض واضح غلطیوں کی طرف متوجہ کیا۔ آیندہ ان کے اعتراضات کا حتی الوسع جواب دیں گے اچھا ہے کہ چھپنے کے قبل ان کی شرح دیوان غالب غلطیوں سے پاک ہو جائے اور شہزور زچا کی طرح پلنگ پر لات مار کے اٹھ کھڑی ہو۔ جو اعتراضات جناب طبا طبائی کی شرح پر جناب بیخود صاحب نے وارد کیے ہیں اُن کا جواب طبا طبائی صاحب سے دریافت کر کے لکھا جائے۔

(۱۰) مگر زمانہ کروٹیں بدل رہا ہے اور اکثر ہندوستان ہندی نژاد اپنے اُجڑے ہوئے گھروں اور لٹے ہوئے خزانوں کی دیکھ بھال کی طرف متوجہ نظر آتے ہیں "

جلد ۲۱ نمبر ۹

مضامین پنچ

(مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۶ء)

جواب مراسلت

(مندرجہ اودھ پنچ لکھنؤ مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۳۶ء)

ذری بندہ - تسلیم

میں دو تین روز کے لیے باہر چلا گیا تھا لہذا آپ کا مراسلہ نمبر ۲ آج ۲۹ فروری کو میری نظر سے گزرا۔ میں بجواب مراسلہ نمبر ا عرض کر چکا ہوں کہ مجھے حق بات کے تسلیم کرنے میں کبھی عذر نہ ہوگا۔ اس کی اطلاع مجھے خواہ بذریعہ پرائیوٹ خط کے دی جائے یا بذریعہ اخبار۔ اور نہ اپنے کو خطا و نسیان سے مبرا سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں لغت تنہا شخص کو لکھنا ہی نہ چاہیے۔ بلکہ چند آدمیوں کو مل کر یہ کام کرنا چاہیے تاکہ اگر ایک سے کوئی سہو ہو جائے تو دوسرا اس کی تصحیح کر دے۔ اسے بھی اُردو کی بدقسمتی اور ہندوستانیوں کا ادبار سمجھیے کہ اس طرح مل کر کام کرنے والے میسر نہ آئے۔ اور اگر ایک وقت میں ملے بھی تو وہ شیرازہ بہت جلد ابتر ہو گیا (اشارہ جانب امیر اللغات)

جو اصحاب بلا کسی وجہ معقول کے یہ خیال کرتے ہوں کہ حامی زمزم اللغات کی گت بنائی جاتی ہے اُن کے سامنے میرا تبصرہ پیش کر دیجیے اور میری طرف سے عرض کر دیجیے کہ اس میں کون سے اعتراضات بے جا ہیں۔ اگر اس پر بھی وہ اپنا خیال نہ بدلیں اور اعتراضات کی تردید نہ کریں تو ایسوں کو بکنے دیجیے۔

میں تغافل سے کام نہیں لیتا۔ سہو قلم یا سہو کاتب ہونا لازمی ہے۔ ان کی اصلاح یا میں خود بعد کو کرونگا یا آپ توجہ فرمائیں اور شروع سے آخر تک کل قسطوں کو ملاحظہ فرما کر اپنے شکوک سے مجھے مطلع فرمائیں۔ میں گمنامی میں بسر کرنا چاہتا ہوں لہذا اپنا نام ظاہر نہیں کرتا۔ آپ ایڈیٹر اودھ پنچ کو بھیج دیں وہ مجھے پہونچا دیں گے۔

آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اُردو میں "وڈ" نہیں کہتے لہذا زمزم اللغات پر جو میرا اعتراض تھا وہ آپ نے تسلیم کر لیا۔ اب رہ گیا "رہی یہ بحث کہ رائیٹر لکھنا صحیح ہوگا یا روائٹر۔ اس کی بابت بھی آپ نے دو باتیں تسلیم کی ہیں ایک یہ کہ انگریزی تلفظ اردو حروف تہجی کے ذریعہ سے ادا نہیں کیا جا سکتا اور دوسرے یہ کہ روائٹر بھی صحیح تلفظ نہیں۔ پھر فرمائیے آپ کے اعتراضات میں کیا جان رہ گئی۔ آپ کے اعتراضات آپ ہی کی تحریر سے معاف فرمائیے کہ مہمل ٹھہرتے ہیں۔

میری رائے ناقص میں یہ بحث تحصیل حاصل ہے۔ انگریزی داں نہ رائٹر کہے گا اور نہ روائٹر لکھ کر ان دونوں کے درمیان تلفظ کرے گا۔ اور نہ وہ اسکے تلفظ کے لیے اُردو لغت دیکھے گا۔ رہے اردو داں اشخاص وہ میرے خیال میں واؤ کو بڑھا کر پڑھینگے اور مضحکہ انگیز تلفظ کریں گے لہذا میں نے واؤ کا ترک ہی مناسب سمجھا جس طرح HALL کو ہال لکھتے ہیں جو غلط کہا جا سکتا ہے۔ HALL کا تلفظ بھی ہال اور ہاول کے درمیان ہے لیکن سب ہال لکھتے ہیں کوئی ہاول نہیں لکھتا۔

میں نے کب یہ عرض کیا تھا کہ انگریزی میں ڈگری کے معانی عدالت اور خداوندی احکام کے ہیں۔ جو آپ نے ڈگری کے دیگر معانی درج فرمانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ جو معانی آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ اُردو میں رائج نہیں لہذا نظر انداز کر دیے گئے تھے۔ میں متعدد جگہ تبصرہ میں عرض کر چکا ہوں کہ میں صرف اُن معانی کا ذکر کرتا ہوں جو اُردو میں مستعمل ہیں۔

ڈنر کے معانی پر تنقید کرتے ہوے جناب نے تحریر فرمایا ہے "کہ شاید فاضل مضمون نگار کو فیشن زدہ حضرات سے زیادہ الفت ہے الخ" بجواب عرض ہے کہ "فاضل" کے خطاب کا شکریہ لیکن جناب کا اعتراض کم نظری پر مبنی ہے۔ شارٹر آکسفرڈ ڈکشنری اٹھا کر جلد اول صفحہ ۵۱۱ کالم ۳ سطر ا پر ملاحظہ فرمائیے دیکھیے فیشن ایبل کا لفظ موجود ہے یا نہیں۔ اگر یہ لفظ نظر آ جائے تو آکسفرڈ کے صدہا ماہرین السنہ کو الزام دیجیے جنھوں نے تقریباً پچاس سال کی عرق ریزی کے بعد یہ لغت تیار کیا ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ڈنر کے معانی ضیافت کے بھی ہوتے ہیں۔ اس کی بابت بھی یہ عرض ہے کہ میں نے کب عرض کیا تھا کہ نہیں ہوتے۔ میرا اعتراض ڈنر کے معانی "بڑا کھانا" لکھنے پر تھا۔ اس اعتراض پر آپ کی خامہ فرسائی سے کوئی زوال نہیں آتا۔

ڈیم فول کے معانی پر جو میرا اعتراض تھا وہ آپ کو بھی تسلیم ہے کہ نور اللغات کے مصنف نے پاجی گدھا لکھ کر معانی کا خون کیا ہے۔ میرے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے بے پر کی اڑائی ہے سو میں یہ عرض کروں گا کہ حضرت سہارنپوری میں بے پر کی نہیں اُڑاتا بلکہ مضمون ہی کہ اس طرح کی باتیں لکھنے کا شوق ہے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ ڈیم اسکول کے کیا معنی ہوں گے ایک مہمل سوال ہے۔ میں نے کب عرض کیا تھا کہ ڈیم کے معانی صرف ماں (خاصکر جانوروں کے لیے) کے ہیں اور کوئی اور معنی نہیں جو آپ مجھ سے ڈیم اسکول کے معنی پوچھتے ہیں۔ میں نے ڈیم کے صرف وہ معنی لکھ دیے تھے جو ڈیم فول میں چسپاں ہوتے تھے۔

آپ کو لفظ ڈیم بمعنی ماں (خاصکر جانوروں کیلیے) کسی ڈکشنری میں نہ ملے تو اس میں میری کیا خطا۔ آپ کے لیے ذیل میں [illegible] درجن ڈکشنریوں کا حوالہ عرض کرتا ہوں۔ شارٹر آکسفرڈ ڈکشنری جلد اول صفحہ ۴۵۱ کالم ۲ سطر ۱، [illegible] ڈکشنری جلد اول صفحہ [illegible] کالم ۲ سطر ۵، [illegible] ڈکشنری آف [illegible] صفحہ ۲ کالم اول سطر ۱۔ اس خیال سے کہ شاید ضخیم ڈکشنریوں پر دسترس نہ ہو چند مختصر ڈکشنریوں کا حوالہ درج ہے ملاحظہ ہوں کنسائز آکسفرڈ ڈکشنری صفحہ ۲۰۲

کالم ۲ سطر ۲۵ چیمبرس ٹونٹی ایتھ سنچری ڈکشنری صفحہ ۲۳۲ کالم ۲ سطر ۱۲۔ انڈیل کنسائز ڈکشنری بگ ٹائپ صفحہ ۱۸۶ کالم ۲ سطر ۲۷۔ اور انھیں ڈکشنریوں میں آپ کو ڈیم کے دیگر معانی بھی مل سکے ۔ اور ڈیم اسکول کے بھی معانی معلوم ہو جائیں گے ۔

آپ کا یہ فرمانا کہ ڈیم فول میں DAMN ایک کلمۂ لعنت ہے اور ملعون کے معانی میں مستعمل ہے ۔ صحیح نہیں ۔ اگر حاجی زمزم اللغات نے لکھا ہوتا تو کچھ عرض کرتا ۔ آپ سے بصد ادب اس قدر استفسار کرتا ہوں کہ DAMN بمعنی ملعون (صفت) کس لغت میں ملے گا مجھے تو متذکرہ بالا و دیگر لغات میں بمعنی لعنت کرنا (فعل) ملا ہے ۔

آپ نے اتنا تو خیال فرمایا ہوتا کہ DAMN کون ایسا غیر مانوس لفظ تھا جو اس کے پیش نظر نہ رہا ہوگا ۔ لیکن کوئی تو وجہ ہے کہ اس نے DAMN کو ترک کر کے DAM اختیار کیا ۔ ایک وجہ تو مندرجۂ بالا تھا وجہ تھی دوسرے DAMNED!

DAMENIT کا بگڑا لفظ ڈیمٹ اردو میں موجود ہے ۔

راقم

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

ایک اور شد

حضرت پنچ تسلیم ۔

۵۔ فروری کے اودھ پنچ میں بسلسلۂ تبصرۂ "نور اللغات" لفظ ڈلیوری (Delivery) سہو قلم یا قصور کاتب یعنی "زچا" و "دایہ" کے مشترک یا جدا جدا قصور سے ادھورا بر آمد ہوا ہے ۔ یہ لفظ ڈاک خانہ کی نسبت زنانہ ہسپتالوں میں اور ڈاکٹروں ۔ نرسوں اور خصوصاً لیڈی ڈاکٹروں کی زبان پر زیادہ ٹی ہاؤں ٹی ہاؤں کرتا اور قلقاریاں مارتا ہے إلا اشارۃ تکفیہ الی کلیام

فاضل محقق کا جواب "ڈیلو" اور "ایڈی کا نگ" کے متعلق تلخی و تیز کلامی کا پہلو لیے ہوئے ہے حالانکہ جناب جعفری کی گرفت نہایت سنجیدہ ہے ۔ فاضل محقق اگر اسی طرح ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیں گے تو سلسلۂ گفت و شنید القطع ہو جائے گا ۔ اور افادہ و استفادہ کی "ڈلیوری" رک جائے گی ۔ یہ ناراض ہونے اور ناک بھوں چڑھانے کی بات نہیں یہ تو ہنسنے ہنسانے کا مسالا ہے لگے ہاتھوں "لغوی تحقیق" بھی ہو رہی ہے آپ کی کاوش قابل داد ہے ۔ بے مزا و اجرت دل جلی ماما کی طرح پرائے بچہ کا منھ بھی دھویا جا رہا ہے اور خوب مل مل کے میل بھی اتاری جا رہی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ کبھی ناک مروڑ دی جاتی ہے کبھی گالوں پر چپت لگا دی جاتی ہے ۔ تھپکیاں بھی ہیں ۔ لوریاں بھی ہیں ۔ دانت بھی کچکچائے جا رہے ہیں اور گالیاں بھی دی جا رہی ہیں ۔

وہ تو کہیے نور اللغات والے حاجی صاحب مدظلہ کا ظرف حوصلہ ہی بہت وسیع ہے بیچارے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم بنے ہوئے ہیں اور مؤلف جامع اللغات کی کوہ وقاری بھی قابل داد ہے جو اپنی لغات کا کام "لغات النجاب" سن کر بھی خاموش ہیں حالانکہ خود لکھنؤ میں

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۵۸ ضمن ۲

اجلاس جناب تحصیلدار صاحب بہادر تحصیل سنڈیلہ مقام سنڈیلہ ضلع ہردوئی

بشیشر سنگھ نابالغ بولایت کنول سنگھ پدر خود قوم ٹھاکر ساکن موضع آسا پور بنگلہ کنیال تحصیل سنڈیلہ ضلع ہردوئی مدعی

بنام

سنی سنگھ ولد گنگا سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع آسا پور بنگلہ کنیال تحصیل سنڈیلہ ضلع ہردوئی مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان مبلغ عہ ۵ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۶۔ مارچ ۱۹۳۶ء بوقت دس بجے دن بمقام تحصیل سنڈیلہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بقرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو ۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا ۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰۔ ماہ فروری ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۵)

نمبر مقدمہ ۴ ۱۹۳۶ء

بعدالت منصفی متھرا باجلاس جناب مولوی فرید عالم صاحب بہادر چشتی بی کوم ایل ایل بی منصف متھرا

لالہ جگناتھ داس ولد لالہ رامچند اس قوم ویش ساکن گڑھائی بازار شہر متھرا خود و بحیثیت کرتا خاندان مالک کاروبار موسومہ رامچند اس جگناتھ گڑھائی بازار شہر متھرا مدعی

بنام

تنسکھ لعل و رامجرن لعل پسران گردھاری لعل اقوام برہمن مالکان کاروبار موسومہ گردھاری لعل تنسکھ لعل واقع قصبہ قائم گنج ضلع فرخ آباد مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت الاصلیہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۷ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں و جواب دہی دعویٰ کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جواب دہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں ۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا ۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۹۔ ماہ فروری ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (عام طور پر)

بعدالت منصفی متھرا مقام متھرا ضلع آگرہ

باجلاس جناب مولوی فرید عالم چشتی صاحب بہادر بی کوم ایل ایل۔ بی منصف متھرا

مقدمہ دیوانی نمبر ۴ بابت ۱۹۳۶ء

لالہ جگناتھ داس ولد لالہ رامچند اس قوم ویش ساکن گڑھائی بازار شہر متھرا خود و بحیثیت کرتا خاندان مالک کاروبار موسومہ رامچند اس جگناتھ گڑھائی بازار شہر متھرا

بنام

تنسکھ لعل وغیرہ مدعا علیہم

بنام تنسکھ لعل و رامجرن لعل پسران گردھاری لعل اقوام برہمن مالکان کاروبار موسومہ گردھاری لعل تنسکھ لعل واقع قائم گنج ضلع فرخ آباد

چونکہ مدعی نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ قرقی قبل از فیصلہ جائداد غیر منقولہ واقعہ قائم گنج کی کی جاوے لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بتاریخ ۲۷ مارچ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے قبل دوپہر اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاویں اگر ایسا نہ کریں گے تو درخواست مذکور آپ کی غیر حاضری میں یکطرفہ سماعت ہوگی اور یہ قیاس کیا جاوے گا کہ آپ اس مقدمہ میں ان مقرر کیے جانے پر رضامند ہیں ۔

آج بتاریخ ۲۹۔ ماہ فروری ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

لکھنؤ کو لکھنوٗ اور "ل لکھنؤ" کہنے والے خدا ان کی تعداد اور اولاد زیادہ کرے اکثر موجود ہیں جو سلوک آپ لفظ لفظ پر حاجی صاحب سے فرما رہے اس کے لیے سند جواز آپ قدرت کی طرف سے تو لے کر نہیں آئے۔ اسی طرح بات سے بات نکلتی آئی ہے۔

جب آپ میدان میں تشریف لے آئے ہیں تو ذرا حاجی صاحب کی طرف دیکھ کر حوصلہ سے بات سنیں۔ حاجی صاحب نے اگر ڈلیوری کے وہ معنی جو نہایت ضروری تھے چھوڑ دیے تو وہ اپنی عادت سے مجبور ہیں یا شاید کاکوری میں ڈاکخانہ کی ڈلیوری کے سوا اور کوئی ڈلیوری نہ ہوتی ہو۔ مگر آپ ایسے محقق کے ہاں لفظ کے اصل معنی فی البطن رہ جانا حیرت انگیز ہے۔ اور سو جب فساد طبع بہر کیف اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

(۲) ۲۶ - نومبر ۳۵ء۔ لفظ "پرتگال" مجھے قیام ایران کے دوران میں یاد پڑتا ہے کہ اہل سیر جان اس لفظ (پرتگال) کو نارنج یا مالٹا کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اگر کوئی تازہ وارد ایرانی مل جائے تو اس کی تحقیق بھی فرمائی جائے۔

اگر جناب محقق نے برا نہ مانا تو شاید بعض دوسرے الفاظ کے متعلق بھی کچھ عرض کر سکوں گا۔

حکیم بسمل ہوشیارپوری

میرے لیے

ہمارے حضرت جگر مرادآبادی بعض وقت بے تکی ہانک دیتے ہیں۔ آنجناب نے ایک مرتبہ "اُن کی گھرا کے پی گیا" اور "......کھا کے پی گیا" پر قلم فرسائی کی تھی۔ اب "میرے لیے" پر تھوڑی سی زحمت قلم کو دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

عشق ہی تنہا نہیں آشفتہ سر میرے لیے
حُسن بھی بیتاب ہے اور کس قدر میرے لیے

مطلع کچھ زیادہ بے تکا نہیں البتہ مصرعۂ ثانیہ میں "کس قدر" کے بعد دوبارہ "بیتاب" نہ کہنا محاورے کے خلاف ہے۔ بولتے اسی طرح ہیں "بیتاب اور کس قدر بیتاب"۔ یہاں "کس قدر" معلق سا رہ گیا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے ؎

اُف وہ روئے تابناک و چشم تر میرے لیے
ہائے وہ زلف پریشاں تا کمر میرے لیے

بھئی واہ۔ ہم سے اور جگر صاحب سے پرانی یاد اللہ ہے مگر واللہ ہم نے اُن کا روئے تابناک آج تک نہیں دیکھا اور روئے تابناک اور چشم تر کا جوڑا بھی خوب لگایا ہے۔ روئے تابناک کو جانے دیجیے ممکن ہے کہ وہ معشوق کا ہو اور آ گیا ہو ملک میں شاعر کی۔ یا معشوق اسی رنج میں کہ ہائے میرا روئے تابناک شاعر لے بھاگا ٹسوے بھی بہانے لگا ہو پھر دونوں کی ملک شاعر کی طرف منتقل ہو گئی ہو لیکن شاعر صاحب کو یہ کیا سوجھی کہ معشوق کے جھونٹے در زلفیں بھی نوچ کھسوٹ کے اپنے قبضے میں کر لیں۔ اب وہاں رہ کیا گیا؟

فرماتے ہیں ؎

حیف وہ لغزیدہ لغزیدہ قدم میری طرف
ہائے وہ دزدیدہ دزدیدہ نظر میرے لیے

اگر حیف اور ہائے سے افسوس کا اظہار مقصود ہے تو واقعی اس معشوق مردود کو بھولے سے ادھر قدم بڑھانا اور دزدیدہ نظر سے دیکھنا حرام تھا یہ سیاست اور تعزیر کا مستحق ہے۔ کون ہے جو کہے کوئی اور گھر دیکھو کیوں شاعر غریب کو رنج دیتے ہو۔

ارشاد ہوتا ہے ؎

سامنے آتے ہی آتے وہ تنفس تیز تیز
سینۂ شفاف وہ زیر و زبر میرے لیے

معشوق کا ہے کو لوہار کی دھونکنی یا آدمی خالی پکھال ہے۔ مگر صاحب جب شاعر نے ابتدا سے انتہا تک ایسا کوئی اشارہ ہی نہیں کیا جس سے ان اوصاف کا غیر سے انصاف ظاہر ہوتا ہو تو ہمیں کیا حق ہے کہ چند فقروں کو معشوق سے منسوب کریں اور چند کو شاعر سے ممکن ہے کہ شاعر کی بھیپڑی معشوق کو دیکھ کے پھول گئی ہو۔

شعر ہے ؎

وہ رخ رنگیں پہ انوار محبت زرد زرد
وہ لب نازک پہ طوفان شرر میرے لیے

سنا آپ نے؟ یہ کمبخت معشوق زرد رو بھی ہے۔ گویا رنگین کی شرح کی گئی ہے کہ یرقان کا اسے عارضہ ہے۔ لال آلوے بخارا پلائیے۔ یا حضرت سودا والے حکیم کو بلائیے کہ وہ اجمود کھلائے۔ ہاں یہ تو ارشاد ہو کہ اس غریب کے منہ کو جھلسا لگانے سے حاصل کیا ہوا؟ ارشاد ہوتا ہے ؎

شبنم آلودہ وہ آنکھیں وہ گلاب افشاں جبیں
وہ دھڑکتا دل وہ گھبرائی نظر میرے لیے

انصاف سے دیکھیے خدا جانے شاعر کا مشار الیہ کہاں پیتا ہے جو آنکھوں پر اوس پڑگئی پسینے کی اولتی بنا۔ چہرہ بالکل بونق ہوگیا۔

اور سنیے ؎

سرد آہوں میں وہ تاثیر محبت گرم گرم
خشک خشک آنکھوں میں وہ جوش اشک تر میرے لیے

کوئی ناؤ میں خاک اڑاتا ہے شاعر نے سمندر میں چھکڑے چلائے ہیں بھلا اشک تر کا جوش جن آنکھوں میں ہو وہ خشک خشک کیونکر کہی جاسکتی ہیں؟۔ سرد آہوں کی گرم تاثیر تک تو مضائقہ نہیں —

ارشاد ہوتا ہے ؎

اُف وہ آغوش تہی بیتاب آغوش دگر
اُف وہ دردِ شوق محتاج اثر میرے لیے

کیا ربط شعر ہے۔ ایک خالی گود کا دوسری گود میں جانے کے لیے بیتاب ہونا جدت ہے اور دوسرا مصرعہ تو دیف کسیت پہلے مصرعے کی گود میں آغوش کر رہا ہے "چرخا تو ہے نہیں ہوتے گی کا ہے سے"

ایک نرالا افسوس اور سن لیجیے ؎

ہائے وہ رنگیں رخ سیمیں تن و زریں کمر
ہائے وہ نعلین لب سلک گہر میرے لیے

واقعی نہایت دردناک واقعہ ہے۔ یہ سب کسی اور کے لیے ہونا چاہیے۔ شاعری دیکھیے کہ رخ کے واسطے رنگین تن کے لیے سیمیں کمر کے واسطے زریں لب کیلیے نعلیں کا وصف تو ہوگیا مگر یہ گہر کے واسطے سلک کا جوڑ تو مرغی کا ہاتھی کے ساتھ بیاہ ہے "دندان گہر" ہی کہہ دیتے تو خیر بے ڈھنگا سہی جوڑ لگ جاتا۔

آگے چل کے فرماتے ہیں ؎

میرا سراپا ہے نیاز ربط ضبط حسن و عشق
وہ مجسم حسن و عشق حسیر میرے لیے

بہت دیر کے بعد معلوم ہوا کہ "میں" سے "وہ" کا مقابلہ ہے اور آخر میں سب کچھ "میرے لیے" ہوگیا ہے "حسیر" کے قافیے کی ٹھوس ٹھانس واقعی نہایت کہنہ مشقی کی دلیل ہے۔

فرماتے ہیں ؎

وہ میری آزاد فطرت وہ میری تمکین ہوش
وہ شکست حسن وہ نیچی نظر میرے لیے

میری اور میرے لیے کا ساتھ واقعی خوب ہے معلوم نہیں شکست حسن اور نیچی نظر بھی شاعر کی تھی یا "اس" کی اس لیے کہ سر سے جو کچھ ہے وہ "میری" کے ماتحت ہے دوسرے میں "اس کی" کہنا ضروری تھا۔ خدا سمجھے ایسی شاعری سے مقطع سنیے ؎

اُف وہ کہنا اُس کا بھر باہوں میں باہیں ڈال کر
میں جگر کے واسطے ہوں اور جگر میرے لیے

آپ جانیے صدمے کی تو بات ہی ہے۔ پھر "اُف" کیوں نہ منہ سے نکلے۔

ایک امیر زادی مفلس ہونے کے بعد بھیک مانگنے۔ رات کو برقعہ اوڑھ کے ایک دروازے پر کھڑی ہوئیں روزنہ سے کہا "الٰہی بچے جییں اور چپکے سے فرمایا "میرے"۔ زور سے "اللہ سلامت رکھے" اور چپکے سے "مجھ کو"۔ زور سے کہا "بچوں کا بیاہ ہو" اور چپکے سے فرمایا "میرے"۔

غرض ہر دروازے پر اسیطرح صدا لگایا کرتیں۔ شاید ہمارے شاعر صاحب نے یہ عنوان بیان انھیں سے سیکھ کے نظم کردیا ہے۔ باقی شاعری کے اعتبار سے تو نظم مذکور بیا بازار کی حقیقی ہے نقلی

تلی کی جڑ اہنا آتی ہے نقتا

راد ــــ تــــ و

ادبار الشعرا

کیفیت

"ایک اور"

علامہ کا لقب تو ایسا ارزاں ہوگیا ہے کہ لوگ چالاک چرب زبان اُچھال چھکا عورت ہو یا لڑکی اُسی کو علامہ کہتے ہیں تعجب ہے اُن لوگوں سے جو باوجود نااہل ہونے کے اپنا لقب علامہ رکھ لیتے ہیں اور اس امر سے مطلق نہیں شرماتے کہ ہمارے نتائج طبع اگر دنیا کے سامنے پیش ہوے اُس نے ایک مرتبہ زہر خند سے داد دی تو بدنامی ہوگی یا نیکنامی لوگ اس لقب کو صحیح باور کریں گے یا غلط۔ ایک علامہ صاحب کی غزل یا نظم بعنوان کیفیات سلم گزارش ہوئی ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء میں تارح نظر سے گزری۔ داستان بالنسیے

سمن لغرض انفصال مقدمہ

(حسب آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ (الف) ضابطہ دیوانی)

مقدمہ نمبر ۷ [illegible] ۱۹۳۵ء

بعدالت [illegible] نواب سید ناظم حسین صاحب بہادر [illegible] منصف [illegible] اورنگ آباد ضلع کھیری

[illegible] ولد [illegible] قوم برہمن ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع کھیری

بنام

[illegible] ولد [illegible] قوم برہمن [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع کھیری [illegible] ضلع سیتاپور

ہرگاہ مدعی [illegible] نے نام ایک نالش بابت [illegible] کے [illegible] تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ [illegible] ماہ مارچ ۱۹۳۶ء بوقت [illegible] بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے [illegible] مقدمہ [illegible] حاضر ہو [illegible]

[illegible] پس تم کو لازم ہے کہ [illegible] شہادت [illegible] مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ [illegible] ماہ فروری ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم [illegible] انگریزی — مہر عدالت

قریب الوقوع روحانی ملاقات

نئے "فی امان اللہ"

پُرانے "فی حفظ اللہ - آب آمد تیمم برخاست - کچھ آپ سمجھ چکے ہیں کچھ میری نوٹ بک رہنمائی کریگی"

ہندوستان "ذری ہم بھی دیکھئے .... (حلوی خوردن را روئے باید)

حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
پتہ تار کا
"حنا"
لکھنؤ
شاخ
قنوج حیدرآباد دکن
دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

اس غزل میں ہم نے غرق شدہ علم کا پتا لگانا چاہا مگر لگا۔ فرماتے ہیں ؎

فرصت جو پائیں گے دل اندوہگیں سے ہم
لیں گے ستم کی داد ستم آفریں سے ہم

اب اس کے خلاصہ مطلب پر غور فرمائیے۔ شاعر اپنے غمگین دل کے خدا معلوم کا ہے میں مشغول اور عدیم الفرصت ہے جب اس کا دل نہ رہیگا یا غم نہ رہے گا تو ستم کی داد ستم آفریں (معشوق سے) لے گا۔ یہ موقع داد لینے کا ہے یا داد دینے کا۔ کیا شاعر نے یا اس کے دل اندوہگیں نے شعر کی طرح کوئی نیا ستم ایجاد کیا تھا جو اپنے ہم پیشہ کو دکھا کے اسکی داد لے گا اگر ستم برداشت کرنے اور جور اٹھانے کی تصریح ہوتی تو اسکی داد بے تکلف لی جاسکتی تھی۔ پہلا شعر ہے ؎

زاہد مرا نصیب ہے سنگ آستاں
گھسا نہیں کہ اسکو مٹا دیجیے ہم

یہاں سنگ آستاں یعنی چوکھٹ کا پتھر خود ہی نصیب بنگیا ہے شاعر صاحب اس پتھر کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ گھسا نہیں ہے جسے ہم پیشانی سے مٹا دیں داغی اتنا بڑا پتھر جسے جناب شاعر اٹھے ہیں جبکہ سر پھرتے ہیں بھلا کیونکر مٹ سکتا ہے۔ البتہ زاہد کو اتنی بڑی سل نہ سمجھائی دی جو شل نقاب سنگیں اٹھا کیسا۔ سارے منھ کو چھپائے ہوئے ہے۔ اور فرمائش کر بیٹھا کہ اس کو مٹا دو۔ اس کے علاوہ "مرا" اور "ہم" کا جوڑ بھی معقول ہے۔ علامہ کے واسطے سب جائز ہے۔ فرماتے ہیں ؎

وہ پیچ و تاب میں دل حسرت نگاہ سے
مجبور ہو گئے نگہ دل نشیں سے ہم

دل کو شخص فرض کر کے اسکی نگاہ وضع کی ہے جس کا نام ہے حسرت۔ دل ان کو حسرت سے دیکھ رہا تھا اور وہ جھلائے جاتے تھے۔ ہماری قسمت سے ابھی مر

مصرعے کو لیجیے اس میں جو دل ہے اس میں کسی اور کی نگاہ گھسی ہوئی ہے۔ اب ربط دونوں مصرعوں کا آپ جودت ذہن کے سپرد ہے۔ اس کے ساتھ ہی شاعر سے یہ پوچھنا بھی آپ ہی کا وظیفہ ہے کہ "مجبور ہوگئے تو کس بات سے اور آخر آپ کرتے ہی کیا؟ کیا کچھ کاٹ کھانا امکان نہ تھا؟ ؎

اب سر کے بل چلے ہیں رہ کوے دوست میں
لیتے ہیں کام پاؤں کا اپنی جبیں سے ہم

چلے ہیں سر کے بل مگر بعد کو جبیں بھی بہلائے بیت و قافیہ فکر کے لئے بیساکھی بن گئی ہے۔ جو کچھ پہلے مصرعے میں فرمایا تھا وہی دوسرے میں بھی کہہ دیا خصوصاً "اب" کی قید زمانہ ماضی کے سوا تدبیر کا اظہار کرتی ہے۔ اے حضرت پہلے آپ اور آپ کا سر یا جبیں کس فکر میں تھے اور اس تدبیر کا مفاد کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے ؎

کل اشک اپنی آنکھ کے مژگاں میں تھم رہے
دامن بچا کر اب بچے ہیں آستیں سے ہم

ہمارے ذہن ناقص میں تو اس بیت کا مطلب یہی آتا ہے کہ آنسو پلکوں کی ٹٹی میں پھنس گئے دامن بھیگنے سے بچا اتنے قلیل مایہ بضاعت کے واسطے

بڑے سے بقان (دامن) کی ضرورت تھی ننھی سی آستین ہی میں انھیں جذب کر لیا۔ مگر "بچے" کا لفظ ذرا کھٹکتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ غریب آستین سالم نہیں ہی شاعر صاحب نے چیر پھاڑ کے ننھی سی دھجی لے لی ہے وہ بچے ہی گئے آنسو۔ شعر ہے ؎

کچھ سوز دل کو وادی سینا کا چاہیے
مل جائے تھوڑی آگ تو لائیں وہیں سے ہم

وہی مثل ہے لینے آئیں آگ اور بن بیٹھیں بادرچن۔ دل کی انگیٹھی سرد پڑی ہے وادی سینا سے آگ آئے تو جلے۔ واہ کیا خوبصورت مطلب ہے ؎

محدود جو نہیں اسے محدود کر دیا
اتنا کہیں گے زاہد عزلت گزیں سے ہم

یہاں صرف دعوی یا تہمت ہے زاہد عزلت گزیں پر کہ اس نے غیر متناہی کو محدود کر دیا مگر وجہ ظاہر نہیں فرمائی خیر جب زاہد سے اور شاعر صاحب سے ملاقات ہوگی تو وہ خود پوچھ لے گا۔ ہاں ہر اک شعر بے حاصل و بے مزہ ہے۔

فرماتے ہیں ؎

دیکھا جو تم نے قہر سے اب راز کھل گیا
دل کا پتہ لگائیں گے چین جبیں سے ہم

چین جبیں کی بھول بھلیاں میں دل صاحب کھوئے ہوئے انھوں نے جو تیوریاں چڑھائیں تو پیشانی میں شکنیں پڑیں۔ اب شاعر کو خیال ہوا کہ جلد کام تیار کرنا چاہیے انھیں شکنوں میں اتنا بڑا دل تھوڑی کی طرح مخفی ہوگا۔ آپ ہی فرمائیے اس شعر میں کیا لطف ہے۔

کہتے ہیں ؎

دانے کے پاس دام بھی دیکھا ہے یا نہیں
فرصت ملے تو پوچھ لیں یہ نکتہ چیں سے ہم

خال کا دانہ دیکھ کے پھنس جانے پر نکتہ چیں تلا ہوا تھا اس لیے شاعر کو یہ کہنے کی ضرورت بشرط فرصت

سنہ تک شائستگی سکھائی جائیگی اسکے بعد کمل!

ہوئی کہ اس دانے کے پھر زلفوں کا جال بھی تھا ارے
تونے دیکھا یا نہیں ۔ بھلا اس نامعقول شعر کی داد
چڑیمار کے سوا کون دے سکتا ہے ۔
آخری شعر ہے ؎

اندوہ و غم کے ضبط کی صورت نہیں رہی
بیٹھے ہوئے ہیں آج کچھ اندوہگیں سے ہم

جو پہلا مصرعہ کہتا ہے وہی دوسرا ۔ لہٰذا دوسرا مصرعہ صرف "اندوہگیں" کی خاطر سے تصنیف ہوا ہے ۔ مقطع ارشاد ہوتا ہے ؎

..... یہ دل نہیں ہے دو عالم کا نقش ہے
روشن کریں گے نام کو اپنی جبیں سے ہم

جب لوح جبیں نے نام روشن کر دیا تو کیفی صاحب کا دل صاحب کرامت نہ رہا جو دو عالم کا نقش ہے ۔ کیلول اور ٹین ایک ہی چیز ہے اجی خدا کے لیے کیوں شاعری کے مخزن کو خرافات سے بھرتے ہو ۔

اور دل تو دو عالم کے نقش ہونے کا مطلب نہیں کھلتا ۔ شاید کسی عامل رمال نجومی کے پاس ہو دوسرے عیب میاں دل سے کچھ کام ہی نہ لیا گیا بلکہ بی جبیں نام روشن کرنے کو موجود ہو گئیں تو دل کا ذکر ہی بیکار ہے تیسرے جبیں کا تذکرہ بہت آ چکا اسی وزن پر ایک اور قافیہ بھی ہے کوئی خدمت اس عضو کے سپرد بھی کی ہوتی ۔ بھائی اگر شاعری اسی کا نام ہے اور اسی میں کمال حاصل کرنے سے آدمی علامہ ہو جاتا ہے تو خدا بچائے اس لقب اور اس کام سے ۔ افسوس اردو کی جان پر جو روز بروز تحلیل ہو رہی ہے والسلام ۔

راقم —

ادبار الشعراء

ٹھمک — جناب اڈیٹر صاحب آپ کی بیماری کی وجہ سے اب تو خلقت کو شکایت پیدا ہو گئی ہے جلدی سے اچھے ہو جائیے کہ نوٹ بک کے لطائف سے دل و دماغ کو فرحت ہو ۔ فقط ۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

قومی خدمت و بی بی بہ یکجا جمع نمی شوند

ہم نے بارہا دیکھا ۔ دیکھا نہیں بلکہ آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ قومی خدمت کو بی بی سے ایک خاص عداوت ہے ۔ مسز کملا نہرو کی بیماری کا سلسلہ اسی زمانے سے شروع ہوا جب زمانے سے کہ ان کے شوہر عالی قدر نے کانگریس میں عملی حصہ لیا ۔ اب کے جو سالانہ اجلاس لکھنؤ میں نیشنل کانگریس کا ہونے والا ہے اس کے صدر پنڈت جواہر لال تجویز ہوئے ہیں ۔ بھلا قومی خدمت کو یہ کب گوارا ہوتا کہ پنڈت جی سکھ چین سے گھر بسی سمیت کانگریس کے پنڈال میں آئیں اس نے پہلے ہی مسز نہرو کو سوت سمجھ کے ہڑپ کر لیا ۔

ڈھونڈھیے گا تو اس قسم کی مثالیں اور بھی ملیں گی ۔ آپ کہیں گے کہ گاندھی جی کی اہلیہ تو اب تک موجود ہیں حالانکہ وہ مدت دراز سے قومی خدمت کر رہے ہیں تو ہم کہیں گے کہ وہ تو کچھ شوہری کے حق سے دست بردار معلوم ہوتے ہیں ۔ بارہا اعلان بھی کر چکے لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے اجی شوہر بمعنی حقیقی کو قومی خدمت سے ہمیشہ علیحدہ رہنا چاہیے اور اگر یہ نہیں ناموری و شہرت کے لیے جی للچائے تو صدق و حق سے بالکل علیحدہ رہے اپنا مطلب نکالے اور قوم سے کہے جاؤ چولھے میں ۔ نسخہ مجرب ہے آزما کے دیکھیے ۔

التماس جن حضرات کے نام وی ۔ پی روانہ کیے جا چکے ہیں وہ براہ کرم وصول فرمالیں باقیدار اصحاب قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں ۔ (منیجر اودھ پنچ لکھنؤ)

وئید حکیم بن جاؤ

اگر آپ حکیم تلسی برن داگروال کی بنائی ہوئی نادر و نایاب کتاب

مجربات تلسی کا بغور مطالعہ کر لینگے

تو آپ بلاشک و شبہ ایک حکمت طریق علاج دوا دونوں کی ترکیب ادویات کے اچھے خاصے ماہر ہو کر اپنی دوسروں کی ہر ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کرنے قابل بن جاوینگے اور اگر آپ چاہیں گے تو اس کے ذریعہ دوا و علاج میں ویدوں حکیموں ڈاکٹروں کے مانند گھر بیٹھے بڑی آسانی کے ساتھ سینکڑوں روپیہ کمانے لگیں گے ۔ اس میں قواعد علاج و دواسازی کے اصلی اصول بڑی وضاحت کے ساتھ بتائے گئے ہیں اور مرد عورتوں بوڑھوں بچوں جوانوں و نوجوانوں کی سر سے پاؤں تک کی ہر ایک ظاہر و پوشیدہ بیماری کے وہ وہ نایاب چوٹی کے نسخے لکھے گئے ہیں جو کوڑیوں میں تیار ہوتے اور اشرفیوں کے فائدے دکھلاتے ہیں قیمت فی کتاب مجلد ایک روپیہ علاوہ محصول

المشتہر منیجر بال جیون کاریالیہ علیگڑھ شہر یو پی

نوٹس بنام جملہ قرضخواہان حسب دفعہ ۹ انکمبرڈ اسٹیٹس ایکٹ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم اناؤ
مقدمہ نمبر ۱ سنہ ۱۹۳۶ء — تاریخ پیشی ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء
اجب لال ولد گباذین اقوام (کرمی) کاشتکار
۲ — [illegible] ولد اجب لال نابالغ بولایت جب لال [illegible] موضع [illegible] پرگنہ تحصیل پوروہ ضلع اناؤ سائلان

بنام

۱ — بدری پرشاد ۲ — دولارے پسران بصری اقوام کرمی ساکنان موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل پوروہ ضلع اناؤ فریق ثانیان

ہرگاہ درخواست سائلان زیر دفعہ ۴ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۳۴ء بعدالت جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر اناؤ پیش ہو کر عدالت ہذا میں موصول ہوئی ہے اور سائلان نے اپنا بیان تحریری حسب دفعہ ۸ ایکٹ مذکور داخل عدالت ہذا میں کر دیا ہے لہٰذا فریق ثانیان مذکور الصدر و نیز ہر خاص و عام کو بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ جس شخص کا کوئی قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ خلاف ذات و جائداد سائلان متذکرہ صدر ہو وہ قرضہ مذکور کی بابت تاریخ اشاعت نوٹس ہذا سے ۳ ماہ کے اندر اپنا بیان تحریری حسب دفعہ ۹ ایکٹ ۵ ۲ مذکور اصالتاً خواہ بذریعہ وکیل جو کہ حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو داخل عدالت ہذا کرے و نیز [illegible] کا عذرات بھی تائید بیان تحریری [illegible] داخل کرے بعد انقضاء میعاد مذکور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اور فیصلہ درخواست مذکور کیطرفہ بعدم حاضری قرضخواہان ہوگا ۔

آج بتاریخ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

WISE MAN IS NOT
DICTATED HE IS TO DICTATE UN TO OTHERS.
ARISTOTLES.
REGISTERD No 783
LUCKNOW.
1936
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

انگریزی اخبار
پٹنہ ٹائمز پٹنہ

جو ہماری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور سنہ ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ [illegible] مضامین اور صحیح خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں سالانہ قیمت ۱۲ طلبائے سے ۸ قیمت فی پرچہ ۱

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ ممالک یورپ۔ امریکا۔ افریقہ آسٹریلیا ممالک ایشیا جزائر تمام میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد اور نصب العین ہے۔ لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اسکی قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینہ کی ۵۔۱۲۔۱۹۔۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے (۲) اودھ پنچ میں صرف کی خبریں مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور تمول سے بے نیاز ہے۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنائیے حجم کی کمی پر تیوریاں نہ چڑھائیے اسلیے کہ گوہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رکھنے کی اصابت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات و ریفارمی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ (۵) کم مایہ شاگردان اسکول سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی۔ (۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ہ دن کے اندر کیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے (۷) جو مضامین اودھ پنچ کی مسلمہ کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے (۸) نقش و نگار خلاف [illegible]

دوامی خوشی
مجلدات نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۵ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں تو شاگردوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی مجلد ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ طلب فرما کے کتب متداول لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت علاوہ محصول فی جلد چھ روپیہ۔ یاد رہے کہ تبصرۂ لغات وہ کام ہے جو اب تک نہیں ہوا اور صرف اودھ پنچ کے لیے مخصوص ہے اور سنہ ۱۹۳۶ء میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا۔

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

(۹) مضامین جات خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ (۱۰) مضامین میں مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہ ہو (۱۱) وی پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۲) گمنام مضامین شائع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر اُن کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرما دیں۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۴ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد ۶ سنہ ۱۹۳۴ء کی جلد خریدنے والے صاحب کو تحفۂ اودھ پنچ حصۂ چہارم قیمتی عہ مفت نذر کی جائیگی۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دواخانہ
معدن الادویہ
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سے خاص مفردات و نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے

اور نامور و حاذق اطباء کے مشورہ سے بدون ادائے فیس فائدہ اٹھائیے

شرائط ایجنسی
اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔ (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید پانچ روپیہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی (۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی (۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہوں گے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

تکبیر کے آخری دو حرف سنتے ہی بڑھیا مجھی کو گالی
دیتا ہے سے کے ترازو کی ڈنڈی پانچ چار اینٹ
بیٹھے ہاتھ جھاڑ دیے۔ اب تو گاؤدی مولوی صاحب
کا صفحہ جسم اقلیدس کا ورق ہو گیا بجائے کیل وزن
(ناپ تول) ڈبل کی بھیوں کی مساحت کرنی پڑی
بیچ سیل اور ست ... انگلوں نے بھی کہی
ہیں مگر دل لگی کی راہ سے۔ چنانچہ عربی میں نظم مشہور
ہے ؎

ادرک اذا ادبتہ من عاشقم من رحم کن
قند برمنی معبا و اجابنی بنزبانہ
سن سبر دانی کتی او لر یورا شکل کتمس
بوعشق در محنت و لر حالت من مردانہ

خلاصہ یہ کہ اگر اس قسم کا توحش شارح کو حضرت غالب
کے بعض اشعار سے ہوا یا اس کا اظہار کیا گیا تو کیا
گناہ ہے۔۔

حضرت غالب فرماتے ہیں ؎
وہ شہنشاہ کہ جس کے پئے تعمیر سرا
چشم جبریل ہوئی قالب خشت دیوار

شارح نے اس گتھی کو یوں سلجھایا ؎
ڈھیلے جبریل کی آنکھوں کے ہوئے خشت دیوار
تو بگڑنے کا محل نہیں۔

رباعی کے چوبیس وزن ہیں۔ ان میں بڑے بڑے
کاملین کو دھوکا ہوا ہے۔ اس عامۃ البلوٰے
میں اکثر پھنسے۔ ایک "سبب" اکثر زیادہ ہو گیا۔
مرزا اوج مرحوم عروض کے بے مثل استاد تھے
وہ بھی محفوظ نہیں رہے۔ مرزا داغ مرحوم کی دو
رباعیوں میں یہی سقم موجود ہے۔ اور مرزا غالب
کے اس مصرعے میں بھی پایا جاتا ہے ؎
دل رک رک کر بند ہو گیا ہے غالب

شارح اگر عیب سے چشم پوشی کرتا تو اہل نظر
اسے جاہل سمجھتے۔ عیب بڑوں سے سرزد ہو
تو صواب نہیں ہوتا خوشامد کی بات دوسری ہے
یہ دیوان کی شرح ہے کسی رئیس کی محفل نہیں ہے
کہ "بجا ارشاد ہوا" سے کام لیا جائے۔ رؤسا کی
جہالت سے اہل دربار کی ہنڈیا گرم ہوتی ہے
لہذا ایسے رئیس کی تلاش میں خود غرض لالچی خوشامدی
سرگرم رہتے ہیں۔ ادھر کوئی انڈے کا ملوک نہ ادہ
بیٹھے چڑھا اُدھر کورے استرے سے چندیا
مونڈنے دوڑے۔ "حضور کا گھوڑا جلیبیاں مانگتا
ہے"۔ "حکم ہوا من بھر جلیبیاں دو من دودھ مقرر کردو"
ساری دنیا جانتی ہے کہ ہری ہری دوب اور
جڑی گھاس گھوڑے کے واسطے جلیبیوں سے
زیادہ مفید ہے۔ مگر وہاں تو درباری غازی مرد
پیٹ بھرنے کی فکر میں ہیں۔ وہ کیوں کہیں کہ حضور
ہوش میں آئیے۔ آج حضور سائیسوں کے بھلاوے
میں نہ آئے تو کل درباریوں کے مغالطہ میں
بھی نہ پھنسیں گے۔ جناب بیخود یہ چاہتے ہیں
کہ معزز شارح مرزا غالب کے ساتھ یہی برتاؤ
کرتا اور طلبہ کو مغالطہ میں پڑا رہنے دیتا۔ یا ایسی
اجنبی اور بدنوعی ترکیبوں کا رواج خاموشی کے
ساتھ دیکھا کرتا اور لوگوں سے کہتا کہ تم شوق
سے جاپانی یا چینی الفاظ بغیر کسی ضرورت کے
اردو میں کھپاؤ گفتگو کے وقت سننے والے کو
سو دفعہ غرض ہو گی تو کہے گا۔
"جناب ذری ٹھہریے میں ڈکشنری دیکھ لوں
تو آپ کی بات کا جواب دوں"

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مشکل گوئی بہت
آسان چیز ہے معنی و بے معنی سنگین و ثقیل لغات
ڈھلکانے والوں کی زیادتی اس کی دلیل ہے۔
آپ آج کل کے پرچے دیکھیے۔ جو شخص بے معنی
ومطلب الفاظ جمع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ
بجائے خود یہ سمجھتا ہے کہ ہم غالب کے رنگ میں
شعر کہتے ہیں۔ استغفر اللہ کجا غالب کجا یاوہ گو جیتھا۔
اس سے زیادہ کلام غالب کی توہین نہیں ہو سکتی
اس جرأت کی وجہ محض یہی ہے کہ مرحوم مرزا غالب
کے دیوان میں چند شعر ایسے ہی ہیں۔ مولانا حالی کی
رائے اگر بعد از وقت نہ ہوتی اور غالب کو عمل کرنے
کا موقع ملتا تو مرحوم غالب کا دیوان بے نظیر و بے مثل
ہوتا۔ مولانا طباطبائی کو غالب کشی کا الزام دینے
کی بہ نسبت یہ زیادہ مناسب تھا کہ بیخود صاحب
ان نامراد بدنام کرنے والوں کی جانب توجہ فرماتے
کیا یہ ننگ و عار کی بات نہیں کہ:۔
"ہر کجا سخن بے معنی بود میگویند گفتۂ غالب است"

عمرو کا املا مرزا غالب کے دیوان میں الف سے ہے
مرزا غالب کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ املا سے
بے خبر تھے کفر ہے۔ غالباً اُمر کی زنبیل کہنے میں انھوں
نے غلط عام کی پیروی کی ہے۔ (اس دیوان کے
پروف خود مصنف نے دیکھے تھے) اگر شارح نے
اصل لفظ کی توضیح کر دی تو اس پر یہ شبہہ نہیں ہو سکتا
کہ اس نے غالب کا شمار جہلا میں کیا۔

اگر غور سے دیکھیے تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت
غالب نے اپنی ابتدائی طرز سے عدول کیا جب تک
وہ اپنی طبیعت و فطرت کے خاص رنگ سے
بے خبر تھے اُس وقت تک بیدل و ناصر علی کے
طرز پر مشق کرتے تھے مگر آگاہی کے بعد انھوں نے
پرایا طرز چھوڑ دیا اور ایسی راہ اختیار کی جو
ان کی خداداد طبیعت نے پیدا کی۔ اردو دیوان
میں بہت سی فارسی ترکیبیں بیدل کے طرز کی
موجود ہیں مگر فارسی مجموعے کا آخر کلام ان ترکیبوں
سے خالی ہے۔ اب آپ خود ہی انصاف فرمائیے
کہ آخر اس عدول و احتراز کی وجہ کیا تھی؟۔

جناب بیخود شکایت فرماتے ہیں کہ:۔
(۱۲) "افتتاحیہ مطلع کے متعلق مہمل ہونے کا فیصلہ
صادر فرمایا گیا"۔

مگر یہ شکایت بیجا ہے۔ مطلع یہ ہے ؎
نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

مرزا غالب مرحوم سے اس کے معنی پوچھے گئے
انھوں نے جو معنی تحریر فرمائے وہ چھپاں نہیں ہوتے
مولانا طباطبائی ایک تاریخی شبہہ اس مطلب پر
وارد کرتے ہیں ان کا دعوے یہ ہے کہ کاغذی
پیراہن فارسی میں فریادی کو استعارۃً کہتے ہیں
کوئی تاریخی ثبوت اس رسم و رواج کا نہیں ملتا
کہ ایران میں فریادی کے واسطے کاغذ کا جامہ پہننا
لازم تھا اگر یہ دستور ہوتا تو ضرور تاریخی ثبوت اس کا ملتا۔

جلد ۲۱ نمبر ۱۰

مضامین

(مورخہ ۱۲- مارچ ۱۹۳۶ء)

دہ درویش

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۵- فروری ۱۹۳۶ء)

آفریدگان آفریدگار نمشکار۔

بھاگیائے انام ٹیکارام ہے۔ نام جو اس وقت آپ بھائیوں کے روبرو اپنی کتھا کہنے کھڑا ہوا ہے قوم کا یئوواری ناکا یستھ ہے۔ میرے دادا لالہ سفت گر پرشاد جہان عالم شاہ واجد علی شاہ کے دربار میں "بے وقوف نویس" کے عہدے پر تعینات تھے۔ قیصر باغ کے ہر پھاٹک پر باری باری سے بیٹھتے اور صبح سے رات گئے تک بیوقوف لکھا کرتے تھے سرکاری حکم یہ تھا کہ سرشتہ بند [illegible] لکھے بیوقوف لکھے جائیں کیونکہ ملکی معاملات طے کرنے کے لیے جو اجتماع ایوان شاہی میں اکثر ہوا کرتا تھا اُس میں آس دینے اکثر پیدا کرنے اور حکومت کا پلہ بھاری کرنے نیز سلطان سرہ بیوقوفی سے اس خشک صحبت کو ایک گونہ دلچسپ بنانے کے لیے ایسے لوگوں کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ تلاش میں دقت ہوتی تھی لہذا یہ محکمہ تصنیف کر دیا گیا۔ لالہ سفت گر پرشاد کی لال کتاب سے ایسے بے وقوف بلا کسی دقت کے چھانٹ لیے جایا کرتے تھے دربار شاہی میں اس آسانی سے رسائی ہو جانے کے لالچ میں ہر پڑھا لکھا اس فکر میں رہتا تھا کہ اس کا نام بے وقوفوں کی فہرست میں لکھ لیا جائے۔ بڑے بڑے عالم فاضل زرکف آتے رشامت ہمسایہ گوارا کرتے اور نقصان اٹھا یہ کر کے لالہ کی مٹھیاں گرم کرتے اور بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اپنا نام لال کتاب میں درج کرا لیتے تھے۔

دربار شاہی سے لالہ کو "احمق الدولہ یتیم العقل حماقت یار جنگ بہادر" کا لمبا چوڑا خطاب عطا ہوا تھا اور ایک گنگا جمنی چپراس بھی مرحمت ہوئی تھی جس پر بڑے سنہرے حرفوں میں "خوابیدہ" کھدا ہوا تھا۔ لالہ یہ شاہی چپراس شالباف کی پٹی میں ڈالے ہر وقت کلیجے سے لگائے رہتے تھے اُس چپراس کی وجہ سے عوام میں لالہ کی بڑی عزت ہوتی تھی اور لالہ بیار فارغ البال رئیس سمجھے جاتے تھے۔ دادا شاعر بھی تھے مجنس تخلص کرتے تھے۔ فارسی زبان کے ماہر کامل تھے۔ اٹھارہ سو سات ان اشعار کا ایک اُردو میں فارسی دعم کیا ہوا دیوان "مضحکات مجنس" گو چھپا نہیں مگر ہر شخص کی زبان پر اس کے اشعار آبدار رواں رہتے تھے۔ مکر و فریب کے جواز پر دادا نے ایک کتاب "منجنیق مکائد" تصنیف کی تھی جو اس حقیر کے قبضے میں ہے۔ دادا کی وصیت کے بموجب یہ کتاب چھپوائی نہیں گئی نہ اپنے خاندانی لوگوں کے سوا کسی دوسرے کو اس کے مضامین کا علم ہونے پایا۔ مکر و فریب کی وہ وہ نادر و نایاب ترکیبیں اس کتاب میں درج ہیں کہ شیطان کو بھی نہ معلوم ہوں گی۔ یورپین سلطنتیں اگر واقف ہو جائیں تو لاکھوں روپیہ معاوضہ دے کر اس کتاب کو خرید لیں مگر ہم لوگوں نے ایسی سخت قسم کھا رکھی ہے اور معلم الملکوت سے ایسے اہم شرائط پر معاملہ کیا ہے کہ اس کتاب کے رواز عام طور سے افشا کرنے کی جرأت کسی حالت میں نہیں کر سکتے غرض میرے دادا ان حالات کے گھوڑے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ سر شام یورپ کے پھاٹک پر ایک انگریز تاجر کوٹ پتلون پہنے بڑا سا ٹوپ لگائے بھاری بھاری صندوق ہمراہ لیے وارد ہوا۔ دادا نے کبھی اس قطع کا انسان نہیں دیکھا تھا معلوم نہیں کیا چیز سمجھے اور قلم برداشتہ اپنی لال کتاب پر چڑھا لیا۔

تاجر بڑا خاندانی آدمی تھا جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ اس کا نام بیوقوفوں کی فہرست میں لکھا گیا ہے تو وہ بہت خفا ہوا کئی دفعہ خوب [illegible] ہوا اگر اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکا اور اپنی زبان میں گالیاں دیتا بُرا بھلا کہتا سیدھے [illegible] پہونچا اور اس بے عنوانی کی باضابطہ رپٹ لکھا دی۔

سو ر کھ کے ہاتھ کمان بوڑھا بچے نہ جوان

لالہ احمق کو یہ نہیں معلوم تھا کہ انگریز بیوقوف نہیں ہوا کرتے اور اگر تھوڑا بہت ہوتے بھی ہیں تو ہندوستان آتے وقت وہ اپنی بیوقوفی کو براپالش سے جلا دلوا کر وہیں بینک آف انگلینڈ میں محفوظ کرا آتے ہیں تاکہ جو مفلوک الحال ہندوستانی وہاں پہونچیں انھیں عند الضرورت بحصہ رسدی فی سبیل السفر دے دی جایا کرے۔ شاہی حکم بھی یہ تھا کہ اگر خدانخواستہ انگریز [illegible] بے وقوف ہو تب بھی بیوقوفوں کی فہرست میں نہ لکھا جائے انگریز کا الف ذرا ترچھا پڑ گیا تھا لالہ نے نگریز پڑھا اور ناواقفیت میں ان سے یہ حماقت سرزد ہو گئی۔ معلوم نہیں سچ ہے کہ جھوٹ مگر لوگ یہی کہتے ہیں کہ انتقال سلطنت اسی اسم نویسی کی بدولت ہوا کسی خفیہ تحریر پر لالہ کی روبکاری ہوئی جہاں پناہ کے روبرو پیش ہوئے جواب طلب کیا گیا۔ پتاجی کا بیان ہے کہ وہ [illegible] متفنی تھے کچھ [illegible] میں نہیں آتے تھے مگر اس موقع پر کچھ ایسی صورتیں پیش آئیں کہ کھاد سے چپراس واپس لے لی گئی۔ [illegible] نام کٹ گیا۔ منہ میں توے کی سیاہی لگائی گئی اور اُلٹے گدھے پر سوار کر کے ہولی کے سوانگ کی طرح دن بھر گلی کوچوں میں پھیرائے گئے اور رات کو گاڑی [illegible] گدھوں کے اصطبل میں بند ہوا دیے گئے۔ کئی دن تک یہ نمائش ہوتی رہی آخر بہزار خرابی بہت کچھ صرف کر کے عمال کا پیٹ بھرنے کے بعد اس سے نجات پائی۔

"جان بچی لاکھوں پائے"

کہتے گھر آئے۔ زمین کے نیچے جو امانت رکھ چھوڑی تھی وہ کوڑی کوڑی نکالی۔ گھر اونے پونے کیا اور اپنی شریک زندگی استری اور عصائے پیری بلند اقبال منعاش پرشاد یعنی میرے پتاجی کو ساتھ لیا اور [illegible]

بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

کہتے ہی سسرال چلے گئے۔ دادا کی سسرال ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھی جو انھیں کے سسرال والوں کی ملکیت تھا شہر سے بہت دور۔ راستہ دشوار گزار۔ بہزار خرابی وہاں پہونچے اور بقیہ زندگی وہیں بسر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یہاں پہونچنے کے سال ہی تمام ہونے کے بعد غدر ہو گیا۔ بلوائیوں نے اس گاؤں کو بھی دیکھا بھال لیا لاٹھی ڈنڈا اور بندوق سے مسلح ہو کر پہونچ گئے اور گاؤں پھر لوٹ لیا گیا۔ "منجنیق مکالمہ" کے سب تیر بہدف نسخے بیکار ثابت ہوئے۔ دادا کا گھر تہ تیغ کر ڈالا گیا البتہ [illegible] والد صاحب قبلہ [illegible] پرشاد معلوم نہیں کس طرح بچ بچا کر نکل بھاگے اور بڑی سرگردانی اور دوادوش کے بعد امن و امان ہوتے ہی ایک نواب صاحب کے یہاں مختار عام مقرر ہو گئے۔ گنگا کی مچھلی پھر گنگا میں آ گئی۔ نوابی دربار میں پھر رسائی ہو گئی۔

"منجنیق مکالمہ" سے بے خطا نشانہ بازی کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ نواب کے گھر کا ہر فرد بیاجی کا کلمہ پڑھنے لگا اس گھر کا بڑا [illegible] تھا۔ [illegible] وثیقہ دار تھا۔ آپ جانئے سب ملا کر کوئی چھ ہزار روپیہ مہینے پیچھے وثیقہ آتا تھا۔ نئی نئی انگریزی ہوئی تھی کوئی قانون قاعدے سے واقف نہ تھا اور پھر نواب لوگ جو گویا اب دنیا میں آئے تھے ہر بات سے بیچارے ناواقف۔ اگر واقف تھے تو بٹیر بازی، مرغ بازی سے آنکھیں ناچ دیکھنے، پتنگ بازی کا مطالعہ کرنے کان گانا سننے اور زبان مشاعروں میں واہ واہ کرنے یا قسمیں کھانے کی عادی تھی۔ اندرون خانہ مشاغل سے اگر فرصت ہوئی اور بیگم صاحبہ نے بخوشی اجازت دی تو سر شام گھر سے برآمد ہوئے خزانچی مختار کی کارگزاری پر گوش گزار کہیں ہاں نہیں کیا اور میر کبھی مرزا کبھی مصاحبین کو ہمراہ لیا جوڑی پر سوار ہوئے پر کی اڑاتے چوک پہونچے گناہ بے لذت کا سودا کیا اسے گھورا اُسے تاکا اور خیر سے گھر واپس آ گئے۔ بیاجی کی چاندی تھی وثیقہ کی برآمدگی کو وہ ہمیشہ دبائے رکھتے تھے کہ نواب صاحبان کے خیال میں سوائے بیاجی کے دوسرا کوئی اس کام کو کر ہی نہیں سکتا تھا۔

خزانچی ایک چلتا ہوا بنا تھا گھر کی آمدنی بھی وہی اٹھاتے تھا۔ وہ بھی لالہ کہا جاتا تھا۔ خزانچی کو لالہ شاداں اور مختار یعنی بیاجی کو لالہ شگلہ کا خطاب اسی سرکار سے عطا ہوا تھا۔ آمدنی پر پانچ روپیہ سیکڑہ دونوں کی تنخواہ تھی علاوہ اس کے بالائی رقم بہت کچھ ہو جاتی تھی۔ بیگم صاحبہ کی خواص خاص شاداب نام بڑی شوخ بڑی چنچل آفت کی پرکالہ سچ مچ گرم مسالا تھی۔ تمامی ضرورتوں کے خیال سے بیاجی صبح سے بڑی رات گئے تک ڈیوڑھی پر بنے رہتے تھے حکم احکام پہونچانے عجب تختی دکھانے۔ خیر خبر لینے کے لیے شاداب دن رات میں ڈیوڑھی کے بیسیوں پھیرے کرتی تھی اور ہر پھیرے میں اپنے گھیردار لچکے دار ریشمی لہنگے کی ہوا دے کر بیاجی کی آتش شوق تیز تر کر دیا کرتی تھی۔ بیاجی ابھی نوجوان تھے صورت بھی بری نہ تھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی اور بڑی بات یہ کہ روزانہ دستوری کے نام سے کچھ نہ کچھ نقد بھی دیا کرتے تھے اسلیے شاداب زبان سے نہ سہی آنکھوں سے تو بیاجی کو پیام محبت ضرور دے دیا کرتی تھی اور ان کی منجنیق مکالمہ کے وار خالی دیتے ہوئے کبھی کبھی ایسا ترکی بہ ترکی کا ایسا ٹوٹا ٹانا دیتی تھی کہ لالہ منہ پھیلا کر رہ جاتے تھے۔ طرفین میں یہ مراسلت آنکھوں سے شروع ہو کر زبان تک آئی۔ رس بھری گفتگو نے باتوں ہی باتوں میں ہاتھا پائی تک نوبت پہونچائی اور آخر کار لالہ کے خلوت کدے میں ایک دن سر شام سے

دیکھا جو حجاب کا قرینا
کی شمع نے بند چشم بینا

پھر تو سے

یاں گوہر مدعا تھا کف میں
واں تھے در بے بہا صدف میں

(باقی آئندہ)

راقم

زار ہند لکھنوی

جواب اسلہ ہوشیار پور

کرمی بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اودھ پنچ زاد لطفہ تسلیم۔ ۵ مارچ کا اودھ پنچ آج ۱۰ مارچ کو ملا صفحہ ۹ پر ڈاکٹر شبیل صاحب ہوشیار پوری کا مراسلہ نظر سے گزرا۔ بہتر تھا کہ ڈاکٹر صاحب قبلہ مضمون کے نفس و قار و نظم کے معائنے میں وقت عزیز صرف فرما کے انھیں شکر گزار فرماتے نور اللغات کے تبصرے پر توجہ نہ کرتے جس پر کوئی شکریہ ادا نہ کرتا ڈاکٹر صاحب نے لفظ ڈیوڑھی کے معنی کے بابت جو قلم فرسائی فرمائی ہے اُس کی بابت یہ عرض ہے کہ موصوف نے نہ تو نور اللغات کو ملاحظہ فرمایا اور نہ میرا تبصرہ بغور پڑھا۔ مختصراً عرض ہے کہ جن معانی کا ڈاکٹر صاحب کو خدا جانے کس سے علم ہوا وہ نور اللغات میں درج ہیں۔ اور چونکہ صحیح درج ہوئے ہیں لہذا تبصرہ میں تعرض نہیں کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے نور اللغات کو بغیر دیکھے یہ تصور کر لیا کہ اُس میں بھی یہ معنی درج نہ ہوں گے۔ اور مضمون لکھ ڈالا۔ ہوشیار پور والا کے ایسی غفلت نامناسب ہے۔

ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں "فاضل محقق کا جواب "ڈپو" اور "ٹریڈ کانگ" کے متعلق [illegible]

بلو لیے ہوئے ہے۔ حالانکہ جناب جعفری کی گرفت نہایت سنجیدہ ہے۔ اب تو خیال ہوتا ہے کہ شاید ڈاکٹر صاحب نے نہ تو جعفری صاحب کی تحریر بغور ملاحظہ فرمائی اور نہ میرا جواب۔ ورنہ انھیں معلوم ہوتا کہ "ڈیو" پر کوئی گرفت نہ تو جعفری صاحب نے فرمائی ورنہ میں نے جواب میں اس کی بابت کچھ لکھا۔

جعفری صاحب کی تحریر میں ڈیو اور ایڈی کانگ نظر آ گئے۔ سمجھے دونوں الفاظ پر گرفت کی گئی ہے۔ [illegible] سمجھ کا کیا کہنا۔

میری تحریر کو تلخ و تیز فرماتے ہیں اور جعفری صاحب کی گرفت کو سنجیدہ۔ جعفری صاحب کی گرفت ہی کیا تھی۔ ایک سہو قلم کہ بجائے ایڈی کیمپ کے ایڈی کانگ نکل گیا وہ بھی ضمناً۔ اور اس سہو کی بنا پر مجھ پر کئی الزام عائد فرما دیے۔ اس طرح کی تحریر کو ڈاکٹر صاحب ہی سنجیدہ کہہ سکتے ہیں۔ میں تو اسے اس وقت سنجیدہ کہتا جب جعفری صاحب صرف اس قدر لکھتے کہ سہواً بجائے ایڈی کیمپ کے ایڈی کانگ تحریر ہوا ہے صحت کر دی جائے۔

میرے وہ الفاظ نہیں تحریر فرماتے ہیں جن کی بنا پر میری تحریر کو تلخ و تیز کہا ہے۔ لہٰذا دعوے بے دلیل قابل التفات نہیں۔

بنگال کی بابت جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس کی بابت میں یہ عرض کروں گا کہ اردو کو اس سے تعلق نہیں۔

آپ سے اس قدر عرض ہے کہ اگر آپ اسی طرح کی بے سرو پا تحریریں شائع فرماتے رہیں گے تو میں کہاں تک ان کے جوابات میں اپنا وقت ضائع کرتا رہوں گا۔

راقم

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے بر و کتابے چند

نوٹ حضرت خفا ہونے کی بات نہیں یہ بھی سن لینا چاہیے کہ دوسرے ہماری تحریر کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ (پنچ)

نمونۂ اللغات جلد چہارم

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۲۲)

کاپی۔ یعنی جلد یا نسخہ نہ انگریزی میں مستعمل اور نہ اردو میں۔ ہاں نقل یا مثنی کے معنی میں زبان زد ہے۔

کارتوس۔ ایک چھوٹی نلی جس میں گولی بارود یا صرف بارود رکھ کر بندوق میں ڈالتے ہیں۔

کارتوس کس نے نہ دیکھا ہوگا۔ اب تعریف ملاحظہ ہو۔ ایک چھوٹی نلی کس چیز کی۔ پیتل یا شیشے یا مٹی کی۔ صرف بارود رکھ کر۔ کارتوس میں گولی اور بارود دونوں ہونا لازم ہے۔ زمزم اللغات کو یہ بھی نہیں معلوم کہ صرف بارود والے کارتوس کو بلینک کارٹرج کہتے ہیں۔ رکھنے کا لفظ کس قدر بر محل استعمال ہوا ہے۔ بارود بھر نا سنا تھا رکھنا آج معلوم ہوا۔

اگر بی زمزم اللغات صاحبہ کو کسی لفظ کے معنی معلوم بھی ہوتے ہیں تب بھی (اس بھونڈے پن کے قربان جائیں تمام دنیا کے جاہل) تو ایسی عبارت تحریر فرماتی ہیں کہ مطلب صاف ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر اسی عبارت میں چند الفاظ بدل دیے جائیں تو بہت کچھ مطلب واضح ہو جائے۔

موٹے اور سخت کاغذ یا پیتل کی نلی جس کے ایک سرے پر پیتل کا ڈھکن جڑا ہوتا ہے اور اس میں ٹوپی بھی ہوتی ہے۔ اس میں پہلے بارود بھر کر ڈاٹ لگا دیتے ہیں پھر چھرے یا گولی ڈال کر دوسری ڈاٹ لگا دیتے ہیں۔ اسے کارتوس کہتے ہیں یہی بندوق یا رائفل یا تمنچہ یا ریوالور میں لگا کر داغے جاتے ہیں۔

کارڈ۔ ۱ ملاقات کا ٹکٹ جس پر ملاقات کرنے والے کا نام ہوتا ہے ۲ وہ سرکاری کاغذ جو ڈاک میں بے محصول جا سکتا ہے۔ پوسٹ کارڈ ۳ پتا۔ ورق جیسے گنجفے کا کارڈ۔

کارڈ موٹے اور چکنے کاغذ کے چوکور ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ کارڈ مختلف ضرورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ضرورتوں ہی کے لحاظ سے کارڈ کے ساتھ صفتی لفظ لگا دیتے ہیں۔ جیسے وزٹنگ کارڈ۔ پوسٹ کارڈ وغیرہ۔

ملاقات کا ٹکٹ جس پر ملاقات کرنے والے کا نام ہوتا ہے۔ بی زمزم اللغات صاحبہ کو معانی لکھ دینے سے غرض اس سے مطلب نہیں کہ لغت دیکھنے والے کی کچھ سمجھ میں بھی آئے گا یا نہیں۔ دستور یہ ہے کہ کارڈ پر صاحب کارڈ اپنا نام و پتا یا صرف نام چھپوا لیتا یا لکھ لیتا ہے۔ ایسا کارڈ ملاقات کرنے جانے کے وقت یا دوسرے مصرفوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کو یادداشت کے لیے اپنے نام کا کارڈ دے دینا۔

کیوں بی صاحب؟ یہ تو ارشاد ہو کہ ڈاکخانہ کا کون سا محصول لیے بغیر بھی پوسٹ کارڈ روانہ کر دیتا ہے۔ یعنی جو قیمت اس کی ادا کی جاتی ہے وہ محصول نہیں؟ اجی کیوں طالب علم کو گمراہ کرتی ہو۔

کارن فلور۔ ایک قسم مکئی کے آٹے کا میدہ جو ارارو ٹ کی قسم سے ہوتا ہے۔

جاہل ہو تو اتنا۔ اور محقق و مدقق ہو تو ایسا ہو۔

نہ کارن کے معانی معلوم نہ فلاور کے تلفظ و معانی سے واقف۔ ان الفاظ کے معانی و تلفظ سے مڈلچی لونڈا تک واقف ہوگا لیکن بی گنوار اللغات صاحبہ نہیں جانتیں۔

کارن انگریزی میں اُن غلوں کے لیے آتا ہے جو بالی میں پیدا ہوتے ہیں جیسے گیہوں۔ جو۔ باجرہ وغیرہ۔ جہالت اللغات صاحبہ کو معانی معلوم نہ تھے لہذا ایک قسم کا غلہ لکھ دیا۔ یہاں تک غنیمت تھا۔ لیکن لکھتی ہیں جو ارا روٹ کی قسم سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ارا روٹ بھی غلہ کی قسم سے ہے۔ اے سبحان اللہ۔ ؎

چہ خوش گفتہ ست سعدیؔ در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

فلاور کے معنی میدہ کے ہیں۔ جس لفظ کا تلفظ فلور ہے اُس کے معنی فرش وغیرہ کے ہیں۔ کارن فلور کے معنی ہوں گے غلہ کا فرش۔

کاری۔ (انگ۔ صحیح کری۔ بفتح اول) خوردنی ماکولات میدہ ملا ہوا گاڑھا شوربا اور گوشت جس میں ہلدی وغیرہ ڈال کر خشکے کے ساتھ انگریز لوگ کھاتے اور اُسے کاری بھات کہتے ہیں۔

ہم نے کسی انگریز کی زبان سے کاری بھات نہیں سنا۔ انگریزوں کی زبان پر کری اینڈ رائس ہے معلوم نہیں کا کوری اللغات صاحبہ کو کن انگریزوں سے سابقہ پڑا۔ اگر کسی انگریز نے اُن سے کاری بھات کہا ہوگا تو یہ خیال کر کے کہا ہوگا کہ یہ گنواری کری اینڈ رائس کیا سمجھیں گی ان سے ان ہی کی زبان میں کاری بھات کہو۔ گنوار اللغات صاحبہ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کری لفظ انگریزی نہیں ہے۔ اور معانی حرج ہیں خوردنی۔ ماکولات۔ واقعی بی کاکوری اللغات کو جننے میں کمال حاصل ہے خدا جانے کہاں سے لے آتی ہیں۔ یہ تمل زبان کا لفظ ہے۔ ہندوستان آنے والے انگریزوں کی زبان پر چڑھ کر شمالی ہندوستان اور ولایت تک پہونچ کر داخل لغت ہوا۔

کاگ۔ ڈاٹ شیشے اور بوتل کی ڈاٹ کے واسطے بھی مستعمل ہے۔ (امیر) ؎

میکدے میں بوتلوں کے منھ سے جب اُڑ جائیں گے کاگ
ہوش مستوں کے اُڑاتی ہے ہوا برسات کی

کاگ کے معنی ڈاٹ لکھنے کے بعد اس مہمل فقرے کے لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی کہ شیشے اور بوتل کی ڈاٹ کے واسطے بھی مستعمل ہے۔ اگر اس قدر لکھا ہوتا کہ شیشے کی ڈاٹ کے واسطے بھی مستعمل ہے تب فقرہ مہمل نہ رہتا گو محل استعمال غلط رہتا۔ شیشے کی ڈاٹ کو کوئی کاگ نہیں کہتا۔

سند کے لیے جو شعر لکھا ہے اس میں کاگ اُڑنا نظم ہوا ہے۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ بوتلوں کی ڈاٹیں شیشے کی تھیں۔ لفظ اُڑنا یہ ثابت کرتا ہے کہ بوتل کی ڈاٹ تھی۔

کالم۔ صفحے کا حصہ۔

کیا ہی زمزم اللغات صاحبہ صفحہ کے ہر طرز کے حصے کو کالم کہیں گی۔ کالم کے اصل معنی گول ستون کے ہیں۔ اسی مناسبت سے ہر سیدھی اور بکھڑی دلدار شے کو بھی کالم کہتے ہیں۔ صفحہ کو طولاً اکثر دو یا زیادہ سیدھے اور کھڑے حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر حصے کو کالم کہتے ہیں۔ آڑے یا ترچھے یا لیٹے حصے کو کالم ہرگز نہ کہیں گے۔

کام لیٹ۔ (انگ) ایک کپڑے کا نام (جان صاحب) ؎

ہوں گی نہ لنکلاٹ کبھی اور نہ کام لیٹ

جان صاحب کے شعر میں کام لیٹ لنکلاٹ کے ساتھ نظر آیا۔ قلم اُٹھا کر لکھ دیا ایک کپڑے کا نام۔ بس فراغت پا گئے۔ اسی طرح چار جلدیں تیار ہوگئیں۔

کام لیٹ کیلٹ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ ایک قسم کا اونی ہوتا کپڑا ہوتا ہے جس کی عبائیں اور کوٹ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ یہ کپڑا اگلے زمانے میں اونٹ کے اون اور ریشم سے بنتا تھا اور عمدہ و قیمتی ہوتا تھا بعد کو گھٹیا قسم کا بننے لگا۔

کانجی ہوس۔ (انگ۔ کیچنگ ہاوس کا بگڑا ہوا) مویشی بند کرنے کا احاطہ۔ سرکاری باڑا۔ وہ سرکاری مکان جہاں لاوارث مویشی بھیجے جاتے ہیں۔ کانجی ہوس کی تحقیقات بمبوس کی تحقیقات سے بھی بڑھ گئی۔ کیچنگ ہوس کی ایک ہی سوجھی۔ بی کاکوری اللغات صاحبہ کو اپنی دماغی پیداوار کے لغت میں درج کرنے کا بے حد شوق ہے۔ کیچنگ ہوس آپ کو کسی لغت میں نہ ملے گا۔ کوئی اس تحقیق و تدقیق کے صلے میں اگر گنوار اللغات صاحبہ کو کانجی ہوس میں بند کرا دے تو لوگ گمراہی سے نجات پا جائیں۔

کانجی ہوس کسی انگریزی لفظ سے بگڑ کر نہیں بنا ہے۔ بلکہ ہندوستانی انگریزی لفظ ہے ہندوستان میں بنا لیا گیا ہے۔ کانجی ہندوستانی لفظ ہے اور ہوس انگریزی لفظ ہے۔ کانجی چاول کی پیچ کو کہتے ہیں۔ فوجی جیل خانہ میں یہ غذا قیدیوں کو دی جاتی تھی لہذا فوجی جیل خانہ کا نام کانجی ہوس پڑ گیا۔ شمالی ہندوستان میں کانجی ہوس جانوروں کے جیلخانے یعنی پونڈ کو کہنے لگے۔

کانجی ہوس کو کوئی بھی سرکاری باڑا نہیں کہتا یہ بھی کاکوری کا محاورہ ہوگا۔ تیسرے معنی البتہ صحیح کہے جا سکتے ہیں لیکن وہ بھی ادھورے رہے۔ لکھنا چاہیے تھا کہ وہ سرکاری عمارت جہاں لاوارث اور آوارہ گرد مویشی بند کیے جاتے ہیں اور کچھ جرمانہ وصول کرنے کے بعد مالکان کو اگر وہ اگر دعویدار رہوں واپس دیے جاتے ہیں ورنہ ایک میعاد معینہ کے بعد نیلام کر دیے جاتے ہیں۔

کانسٹیٹیوشن۔ وجود۔ بناوٹ۔ ساخت

رسوائی کی فکر

اٹلی :- یاران کمبخت امریکہ فرانس اور انگلستان کے فلم سازوں نے ناک مین دم کر رکھا ہے دیسے رسوائی جب دیکھو پردۂ تصویر پر اٹلی کی ذلت دکھاتے ہیں"

ٹرکی :- اچھا تمھاری خاطر ہے۔ ترکی قلمرو میں ایسا نہ ہونے پائے گا۔ مگر ٹوٹکوں سے گاج نہیں ٹلتی "

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
پتہ تار کا
شاخ
"حنا"
قنوج حیدرآباد دکن
لکھنؤ
دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

طبیعت، خصلت۔ قوانیں۔

گلزار اللغات میں نصف درجن معانی درج ہیں۔
لیکن اگر غور کیا جائے تو ایک معنی بھی صحیح نہیں۔
نظام سلطنت یا نظام کے بجائے قوانین لکھ دیا۔
اسی طرح دوسرے معنی جسمانی یا دماغی حالت
بلحاظ تندرستی و قوت وغیرہ کے ہیں۔ ان معانی کے
اظہار کے لیے پانچ لفظ لکھے ہیں۔ کیا یہ الفاظ
صحیح معانی ذہن نشین کر سکتے ہیں۔

کانشنس۔ وہ قوت جو انسان کو بھلائی کی
طرف متوجہ کرتی ہے۔

یہ معانی غلط اور مہمل درج ہوئے۔ یہ قوت
کیا معنی آخر کون سی قوت۔ انسانی یا جناتی یا
خدائی۔

کانشنس دھرم یا اُس قوت مدرکہ کو کہتے
ہیں جو ہر انسان میں بھلائی یا بُرائی میں تمیز کرنے
کی موجود ہوتی ہے۔ یا اُس احساس کو کہتے ہیں جو
انسان کو اپنے بُرے یا بھلے افعال کا ہوتا ہے۔

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۳ ضمن ۸ سنہ ۱۹۳۵ء
عدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر صفی پور مقام اُناؤ۔
(۱) راجہ رام سنگھ ولد گنیش سنگھ (۲) گور بخش سنگھ ولد چھتر پال سنگھ اقوام ٹھاکر
ساکنان موضع چندپور پرگنہ و تحصیل صفی پور مدعیان

بنام

(۱) رام گوپال نابالغ ولد بیج ناتھ پرشاد بولایت مسماۃ گلاب دیئی مادر خود
قوم کائستھ ساکن محلہ پٹکاپور شہر کانپور (۲) سیرام سنگھ (۳) درشن سنگھ
پسران متھرا سنگھ ٹھاکر ساکنان موضع چندپور پرگنہ صفی پور مدعا علیہم
بنام رام گوپال نابالغ بولایت مسماۃ گلاب دیئی مادر خود قوم کائستھ ساکن
پٹکاپور شہر کانپور مکان نمبر ۱۵/۱ و ۱۵/۲ مدعا علیہم
واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت منسوخی ہبہ نامہ
حسب ضمن ۸ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱۔ ماہ
مارچ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے مقام پر سرام گوپال اصالتاً یا معرفت کسی
وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم
متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب
ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کرو اور چونکہ
تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جواب دہی
کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔
مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری
میں مسموع اور فیصل ہو گا۔
آج بتاریخ ۲۔ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے
جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کاونٹ۔ نواب۔

کہاں کاونٹ کا خطاب اور کہاں نواب کا خطاب۔ یورپ
کی بعض سلطنتوں میں یہ خطاب مروج ہے جو انگریزی
خطاب ارل کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ یہ لقب دراصل
انگریزی نہیں ہے۔

کپتان۔ متعدد معانی درج فرمائے لیکن کھیلوں
کی ٹیموں کے کپتان ذہن شریف میں نہ آئے جیسے
کرکٹ کا کپتان۔ فٹ بال کا کپتان وغیرہ وغیرہ۔

کٹ گلاس۔ نقشی گلاس۔ ایک عمدہ قسم کا
مضبوط شیشہ۔

دو معنی لکھے اور دونوں غلط۔ اول تو اُردو
میں گلاس یعنی ساغر ہے نہ کہ یعنی شیشہ۔ لہذا کٹ گلاس
کے معنی نقشی گلاس لکھنا غلط ہو گا۔ دوسرے
کٹ گلاس ہر نقشی شیشے کو نہیں کہتے۔ تشریح لازم
تھی۔ کٹ گلاس کے لفظی معنی کاٹے ہوئے شیشے
کے ہیں۔ اس شیشے میں چمک زیادہ ہوتی ہے
اور اس کے نقش گہرے ہوتے ہیں اور نقوش کے
کنارے رگڑ کر مہین کیے جاتے ہیں۔ ہمیں تو اس میں
بھی کلام ہے کہ فصحا کی زبان پر یہ لفظ ہے یا نہیں۔

کرنسی آفس۔ (انگ۔ حرف دوم مشدد ذر۔
اردو میں بغیر تشدید مستعمل ہے)۔ نوٹوں کے روپے
بدلنے کا محکمہ۔

سبحان اللہ۔ انگریزی تلفظ بفتح و تشدید حرف دوم
کس لغت میں درج ہے۔ انگریزی تلفظ بکسر حرف دوم
بلا تشدید ہے۔

کسی کی زبان سے سن لیا ہو گا کہ نوٹ کے روپے
کرنسی آفس ادا کرتا ہے جہاں ہزاروں روپے
روز کا ہیر پھیر ہوتا ہے بس یہ سمجھ گئے۔ حالانکہ
کرنسی آفس میں سکہ اور نوٹ کے چلن سے متعلق
جتنے امور ہیں وہ سب سرانجام دیے جاتے ہیں۔
جن کی تشریح یہاں ضروری نہیں۔

(باقی آیندہ)

راقم

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

بے موقع

ایک مولوی مسخرے کو عاقبت کا خیال تا بحد جنون تھا
تھا ہر وقت تابوت جنازے کا تذکرہ نوک زبان پر۔
کسی کے یہاں شادی میں گئے ارمانوں بھرے دولھا
کے پاس محفل میں بیٹھے اور فرمانے لگے سب خاک ہے۔
ایک دن یہ خوبصورت چہرہ منوں مٹی کے نیچے ہزاروں
کیڑوں کے جوار میں ہو گا اور میاں تم عروس قبر سے
لپٹے ہوئے اعمال بد کی سزا بھگت رہے ہو گے۔ الغرض
کوئی محفل عیش ایسی نہ تھی جو اس بیہودہ مولوی کی
شرکت سے منغص نہ ہو جاتی ہو۔ لوگوں کا ناک میں
دم تھا۔ مانا کہ جینے کے لیے یہاں کوئی نہیں آیا نہ
موت ایسی چیز ہے جس سے کوئی ناواقف ہو مگر
جنازے گلیوں سے نکلتے ہیں لیکن مصلحت باری یہی
ہے کہ جو زندہ ہیں اُنھیں اتنی غفلت موت کی جانب
سے ضرور رہے کہ زندگی میں خلل نہ ڈالے۔ موت
کے یاد رکھنے کی تلقین جو اہل اللہ نے فرمائی ہے
اُس کا مقصد یہ ہے یعنی جب تم عظیم کام کا ارادہ کرو

ڈی۔ ڈی۔ پاوڈر

یعنی پُرانے بخار اور سل و دق و بخاروں کی نہایت مفید دوا

آج کل جس قسم کے بخار جس تیزی سے ہندوستان میں ترقی
کر رہے ہیں سب لوگ اس سے واقف ہیں بیمار تیمار دار سب کے سب
دق اور پریشان ہوتے ہیں عام خیال ہے کہ مرض سل و دق لاعلاج ہے
لیکن ایسے مریض سو میں مشکل سے دس پانچ ہوتے ہیں مریض
دواؤں کے استعمال اور انجکشنوں سے اچھے ہو جاتے ہیں۔
ڈی ڈی پاوڈر ہم کو بیس سال کے تجربہ سے ملی ہے جس کو ہم
غریب بھائیوں کے فائدے کی غرض سے پبلک کے سامنے
پیش کر رہے ہیں۔ دس دن کے اندر مریض کی حالت
بدل جاتی ہے صرف تین دوائیں ہیں جن کی دس دن
کی قیمت دو روپیہ (عہ)

مسٹر ایس۔ اے۔ بیگ محلہ عبداللہ علیگڈھ سے طلب فرمائیے۔
المشتہر ایم ابراہیم بیگ بایو کیمسٹ علیگڈھ
نوٹ: ہر شہر کے واسطے ایماندار محنتی ایجنٹ کی ضرورت ہے۔

تو یہ بات فراموش نہ کرو کہ ایک دن مرنا اور خدا کو منھ دکھانا ہے ایسا نہ ہو کہ دھرے جاؤ دل خانہ خراب کے بدلے ۔

مسٹر جناح نے سچ کہا کہ ہندوستان کے مصنوعی مدبر جب کوئی مصالحت کی تدبیر پیش کی جاتی ہے تو اس میں مذہب کی سیخ ضرور ٹھونک دیتے ہیں ۔ کام بگڑ جاتا ہے ۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ تو رہے گا اور ہمیشہ رہے گا ۔ اس وجہ سے کہ کثیر التعداد اخباری کاغذوں کی زندگی محض اسی پر قائم ہے کہ وہ مذہب کا نام لے کے عوام کو بھڑکا دیتے ہیں ۔ ان انعام سالگرہ (چرندوں) کو خود پرست مولویوں نے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے وہ اپنی نمود و شہرت یا جمعیت کے لیے فوراً سیاسی نہج مصالحت و مصلحت پر اپنی یاوہ گوئی کا کلہاڑا لے کے ضرب لگانے لگتے ہیں جن کا نام کبھی وطنی یا قومی خادموں کی فہرست میں نہیں دیکھا گیا دفعۃً چھدا سے مولانا علامہ سید الاحرار مالک القوم ابوالامۃ سوراج محمد کے جلیل الشان القاب سے صفحہ کاغذ خبار پر

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ادہ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ

عدالت جناب بابو ... رام داس صاحب بہادر گلزم اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم پورہ ضلع آناؤ

مسماۃ رکمن بیوہ گیا شنکر قوم برہمن ساکن نمبردار موضع رامپور پرگنہ ...

بنام

دیوان دلسنگی قوم لودھ ساکن و کاشتکار موضع رامپور پرگنہ بھگونت نگر ...

واضح ہو کہ مدعیہ نے تمہارے نام ایک نالش بابت لگان ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۶ ۔ مارچ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام پورہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کرایا گیا ہو اور کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی کرو اور ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کیلیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کرو اور نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو ۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا ۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۷ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نظر آنے لگتے ہیں اور سب سے زیادہ وہ بدنصیبی یہ ہے کہ جاہل اخبار نویس جن کو کبھی یہ نصیب نہیں ہوا کہ معقول بات کہتے یا معقول بات پر اپنی کان متوجہ کرتے اپنی بات منواتے اسی کی تقلید کرنے لگتے ہیں ۔

یہ حال کچھ مسلمانوں ہی کا نہیں ہندو لیڈر بھی یوں ہی بنے ہیں اور اسی طرح دفعۃً گنگولی سے مہا ہوا دھیا انگت گرو یہ یاد راج گنگا رام جی بیٹھے ۔ آج کل کانگریس کے بہت سے لیڈر اسی قسم کے ہیں ۔ فسادی بھی ہیں کام چور بھی ہیں اور ان میں سے کئی ایسے ہیں جنھوں نے شورش مقاطعہ برہم زنی قانون کے سلسلے میں گاندھی جی کا ساتھ دیا چند روز جیل خانے میں رہے کچھ دنوں گاندھی جی کی جوتیاں (جوتیاں کہاں ہیں) سیدھی کیں اور بن بیٹھے لیڈر ۔ ان کی قومی خدمت کی یہی کائنات ہے ۔

بس ایسے گروہ میں جو صرف بے محل اور بے موقع بات کہنے کے لیے وجود میں آیا ہے معقول پسندی کا گزارہ کہاں جو مسٹر جناح شکایت کرتے ہیں ۔

جس خطہ زمین کے باشندوں نے ترقی کی ہے وہ خالص النیۃ راسخ المحبۃ وطن پروروں کے سلیے میں کی ہے ۔ ایسے خود غرضوں کے خادم بننے کے بعد کسی قوم کو ترقی کا حق نہیں ۔ آپ کے اختیار میں ایسے نفاق انگیز خبیث الباطن لیڈروں یا اخبار نویسوں کی روک تھام ہو تو کیجیے ۔ ورنہ اصلاح کی سعی کا نتیجہ یوں ہی ہوا سیر یے کا وضو رہے گا ۔ ہر وقت تجدید کی ضرورت ہوگی ۔ یہ دکھتی رگ پنجاب کے گورنر صاحب نے بھی ٹٹول لی ہے چنانچہ انھوں نے اپنی ایک تقریر میں مسٹر جناح کی تحسین کے ساتھ پریس کے بھی کتنے لیے ہیں اگرچہ وہاں مطلب دوسرا ہے یعنی ہمیں اس سے انکار ہے کہ پریس ایکٹ نے بعض پریسوں کو گولا لاٹھی کیا تو اس وجہ سے کہ وہ اسپیشل نفاق بڑھاتے تھے ابھی وہ تو حکومت کو بھی اس اپنی نفاق انگیزی میں شامل کرلیتے تھے ۔ ورنہ وہ کون سا خالص ہندو مسلم (یا باہر یا) ...

کا غذ اخبار ہے جو ایسی کارروائیاں ہمیشہ جاری نہیں رکھتا ؟ ۔

ان کی سرخیاں اور عنوانات دیکھ کے عوام کے دل سے شعلے نکلنے لگتے ہیں ۔

دار الارقام لکھنؤ

جوہر قسم کی کتابت حسب خواہ نہایت پابندی وعدہ پر دینے والا واحد دفتر ہے جہاں کتابت کے متعلق جملہ سامان و کام کا نہایت اعلیٰ پیمانے پر انتظام ہے ۔ میں چار سال کے تجربے کے بعد عرض کروں گا کہ مجھے اس عرصے میں ایک موقع بھی کسی قسم کی شکایت کا نہ مل سکا ۔ اپنی آسانی کے لیے منشی محمد اشرف علی صاحب مہتمم دار الارقام محبوب گنج لکھنؤ سے رجوع کیجیے ۔

نیجر "اودھ پنچ" وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ضروری گزارش

معزز ناظرین ! آپ حضرات سے التماس ہے کہ آپ باخبر بزرگ ہیں موجودہ اقتصادی کشمکش اور اسکے مضر نتائج سے پورے طور پر آگاہ ہیں اس ادبار و فلاکت میں اچھے اچھے کاروبار ہلاکت و دیوالیہ ہو چکے اور ان سے اچھی منحوس دوڑ لگا ہوا کہانی تھیٹر ۔

اودھ پنچ بھی ایک حیثیت سے کاروباری ادارہ ہے نقصان و زیر باری سے کیسے محفوظ رہ سکتا تھا ہم جب سے اقتصادی مشکلات کا بکھیڑا اور نامساعدی کا خلاف سمجھتے ہیں نہ آپ کو علم ہو تا کہ ہم نے کن مصائب کا مقابلہ کیا ہے جب جا کے کہیں اودھ پنچ اسوقت بفضل خدا سرگرم عمل کھائی دیتا ہے تاہم ابھی اس کے راستے میں گوناگوں مشکلات حائل ہیں جو دفاع کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ۔ آپ اودھ پنچ کے قدردان او معین ہیں اسلیے ہیں اپنی موجودہ مشکلات کے حل میں آپکی ہمدردی و دستگیری پر اتم درکار ہے بہت بہت فراخدلی کیساتھ اسکی امداد پر توجہ فرمائیے اور کم از کم دو جدید خریداروں کی سالانہ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر احسان فرمائیے آپکے حلقۂ احباب میں صاحب ذوق و علم افراد کی کمی نہیں یہ ہماری عاجزانہ استدعا ہے اس کی ضرور توجہ فرمائیے ۔

اس عریضہ کو ملاحظہ فرما کے یہ خیال نہ فرمائیے کہ میں ہی اسکا مکلف و مخاطب نہیں ہوں بلکہ ضرور بالضرور توجہ فرمائیے ۔ والسلام ۔ فقط

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS, TO DICTATE UN TO OTHERS.
ARISTOTLES.
REGISTERD No 783
OUDH PUNCH.
LUCKNOW.
1936
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارۂ ہٰذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینہ کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے (۲) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور فضولیات سے بے نیاز ہے۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنائیے نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گوہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت نرالے کی اصابت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات خلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ملجائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ (۵) کم مایہ شاگردان اسکول سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی (۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔ (۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق [illegible] (۸) محض [illegible] خلاف [illegible] (۹) مضامین ان خطوں میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ (۱۰) مضامین میں مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ہو [illegible] (۱۱) وی پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۲) گمنام مضامین شائع ہوسکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرمادیں۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دوامی خوشی

مجلدات ۲۰ سنہ ۱۹۳۵ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں [illegible] اگر اردو کو زبان [illegible] ایسے اور اودھ پنچ کی مجلدات ۱۹ و ۲۰ طلب فرمائیے [illegible] مستند اور لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت [illegible] مجلد عہ روپیہ۔ یاد رہے کہ تبصرۂ لغات وہ کام ہے [illegible] اور صرف اودھ پنچ کے مخصوص ہے اور [illegible] میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ [illegible]

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۴ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد ہے ۱۹۳۴ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصۂ چہارم قیمتی ۸ مفت نذر کی جائیگی۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

انگریزی اخبار

پٹنہ ٹائمز پٹنہ

جو بہاری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور سنہ ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ بہار کے دلچسپ مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہوجائیں اور ایک ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں سالانہ قیمت عہ طلبا سے للعہ قیمت فی پرچہ [illegible]

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی علمی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ ممالک یوروپ۔ امریکا۔ افریقہ۔ آسٹریلیا ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد عظیم اور نصب العین ہے۔ لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اسکی قیمت چار روپیہ ہے تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازمی ہے

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

دواخانۂ معدن الادویہ

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سے خاص مفردات و نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے

اور نامور و حاذق اطبا کے مشورہ سے بدون فیس فائدہ اٹھائیے

شرائط ایجنسی اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔ (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید پانچ روپیہ جمع کردینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائے گی (۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی (۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہوں گے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ہاں یہ صحیح ہے کہ ایک فریادی کا اوڑھنا بچھونا دستاویز
استغاثہ محضر شہادت نامہ اور سند ہے اور ان چیزوں کو
کاغذ سے جو تعلق ہے وہ ظاہر ہے۔ جو شخص کسی پرانے
رواج کا تفحص کرنا چاہے تو آپ ہی بتائیے کہ بجز کتب
تاریخ اور کون سا ذریعہ اُس کے پاس ہے۔ بہار عجم
میں منشی ٹیک چند بہار نے بھی کاغذین پیراہن و
کاغذین جامہ کے ذیل میں یہ فقرہ لکھا ہے:۔
"جامۂ کاغذ کہ فریاداں پوشندہ در قدیم رسم بودہ"
سند میں بعض اشعار بھی لکھے۔ بابا فغانی سے

زخوبان داد خواہم نقانی مہربانی کو
کہ سازد کاغذیں پیراہن از ظلم فریادیم

مگر برہان قاطع کے مصنف نے اس رسم کا ذکر نہیں
کیا۔ صاحب برہان قاطع محمد حسین تبریزی مصنف
بہار عجم سے پیشتر گزرے ہیں۔ لہذا حضرت شارح
کا یہ تعجب از راہ عناد نہیں ہے۔ جناب بیخود اگر
تاریخ سے اس رسم کا وجود کسی زمانے میں ثابت
کر سکیں تو سبحان اللہ۔

(۷) تا "امکان اصلاح فرمانے اور حرف رکھنے
سے نکتہ سنج شارح کہیں غافل نہیں رہا"۔
"تا امکان حرف رکھنے سے" غالباً نیت پر حملہ
کرنا مقصود ہے اس حسن ظن کا جواب یوں ممکن تھا
کہ جواب ترکی بترکی دیا جاتا مگر ہم صرف اتنا کہنے پر
قناعت کرتے ہیں کہ یہ مقام نکتہ سنج کہنے کا نہیں
یہاں نکتہ گیر کہنا زیادہ مناسب ہے ؎

جاہل آنجا کہ نکتہ گیر شود
شعر رافیمت شعیر شود

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ بیخود صاحب "نقش" سے
تصویر اور شوخیٔ تحریر سے اُردو محاورے میں
"ہستی" کیونکر ثابت کرتے ہیں۔

(۸) کہیں تشبیہ مہمل بتائی گئی ہے۔
اہمال تو اُس وقت ثابت نہ ہوتا جب بیخود
صاحب اس شعر میں ؎

دل خوں شدۂ کشمکش حسرت دیدار
آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

حنا اور آئینہ میں وجہ شبہ کی تصریح فرماتے۔
اور صاحبان ذوق سلیم اُسے تسلیم بھی کر لیتے۔
خصوصاً "بدمست" کی ضرورت شعر بالا میں قابل شرح
ہے۔ محض یہ کہنا کہ "دل پاک و صاف عاشق اس
قابل نہ تھا کہ معشوق اُسے جلوۂ راز بناتا اور آئینہ
کا کام لیتا مگر بُرا ہو بدمستی کا کہ اُس ظالم نے اُس سے
حنا کا کام لیا" کج فہمی کی دلیل ہے جب تک الفاظ
شعر اس مطلب کا اظہار نہ کریں۔ آپ کہتے ہیں
"اُس ظالم نے اُس سے" اے حضرت ذرا یہ صاف
کہیے کس سے؟ - دل سے یا آئینہ سے؟ - اگر دل
خوں شدہ حنا بن کر معشوق کے ہاتھ لگا تو مراد بر آئی
شکایت "حسرت دیدار" بیکار ہے اور اگر آئینہ حنا
بن گیا تو اعتراض بجائے خود قائم ہے رہی یہ بات
کہ بیخودی و بدمستی معشوق آئینے کو قائم مقام حنا
بنانے کی ذمہ دار ہے تو اس کا جواب وہی دے سکتا
ہے جس نے بندر کے ہاتھ میں آئینہ دیا ہو۔

علی ہذا القیاس دوسرے حل میں مستی و بیہوشی
کا حوالہ دے کے یہ کہنا کہ آئینہ اُس کے ہاتھ میں
یوں بے حس و حرکت ہے جیسے رنگ حنا کف دست
پر خواہ مخواہ معنی گڑھنے کے مرادف ہے رنگ حنا کسی
عینک سے کوئی شخص اس شعر میں نہیں دیکھ سکتا۔
اس کے علاوہ معشوق صاحب اپنے جمال کی دلربائیوں
میں محو و بیخود ہیں تو ہیں یہ آئینہ بے حس و حرکت کیوں
ہو گیا اُس میں ذاتی حس و حرکت کب تھی؟ قیامت یہ
ہے کہ کیا رنگ حنا کف دست پر بے حس و حرکت
ہو جاتا ہے اور اگر کف دست پر نہ ہو تو اچھلتا کودتا
گلا بغتا ہو کا تماشا دکھاتا پھرتا ہے؟ واہ حضرت
واہ۔

اسی طرح تیسرا حل بھی کچھ اور ہی کہتا ہے یعنے
معشوق اپنی مہندی رچی ہوئے ہاتھوں کو اس
محویت سے دیکھ رہا ہے جس محویت سے خود پرست
آئینہ دیکھتے ہیں۔

یہاں خود پرستوں کا ذکر محذوف تھا۔ تمام حرف
تشبیہ بھی شارح صاحب نے (بیخود صاحب)
اپنی طرف سے غالب کو انعام میں دے دیے ہیں۔
ذکر ہے آئینہ کا اور آپ مہندی رچے ہوئے ہاتھ
دکھاتے ہیں۔ اس مطلب کی توضیح خود ساختہ سے
گویا جناب شارح نے غالب مرحوم کے افلاس ذہنی
کا راز کھولا ہے۔ (حالانکہ ہم انھیں مفلس الدماغ نہیں
کہتے)۔

چوتھے حل میں جو گل کھلا ہے وہ ان الفاظ سے
ظاہر ہوتا ہے "معشوق کو خود آرائی (دستکاری) کا اس قدر
شوق ہے کہ آئینہ اُس کے ہاتھ میں مہندی بن کر رہ گیا ہے
یعنی کسی وقت آئینہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹتا ہی نہیں"۔
حضرت اگر آئینہ مہندی بن کر ہاتھ میں لاسے
کی طرح چپک گیا تو یہ صفت آئینہ کی بالکل نئی ہے۔
مختصر یہ کہ آئینہ اور حنا کے تمام ادعائے
جو آپ کے ذہن میں آ سکتے تھے آپ نے کہہ ڈالے
پھر بھی شعر صاحب بجائے خود معانی سے مفلس ہی
رہے۔ آپ کیا کیجیے کمبخت شعر کی قسمت ہی بری
ہے۔

افسوس غالب مرحوم کچھ دنوں بعد پیدا نہ ہوئے
جو اپنے دیوان کے ساتھ ساتھ جناب بیخود کو لیے
پھرتے اور رنگ حنا یا رنگ خضاب کی طرح کبھی
ساتھ سے جدا نہ ہونے دیتے۔ شعر وہ پڑھتے مطلب
بیخود صاحب سمجھاتے سننے والوں کے دماغ نہ گھٹتے
مولانا طباطبائی اور دیگر اشخاص جن کا ذکر جناب
بیخود نے شارحین کے ذیل میں فرمایا ہے شرح
لکھنے کی زحمت سے بچتے۔ جتنے لفظ مستتر تھے سب
انڈے بچے سمیت نکل پڑتے۔ وہ کہتے بت بدمست
یہ کہتے اس سے مراد ہے محو و بیخود خود پرست مغرور
دست و مدہوش و خود آرا۔ وہ کہتے آئینہ یہ کہتے
"جیسے آئینہ" وہ کہتے حنا یہ کہتے حنا سے مراد ہے
رنگ حنا جو کف دست پر بے حس و حرکت قائم رہتا
ہے۔ پھر کہتے بھائی آئینہ حنا ہے اور حنا آئینہ ہے
یا یوں سمجھو کہ رنگ حنا آئینہ ہے اور آئینہ دل ہے
اچھا یوں نہیں تو یوں سہی دل حنا ہے اور آئینہ
رنگ حنا۔ آئینہ لیا اور پسینے کے بعد فنا دست
بت بدمست خود پرست خود آرا ہو گیا اور دل تھا
دیکھتا رہ گیا۔ ادھر دل کا یہ حال ہوا ادھر بندر کے
ہاتھ ناریل اور معشوق کے ہاتھ آئینہ لگا گھمر گھما گھم گھلا

جلد ۲۱ نمبر ۱۱

مضامین

(مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۳۶ء)

سگ لیلےٰ کی منھ چٹو اگر لیلےٰ سے الفت ہے

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء)

مختصر یہ کہ ہمارے ننھے منے جلسے پر "چہ گویم" چھا گیا۔ سب ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے۔ نازنین کی خادمہ نے لال بجھکڑ کی خدمت اس کروفر سے انجام دی گویا ریچھ پالتے عمر کٹی۔

خادمہ "ہو نہ ہو ریچھ اندھیرے سے ڈرتا ہے"۔

کوئی دفینہ کھودتے بھی اس ستعدی سے نہیں جاگے گا جس ستعدی سے ہم لوگوں نے خادمہ کی بات کا امتحان کیا۔ لالٹین اس مجسمۂ شب دیجور کے سامنے رکھ کر دروازہ بند کیا پھر سٹ کر کھڑے ہو گئے۔ جب دیر تک خوں خوں کی آواز نہ آئی تو یقین کر لیا کہ "قانون تضاد" کے بموجب ریچھ کو لالٹین ہی کے سایہ میں نیند آئے گی۔

ذرا مطمئن ہو کر میں کمرے میں واپس آیا اور سو رہنے لیٹا۔ مگر جتنی دیر تک سوتا رہا ریچھ ہی ریچھ خواب میں دیکھتا رہا۔ ایک بجے کے قریب چیخوں کی آوازیں آنے لگیں "دوڑو دوڑو" "شیر شیر" اس کے بعد دھم دھم دوڑتا ہوا کوئی منیجر کے کمرے کی طرف بھاگا۔ آپ جانیے کہ میرے دل میں چور یا کہ صاف صاف کیوں نہ کہوں ریچھ گھسا ہوا تھا۔ فوراً بھانپ گیا کہ ہو نہ ہو یہ "شیر" میرا ریچھ ہی ہے جھٹ پٹ پلنگ سے کود باہر نکل کے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں منیجر صاحب لالٹین ہاتھ میں لیے چہرے کے پٹھوں کو ستار کے تاروں کی طرح "کھینچے" میرے پاس سے گزر گئے۔ مجھے یوں نظر انداز کر گئے جیسے میں بھی کوئی نقش و نگار در و دیوار تھا۔ یہ بات تو کسی [illegible] گوارا نہیں ہو سکتی تھی۔ برا ہو یا بھلا ہو۔ مگر تھی ریچھ تو ہمارا تھا۔ اس کی شکایت براہ راست ہمارے ہی پاس آنا چاہیے تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم کہتا صاحب وہ ایسا ہی شریر اور ایسا ہی نالائق ہے۔ آپ اس کو خوب سزا دیجیے۔ جیسا میرا ریچھ ویسا ہی آپ کا۔ مگر اس برتاؤ کے کیا معنی ہیں گویا اس ناشدنی سے ہم کوئی واسطہ ہی نہیں۔ منیجر کے پیچھے پیچھے ہوٹل کا دردی پوش شوفر بھی تھا۔ چہرے کی مردنی سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی کالوبا اذرم کا اثر اترا ہے۔ میں بھی ذرا "اپنے کو بچا کے" پیچھے چلا۔ مگر آہستہ آہستہ۔ موٹر خانے کے پاس پہونچ کر منیجر اور شوفر دونوں کھڑے ہو گئے۔ اندر جانے کی کسی کی ہمت نہ پڑی۔ حالانکہ منیجر صاحب کے انداز سے تو یہ توقع تھی کہ وہ کان پکڑ کے ریچھ کو "دو لپوٹے" جھاڑ کر ہوٹل سے باہر کر دیں گے۔ میں نے قریب جا کر پوچھا کیا واقعہ ہے تو معلوم ہوا کہ ڈیرگاہ ہوٹل کا شوفر جب حسب دستور اسٹیشن سے موٹر لے کر آیا تو اس نے موٹر خانہ نمبر ۲ میں روشنی دیکھی۔ اس کی زیادتی عقل نے یہ مسئلہ یوں حل کیا کہ یہ ذہنی اشارہ ہے طرف اس امر کے کہ موٹر اسی میں بند کیا جائے۔ پس وہ عمل درآمد ہوا اس امر پر۔ مگر ٹھیک اس وقت جبکہ اس نے باہر نکلنے کا قصد کیا۔ موٹر خانے کے چاروں کونوں کی تاریکی نے سمٹ کر ایک انسان حبشی کی صورت اختیار کی اور بڑے دانت نکال کر خوف زدہ کر دیا شوفر کو۔ پھر فی الفور ایک شیر ببر کی صورت اختیار کر کے موٹر پر حملہ آور ہوا۔ آخری بار یعنی بھاگتے میں جب شوفر نے اس منظر کو پھر کر دیکھا ہے تو وہ دیو قامت ببر شیر موٹر کو مسلم نگل جانے کی کوششوں میں مشغول تھا۔ منیجر صاحب کا خیال تھا کہ ریچھ اس وقت بگڑا ہوا ہے اس موٹر خانے کا دروازہ کھولنا کسی طرح مناسب نہیں۔ [illegible] موٹر کا حشر تو منیجر کو یقین تھا کہ ریچھ اب تک اس کو تہ پر کر گیا ہوگا۔ میں نے منیجر کے خوف کی ذرا پروا نہ کی۔ اور موٹر خانے کا دروازہ اس آن بان سے کھولا کہ میرا ہر بن مو بزبان حال کہہ رہا تھا "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"۔ ریچھ صاحب موٹر کا ایک ٹائر پھاڑ چکے تھے۔ مگر غالباً اس مشغلہ میں ان کو زیادہ دلچسپی نہیں ہوئی کیونکہ تین ٹائر مسلم چھوڑ دیے تھے اور فی الحال موٹر سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ مجھے دیکھ کر تعظیماً خم ہوئے۔ میں نے اس طرف ذرا توجہ نہیں دی۔ ملعون کو اپنے کیے پر ذرا ندامت نہ تھی۔ اس نے پھر وہی "شتر غمزہ دل۔ فیل غمزہ دل" کا جو شائیدہ صفات نمودہ مجون یعنی خرس [illegible] دکھانا شروع کیے۔ وہی خوں خوں۔ وہی ٹانگوں کے بیچ میں سر گھسیڑ دینا۔ وہی دونوں ٹانگوں پر کھڑے ہو کر میرے چہرے کو اپنی ناک سے ہموار دینا۔ اس وقت ایسا خوش تھا گویا کوئی بڑا بھاری کام انجام دیا ہے۔ اور مجھ سے "واہ وا" کا طلبگار ہے۔ میں نے چپکے سے موٹر خانے کا دروازہ بند کیا۔ منیجر و شوفر سے بغیر کچھ کہے سنے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ یہ ہے روداد میرے "خرس بانی" کے پہلے دن کی۔ صبح کو اس پر اتنا سہاگا اور لگا کہ میری محبوبہ نے انصاف کو مدنظر رکھ کر موٹر کے ٹائر پر دو اور شوفر کے انعام کا بل مبلغ [illegible] روپیہ (معجل) بنوا کر میرے پاس بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ فیصلہ سنا دیا "چونکہ ریچھ کے مالک کو علم نہیں تھا کہ رات کو شوفر آکر اسی موٹر خانے میں گھسے گا لہذا وہ بے قصور ہے اسی طرح شوفر کو علم نہیں تھا کہ جائے خامی کا دیو سگیر [illegible] کے بموجب موٹر خانہ "خرس خانہ" ہو گیا ہے لہذا وہ بھی بے خطا ہے۔ کسی کو شکایت کی گنجائش نہیں"۔

(۳)

ریچھ کی اتنی تعریف تو کرنا ہی پڑے گی کہ اس نے چند ہی دن میں سارے ہوٹل کی آبادی کو اپنی بدصورتی کا گرویدہ کر لیا۔

یہ دیکھ کر میں اتنا خوش ہوا کہ اگر ایسا ہوتا تو ریچھ کے ناشتے [illegible] روزانہ زندگی بھر کے لیے مقرر کر دیتا۔ کتب خانے [illegible] شطرنج کھیلنے کے کمرے کا مجمع گھٹتا گیا اور موٹر خانے کے گرد ہجوم بڑھتا گیا۔ لڑکے بالے جہاں کام کاج سے فارغ ہوئے ریچھ سے لطف اٹھانے پہنچ جاتے۔ موٹر خانے کے گرد کرسیاں ڈلوا دی گئی تھیں جو ہر وقت پڑی رہتی تھیں۔ وہاں سے قہقہوں کی آوازیں خوں خوں کے ساتھ آیا کرتیں۔ سوا بد مذاق منیجر اور بدقسمت شوفر کے سب اس کی تعریف میں

[illegible] نلسان تھے۔ دن بھر لوگ اس کے کھانے کے لیے مٹھائیاں پیپل الم غلم سبھی کچھ لے کر جاتے اور وہ سب بلا ڈکار ہضم کر جاتا۔ یہ بھی اس کے حسن اخلاق کی دلیل سمجھی جاتی۔ مگر اس جوع الخرس کو جوع البقر کا بھی باوا پاکر کہا جاتا تھا کہ اب غریب آدمی عمر و عیار کی زنبیل کو کیسے پاٹوں گا۔ ریچھ کی سب سے عزیز ہستی اس کی محبوبہ کی خادمہ جس کی ہمجان ریچھ کی صورت دیکھنے سے کھتی تھی۔ ایک بار موٹر خانے کی طرف جاتی دیکھی گئی۔ بلکہ لوگوں کا بیان تک بیان ہے کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کوئی مزیدار چیز اس کالی بلا کو کھلائی۔ ریچھ کی خبر شہر بھر میں پہونچ گئی۔ لوگ اس کی زیارت کرنے آنے لگے۔ حتی کہ ایک دن حاکم شہر صاحب بنفس نفیس تشریف لائے۔ ان کا آنا تھا کہ منیجر صاحب پر صادق آگیا "مسخر کرلیا آخر کو بنگالے کے جادو نے"۔ وہ دوڑتے اپنے توند کو مشرق مغرب ہلاتے حاکم کے استقبال کو پہونچے۔ اور خود لے جاکر ریچھ دکھایا۔ حاکم صاحب نے از راہ عنایت اپنی ڈبیا سے ایک پان نکال کر اس کو کھلایا۔ ریچھ نے غالباً صرف از راہ مروت منھ میں لے لیا مگر پھر فوراً اُتھوک دیا۔ منیجر صاحب نے اس کی اس حرکت کی حاکم سے معافی چاہی۔ گویا کہ ریچھ انھیں کا ساختہ پرداختہ تو تھا ہی۔ حاکم صاحب کو شاعری کا بھی دعوی تھا انھوں نے فرمایا کہ یہ ریچھ کی سخت غلطی ہے کہ اس نے جنگل کی آزاد زندگی پر موٹر خانے کی مقید زندگی کو ترجیح دی۔ انھوں نے اپنے اس کج مج خیال کو رباعی کی شکل میں فی البدیہہ تبدیل کرکے منیجر صاحب کے حوالے کیا۔ انھوں نے نہایت احترام و تقدس سے وہ رباعی قبول کی۔ اور کتب خانے میں لٹکا دی۔

مقامی اخبارات نے اور رسائل نے ریچھ کی تصویریں شائع کیں۔ دو ایک شعلہ زبان شاعروں نے نظمیں بھی لکھیں۔ ان کو ریچھ حسن مجسم نظر آیا۔ ان کا بیان تھا کہ اس کے گرد "رومال خیزی کی ایک دنیائے مرتعش پراگندہ منقلب نظر آتی ہے"۔ ہوگی ہوتی ہوگی۔ ہم نے تو کبھی نہ دیکھی۔ میں ریچھ کی کامیابیاں دیکھ دیکھ کر پھولا نہ ماتا۔ رفتہ رفتہ اس کی عادتوں کا بھی علم ہوگیا تھا۔

سرخ کپڑا اس کو بالکل نہیں پسند تھا۔ مجھے اور نازنین کو اپنا مالک سمجھتا۔ اگر دن میں دو وقت ہم دونوں کو نہ دیکھ لیتا تو سارا ہوٹل سر پر اٹھا لیتا۔ منیجر نے یہ دیکھ کر ایک آدمی مقرر کر دیا تھا جو ہم دونوں سے دو وقت "پریڈ" کراتا کہ زبردستی ریچھ کے حضور لے جاتا "نگاہ روبرو" کی صدا لگاتا جب وہ کالی بلا کچھ ادائیں دکھا لیتی تب جاکر کہیں آنے کی اجازت ملتی۔ اگر نازنین ساتھ ہوتی تو یہ "دلیل" ذرا نہ کھاتی ورنہ رجسٹر نمبر ۱۰ کے گرفتاروں سے قدرتی ہمدردی پیدا ہو جاتی۔

ایک ہفتہ تک یوں ہی ہنسی خوشی کام چلتا رہا۔ مگر فلک کو یہ نہ بھایا۔ اور ایک دن ریچھ منھ لٹکا کے بیٹھ گیا کھانے پانی سے منھ ہٹا لیا۔ لاکھ چمکارا۔ منایا۔ بیٹا ہے۔ بڑا اچھا ہے۔ کچی کچی کو کھائے دودھ بھات میرا ریچھ کھائے۔ مگر اس کا منھ کسی طرح سیدھا نہ ہوتا اور نہ وہ کھانے کی طرف رخ کرتا۔۔۔ فی الفور تین شخصیتوں کا جلسہ طلب کیا گیا۔ نازنین نے بلا گفت و شنید صدارت اختیار کرلی۔ وہ اس طرح کہ اس نے اپنے لیے یہ حق محفوظ رکھ لیا کہ جس بات کو چاہے بلا رد و قدح فوراً نامنظور کر دے۔ مگر مجھ کو یا اس کی خادمہ کو یہ حق بالکل نہیں حاصل تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد جلسہ میں تین مستحکم رزولیوشن زیر تجویز آئے۔ مگر پاس ایک بھی نہ ہو سکا کیونکہ ہر ایک محرک کے پاس صرف اپنا ذاتی ووٹ تھا اور بس۔

(۱) محرک نازنین۔ ریچھ کو رکھیني کی ضرورت ہے۔ اسی سے منھ لٹکائے دنیا سے بیزار بیٹھا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ کسی رکھیني سے محبت بھی ہو۔ اگر ریچھ کی زندگی منظور ہے تو اس کی یہ خواہش بہت جلد پوری ہونا چاہیے۔

(۲) محرک خادمہ۔ ریچھ مرنے والا ہے جنگلی جانور ٹھہرا۔ جتنے دنوں آدمیوں میں جی گیا بہت جی گیا۔ اس کی موت کا انتظار کیا جائے۔ مرنے کے بعد اس کی کھال میں بھوسہ بھروا کر شہر کے عجائب خانہ میں رکھوا دینا چاہیے۔

(۳) محرک میں۔ ریچھ کا پیٹ پھول پھلاری۔ یا مٹھائیوں کھٹائیوں سے نہیں بھرتا وہ اب آدمی مانگتا ہے۔ کیونکہ وہی اس کی قدرتی غذا ہے۔

ہر محرک دلیل بھی بہت مضبوط دیتا تھا۔ مثلاً نازنین کی دلیل یہ تھی کہ ذرا چھوٹے چھوٹے خرس زادوں کا تصور کرو۔ اہا کیسے پیارے معلوم ہوں گے۔ ریچھ کے بچے کسی نے بھی تو نہیں دیکھے ہوں گے۔ اور تو اور میں نے بھی آج تک ادھر غور نہیں کیا کہ سب بڑے بڑے ریچھ پہلے بچے [illegible] تے ہیں۔

خادمہ کی دلیل [illegible] کہ جب میرا دیا ہوا ریچھ عجائب خانے میں رکھا جائے گا تو مجھے اس شہر میں شہرت جاودانی حاصل ہو جائے گی۔

میری دلیل یہ تھی کہ چونکہ ہم سے کوئی ریچھ کی خاطر اپنی جان عزیز کو نہیں قربان کر سکتا اس لیے ریچھ ہی کو اپنی جانوں پر سے تصدق کر دینا چاہیے یعنی بندوق کی ایک گولی سے اس کا پیٹ بھر دیا جائے۔

نازنین کو ہم دونوں کی ظالمانہ تجویزوں پر سخت غصہ آیا۔ اور کرسی صدارت چھوڑ کر جلدی۔ فوراً جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ خادمہ دوسری طرف چلدی اور میں اکیلا رہ گیا۔ سخت کوفت۔ نازنین کی تحریک کیسے مانی جائے۔ ایک ہی ریچھ کیا کم تھا جو اب دوسرا

بھی آئے۔ اور وہ بھی رکھینی۔ پھر اس پر یہ اضافہ کہ آئندہ
بچوں کی امید ہیں۔ اگر نازنین کو میری رائے سے اتفاق
نہیں تھا تو میں اتنی قربانی کر سکتا تھا کہ خادم کی رائے
سے اتفاق کر لوں۔ مگر اس صورت میں خطرہ تھا کہ
ننھی کا حصہ جو خادم کو مل رہا ہے وہ بھی مجھ کو مل جائیگا۔
کبھی کہتا کہ کبھی عشق کیا بھر پایا۔ اب لعنت بھیجو نازنین
پر اس کے ریچھ پر اور آنے والی رکھینی اور اس کے
بعد آنے والے ریچھ کے بچوں پر۔ اور راتوں رات
یہاں سے بھاگ چلو۔ پھر زندگی بھر اس شہر کی طرف
اور عشق کی طرف رخ بھی نہ کرنا۔ ارے مار جب
شروعات یہ ہیں تو "آگے آگے دیکھیے ہوتا کیا ہے"
یہ رائے دل میں گھر کر رہی تھی کہ اتنے میں نازنین
ہنستی ہوئی آئی اور بولی:-
دیکھا آپ نے؟ میں نے حقیقت معلوم کر لی۔ ایک
بڑا کتا پیچھے پڑ گیا ہے۔ ریچھ بچارا گھبرا گیا ہے۔ اور اس کی
صحت بگڑی جا رہی ہے۔ روزانہ شام کو اسے
تفریح کرائی جائے۔

میں نے غنیمت سمجھا۔ ابھی بات بھی نہیں ختم کی تھی
کہ میں اس کے فقرے کی تائید کرنے لگا۔ نازنین کی
رائے تھی کہ اگر شام کو ریچھ کو کھول دیا جائے تو خود ٹہلنے
چلا جائے گا اور گھنٹہ آدھ گھنٹے کے بعد واپس
آجائے گا۔ مجھے اس رائے سے اتنا تو ضرور اتفاق
تھا کہ وہ چلا جائے گا۔ مگر دوسرے جزو سے بالکل
نہیں اتفاق تھا کہ وہ واپس آجائے گا۔
سوال پیدا ہوا کہ ریچھ کے ساتھ کون جائے۔
ہم لوگوں کا خیال ایک بار رحیمی کی طرف گیا جو ریچھ
سے بہت دلار کیا کرتا تھا۔ میں دوڑا ہوا اس کے
پاس گیا۔ پہلے تو وہ راضی ہو گیا جس سے میرے
سینے پر کا بڑا بھاری بوجھ ہلکا ہو گیا۔ پھر اس نے
تو انا سے پوچھ کر انکار کر دیا اور کہا کہ میری بیوی ریچھ کو
شیطان سے کم نہیں سمجھتی ہے۔ اس کو کبھی یہ نہیں
منظور ہو گا کہ میں اس طرح موت کو ساتھ لے کر گھومتا
پھروں۔ میں نے اس کو سمجھایا کہ بھائی ہر ایک اپنی
موت کو ساتھ لیے گھومتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ کب
مرے گا اور کیسے مرے گا اگر وقت آگیا ہے تو چاہے
ریچھ ہو یا نہ ہو آدمی بچ نہیں سکتا اور اگر وقت نہیں
آیا ہے تو ریچھ کی کیا مجال کہ ذرا بال بیکا کر سکے۔
مگر اس جاہل کو مذہب سے ذرا لگاؤ نہ تھا۔ یہ بات
اس کی سمجھ ہی میں نہ آئی اور اپنی نہیں پر اڑا رہا۔
ناچار میں وہاں سے چلا آیا۔ نازنین نے میرے
چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ کر تسلی دی اور کہا اگر
کوئی اس بیکس کی مدد کرنے کو نہیں تیار ہے تو ہم لوگ
خود اس کام کو کریں گے۔ نیک کام کرنے میں شرمانا کیسا۔
(باقی آئندہ) راقم:- فلاطون وقت

دہ درویش

"سیر نویں درویش کی"

(تتمہ اودھ پنچ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء)

اس موصلت سے ــــ
کرم نامہ فردا کہ خانہ خانہ تست
کی اسد عام کو زخاطر طرفین تھی اس لیے یہ براہ اخفا کسا
ٹیکا رام نسیت سے فوراً اہست ہو کر شاداب کے شکم مبارک
میں پہونچ گیا اور بالکل کانفیڈنشل طریقہ پر پرورش پانے لگا
جو بات ہوجاتی ہے وہ راز نہیں رہا کرتی اس لیے اس
راز سر بستہ کا بھی افشا ہوا۔ پتا جی نے اس خیال سے
کہ کہیں مردود بارگاہ نہ ہوجائیں "تحقیق مکاتذ" کا مطالعہ
شروع کیا اور دفعہ ۲ کی ہدایت کے بموجب حسب ذیل
عرضی فارسی زبان میں لکھ کر نواب صاحب کی خدمت
میں پہونچا دی۔

"حضور عالم عالمیان"

بعد ادائے آداب و کورنش این بندۂ ناچیز منقاش پرشاد
مختار عام و خاص جناب والا و بیگم صاحبہ دام اقبالہما
بصد ادب بغرض عرض میرساند۔
فدوی باین سن و سال یعنی بست و پنج سال ہنوز
ناکتخدا ہستم و کاشانۂ این حقیر بر تقصیر بوجہ نداشتن
زن منکوحہ تیرہ و تار گشتہ آرزوئے لعل شب چراغ
میدارد۔ و مادہ تولید از کشاکش شباب درین جسم خاکی
بسیار ہیجان برخواستہ جوانی ما را دیوانی نمودہ بخود ماندن
خیلے دشوار کردہ بود۔ اما ضبط کردم مگر مبدم زائیدگی
مسماۃ شاداب (دسنش فزون باد) از اندرون خانہ
دیکلم بے تکلفانہ ازین خاکسار دل مرا مالوف نمود۔
مسماۃ شاداب ہم متاثر شدہ و بپاس خاطر این عاشق ہیجانا
بخلوت رفت و باتفاق رائے جفت بلوغ خلوت صحیحہ
واقع شد من فاتح و او مفتوح شد۔ زیرا کہ زمین شور
نبود و پیاپے کار بدن نتیجہ خیز ثابت گشت تخم عمل ضائع
نہ شد و شاداب باقبال حضور بین و افضال خداوندی
باردار شد آرزو دارم کہ آقایان اقبال بنتال خطا
ما را نظر انداز کردہ اجازت مناکحت فرمایند من غریب
مذہب خود در راہ رونمائی پیش کردہ اثنا عشری مسلمان ہم شدہ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(زیر قاعدہ [illegible] مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)
بعدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر ملیح آباد ضلع لکھنؤ
[illegible] ولد [illegible] قوم [illegible] ساکن [illegible] پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ مدعی
بنام
گھمروا ولد خوشحال قوم مراد ساکن موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ مدعا علیہ
ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء بوقت [illegible] بمقام [illegible] اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کا کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات [illegible] استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔
اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع و فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔
دستخط حاکم بخط انگریزی
مہر عدالت

ودر مجالس امام مظلوم شرکت کردہ از گریہ و بکا چناں
ہنگامہ آرائی پیدا خواہم کرد کہ شنیدن بیان ذاکرین ہیچ
خواہم گشت۔ الٰہی آفتاب نوابی و ماہتاب بیگمی ہمیشہ
باعث روشنی ہم سیہ بختاں باد۔"

تبدیلی مذہب کا گرما گرم الیاز پر دست لگا دیا تھا
بیگم صاحبہ نے سب خطائیں معاف کر دیں اب
اور کسی کی کیا مجال تھی کہ اس میں دم مارتا۔ بڑی
دھوم دھام سے پتا جی کے سر سہرا باندھا گیا۔ زنانے
مردانے دونوں گھاٹ اپنے ہو گئے۔ "چپڑی اور دو دو"
"پانچوں انگلیاں گھی میں سر کڑاہی میں"
"بو بو تحقیق مکائد کی سمجھے"

اس مناکحت کے پھٹے بینے والدہ صاحبہ کو بوند
دن لگ گئے۔ پتا جی راوی ہیں کہ ایک دن ٹھیک
دوپہر کے وقت جب بی بی شاداب جو اب شادکام
کہی جاتی تھیں حوائج ضروری سے فارغ ہونے
چوکی پر تشریف لے گئیں تو بے شان و گمان وہیں
بیت الخلا میں میری ولادت ہو گئی۔ [illegible]

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۵)

نمبر مقدمہ ۵۵ ۔ ۷۵ سنہ ۱۹۳۵ء

بعدالت خفیفہ جج بریلی ضلع بریلی بحکم جناب خفیفہ جج صاحب بہادر بریلی
بابو گوری شنکر ولد بابو جانکی پرشاد قوم کایستھ ساکن بریلی محلہ بذریعہ پیروکار

بنام

گوپال سہائے سکسینہ ولد ڈاکٹر نرائن داس قوم کایستھ ساکن بریلی محلہ بیوردا حال
ضلع رائے بریلی بمکان جناب بابو شیو پرشاد حاکم خزانہ کلکٹری ضلع رائے بریلی مدعا علیہ
ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے
لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۴ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے
دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی
واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے
یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے
حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ
جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ
کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ آپ اپنی جملہ گواہوں کو
جن کی شہادت پر و نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ جوابدہی کی
تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں اسی دن پیش کریں آپ کو اطلاع دی جاتی
ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری
آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴
ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا
دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

دست بدست دگرے زچہ خانے میں لائی گئیں اور
دنیا بھر کی رسموں کے ساتھ میری ولادت کا اعلان کیا گیا
ایک "کل طویلا احمقا" پنڈت جی ململ کی بڑی لمبی دھوتی
باندھے چکن پہنے شفتالو کے بیجوں کا کنٹھا گلے میں
ڈالے پوتھی پترہ بغل میں مارے۔ گومتی اشنان کی
ہوئی اپنی پوتر سر پر لیے مسلمانوں اور سابق شودروں اور
حال ہریجن لوگوں کے سائے سے بچاتے خراماں خراماں
تشریف لائے۔ مذہبی حیثیت سے گو اس گھر میں
پنڈت جی کا ہاتھ لگی ہوئی چیز نجس بھی جاتی تھی کیونکہ بوجہ
منکر توحید ہونے کے کیا عورت کیا مرد ہر شخص
پنڈت جی کی زبان سے نکلی ہوئی بات بالکل پاک
و صاف سمجھتا تھا اور اس قشقہ کھینچے رنگے سیار
کو ایک آیندہ پیش آنے والی باتوں کا قبل از وقوع
علم ہو جانے کا ذریعہ اور نوشتہ تقدیر کو اپنے مطلب
کے مفید کر دینے کا کاریگر جانتا تھا۔ ادھر پنڈت جی کون
پنڈت جی جو مسلمانوں کا سایہ تک پڑ جانے سے
نجس ہو جانے والے۔ ہر سیٹھ ہریجن لوگوں کے گھر کا
پیدا ہاتھ لگانے والے مرت برہمن ہونے سے
اپنے کو بھگوان سے بھی کچھ زیادہ منوانے والے۔ ہر قسم
کی بداعمالیاں کرنے کے باوجود مہاتما کے روپ میں
گندم نمائی جو فروشی کرنے والے پنڈت جی اسی لچھ
سرکار کو اپنا ان داتا سمجھتے اور ناقص گرہوں کے
اُپاؤ کے لیے نرگس گلشن سوسن جھونجھے ہاتھوں کی
لی دلی نکالی ہوئی جنس اور صدقے کے روپے
قبول کر لینے میں نہ کبھی تکلف کرتے نہ اپنے یہاں کی
چھوٹی بڑی کھیلی کھائی اور الھڑ عورتوں بسلسلۂ
تقریبات یا بدریافت خیریت اندرون حرم خانہ
بھیجے اور اکثر شب باش ہو جانے میں مانع ہوتے
تھے نہ بلا تو رسے کی روح پرور خوشبو کے درمیان
بلا گنگا اشنان کی ہوئی چوکی پر براجمان ہونے اور
جل پان کر لینے میں ان کا یا ان کی دیویوں کا دھرم
ناش ہوتا تھا۔ پنڈت جی اس وقت میرا زائچہ بنانے
تشریف لائے تھے۔ وسا ہو اگت کے موقع پر اس
سرعت کے ساتھ پیدا ہونے والے لڑکے کا زائچہ
بنانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ سنا ہے کہ پنڈت جی نے
بڑا زور لگایا تب جا کے تین فٹ لمبا جنم پترا تیار ہوا۔
کیسر اور صندل کے ٹیکوں سبز اور سرخ روشنائی کے
اندراجات نے جنم پتر کو فی الجملہ بہت دیدہ زیب بنا دیا
تھا۔ نواب صاحب نے بہت پسند کیا اور اپنی سرکار
سے انعام دے کر بڑی سرکار یعنی بیگم صاحبہ کے حضور
میں پہنچا دیا۔ پنڈت جی ڈیوڑھی پر بلائے گئے۔ ایک
بخشیہ سن کی خواص بہار دانش نام کے ذریعہ سے
بڑی حضورنی نے جنم پتر کے سر خانے کی بابت دریافت حال
کیا اور جان کی خیر سن کر بہت خوش ہوئیں نقد و جنس بہت
کچھ عطا کیا۔ پنڈت جی برہمن دیوتا سے الگدام ہو گئے
جنم پتر بیگم صاحبہ کے سنگار دان میں اور یہ نور چشم
شبنم اور دلسی دو بلائیوں کی آغوش تربیت میں آرام
کرنے لگا۔ دونوں عورتیں بڑی دودھ دینے والی تھیں
اولادیں دونوں کی ضائع ہو چکی تھیں چھ چھ سیر سے کم
دودھ ان میں سے کسی کے نہ تھا۔ بارہ سیر کے قریب
دودھ میں روزانہ پی جاتا تھا دودھ بھی وہ جو مشک
زعفران کی پروردہ روغن بادام میں چرب کی ہوئی
غذاؤں سے بنایا جاتا تھا۔ چار برس کے پانچویں سال
میں میں نے قدم رکھا تھا کہ مکتب میں بٹھا دیا گیا۔

ایک بوستانی

از تنے کلک ہمہ شہد و شکر میبارم

انیونی سیانجی۔ بلیاں مارنا سکھانے۔ بغدادی قاعدہ
گھول کر پلانے۔ بات کو نبات بنانے کا ہنر بتانے۔
بعد شان انکساری ہر لحظہ سر بسجود رہ کر آئینۂ دل
میں انوار الٰہی کے تنوع خیز جلوے مشاہدہ کرا دینے
کے لیے نوکر رکھے گئے دو برس تک ان کے ساتھ
جھک ماری بعد ازاں ایک معقول و منقول پڑھے۔

وہ منڈا اسرہ پہنے ہوئے زیر پایاں

خود ساختہ مجتہد صاحب کے پالے پڑا۔ یہ حضرت
اپنے کو ہر وقت بڑے لمبے دامنوں والی گھیر دار عبا
میں ملفوف رکھتے تھے اور اپنا سیاہ کی وارنش بھرا
ہوا جسم مقدس اسی کے اندر چھپائے رکھتے تھے۔
ذریعہ بسر اوقات کے لیے ذاکری کا پیشہ کرتے تھے۔
جہاں رقم کثیر ہاتھ آنے والی ہوتی تھی وہیں بیان فرماتے
تھے۔ بڑے کہنہ مشق اور مشاق رلانے والوں میں تھے

کوہ آتش فشاں جنگ کی کھائی

مسٹر ہاں نے بی بی پھاندو اس میں - چاہے میں مر ہی کیوں نہ جاؤں تمھیں بیوہ کر کے چھوڑوں گا

ادھر یہ مچھک کے ممبر بن گئے اُدھر سر شریک مجلس
ہونے لگا۔ جمعہ کی نماز پڑھانے۔ اپنے بار سے
سبکدوش ہوتے اور مومنین کا بار اپنے اوپر لادنے
مسجد جایا کرتے تھے اور اسی دن اپنے مقلدین کے
سامنے ہفتہ بھر کی قضا نمازوں کا اعادہ کر لیا کرتے
تھے کیا معنی کہ مجالس کی مصروفیت کی وجہ سے بیچارے
کو اس بیکاری کی اُٹھا بیٹھی کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا
تھا۔ شیطان علی کو داخل حسنات کرنے کا ایسا خبط
سوار رہتا کہ کچھ نذر قبول کر لینے کے اور کسی بات کا ہوش ہی نہیں ہوتا تھا۔ چار پانچ برس تک ان تسمہ پا بزرگ کی سواری میں ہا مذہبی دنیا کا ہر شہر اور قصبہ دیکھ ڈالا۔ منطق، فقہ اور علم ادب سے خوب واقف ہو گیا مگر جو خامیاں مجتہد صاحب کے اندر تھیں اُن سے بدرجہا زائد برے اندر آ گئیں۔ مجبوری تھی۔
بات ہی لاعلاج تھی اس لیے اُس طرف خیال ہی
نہ گیا معلوم تو اس وقت ہوا جب برتنے کی نوبت آئی۔
خیر لعنت بھیج۔ اب تیسرے بیوقوف کی باری آئی۔
ایک شکستہ قلمدان لالہ سیلی دھوتی پر چپکن کا صاف گرتہ
پہنے بینو کی بخیہ اُدھڑی ٹوپی سر پر رکھے انگریزی پڑھانے
حساب کتاب میں رواں کرانے ڈھیونچی پر قدم
رنجہ تشریف لائے۔ یہ لالہ صاحب بڑے حسابی
کالبتہ تھے۔ جزو سے کل کی میزان چاہیے تو گر کھاتے
گر ستونی ہمیشہ ملتا رہتا تھا اُس زمانے کے لحاظ سے
انگریزی بھی بہت کچھ پاس تھے۔ وہ غلط سہی مگر فر فر
بول لیتے تھے۔ ہر قسم کے تار پڑھ لیتے تھے مطلب ہمیشہ
اُلٹا سمجھتے تھے۔ آپ لوگوں کی کرپا سے میں بڑا ذہین
لڑکا تھا۔ الف کے ہر تکیے میں فوراً گھنڈی لگا دیتا تھا۔
مجھ ایسے برق دم شاگرد کو پڑھاتے پڑھاتے
نالائق اُستاد بھی لائق ہو جاتا اگر لالہ چار برس تک
مجھے تعلیم دینے کے بعد بھی سد

"چوں بیایہ ہنوز خراب شد"

ہی کی بدیں رہتے۔ اسباب دال کا بودم کا ساتھ
میری نظر سے آج تک نہیں گزرا۔ غرض اس کھینچ
تعلیم کے بعد میں گویا فارغ التحصیل قرار پایا اور
اب میں اندرون خانہ رہ کر علوم نسوانی کی تعلیم پانے لگا۔

(باقی آئندہ)

بقلم
زار سید الکفتری

بات ہے غور طلب

ہمارے ولیعہد بہادر حیدرآباد کی شادی خلافت
سے اکتساب تقدس کے لیے ترکوں میں ہوئی۔
سدھی پاشا معزول خلیفہ قسطنطنیہ ہیں۔ اس
عقد و پیوند کے بعد اب ہر سٹے خویشی و خویشاوندی
کا نباہ یوں کیا جاتا ہے کہ دونوں محترمہ صاحبزادی
اور محتشم داماد تو یورپ جاتے ہیں۔ یورپ میں
نئے قسم کے حرام زادے جو پیدا ہو گئے ہیں جو امیر اُمرا کے بچے اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں پھر انھیں بچوں کو اُنکے والدین کے ہاتھوں اچھی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ امتا سب کچھ کراتی ہے والدین غریب منھ مانگی قیمت دیتے ہیں۔ اب یہاں اگر کسی کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا
کہ ولیعہد بہادر اور شہزادہ بیگم پر خدا نخواستہ
دشمنوں کے کان بہرے کہیں یہ نہ وارد ہو جائے
تو بالکل بجا ہے اور اگر ریاست حیدرآباد نے
دو درجن سراغ رسانوں کا انتظام انگلستان اور
فرانس میں بہ غرض حفاظت ولیعہد و بیگم ولیعہد
و صاحبزادہ ولیعہد کیا ہے بہت خوب ہے
ہمارے نزدیک زیادہ آسان یہ تھا کہ جناب
خلافت مآب اپنے کنبے قبیلے سمیت حیدرآباد

"اتاترک مصطفیٰ کمال اور مفت خور درویش"
جاؤ کمبختو میدان جنگ میں توپ کھینچو۔ مفت خوری کی چربی کچھ تو گھلے۔ یا حق۔ یا ہو

کی جانب نہفت فرماتے اور کسی ٹھنڈے پہاڑ (یورپ) پہ بسیرا کرتے۔ اس میں زیادہ خرچ ہے اندیشہ جان و مال۔ سالانہ سفرخرچ سے اگر کچھ نوفیر ہو تو وہ اودھ پنچ کو اس عمدہ رائے دینے کے عوض میں ریاست عطا فرمائے چلیے مانجیر تمام سلامت

دارالارقام لکھنؤ

مجھے پبلک کے بے حد مسرت ہوئی کہ دارالارقام محبوب گنج لکھنؤ میں علاوہ اردو عربی انگریزی ہندی کتابت کا معقول انتظام ہونے کے طباعت اور صحت کا بھی کافی انتظام ہے جس کو انجام دینے کے لیے مستند علماء مامور ہیں۔ لطف یہ کہ پابندی وعدہ پر کام دینے کا خاص اہتمام ہے

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ علم)

بعدالت دیوانی سب ججی ہردوئی مقام ہردوئی اجلاس جناب شیخ علی حماد صاحب بہادر ہردوئی

مقدمہ نمبر ا سنہ ۱۹۳۶ء

لالہ منسا ناتھ ولد لالہ شیو نرائن لال قوم کھتری ساکن قصبہ بلگرام پرگنہ و تحصیل بلگرام ضلع ہردوئی ڈگریدار

بنام

مسماۃ خوشنودی بیگم وغیرہ مدیونان

بنام (۱) مسماۃ خوشنودی بیگم بیوہ شیخ ضمیر احمد قوم شیخ ساکن قنوج محلہ مبارک پور ضلع فرخ آباد (۲) مسماۃ ناجرہ دختر شیخ ضمیر احمد زوجہ منشی اشفاق حسین ملازم دفتر چھاؤنی ساکن حال شاہجہانپور محلہ بہادر گنج (۳) مسماۃ سایرہ دختر شیخ ضمیر احمد زوجہ محمد رشید قوم شیخ ساکن قنوج محلہ مبارک پور ضلع فرخ آباد (۴) منظور احمد (۵) ریاض احمد نابالغان پسران ضمیر احمد (۶) مسماۃ صدیقیہ (۷) مسماۃ رابعہ نابالغان دختران ضمیر احمد بولایت مسماۃ خوشنودی بیگم مادر خود اقوام شیخ ساکنان قنوج محلہ مبارک پور ضلع فرخ آباد مدیونان

ہرگاہ مسمی لالہ منسا ناتھ ڈگریدار نے درخواست اجراء ڈگری اس عدالت میں گزرانی ہے کہ حقیقت نیلام طلب مملوکہ مدیونان زراعتی ہے لہٰذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو تو ابھی بتاریخ ۹ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔

بتاریخ ۱۴ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر دیوانی سب ججی ہردوئی ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

مالکان مطابع کے لیے عموماً اور مصنفین کے لیے خصوصیت سے ادارۂ ہذا نہایت نفع بخش ثابت ہوگا ان کے لیے جو رعایتیں ملحوظ رکھی گئیں وہ بے حد مفید اور ان کے کام میں نہایت آسانی پیدا کریں گی۔ جن لوگوں کا ادارہ ہذا سے کام لینے کا اتفاق ہوا اُن کی رائے ہے کہ ہر قسم کی سہولتیں ہم پہونچانے والا واحد دفتر ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

"منیجر اودھ پنچ لکھنؤ"

سہیلی ہیر آئیل

یہ تیل دماغی قوت اور بال بڑھانے کے لیے بے نظیر ثابت ہوا ہے۔

قیمت ۱۲

منیجر صادق بکڈپو رکابگنج لکھنؤ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۸ بقایا مالگزاری

بعدالت جناب آغا محمد سبطین صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول مقام گورکھپور ضلع گورکھپور

بابو بھگوتی پرشاد مدعی

بنام

امید علی وغیرہ مدعاعلیہم

بنام مسماۃ نازی زوجہ سکورج پرشاد پٹواری موضع ہربیر پرگنہ حویلی تحصیل صدر ضلع

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا مالگزاری کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۶ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام گورکھپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔ دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

وَئیدحکیم بن جاؤ

اگر آپ حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی نادر و نایاب کتاب

مجربات تلسی کا بغور مطالعہ کرینگے

تو آپ بلا شک و شبہ ویدک و حکمت طریق علاج دونوں کی برکت ادویات کے اچھے خاصے ماہر ہو کر اپنی دوسروں کی بیماریوں کا علاج نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کرنے قابل بن جاوینگے اور اگر آپ چاہیں گے تو اس کے ذریعہ دوا و علاج میں بہت سے حکیموں ڈاکٹروں کے مانند گھر بیٹھے بڑی آسانی کے ساتھ سینکڑوں روپیہ کمانے لگیں گے۔ اس میں قواعد علاج و دوا سازی کے اصلی اصول بڑی وضاحت کے ساتھ بتلائے گئے ہیں۔ اور مرد، عورتوں، بوڑھوں، بچوں، جوانوں و نوجوانوں کی بہت سے بادی ہمک کی ہر ایک ظاہر و پوشیدہ بیماری کے وہ وہ نایاب چوٹی کے نسخے لکھے گئے ہیں جو کوڑیوں میں تیار ہوتے و فوراً نہیں فائدہ دکھلاتے ہیں۔ قیمت فی کتاب مجلد ایک روپیہ علاوہ محصول

المشتہر منیجر بال جیون کاریالیہ علیگڑھ شہر یوپی

اطلاع عنا بنام انان دربارہ دخال درخواست برئیت

(دفعہ ۱۳ (۱)، ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب سید شوکت حسین صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۹ سنہ ۱۹۳۲ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی سٹیل ولد لچھمن قوم کہار ساکن محلہ مقبول گنج وارڈ حضرت گنج شہر لکھنؤ

بنام

(۱) اجودھیا ولد نامعلوم قوم کورمی پیشہ کاشتکاری ساکن موضع حیدرپور تحصیل حیدرگڈھ ضلع بارہ بنکی (۲) بھیکو ولد بہیرا قوم لودھ پیشہ کاشتکاری ساکن محلہ مقبول گنج شہر لکھنؤ (۳) گوری ولد سرجو قوم تنبولی ساکن محلہ بیگولی تحصیل حیدرگڈھ ضلع بارہ بنکی (۴) گوپال داس ولد نامعلوم قوم رستوگی ساکن راجہ بازار شہر لکھنؤ (۵) گندی لال ولد نامعلوم قوم رستوگی ساکن راجہ بازار شہر لکھنؤ (۶) گوپال داس ولد گردھاری داس قوم رستوگی ساکن راجہ بازار شہر لکھنؤ (۷) [illegible] ولد بہاری داس قوم رستوگی ساکن راجہ بازار شہر لکھنؤ (۸) گنگا دہر ولد نامعلوم قوم رستوگی ساکن راجہ بازار شہر لکھنؤ (۹) پورن ولد گنگو قوم تنبولی ساکن مقبول گنج شہر لکھنؤ (۱۰) سیارام ولد نامعلوم قوم برہمن ساکن ناکہ ہنڈولہ شہر لکھنؤ

مطلع ہو کہ دیوالیہ مذکور الصدر نے اپنی درخواست برئیت کی عدالت ہذا میں گزرانی ہے اور عدالت ہذا نے سماعت درخواست کے واسطے تاریخ ۲۷ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے مقرر کی ہے۔

تاریخ ۲۷ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء

بحکم عدالت دستخط سرکرشن دوبے منصرم عدالت

مہر عدالت

ایجنٹ اسپرٹ و اشتہارات [illegible] موضع

ہفتہ وار سوشل ریفارمر

کوہستان شملہ کی دلفریب وادیوں سے ہر جمعہ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے [illegible] گرمائی دار الخلافہ سے مستقل طور پر شائع ہونیوالا یہی واحد اخبار ہے۔ اس کے ہر پرچے [illegible] مضامین دلچسپ [illegible] دلگداز نظمیں مجلسی خرابیوں پر بے لاگ تنقید۔ انعامی معمے اور رنگین نمبر شائع ہوتے ہیں۔ شرائط [illegible] اور نرخ اشتہارات نہایت معقول۔ سالانہ چندہ صرف تین روپے تفصیلات اور نمونہ مفت طلب فرمائیں۔ مستقل خریداروں کو پانچ صد [illegible] کی پسندیدہ کتب مفت نذر کی جاتی ہیں۔

منیجر اخبار سوشل ریفارمر سپاٹو شملہ

نوٹ: [illegible] علموں و رکم استطاعت کے شائقین [illegible] صرف نسبتی لیا جاتا ہے جواب طلب امور کیلیے جوابی خط روانہ کریں۔

نرخنامہ اشتہار اخبار ہفتہ وار اودھ پنچ لکھنؤ یو۔ پی

مدت	۱/۴ کالم	۱/۲ کالم	ایک کالم	دو کالم	نصف صفحہ	پورا صفحہ	نمبر اشاعت
ایک ماہ	6/-	11/-	20/-	35/-	28/-	50/-	۴ مرتبہ
۳ ماہ	15/-	25/-	40/-	70/-	50/-	80/-	۱۲ مرتبہ
۶ ماہ	25/-	40/-	70/-	120/-	90/-	150/-	۲۴ مرتبہ
سالانہ	40/-	70/-	120/-	200/-	140/-	250/-	۴۸ مرتبہ

(۱) [illegible] عبارات خلاف تہذیب و قانون کسی حال میں شائع نہ ہوں گے۔

(۲) ہر اشتہار کی ہر مدت کی اجرت تمام و کمال بہر حال پیشگی اور یکمشت نقد لی جائے گی۔

(۳) منسلکہ نرخنامہ میں جس سائز کے اشتہار کی جو اجرت جس مدت کے لیے مقرر ہے وہ دوسرے سائز کی اجرت یا مدت میں منتقل نہ ہوگی۔

(۴) تین ماہ کی اجرت پیشگی کے ساتھ اشتہار بھیجنے پر ۱۲/۸ فیصدی کمیشن۔ اور چھ ماہ کی اجرت پیشگی کے ساتھ اشتہار بھیجنے پر ۲۵ فیصدی کمیشن۔ اور ایک سال کی اجرت پیشگی کے ساتھ اشتہار بھیجنے پر ۳۰ فیصدی کمیشن دیا جائے گا البتہ تین ماہ سے کم کے لیے کوئی کمیشن نہیں دیا جا سکتا۔

نیازمند منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

ضروری گزارش

معزز ناظرین! آپ حضرات سے التماس ہے کہ آپ باخبر بزرگ ہیں موجودہ اقتصادی کشمکش اور اسکے مضر نتائج سے پورے طور پر آگاہ ہیں اس ابتلا کے دور میں اچھے اچھے کاروبار ہلاکت سے دوچار ہو چکے ہیں اور ان سے ابھی منحوس دور کا خاتمہ ہوتا نظر نہیں آتا۔

اودھ پنچ بھی ایک حیثیت سے کاروباری ادارہ ہے نقصان اور زیرباری سے کیسے محفوظ رہ سکتا تھا ہم جب سے اقتصادی مشکلات کا شکار اور ناسازگاری کے خلاف لڑ رہے ہیں آپ کو علم ہوتا کہ ہم نے کن مصائب کا مقابلہ کیا ہے جب جا کے کہیں اودھ پنچ اس وقت بفضل خدا سرگرم عمل دکھائی دیتا ہے تاہم ابھی اسکے راستے میں گوناگوں مشکلات حائل ہیں جن کا دفاع بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ آپ اودھ پنچ کے قدردان اور معین ہیں اسلیے ہمیں انہی موجودہ مشکلات کے حل میں آپ کی ہمدردی اور دستگیری کی ضرورت ہے پس ہم التماس کرتے ہیں کہ آپ جناب فرد فرداً اس کی امداد پر توجہ فرمائیے اور کم از کم دو جدید خریدار ذاتی سالانہ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر احسان فرمائیے آپ کے حلقہ احباب میں صاحب ذوق و علم افراد کی کمی نہیں یہ ہماری عاجزانہ استدعا ہے اس پر ضرور توجہ فرمائیے۔

اس عریضہ کو ملاحظہ فرما کے یہ خیال نہ فرمائیے کہ میں ہی اسکا مکلف اور مخاطب نہیں ہوں بلکہ ضرور بالضرور توجہ فرمائیے۔ والسلام۔ فقط

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

پیارے اودھ لکھنؤ

انمول ادبی جواہر

منتخبات مضامین اودھ پنچ

من ابتدائے ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۲۴ء

پانچ حصوں میں یہ ادبی اصلاحی

اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی فوائد رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اردو کے خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو مضمون لکھنا سکھا دیتے ہیں اب تک پانچ حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

یہ مضامین بطور ضمیمہ پانچ سال سے اودھ پنچ کے ساتھ ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں سالانہ جلد کے خریدار کو ایک حصہ مفت عطا ہو۔ سائز $\frac{20+26}{4}$ مجموعی قیمت ان منتخبات کی چھ روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک ہے۔ المشتہر

مینجر اودھ پنچ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ

انگریزی اخبار ہفت وار سرحد پشاور

ضرور ملاحظہ فرمایئے انگریزی کا واحد اخبار ہے جو صوبہ سرحد سے شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ [illegible]

خضاب چھوڑ دیجئے

اس تیل سے بال یکنا شروع کر چکا بال کالا سپید [illegible] اگر ساٹھ برس تک کالا نہ رہے تو دو ناداموں واپس [illegible] مالک ایس ایک دفعہ [illegible] چکا ہو تو [illegible] نصف [illegible]

بال کالا اسٹور پوسٹ بکس [illegible]

کتب خانوں کی زینت

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۲ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد ۶ سنہ ۱۹۳۲ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی ۱۲ مفت نذر کیا جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۳۱ و ۳۲ء

کی قیمت فی جلد ۶ محصول ڈاک ۱۲

بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ قیمتی ۱۲ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصۂ دوم قیمتی ایک روپیہ آٹھ آنے مفت ملیں گے۔ "مینجر اودھ پنچ لکھنؤ"

ہر قسم کی کتابت نہایت پابندی وعدے پر دینے والا صرف

دفتر دار الارقام محبوب گنج لکھنؤ ہے

انگریزی اخبار "سنٹینل" رانچی

جسمیں نہایت پرلطف مضامین اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمایئے۔ سالانہ چندہ [illegible] ششماہی ہے۔ ساہی [illegible]

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینہ کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے (۲) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں، مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور [illegible] سے بے نیاز ہے۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر تیوری نہ چڑھائیے نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ نفادات کی جدت رائے کی اصابت بے ربط درعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور دنیا دی اصلاحات خلاقی و سیاسی وادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ملجائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ (۵) کم مایہ شاگرد ان اسکول سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی (۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے (۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی [illegible] کے مطابق [illegible] (۸) مخش ادب [illegible] (۹) [illegible] (۱۰) مضامین میں [illegible] مضامین میں خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ہو (۱۱) [illegible] وی پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۲) گمنام مضامین شائع ہوسکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر اُن کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرمادیں۔

نوٹ :- جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دوامی خوشی
مجلدات نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۵ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اُردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں تو شاگردوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی مجلد ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ طلب فرمائیے کتب متداول لغات اُردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت علاوہ محصول فی جلد چھ روپیہ۔ یاد رہے کہ تبصرۂ لغات وہ کام ہے جو ابتک نہیں ہوا اور صرف اودھ پنچ کے لیے مخصوص ہے اور ۱۹۳۶ء میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۴ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہییں۔ قیمت فی جلد ہے سنہ ۱۹۳۴ء کی جلد خریدنے والے احباب کو تحفۂ اودھ پنچ حصۂ چہارم قیمتی ہدیۃً مفت نذر کی جائیگی۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

انگریزی اخبار
پٹنہ ٹائمز پٹنہ

جو بہاری مسلمانوں کی زبردست آواز ہے اور سنہ ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ دلچسپ و نتیجہ خیز مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک ہی ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں سالانہ قیمت للعہ طلباء سے للعہ

قیمت فی پرچہ [illegible] منیجر

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا اعلیٰ انگریزی ماہوار رسالہ ہے جس میں مشاہیر کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور ردّ غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ ممالک یورپ۔ امریکا۔ افریقہ۔ آسٹریلیا۔ ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ دارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد عظیم اور نصب العین ہے لہٰذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کرنے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اسکی قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازم ہے

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

دواخانہ
معدن الادویہ
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سے خاص مفردات و نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے

اور نامور و حاذق اطبا کے مشورہ سے بدون فیس فائدہ اٹھائیے

شرائط ایجنسی
اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔ (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید پانچ روپیہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی (۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی (۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہوں گے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۲۱ نمبر ۱۲

مضامین

(مورخہ ۲۶- مارچ ۱۹۳۶ء)

کلام مجنوں

(از جناب سید کاظم حسین صاحب لکھنوی بطرح مشاعرہ حجری کالج لکھنؤ)

کب تک پیشِ غیرے لئے ناصح فرزانہ — کر بیٹھے نہ گستاخی دیوانہ تو دیوانہ
کاتا ہے کوئی ہنگا پاگل، کوئی دیوانہ — کیا یو ترے ساکن ہیں لے کوچہ جانانہ
پینے سے ہیں مطلب لے ساقی میخانہ — تاڑی ہو کہ بادہ ہو، گھڑا ہو کہ پیمانہ
مرنے کی خوشی تھی یا وصل کی لذت تھی — جو شمع کے شعلہ پر پھرکا کیا پروانہ
پاگل ہوئے، سر پھوڑا، کپڑے گئے، ہوتی — اک عمر محبت کا اتنا سا ہے افسانہ
مردان دلاور کے سر جوڑ دیئے تو نے — لے جھانسی کی رانی ہے تو ہمت مردانہ
جو تجھ میں چلا آیا مر کر بھی نہ وہ نکلا — تو جیل سے بدتر ہے لے کوچہ جانانہ
جوتا ہے نہ ٹوپی ہے کرتا نہ لنگوٹی ہے — کس شان سے جاتا ہے دیکھو تو یہ دیوانہ
بچھڑوں کی شکایت میں سب کے ہیں فرقے — پہلے نہ کوئی سمجھا ہے دام تہ دانہ
شعلہ سا لگے اٹھنے، بیٹھے یا لگیں جلنے — بھر دو مرے زخموں میں خاکستر پروانہ

کھٹی میں ہے رسوائی ہر وحشت دل والی
دنیا سے نرالا ہے مجنوں کا زچا خانہ

غزل

(از مولوی محمد مخدوم علی صاحب سہروردی تاب دکلمبر گوری وکیل ہائیکورٹ ساکن شیدی عنبر بازار حیدر آباد دکن)

رخِ محبوب جو دیکھے وہ اندھا ہو نہیں سکتا — جو اُس کی گفتگو سن لے وہ بہرا ہو نہیں سکتا
تری جلوت سے اچھا کوئی جلوہ ہو نہیں سکتا — تری خلوت سے میٹھا کوئی حلوا ہو نہیں سکتا
زکوٰۃ حسن جب مانگی ہر اُنسے ہنس کے یہ بولے — کہ تجھ سا بیحیا سائل بھی پیدا ہو نہیں سکتا
دکھا کر سبز باغ اُس طائر خوبی کو سے اڑنے — مقابل اس کے کوئی اور پھندا ہو نہیں سکتا
نرے وہ بیل ہیں انساں جو جوروں پہ مرتے ہیں — کہ ان سے خوب کیا مٹی کا پتلا ہو نہیں سکتا
بت کمسن کے نخرے اک جہاں کو موہ لیتے ہیں — پری کیا حور کی بچی سے ایسا ہو نہیں سکتا
جو دو دو چونچیں دس دو تعیں ہوتی ہیں کبھی باہم — کہ دو مرغوں سے کیا واسطے بھی ایسا ہو نہیں سکتا
ہمیشہ دیکھتا ہے اپنے ہی مطلب کو مذہب میں — کہ واعظ سا بھی تو بے کوئی گرگا ہو نہیں سکتا
مقابل کو کر دکھائی لیاقت ان کے نخرے سے — کہ اس سے تاب بہتر کوئی حربہ ہو نہیں سکتا

دہ درویش

"دسیر نویں درویش کی"

(گذشتہ سے پیوستہ)

گلشن خواص خاص بڑی کثیر الاولاد عورت تھی شوہر کی موجودگی میں تو اولاد کا ہونا تقاضائے فطرت تھا مگر اس وضعدار عورت نے شوہر کے مرنے پر بھی یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رکھا۔ شادی بیاہ کر دینے کے بعد بھی اب تک سوسن۔ نرگس چمیلی تلے اوپر کی تین لڑکیاں جوانی سے لپاڈگی کرتی چھلی چھلیا کھیلتی پھرتی تھیں۔ گلشن کے دیرینہ خدمات نے بیگم صاحبہ کو ان پر بہت مہربان کر رکھا تھا۔ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہونے کی وجہ سے ان لڑکیوں سے میرے بڑے گہرے مراسم تھے۔ لڑکیاں تینوں اچھی تھیں سوسن کی عمر ہم سب سے زیادہ تھی اور گو وہ ذرا زبان دراز تھی مگر سے

جوابِ تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

کا مضمون تھا دل پر چوٹ ضرور لگتی تھی مگر درد نہیں ہوتا تھا۔ نرگس بڑی شوخ چشم تھی۔ اُس کی آنکھیں دل دوز تیروں کا ذخیرہ تھیں۔ نظر بازی میں آپ ہی آپ مشاق ہو گئی تھی۔ دزدیدہ نظروں سے آئے دن میرے دل و جگر کا اکسر لیے کیا کرتی تھی۔ نگاہیں محبت بھری ہوتی تھیں کبھی کبھی کچھ قطرے بھی ٹپک پڑتے تھے میرے ننھے سے دل میں بہت سے دھبے پڑ گئے تھے۔ چمیلی بڑی نازک اندام لڑکی تھی۔ بالکل دھان پان۔ چھوتے ڈر لگتا تھا۔ اپنی بہنوں میں سب سے چھوٹی میری ہم سن۔ اسی سے میں زیادہ مانوس تھا۔ ہماری سب کی محبت بالکل پاک محبت تھی بڑی باتوں کا علم تو بہت کچھ تھا مگر عمل کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی ہنسی ہنسی میں نادانستہ اگر کبھی کسی سے کوئی بے عنوانی ہو جاتی تھی تو عرصہ تک اس سے گھٹا رہتی تھی۔ شام سے رات گئے تک بتا جی نے مجھے منجنیق مکائد کا سبق دینا اور رہ رگ و ریشہ میں ہندوت رواں دواں کرنے کے لیے آبائی مذہب کے انجکشن دینا شروع کر دیے تھے اسلیے رات کو ان تیات بنیات سے یکجائی بہت کم ہوتی تھی۔ پانچ برس اسی امید و بیم میں گزر گئے اب میں ہر فن مولی اور پورا جوان ہو گیا۔ تینوں لڑکیاں بھی طفلی کے گملے سے نکلکر شباب کی کیاری میں آ گئی تھیں۔ جوانی دیوانی کے اجزاء پریشان جوری چھپے تار نظر کے سہارے ہم لوگوں کی آنکھوں کے راستہ سے نکلتے اور ایک دوسرے کو گنگنا کر دیتے تھے۔ میری مخدومہ یعنی بیگم صاحبہ اور والدہ شاد کام آنچ دیکھتی رہتی تھیں۔ باندیوں کو تیز گرم نہیں ہونے دیتی تھیں مگر اُن میں اور ہم لوگوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ یہاں اتنی ہی گنگنا ہٹ کافی سے زیادہ تھی۔ باوجود اس نگرانی اور دیکھ بھال کے ہم لوگوں نے کتاب عشق کا دیباچہ از بر کر لیا اور وہ وقت اب بہت قریب تھا

کہ پہلا باب شروع کریں کہ تباجی نے خودکشی کرکے اپنے کو ہلاک کر ڈالا۔ گھر بھر میں قیامت برپا ہوگئی نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کی بری حالت ہوگئی سیلسل البول کا مرض پیدا ہوگیا خطرہ ہوتا بار بار چوکی پر جاتے بیٹھنے کا ارادہ کرتے مگر ممکن نہ ہوتا ازاربند کھولتے باندھتے اسی طرح واپس آجاتے ۔ اسی ابابھیری میں پولیس آگئی دوسرا عارضہ تحقیق کا شروع ہوگیا ۔ چوکی پر مستقل نشست کا سامان پیدا ہوگیا ۔ پولیس دراصل لالہ منقاش پرشاد کو زندہ گرفتار کرنے آئی تھی واقعہ یہ ہوا کہ پنڈت درازگوش جو اس دربار میں ساعت بچارنے آیا کرتے تھے اور جنھوں نے میرا زائچہ بنایا تھا بیار پڑے لالہ وہاں بہت جایا کرتے تھے اور اکثر شب باش بھی ہوجاتے تھے اس مرتبہ مزاج پرسی کے لیے گئے تو دو تین دن نہ آسکے وجہ یہ ہوئی کہ پنڈت جی کی نوجوان صاحبزادی اپنی سسرال سے آئی ہوئی تھی لالہ سے اس سے قدیم مراسم تھے عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی تھی بہت کچھ کہنا سننا تھا ٹھہر گئے ۔ لالہ کی اندرون خانہ بے عنوانیاں پنڈت جی کے گھر میں بڑی خندہ پیشانی سے انگیز کی جاتی تھیں اس لیے کہ لالہ سے دان دچھنا بہت ملا کرتا تھا یہ لڑکی بڑی امیر جگہ بیاہی تھی سر سے پیر تک سونے کا زیور پہنے تھی ۔ لالہ ان دنوں بڑے پھیر میں پڑ گئے تھے ۔ بوجوہ چند در چند جو آگے بیان ہوں گے ان کو روپیہ کی ضرورت تھی آمدنی کے سب دروازے اس وقت بند تھے اس لیے لالہ کی نیت ڈانواڈول ہوگئی دو دن قیام کرکے اس لڑکی کا سب زیور اور پنڈت درازگوش کے گھر کا سب زر نقد اس ترکیب سے اڑا دیا کہ کسی کو ان پر شبہ نہ ہوا ۔ پنڈت جی کے گھر میں کہرام پڑ گیا ۔ غلطی لالہ جی سے یہ کی کہ پولیس میں رپٹ لکھوا دی ۔ مال مسروقہ کی فہرست بڑی لمبی تھی اور رپٹ لالہ کے دست و قلم کی لکھی ہوئی تھی جس میں لیاقت کے دریا بہا دیے گئے تھے ۔ پولیس کو نیوتہ دینا تو بہت سہل ہے مگر اس کی نشست و برخواست کا انتظام اور مہمانداری کرنا بڑا مشکل کام ہے سو فی صدی اس میں ناکامی ہوتی ہے اور اس سے الٹی آنتیں گلے پڑتی ہیں ۔ یہاں بھی یہی ہوا ۔ لالہ جی کثرت افکار سے بدحواس تھے ۔ منجنیق مکائد سے مشورہ کرنے کی نوبت نہ آئی تھانیدار نے اصلیت معلوم کرلی اور لالہ کو مال مسروقہ فروخت کرتے وقت گرفتار کر لیا کسی نہ کسی طرح پولیس کو چکمہ دے کر لالہ گھر بھاگ آئے اپنا روزنامچہ تحریر کیا اور اسباب خودکشی ایک کاغذ پر لکھ کر علیحدہ رکھ دیے اور پھانسی لگا لی ۔ نظر بہ حالات کوئی وجہ پریشانی کی نہ تھی مگر اس گھر کا باوا آدم ہی نرالا تھا آپ ہی آپ کلیجوں میں پنکھے لگ گئے دل ہلنے لگا ۔ آخر لالہ شاشدان اس آڑے وقت پر کام آئے لالہ شلّہ کی دست برد سے جو زیور بچا تھا اس میں کا کچھ حصہ زر نقد میں تبدیل کرایا گیا اور تھانیدار کی دونوں مٹھیاں گرم کرکے کسی طرح سے مع لاش کے پولیس دفع کی گئی ۔ اب جاکے سب کے ہوش بجا ہوئے ۔ لاش واپس لینے کی کوشش زیادہ تر اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ بقول میر کلھی مصاحب خاص نواب صاحب اس زمانہ میں کیمیا بہادر اس قسم کی لاشوں سے کیمیا بنائی تھی اس وجہ سے واپس دینے میں بڑا تکلف ہوتا تھا کوئی خاص ضرورت بھی نہ تھی "خس کم جہاں پاک" بہرحال خاموشی اختیار کی گئی ۔ مہینہ ختم ہوگیا دوسرے مہینے کی چھٹی تاریخ ہوگئی مگر وثیقہ باوجود لالہ شاشدان کی دوڑ دھوپ اور کوشش کے نہ ملنا تھا نہ ملا ۔ روزنامچہ سے مجھے جو معلوم ہوگئے تھے مگر میں نے بتانا مناسب نہیں سمجھے لالہ شاشدان بھی معمولی آدمی نہ تھے بڑے پہنچے ہوئے بزرگ تھے ۔ کچھ نہ کچھ تو پہلے سے واقف تھے بہت کچھ اب واقف ہوگئے ۔ قصہ یہ تھا کہ اس گھر کے مالکان کو بالکل بدھو دیکھ کر لالہ منقاش پرشاد نے بہ حیثیت مختار عام سیاہ اور سفید کے کل اختیارات حاصل کر رکھے تھے ۔ نواب صاحب کے خاندان بھر کو یقین دلا رکھا تھا کہ ان کا وثیقہ بہ وجہ اس کے کہ شاہی خاندان سے قریبی تعلقات ہیں بغیر بڑے لاٹ صاحب کے دستخط ہوئے نہ ملا کریگا اس طریقہ کار سے چونکہ دیر ہوا کرے گی اس لیے بہ نظر خیر خواہی مختار صاحب نے یہ انتظام کر دیا کہ ایک مہاجن پرونوٹ پر ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو وثیقہ کے بقدر دیدیا کرے اور وثیقہ ملنے پر اپنا روپیہ مع سود کے لے لیا کرے ۔ یہ عمل جاری ہوگیا ۔ پرونوٹ لکھے جاتے اور گود اپس آکر نذر آتش ہوتے رہتے مگر روزنامچہ یہ کہتا ہے کہ دراصل نہ تو کوئی پرونوٹ مہاجن کے گھر سے واپس آیا نہ مہاجن کو کبھی ایک کوڑی بعد قرضہ ادا کی گئی ۔

کلید جعفر اسم اعظم کی تجلی کلید جعفر

نوٹس حسب دفعہ ۹ انکم بردا شت ایکٹ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر اسپشل جج درجہ دوم اناؤ

نمبر مقدمہ ۱۲ سنہ ۱۹۳۶ء پیشی ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء

بانکے بہاری لال ولد دھوبیاری لال و راج بہاری لال پسران لالہ منوہر لال و مہری رام بالغ و سری رام و بہاری رام نابالغان پسران راج بہاری لال بولایت راج بہاری لال پدر حقیقی و مادھو رام نابالغ ولد بانکے بہاری لال بولایت راج بہاری لال چچا حقیقی اقوام کائستھ ساکنان قصبہ اکھوبی پرگنہ دریاآباد تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی سائلان

بنام

رام بخش سنگھ و رام سنگھ پسران موہن سنگھ اقوام ٹھاکر ساکنان سنگنج پرگنہ موہان تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ وغیرہ بھودیال ولد شیو دین لال قوم کائستھ ساکن رانی کھیڑہ خاص پرگنہ موہان تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ بیجو جیون ولد گنیشی و حکم ولد نند لال و نرائن ولد نیمی اقوام گمل ساکنان موضع رسیلا پور رکھینا پرگنہ موہان تحصیل سنگنج ضلع اناؤ و سرسر زوجہ راج بہاری لال قوم کائستھ ساکن قصبہ اکھوبی پرگنہ دریاآباد تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی فریق ثانیان

ہرگاہ مسمی بانکے بہاری لال وغیرہ نے درخواست حسب دفعہ ۹ ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۳۴ء بعدالت جناب اسپشل جج صاحب بہادر دائر کر رکھی ہے جانب اپنے بیان تحریری بھی داخل کیا ہے لہذا جملہ اشخاص کو کہ جنکا قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ متذکرہ بالا دہندہ کی ذات یا جائداد پر ہو وہ اندر ۲ ماہ تاریخ اشاعت ہونے نوٹس ہذا سے اپنا بیان تحریری نسبت تعلق قرضہ کے داخل کرے ورنہ کوئی عذر بعد میعاد سنا نہ جاوے گا اور درخواست عدم حاضری تصفیہ درخواست مسموع اور فیصل ہوگی ۔ آج بتاریخ ۱۹ - مارچ سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا حاضری بدفتر اجلاس جناب اسپشل جج صاحب بہادر درجہ دوم ضلع اناؤ دس بجے سے چار بجے تک ۔ دستخط حاکم بخط انگریزی مہر عدالت

وثیقہ بدستور ہر ماہ کی پہلی دوسری تاریخ کو بیّاجی کی معرفت آتا اور جھرے میں صرف ہوتا رہا۔ مہاجن ایک تو متمول تھا دوسرے پُرانی ڈیوڑھی کا پاس کرتا تھا کبھی تقاضی نہیں ہوا۔ پرونوٹ ادلتے بدلتے رہے بیرون میعاد نہیں ہونے پائے رقم جب بہت زیادہ ہوگئی تو بیّاجی نے کل وثیقہ رہن باقبضہ کرکے ایک مشترکہ دستاویز رجسٹری کرادی۔ اس دستاویز ہو جانے پر بھی کسی کے کان پر جوں نہیں رینگی گھر بھر چین عیش و عشرت میں مگن رہا۔ آمدنی کے یہ دونوں دروازے بند کرکے بیّاجی نے اپنا اور گھر کا خرچ چلانے کی غرض سے ایک نیا دروازہ کھولا۔ اپنی منکوحہ یعنی میری والدہ شاد کام کو ذریعہ بنایا اور گھر کا زیور اور جواہرات خفیہ طریقہ سے منگا منگا کے مناسب قیمت پر فروخت کرنا اور روزمرہ کی ضروریات بڑی سیر چشمی سے پوری کرنا شروع کردیں جب یہ بھی ختم کر چکے تب وہ حرکت کی جس کی بدولت جان سے ہاتھ دھونا پڑا واقعات کا ظاہر ہونا تھا کہ قیامت برپا ہوگئی۔ بیگم صاحبہ کو ایسا غم سنے گھیرا کہ دو ہی ہفتہ کے بعد آنجہانی ہوگئیں۔ شاد کام نے "تا بند سہا پس قمر" ساتھ نہ چھوڑا اور ان سے بھی دنیا خالی ہوگئی۔ لالہ شاشدان نے اجابت سے تو ہاتھ کھینچ ہی لیا تھا ستم ظریفی یہ کی کہ اپنے لاتعداد قرضہ کی عدالت سے یک طرفہ ڈگری حاصل کی اور عملہ کو دے دلا کر آناً فاناً گھر کا سارا اثاث البیت اور پورا مکان نیلام کرالیا سوسن اور نرگس مرزا نیکھا کی ہوا پڑ کر کسی دوسری سرکار میں پہونچ گئیں۔ چمیلی میرے گلے کا ہار ہوگئی ہم دونوں بیّاجی کی پس انداز کردہ تھوڑی بہت رقم اور گتا یا تالے کر جدھر سینگ سمایا چپ چپاتے چلتے بنے۔ نواب صاحب اور دوسری لونڈی باندیوں کا معلوم نہیں کیا حشر ہوا۔ عرصہ دراز تک مارے مارے پھرنے کے بعد آخر کار ہم لوگ رام رام کرتے اجودھیا جی پہونچ گئے یہاں کی ہوا لگتے ہی کایا پلٹ گئی۔ نواب صاحب کے خاندان میں ختنہ بالغ ہونے پر کیا جاتا تھا میں بالغ نہیں ہوا تھا اس لیے یہ نشان امتیازی بھی نہ تھا پٹے کٹا کے بڑی لمبی چوٹیا رکھالی۔ آدمی کا تاگا گلے میں ڈال لیا اور بڑی آسانی سے لالہ بن گیا۔ شہر میں ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لیا اور مع اپنی جان و دل کی مالک چمیلی کے رہنے اور منجنیق مکاندر کا جاپ کرنے لگا۔

(باقی آیندہ)

بصلو

زار ہند لکھنوی

جواب مراسلت پر ایک نظر

(مندرجہ اودھ پنچ مورخہ ۵۔ مارچ ۱۹۳۶ء)

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب تسلیم

اودھ پنچ مورخہ ۵۔ مارچ میں فاضل محقق نے میرے خط کا حرف بحرف جواب دینے کی سعی بلیغ فرمائی ہے جس کی داد ناظرین خود دیں گے۔ فاضل محقق زبان سے تو ضرور کہہ دیتے ہیں کہ مجھے حق بات کے تسلیم کرنے میں کبھی عذر نہ ہوگا۔ مگر جواب مراسلت میں تو اس کا پتا نہیں چلتا۔

بہرکیف میری عرضداشت بھی جناب سماعت فرمائیں میں نے تو آنجناب کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کیا تھا۔ مگر آپ نے "دگت بنانے" کی تردید کرنا شروع کردی۔

اب سنیے انگریزی تلفظ۔ میں نے یہ تمہیدی فقرہ کہ انگریزی الفاظ کا صحیح تلفظ اردو حروف تہجی کے ذریعہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے لکھا تھا کہ جناب بیجا نکتہ چینی نہ ہوں اور سخت گیری کا الزام مجھ پر عائد نہ فرمائیں اور دوسرے یہ کہ جب آپ لغات کے مؤلف کے تلفظ پر اعتراض فرماتے ہیں۔ وہاں اپنا تلفظ بھی حتی الامکان صحیح لکھنے کی کوشش کریں۔ ورنہ محض یہ لکھ دیں کہ اردو میں یہ تلفظ رائج ہے۔ اور صحیح انگریزی تلفظ کا نام بھی نہ لیں تاکہ اردو داں اشخاص مغالطہ میں نہ پڑیں۔ شاید جناب نے بین الاقوامی تلفظ کی طرز تحریر International Phonetic Script) پر کبھی زیادہ غور نہیں فرمایا ورنہ جناب (voitə) میں واؤ کا ترک کرنا مناسب نہ سمجھتے۔ کیونکہ واؤ کا ترک یا قیام جناب کے خیال یا میری رائے ناقص سے وابستہ نہیں۔ بلکہ یہ تو علم التلفظ کے اصولوں کے تحت میں ہوگا۔ اس بحث کو تحصیل حاصل خیال فرمائیں۔ مگر میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ (Router) کو راٹر لکھنا بالکل غلط ہے یہ محض (writer) کا تلفظ ہوسکتا ہے

مزید براں اپنے تلفظ کی سند میں جناب نے (Hall) کا تلفظ پیش کیا ہے۔ اردو میں ہال لکھتے ہیں مگر صحیح تلفظ (hɔːl) ہے جس کو اردو میں آپ ہول بالفتح بڑی آسانی سے لکھ سکتے تھے مگر مقصد تو واؤ کے ترک کی سند پیش کرنا تھا۔ لہٰذا ہال بیچارے کی وہ گت بنی کہ ہاول بن گیا اور جناب کے خیال میں صحیح تلفظ "ہال" اور "ہاول" کے بین بین کوئی شے قرار پایا۔ اب اردو داں اصحاب کا فرض ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

اب سنیے ڈگری کے متعلق۔ آپ نے اپنے پہلے خط میں سہو قلم یا سہو کاتب پر بہت زور دیا تھا۔ اور اس خط میں تو جناب نے فرمایا ہے کہ سہو قلم یا سہو کاتب کا ہونا لازمی ہے۔ کیا میں جناب سے اس قدر استفسار کرسکتا ہوں کہ آیا ڈگری سہو کاتب سے ڈگری بن سکتا ہے یا نہیں اور اگر یہ ممکن ہو تو پھر حضور اسے ڈگری پڑھ لیجیے میں نے "نئے معانی درج فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی" بلکہ جناب کے الفاظ بجنسہ تحریر کردیے تھے۔ اور اگر آپ بھول گئے ہوں تو ۵۔ فروری کا اودھ پنچ اٹھا کر مضمون نمبر ۹ پھر ملاحظہ فرمائیے۔

اب رہا یہ سوال کہ جو معانی جناب تحریر فرماتے ہیں وہ اردو میں رائج ہوتے ہیں۔ اچھا جناب آمنّا وصدقنا۔ مگر آپ کسی مستند اردو مصنف یا شاعر کو سند میں پیش کیجیے جس نے ڈگری کا لفظ "خداوندی احکام" کے معنی میں استعمال کیا ہو۔ ورنہ جناب نے اگر کچھ اضافہ فرمایا تھا تو مجھ غریب ہی سے کیا قصور ہوا کہ ڈگری کے وہ معنی جو سہو قلم یا سہو کاتب سے [illegible] گئے تھے درج کردیے اور جناب نے غیر مرّوج کرکے خط نسخ کھینچ دیا۔

ڈنر کے معانی پر بحث کرتے ہوئے نونس کا لفظ طنزاً نہیں تھا۔ شاید اس سنت بیشتر بھی میں نے اس کو جناب کی ذات کے لیے استعمال کیا ہے شکریہ کا

یہ کون سا موقع تھا۔ میں نے موفیشن ایبل رات کے وقت کھاتے ہیں" کو غلط نہیں کہا تھا۔ جو جناب نے شارٹر آکسفورڈ ڈکشنری کا حوالہ دینے کی زحمت گوارا فرمائی۔ یوں آپ کی وسیع نظر فیشن ایبل تک پہونچ گئی مگر محض دعوت کو نظر انداز کر گئی تھی جس کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ ڈنر اسی معنی میں اُردو میں رائج ہے۔

اب لفظ **ڈیم فول** کے متعلق یہ گزارش ہے کہ جناب نے نصف درجن ڈکشنریوں کا حوالہ دیا ہے۔ مگر ڈیم (Damn) کو تو ڈیم فول کے (Damn) سے کوئی علاقہ ہی نہیں۔ اور آخر میں مجملاً لکھ بھی دیا تھا کہ ڈیم فول میں (Damn) ایک کلمہ لعنت ہے اور ملعون کے معنی میں مستعمل ہے۔ میں نے ڈیم فول کو جس جگہ بھی دیکھا ہے وہاں (Damn) ہی لکھا ہوا دیکھا۔ اور جناب میرے لکھنے کے باوجود بھی اُسے (Damn) ہی لکھنا بجا خیال فرماتے ہیں۔ تو یہ آپ کے حق بات تسلیم کرنے کی دلیل ہے۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ادا مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء) سلطانپور

نمبر مقدمہ ۲۴۴ بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر مسافرخانہ ضلع
ابو نثار احمد خاں تعلقدار موضع پرگنہ جگدیش پور تحصیل مسافرخانہ ضلع سلطانپور مدعی

بنام شیام بہاری وغیرہ مدعا علیہم

بنام شیام بہاری لال ولد لالتا پرشاد [illegible] ... [illegible] ساکنان [illegible] پرگنہ جگدیش پور تحصیل و ضلع مذکور مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] موضع فاضل پور پرگنہ جگدیش پور تحصیل مسافرخانہ ضلع سلطانپور رجوع کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۹ - ماہ اپریل ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام مسافرخانہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی [illegible] ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے [illegible] قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے سب گواہوں کو جن کی شہادت [illegible] ہو پیش کرو۔ [illegible] تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہو گا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

جدت آفرینی یقیناً قابل مدح ہے آپ نے ڈیم (Damn) لکھ کر جدت پیدا کی ہے۔ اُس کی داد دیتا ہوں اور شکریہ کا طالب ہوں میں ڈیم فول کی توضیح پھر کیے دیتا ہوں۔ غور فرمائیں۔

ڈیم فول انگریزی میں در اصل (Damned fool) Damned ہے بعد کو (Damned) کا (ed) محذوف ہو کر (Damn) لکھا جانے لگا۔ اور n کے بعد ڈکوما" اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ed محذوف ہے۔ اور اسکو ملا کر لکھنا انگریزی زبان میں صحیح نہیں۔ جناب نے (Damn) کو ترک کر کے (Damn) اختیار کرنے کی دو وجہ بات تحریر فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جناب کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کے معنی ملعون کے کیسے ہوگئے۔ اور جناب نے استفسار بھی فرمایا ہے۔ شاید جناب کی نظر سے لفظ ڈیم فول لکھا ہوا نہیں گزرا محض سنا ہی سنا ہے ورنہ اس لفظ کو لکھا ہوا دیکھ کر جناب کے ذہن میں فوراً ملعون کے معنی آجاتے۔ بہر حال پھر غور فرمائیں کہ ڈیم فول میں ڈیم (Damned) کا مخفف ہے اور آپ اس کے معنی ملعون کے ہی ہوں گے یا جانوروں کی ماں۔ جناب کی ضخیم یا مختصر ڈکشنریوں سے کام نہ چلے گا۔

اگر میں غلطی پر ہوں تو اڈیٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میرا ایپریل فول بننے کا شوق پرچہ کے ذریعہ پورا ہو جاتا ہے۔ اور اگر جناب غلطی پر ہوں۔ میں بھولا کہ اگر سہو قلم یا سہو کاتب ہو تو پھر قلم سے فرمائیے کہ وہ مولانا پنچ کا شکریہ ادا کرے ورنہ بیچارے کاتب کو تو مجبوراً ایپریل فول بنانے پر شکریہ نہیں بلکہ اظہار افسوس کرنا پڑے گا۔

بندہ پرور ڈیم فول میں (Damn) کا چسپاں کرنا انگریزی زبان پر ناجائز تصرف ہے جس کا اختیار اُن حضرات کو بھی جن کی یہ مادری زبان ہے حاصل نہیں۔ صحیح لفظ کو غلط لکھنا اور غلط کو چسپاں کرنا جدت پسند طبائع کے لیے وقف ہے۔

جناب نے فرمایا ہے کہ (Damned) یا Damnit کا بگڑا لفظ ڈیمٹ اُردو میں موجود ہے اور یہ Damn کے ترک کی دوسری وجہ ہے۔ میں نے ہر چند غور کیا مگر بالکل سمجھ میں نہیں آیا کہ اُردو میں ڈیمٹ کے موجود ہونے سے Damn کے ترک کا جواز کہاں سے مل گیا۔ دوسرے (Damned) کو اب تک ڈیمٹ میرے کانوں نے تو سنا نہیں۔ البتہ اب غور کروں گا کہ آیا لکھے پڑھے آدمی اس کو ڈیمٹ ہی کہتے ہیں۔

ہاں جناب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میں شروع سے آخر تک کل قسطوں کو دیکھ کر اپنے شکوک سے جناب کو مطلع کروں۔ ورنہ جناب سہو قلم یا سہو کاتب کی اصلاح بعد کو خود ہی فرما دیں گے۔ میں ضرور جناب کی خدمت میں اپنے شکوک عرض کر دیتا مگر میری بدقسمتی کہ میرے پاس تمام پرچے نہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ جناب خود اصلاح فرمائیں۔ اور اگر تمام پرچے میسر ہو سکے تو انشاء اللہ اڈیٹر صاحب کے توسل سے جناب کی خدمت میں لکھ کر بھیج دوں گا ورنہ

من دراں معذور باشم والسلام

راقم

م - ع - ج - دہلی

پیش طبیب مطب پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہرو پیش ہرو ہیچ

(نمبر ۲۲)

کرنیل (انگ۔ کالونل تھا) انگریزی فوج کا سردار۔

خدا جانے بی گنوار اللغات صاحبہ کیننگ کالج میں تعلیم حاصل کرتی تھیں یا میدان سے گھاس کی صفائی۔ انگریزی میں لکھا تو کالونل جاتا ہے لیکن تلفظ کرنل ہی کیا جاتا ہے۔ اگر کسی ابجد خوان سے بھی دریافت کرتیں تو وہ صحیح تلفظ بتا دیتا۔

انگریزی فوج کا سردار لکھ کر پیچھا چھٹا!

فریاد ہے فریاد ہے

فرانس: "او موے کیا کرتا ہے۔ مجھے روٹی سینکنے کو میری ہی چمنی ہے۔ نگوڑے تیرے پاس آگ بھی نہیں۔ اللہ رے مفتی"

معاہدہ لوکارنو: "مشکل تو یہ ہے کہ میں بھی بظاہر تمہارے ساتھ ہوں۔ ورنہ زبردست کا ٹھینگا ایسی دلیل قوی ہے جس کا ابطال محال ہے"

محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
شاخ
قنوج
حیدرآباد دکن
دھلی
تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ

سمجھ میں کیا خاک آئے گا۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ
حصص کی مقدار ظاہر کرنے کے لیے یہ طریقہ رائج
ہے کہ کل جائداد یا ضلع یا محال کو ایک روپیہ
قرار دے کر اس کے حصے آنہ پائی وغیرہ میں
درج کرتے ہیں۔ اس طرح کہ سولہ آنہ کا روپیہ
اور بارہ پائی کا آنہ اور بیس کرانت کی پائی اور
بیس ڈسمل کی ایک کرانت ممکن ہے کہ کہیں آٹھ
جو کا ایک کرانت مانا جاتا ہو۔ یا اوزان میں
آٹھ جو کا ایک کرانت ہوتا ہو۔

کسی فرانسیسی لغت میں کرانت بالون غنہ
نہ ملا۔ فرانسیسی لغت میں کیرٹ ملتا ہے جو
۳ ۱/۲ گرین کا ہوتا ہے۔ موتی اور جواہرات
کے تولنے کے لیے یہ وزن مستعمل ہے۔ شاید
ہندوستان میں بھی کرانت رائج ہو اور ایک
کرانت آٹھ جو کے برابر ہوتا ہو۔ لیکن کاکوری اللغات
میں جو بات لکھی ہے وہ الٹی ہے۔

کرانت سونے میں میل ظاہر کرنے کے لیے
بھی مستعمل ہے۔ وہ اس طرح کہ خالص سونا
چوبیس کرانت یا کیرٹ مانا جاتا ہے۔ اگر کسی
سونے میں ایک حصہ میل اور تئیس حصہ سونا
ہے تو وہ تئیس کیرٹ کہلائے گا۔ ساورن
بائیس کیرٹ سونے کا ہوتا ہے یعنی بائیس حصہ خالص
سونا اور دو حصہ میل۔ اسی طرح اٹھارہ کیرٹ
کے سونے میں ۱/۴ میل اور ۳/۴ سونا ہوتا ہے۔

پنچ:۔ جناب محقق صاحب یہ کرانت زمین کی
ناپ سے متعلق ہے اور یہ پائی بھی جو بیس کرانت
کا مجموعہ ہے زمین ہی سے متعلق ہے۔ جیسے بیگھا
بسوا بسوانسی کچوانسی کہتے ہیں۔ ۲۰ پائی [illegible] کرانت
اسے وزن سے تعلق نہیں۔ یہاں جو سے مراد
بھی آٹھ جو کی لبان ہے نہ آٹھ جو کا وزن رہا یہ
کہ ماخذ لفظ کیا ہے البتہ قابل غور ہے۔
اور کیرٹ البتہ وزن ہے تو یہ معرب ہے
عربی وزن قیراط کا جو مساوی ہوتا ہے نصف
دانق یا چار رتی کے۔

کاربین۔۔ بندوق کی ایک قسم۔
وہی ادھوری اور مہمل بات۔ کچھ جانتے ہوں تو
لکھیں۔ یہ لفظ انگریزی لفظ کاربائن کی بگڑی
ہوئی شکل ہے۔ جو چھوٹی اور ہلکی بندوق ہوتی
ہے۔

کنسٹر۔ (انگ۔ کانسٹر) ٹین کا وہ بکس
جس میں اکثر مٹی کا تیل رکھتے ہیں۔
تلفظ انگریزی غلط لکھا ہے۔ کینسٹر صحیح
تلفظ ہے۔ اور یہ محل "ظرف" کہنے کا ہے "بکس"
کا لہے کہاں تک پڑھائیں۔

کنٹر۔ (انگ میں ڈی کانٹر) پیالہ۔
شیشہ آبگینہ۔

کینٹر۔ ڈبا۔ زنبیل (ذکر) قرابہ۔ ایک
خاص قسم کی بوتل جس میں شراب یا عطر رکھتے ہیں

(منیر) ؎
دریا کنارے بادہ کشی آپ اگر کریں
سارے حباب بھر نہیں کنٹر آب میں

(سحر) ؎
آگے یہ طور نہ تھا اب جو غضب ہوتا ہے
کنٹر اک ایک سراسیم طلب ہوتا ہے

مہلت ملاحظہ ہو کنٹر کے تحت میں کینٹر کا ذکر
کس قدر برمحل ہے۔ گویا کنٹر دو لفظوں کی بگڑی
ہوئی شکل ہے۔ حالانکہ کنٹر انگریزی لفظ ڈکانٹر
سے بنا ہے۔ لفظ کینٹر سے اسے دور کا بھی لگاؤ
نہیں۔ اور معانی درج فرمائے ہیں پیالہ شیشہ
آبگینہ۔ حالانکہ ڈکینٹر۔ ڈکینٹ سے بنا ہے۔
ڈکینٹ کے معنی ہیں مقطر کرنے کے اور ڈکینٹر
اس بوتل کو کہتے ہیں جس میں شراب مقطر رکھی جائے
یہ بوتل اعلیٰ درجہ کے شیشے کی بہت خوبصورت
اور شیشے کی ڈاٹ کی ہوتی ہے۔ انگریزی میں تو
صرف اسی قدر معانی ہیں۔ اردو میں ان شیشیوں
کو بھی کنٹر کہتے ہیں جن میں عطر اور تیل رکھتے ہیں۔
چونکہ ڈکینٹر عمدہ شیشے کے خوبصورت اور شیشے
کی ڈاٹ والی بوتل یا شیشی کو کنٹر کہنے لگے۔
کینٹر کا تذکرہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا
کہ یہاں کیوں کیا گیا۔ اور وہ بھی قوسین
میں ڈکینٹر کے ساتھ۔

(باقی آئندہ)

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

اعلان تعطیل

حسب دستور قدیم بوجہ تعطیل عشرۂ
محرم الحرام ۵۔ اپریل ۳۶ء کا
اودھ پنچ شائع نہ ہوگا۔ نمبر ۱۳ مورخہ
۱۲۔ اپریل کو حاضر خدمت ہوگا۔ ناظرین کرام
مطلع رہیں۔ "منیجر"

کاٹ چھانٹ شروع کی آدھے سے زیادہ کلام مسترد
کر دیا۔ ان واقعات سے انکار نہیں ہو سکتا۔
آج کل کے نئے بگڑے ہوؤں کو ان کی اس روش
سے سبق لینا چاہیے۔ اگر وہ اپنی روش سے رجوع
نہ کرتے تو یقیناً انصاف کا خون اپنی گردن پر لیتے۔
افسوس وہ زندہ نہیں ہیں ورنہ اپنی متروک راہ
پر دوسروں کو چلتے دیکھ کے ضرور ٹوکتے اور کہتے
"بھائیو میں اس کٹھن کٹھن ناہموار راہ میں بہت
تکلیف اٹھا چکا ہوں خدا را اُدھر نہ جاؤ۔ عبرت
حاصل کرو۔ [illegible] دو کی جان پر ترس کھاؤ"
کیوں جناب بیخود یہ تو فرمائیے "الحمدللہ" کا یہ
املا جناب کی ایجاد ہے یا قرآن و حدیث و دیگر
عربی عبارات میں بھی یوں ہی لکھتے ہیں۔ قرآن
میں تو ہم نے "الحمد للہ" بغیر پہلے لام کے دیکھا ہے
اگر املائے عربی کی پابندی ضروری نہیں تو کیا
للہ کو "لل لاہ" لکھ سکتے ہیں۔؟
آگے چل کے جناب بیخود نے اپنی لکھی ہوئی
شرح کا نمونہ پیش کیا ہے اور دوسری شرحوں سے
اپنی شرح کا مقابلہ فرمایا ہے۔ یہ شرح صرف
ایک غزل کی ہے اس غزل کے ایک شعر کی
شرح پر ۲۰ مئی کے اودھ پنچ میں تنقید کی جا چکی
ہے اب باقی اشعار زیر بحث ہیں۔
حضرت غالب مغفور فرماتے ہیں ؎

شبنم بگل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغ دل بے درد نظر گاہ حیا ہے

مولانا طباطبائی نے اس شعر کا مطلب یوں حل فرمایا
"کہ شبنم کی بوندیں لالہ کے پھول پر یہ مطلب ادا کرتی
ہیں کہ جس دل میں درد نہ ہو یعنی درد عشق سے
خالی ہو وہ باعث شرم ہے۔"
مولانا طباطبائی نے ایک اعتراض بھی کیا ہے
جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مصرعے میں "نہ" خلاف
محاورہ ہے۔ اس مصرعے کی نثر اگر بنائی جائے تو
یوں کہیں گے کہ شبنم بگل لالہ خالی از ادا نہیں "نہ"
کی تقدیم و تاخیر تو وزن بحر میں لانے کے لیے ہے
"خالی از ادا نہ ہے" کوئی نہیں کہتا۔

اس شرح پر بیخود صاحب نے خود بھی لگتے ہاتھ
لگائے جس پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے گی۔ پہلے
اعتراض جناب بیخود ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں:۔
"پروردگار! یہ داغ ہو اور درد نہ ہو کیا بلا ہے"
ہم بھی کہتے ہیں واقعی یہ بات خدا ہی سے پوچھنے
کی ہے۔ ہم تو نگاہ سے صرف داغ کی سیاہی دیکھ
سکتے ہیں یا یاد رکھیو کہ غیر کو محسوس ہو سکتا ہے
یہ کیفیات وجدانیہ ہیں جس پر گزرتی ہیں وہی
خوب جانتا ہے۔ لیکن لالے کا داغ اُس کی
خلقت و ذات میں داخل ہے اس لیے قیاس [illegible]
مقتضی ہے کہ عوارض میں یہ گنا جائے ممکن ہے کہ
یہ کسی پرانے آپریشن یا آتشک کے پھوڑے کا نشان
ہو اور اس داغ میں کبھی کبھی درد بھی ہوتا ہو مگر اسکا
حال صرف جناب بیخود جانتے ہوں گے۔ لالہ
نے انھیں سے شکایت کی ہو گی۔ آگے چل کے
آپ فرماتے ہیں:۔
"اگر اس شعر کا یہ مطلب کہا جائے تو یہی سمجھ میں
آئے گا کہ شاعر نے لالہ میں داغ بھی دیکھا اور
شبنم بھی۔ سوال پیدا ہوا کہ ایسا ہے کیوں پھر اپنی
غیور طبیعت نے خود ہی جواب دیا جو جناب طباطبائی
کے حل میں مذکور ہے۔ مگر اس پر یہ کہا جا سکتا ہے
کہ دیکھنے والے نے یہی کیوں نہ سمجھ لیا کہ دل میں
داغ ہو اور نہ رونا کیا معنی الخ۔"
ہم کہتے ہیں کہ نہیں جناب کچھ اور بھی کہا جا سکتا
ہے یعنی ممکن ہے کہ نہ شبنم ہو نہ آنسو ہوں کتے
نے یہ تیزی کی ہو اور ٹانگ اٹھا کے شبنم شاشی
اور اشک پاشی دونوں کے جھگڑے مٹا دیے ہوں
کسی کے "دودت" کہنے سے کتا تو بھاگ گیا مگر قطرے
رہ گئے۔ یہ اپنا اپنا دماغ ہے ہم ٹھہرے دل لگی باز
پست خیال آدمی ہمارا خیال اتنی بلندی پر نہیں
پہونچ سکتا۔ ہاں اس جرکین خیال پر صرف یہ اعتراض
ہو سکتا ہے کہ پھر داغ کی لفظ بے معنی رہی جاتی
ہے یعنی داغ دیکھ کے شاعر نے کیا مطلب نکالا۔
بہر حال آپ نے بات واقعی ٹھکانے کی کہی ممکن
ہے کہ لالہ صاحب داغ کی تکلیف سے آنسو

بہاتے ہوں۔ چنانچہ پروفیسر بوس نے روح نباتی
میں ثابت کیا ہے۔ مگر غالب مرحوم کے
اس شعر کی توضیح آسان اُسی وقت ہوتی ہے
جب کہ "بیدرد" کے لغوی معنی لیے جائیں۔
اگر بے دردی سے مراد سنگدلی ہے تو اظہار معنی
میں وہی بُعد ہو گا جو حضرت بیخود کے بیان کیے
ہوئے مطلب میں پیدا ہو گیا ہے۔
چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔
"لالہ پر اوس کی بوندیں یہ مطلب ادا کر رہی ہیں
کہ بیدردوں کے داغ ہی سے حیا کی امیدیں وابستہ
ہیں یعنی جب اہل دل یہ منظر دیکھتے ہیں تو اُن کا
خیال بے دردوں کی ایک حالت خاص کی طرف
منتقل ہو جاتا ہے۔ جب بے رحموں کا دل خود
کوئی صدمہ اٹھاتا ہے تو اُن کو عاشقوں یا مظلوموں
کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ اور یہی احساس
ان کو اپنی گزشتہ بیدردانہ طرز عمل پر شرمندہ
کرتا ہے اور ان کی آنکھوں میں اشک ندامت
چھلک آتے ہیں یا جوش پشیمانی سے پیشانی عرق آلود
ہو جاتی ہے اور اُن کی یہی وہ ادا ہے کہ اہل دل
اُس کے صلے میں تمام بُرائیوں پر خاک ڈال دیتے
ہیں اور اُن کو اُس پشیمانی پر پیار آنے لگتا ہے"
خلاصہ اُس مطلب کا ان الفاظ میں ادا کیا جا سکتا
ہے کہ لالہ صاحب ہیں سنگدل اور بے رحم
جب خوب چوٹ کھائی داغ لگا تو لگے رونے
اور اپنی گزشتہ سنگدلی پر پشیمان ہونے۔ یہ ادا
شاعر کو بھا گئی اور اس نے کہا ؎

شبنم بگل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغ دل بے درد نظر گاہ حیا ہے

اس مطلب میں پہلی قباحت تو یہ ہے کہ غریب لالہ پر
بیدردی کا اتہام کسی اور شاعر نے کبھی نہیں لگایا
دوسری جدت داغ گناہ پر پشیمان ہونے کی ہے
یعنی لالہ صاحب داغ لے کے ماں کے پیٹ سے
پیدا ہوئے اُن کے صغیرہ و کبیرہ جرائم قبل وجود
تسلیم کرنا ایسی اُپج ہے جسے کوئی شاعر تسلیم نہیں
کرتا۔ حاصل شعر اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے

کہ لالہ پر اوس گری ہے اُس کی تشبیہ پسینے کے ساتھ مشہور ہے۔ پسینا اکثر شرمندگی سے آجاتا ہے۔ لالہ شرمندہ ہوا اور یہ شرمندگی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ خواہ مخواہ کا داغ سینے میں ہے۔ داغ عشق و درد (محبت) بھی ہوتا اس خوبصورت لالہ) کی شرمندگی خالی از ادا نہیں۔ صاحبان حیا بلکہ خود حیا کی نظر کا ہے۔

اپنے اسی مضمون میں ایک جگہ جناب بیخود فرماتے ہیں کہ میں انشاء اللہ جادۂ انصاف سے نہ ہٹوں گا۔ غلط اعتراض اُٹھانے دور کرنے کی کوشش کروں گا اور صحیح ایراد پر سر تسلیم خم کروں گا اب لوگ خود ہی انصاف کریں گے کہ آیا جو مطلب شعر مذکور کا بیخود صاحب نے بیان فرمایا ہے وہ اس شعر کی وقعت بڑھاتا ہے یا کم کرتا ہے دوسرے یہ کہ جو ایراد "نہ" پر حضرت طباطبائی نے فرمایا ہے وہ اُردو کی بول چال سے موافق ہے یا نہیں اس اعتراض کے بارے میں بیخود صاحب فرماتے ہیں کہ "شبنم بھر بگل لالہ کے بعد "خالی از ادا نہیں ہے" کہنا شعر کو بیہودہ بنا دینا ہے۔ غالبًا یہ مقصود ہے کہ فارسی ترکیب کا شعر ہے لہذا "نہ" زیادہ مناسب ہے۔ یہ سخن پروری یا ایسے عنوان کے تحت میں داخل ہے جس کو شارح کے ساتھ خواہ مخواہ کے عناد سے تعبیر کر سکتے ہیں بھلا کوئی پوچھے کہ شعر اُردو ہے گرمرت "ہے" کے سوا کوئی لفظ اُردو نہیں تو پھر خواہ مخواہ اُردو کی صورت بگاڑنے سے کیا فائدہ۔ اگر یہی ہیولیٰ بنانا ہے تو آپ یوں ہی بولا کیجیے۔

(۱) کتاب در بغل خوب نہ ہے۔

(۲) شرح حضرت بیخود مشتمل بر تحقیق نہ ہے۔

(۳) بہار باغ و سبزہ زاری خالی از لطف نہ ہے۔

(۴) دماغ وزیر اعظم انگلستان نہ خالی از عقل ہے۔

اس غزل کے دوسرے شعر پر تفصیلی نظر کی جاچکی جناب بیخود نے ایک چھوڑ پانچ مطلب بیان کیے ہر مطلب پر ناطقہ سر بگریبان ہے تو خامہ انگشت بدنداں غالب مرحوم ہوتے تو ان سے پوچھا جاتا کیوں حضرت آپ کو ان پانچ مطالب میں کون سا مطلب پسند ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بیخود صاحب کا قلم چاندنی رات میں ایک بچے کی طرح نہا بچے پر پڑا کبھی ہاتھ اُٹھا کے چاند کو منھ میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے کبھی پاؤں اچھال کے آغوں کی صدا بلند ہے اس غوں غاں کا مطلب تو سمجھ میں آتا نہیں ہاں توصیف و مدح کی جاتی ہے "غوں کرے غوں غاں پائے بات کرے بتاسے پائے۔ آپنے کچھ دو گی گھوڑے کی بتی لوں گی۔ چوموں تیرے نین میرے دل کو آئے چین بنے پھر بھی چوموں گی۔ چوموں تیری پیشانی میری دولت نشانی بنے پھر بھی چوموں گی۔ "چندا ماموں آجا میاں کی ہتیلی پر بیٹھ جا" حضرت اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ سیکڑوں معنی بیان کیے پھر بھی خود اپنے دل کو اطمینان نہ ہوا۔ چندا ماموں دور ہی رہے۔

تیسرا شعر ہے ؎

شعلہ سے نہ ہوتی ہوس شعلہ نے جو کی
جی کس قدر افسردگی دل پہ جلا ہے

جناب طباطبائی ایراد فرماتے ہیں کہ جی جلنا اُردو محاورے میں ناگوار ہونے کے معنی پر ہے یہاں "جی کڑھنا" زیادہ مناسب و موزون ہے۔ بیخود صاحب کہتے ہیں کہ یہاں جی جلنے سے غصہ آنا مراد ہے۔

جناب طباطبائی فرماتے ہیں کہ مصنف نے اپنی عادت کے موافق دل سوختن کا ترجمہ کر لیا ہے۔ فارسی میں کہیں گے کہ بہ بے گیش دلم می سوزد۔ جناب بیخود کا قول ہے کہ مرزا مجتہدین فن خصوصاً میر تقی میر و مرزا رفیع سودا کی طرح فارسی محاورہ کا ترجمہ جائز ہی نہیں ضروری سمجھتے ہیں۔

مولانا طباطبائی کہتے ہیں افسردگی دل سے اُس کا شعلۂ عشق سے خالی ہونا مراد ہے۔ بیخود صاحب فرماتے ہیں پست ہمتی مراد ہے جیسے اصطلاح علم اخلاق میں بیدلی کہتے ہیں۔ فی الحقیقہ جناب طباطبائی کا ایراد اُسی وقت "وارد" کیا جا سکتا ہے کہ غالب کا کلام "اُردو" خیال کیا جائے۔ بیخود صاحب نے جب یہ تسلیم کر لیا ہے کہ فارسی کا ترجمہ ہے تو کوئی محل نزاع باقی نہیں رہا۔ اب افسردگی کے معنی سے بحث کرنی چاہیے افسردگی کا ترجمہ "بجھنا" مشہور ہے شعلہ ہو یا شمع یا چراغ یا آگ۔ جناب میر کہتے ہیں ؎

شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہے میرا چراغ مفلس کا

پست ہمتی اس کا ترجمہ نہیں اور نہ ہم نے علم اخلاق میں پست ہمتی کا اصطلاحی ترجمہ بیدلی دیکھا نہ کتب لغت میں افسردگی کا ترجمہ پست ہمتی ہے علم اخلاق بھی جناب بیخود کا غلام ہے جس کل چاہیں بٹھائیں اور لغت میں بھی بن داموں کی لونڈی ہے۔ افسردگی کیا ہے چیچک کی بیماری ہے دانے نکلتے ہی چلے آتے ہیں۔ ابھی پست ہمتی اور بیدلی تھی مگر جب جناب بیخود شعر کا حل لکھنے بیٹھتے ہیں تو نہ پست ہمتی یاد رہتی ہے نہ بیدلی بلکہ فرماتے ہیں۔ "دل کی بے حسی و بے حوصلگی پر حد کا غصہ آتا ہے اُس کے ہاتھوں دل کی ایسی بربادی ہوئی کہ عشق کے چنتے (چلتوں) نہ ہوتی"

غرض ایک معنی پر اکتفا نہیں اندھیرے میں نشانہ بازی ہو رہی ہے شاید کوئی تیر نشانہ پر لگ جائے طرفہ ماجرا یہ ہے کہ پہلے مصرعے کا تعلق دوسرے مصرعے سے اس حل میں مذکور نہیں یعنی شعلہ ناکام رہا ہوس شعلہ بازی رہ گئی۔ کیا آخر کا فقرہ "اُس کے ہاتھوں الخ" پہلے مصرعے کا حل ہے؟

جناب بیخود کا یہ ارشاد بھی ذری قابل غور ہے کہ میر و مرزا کے نزدیک فارسی محاورات کا ترجمہ ضروری ہے۔ آخر سخن میں کسی محاورے کا ترجمہ نظم ہو جانا تو محل اعتراض نہیں اس لیے کہ اُردو فارسی زبان کی رہین منت ہے لیکن التزام یا حتم ذری مشکل سے ثابت ہوگا کیا معنی کہ حضرت بیخود نے خود بھی فارسی محاورات کا ترجمہ نہیں فرمایا شلاً سجدہ ریزی کا ترجمہ سجدہ ٹپکانا ہوتا تو قصائد کے دریا بہہ جاتے اور میر و مرزا کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جاتی

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینہ کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ (۲) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور معقولات بے نیاز ہے۔ (۳) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنائیے نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گوہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے ریا درعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات و بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ملجائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔ (۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ (۵) کم مایہ شاگردان اسکول سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی (۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔ (۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق (۸) فحش ور [illegible] غلاظت [illegible]

دوامی خوشی

مجلدات نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۵ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں یا توشاگردوں کو صحیح زبان سکھانا ہے اور اودھ پنچ کی مجلد ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ طلب فرما کے کتب متداول لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے قیمت علاوہ محصول فی جلد چھ روپیہ۔ یاد رہے کہ تبصرۂ لغات وہ کام ہے جو ابتک نہیں ہوا اور صرف اودھ پنچ کے لیے مخصوص ہے اور ۱۹۳۶ء میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا

منیجر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

(۹) مضامین ان خط کا غذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ (۱۰) مضامین میں مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہ ہو (۱۱) وی پی خاص مجبوری کے علاوہ یہاں سے روانہ نہیں ہوتا قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۲) گمنام مضامین شائع ہوسکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ظاہر فرمادیں۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر پر نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۴ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست کا لا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنے چاہییں قیمت فی جلد ۶ روپے سنہ ۱۹۳۴ء کی جلد خریدنے والے صاحب کو تبصرہ لغات اودھ پنچ حصہ چہارم قیمتی [illegible] نذر [illegible] منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

پٹنہ ٹائمز پٹنہ

انگریزی اخبار

جو ہماری سلمانوں کی زبردست آواز ہے اور سنہ ۱۹۲۴ء سے خدمت کر رہا ہے اگر آپ دلچسپ و پُر لطف مضامین اور ہر طرح کی خبروں سے واقفیت رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی خریدار ہو جائیں اور ایک ماہ تک اپنی قابلیت کا اندازہ لگائیں سالانہ قیمت للعہ طلبا سے للعہ

قیمت فی پرچہ ۱ منیجر

دی مسلم ریویو

مسلمانوں کا واحد انگریزی تبلیغی ماہوار رسالہ ہے جس میں شاہکار کے تحقیقی مضامین حمایت اسلام اور رد غیر اسلام کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ ممالک یورپ۔ امریکا۔ افریقہ۔ آسٹریلیا ممالک ایشیا جزائر عالم میں شائع ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مباحث اس میں نہیں ہوتے قدیم اسلام کی خدمت کرنا اس کا مقصد اعظم اور نصب العین ہے۔ لہذا تمام لائبریریوں کو صرف ایک روپیہ سالانہ روانہ کیجئے پر رسالہ مفت دیا جاتا ہے اسکی قیمت چار روپیہ ہے۔ تمام ہمدردان اسلام قدیم کو اسکی سرپرستی کرنی لازمی ہے

منیجر دی مسلم ریویو لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔ (۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید پیشگی روپیہ جمع کردینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائے گی (۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی (۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ ہوں گے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دواخانہ معدن الادویہ

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سے خاص مفردات و نادر مرکبات بکفایت منگائیے

فہرست مفت طلب فرمائیے

اور نامور و حاذق اطبا کے مشورہ سے بدون ادائے فیس فائدہ اٹھائیے

ترجمہ محاورات کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔
(۱) اگرچہ بار حضرت بیخود نے پیچ زمانہ آئندہ کے تو لکھی جائے گی اردو اسی طرح "کلاہ گوشہ شکستن" ٹوپی کا گوشہ توڑنا (تفاخر)
"کلوخ بر لب مالیدن" ڈھیلے ہونٹ پر ملنا (ظاہر چیز کا چھپانا) ؎

جان جان میں نے کہا اُن کو تو اترانے بہت
اپنے ہاتھ سے لگے ٹوپی کا گوشہ توڑنے

بہ رنگ حضرت غالب مغفور ؎

خستگی طرز کلہ کی دل شکن عاشق کی ہے
ایک جہاں محو تفاخر ہا ہے بیجا ہو گیا

جناب غالب مرحوم فرماتے ہیں ؎

تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
آئینہ بانداز گل آغوش کشا ہے

مولانا طباطبائی شرح میں فرماتے ہیں کہ عکس عارض کا رنگ ایسا شوخ ہے یا تمام تمثال میں ایسی شوخی بھری ہے کہ آغوش آئینہ آغوش گل بن گیا ہے اور تیرا عکس آئینہ کو گل کی طرح شگفتہ کر کے نسیم کی طرح اس کے آغوش سے نکل گیا۔ یہاں عکس کی شوخی بیان کرنے سے خود معشوق کا بے چین اور شوخ ہونا بالالتزام ظاہر ہوا۔

اب جناب بیخود کی تنقید ملاحظہ فرمائیے:—
آپ فرماتے ہیں کہ مطلب ادا نہیں ہوا۔ کوئی پوچھے کہ اور کس طرح مطلب ادا ہوتا ہے؟ انھوں نے یہ قانون کلی بیان نہیں فرمایا کہ آئینہ میں جو کھلتا ہوتا ہی ہے۔ یا تصویر ہر وقت آئینہ ہی میں رہتی ہے یا پھول ایک ہی مرتبہ کھلتا ہے۔ اس لیے آئینہ کے واسطے جو کھلنا لازم نہیں۔ نہ تصویر کا آئینہ میں ہمیشہ رہنا لازم ہے۔ نہ پھول کا ایک ہی مرتبہ کھلنا تو یہ بچوں کو بھی معلوم ہے کہ کلی پھول ہوتی ہے اور پھر مرجھا جاتی ہے اگر وہ یہ فرماتے کہ آئینہ میں جو کھلتا ہوتا ہی ہے تو اُن کی شرح بھی ایسی ہی مہمل ہو جاتی جیسی کہ ارباب نظر کے نزدیک آپ کی شرح ہے۔ بندہ پرور، آئینہ میں کبھی جو کھلنا بھی ہوتا ہے اس جو کھلنے کے باز و

نہ کھلتے ہیں نہ بند ہوتے ہیں۔ غالب کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آئینہ اپنے جو کھٹے کے بازو کھولے ہوئے ہے۔ واللہ آپ کی مطلب فہمی پر اُس شاگرد کی [illegible] کی جس نے [illegible] تو ایک شاگرد کو استاد سے [illegible] پڑھا رہا تھا۔ اتفاق سے خسرو بھی مکتب کی طرف سے جا رہے تھے اپنی لکھی ہوئی عبارت پڑھاتے جو سنی تو ٹھہر گئے۔ استاد صاحب شاگرد سے پوچھ رہے تھے کہ "خسرو داغ غلامی بر جبین دارد" کے معنی کیا ہیں۔ شاگرد ساکت تھا خود حضرت خسرو بھی خاموش تھے کہ دیکھیں استاد کیا مطلب بیان کرتا ہے۔ شاگرد کی خاموشی پر استاد صاحب جھلا کے کہنے لگے اسے بیوقوف دیکھتا نہیں کہ خسرو کے ماتھے پر سے کا نقطہ موجود ہے یہی ہی داغ غلامی ہے۔ خسرو اپنے دل میں ہنسا کہ واہ ری طبیعت داری یہ تو ہمیں بھی نہ سوجھی تھی۔

اگر حضرت طباطبائی یہ کہتے کہ چونکہ تصویر ہر وقت آئینہ ہی میں رہتی ہے اس لیے اُس کی شوخی بھی قائم رہتی ہے تو سخن فہم ہنستے کہ ہزاروں تصویریں بغیر آئینہ کے دیکھی جاتی ہیں اُن کی شوخی آئینہ کی وجہ سے ہرگز قائم نہیں رہتی نہ ایسا شوخی قائم رکھنے والا آئینہ آج تک کسی نے دیکھا۔

تصویر کا فن آئینہ سازی سے بہت پہلے ایجاد ہوا تھا۔ اگلے زمانہ میں آئینہ لوہے پر صیقل کر کے بنایا جاتا تھا پھر جب بلور دستیاب ہوا تو اُس کے نیچے زنگار کی تہ دی گئی۔ اور منھ دیکھنے کا کام لیا گیا۔ بلور ایسا ارزاں پتھر نہ تھا کہ عموماً تصویروں پر اُس کے آئینے لگائے جاتے۔ یہ آئینہ جو آجکل موجود ہیں شیشے کے ہیں انگریزوں نے ان شیشوں کو ارزاں کیا اور ہندوستان میں پھیلایا۔ اگلے قدآدم مرقع آج تک طلائی و نقرئی چوکھٹوں میں جڑے ہوئے ہیں مگر اُن پر آئینے کا پردہ نہیں ہے شاہی عمارتوں میں جو تصویریں تھیں اُن کی حفاظت قیمتی باریک کپڑے کی پوشش سے کی جاتی تھی۔ اگر وہ بیان فرماتے کہ کلی کھل جانے کے بعد

پھر کلی نہیں بن سکتی۔ تو ایسی ظاہر بات کی طرف اشارہ کرتے جس سے ہر شخص واقف ہے آپ نے جو تین مطلب بیان فرمائے ہیں اگر اُن مطالب میں سے یہ تین بھونڈی اور مضحک باتیں نکال دی جائیں تو ہر شعر کے مطلب وہی ہو جاتے ہیں جو طباطبائی نے ارشاد فرمایا۔ انصاف کیجیے الفاظ شعر سے یہ مطلب کیونکر نکلتا ہے:—

(۲) تو اتنا تخیل ہے کہ آئینہ اُدھر اُٹھایا اِدھر رکھ تیری شوخی سے بیتاب ہو کر آئینہ نے آغوش کھولا تھا اور پھر گل ہی کی طرح کھولے رہ گیا۔

معشوق کی شوخی تو خیر مسلم ہے مگر آئینہ کی بیتابی کس لفظ کی شرح ہے۔

فی الحقیقت حضرت طباطبائی نے مطلب کی توضیح بوجہ اتم کر دی ہے اس سے آپ ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اگر ایسے مطالب کوئی بیان کرنا چاہے تو کہہ سکتا ہے۔

کہ معشوق صاحب خالی آئینہ کو اِدھر اُدھر اُٹھاتے رکھتے ہی نہ تھے بلکہ منھ بھی چڑھاتے کبھی [illegible] نکالتے تھے جناب طباطبائی نے نسیم کا ذکر اس لیے کیا کہ گل اسی کی بدولت کھلتے ہیں۔ کھلے تو پھر کھلے ہی رہے۔ اسی طرح آئینہ کا ہمیشہ آغوش شوق کشادہ رہنا اس وجہ سے ہے کہ تیری شوخ تمثال اس میں دیکھ پائی تھی شعر معنی بند نہیں ہے مگر تمہاری آپ کی توجیہیں اور توضیحیں اسے مہمل بنا دیتی ہیں۔

جناب غالب کی غزل کا پانچواں شعر ہے ؎

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

شوکت و حسرت کی شرح پر جناب بیخود نے جو اعتراضات وارد کیے ہیں اُن کے جواب سے تعرض مقصود نہیں جناب طباطبائی کی شرح کا خلاصہ یہ ہے کہ نالہ کشی نے قمری کو کف خاکستر اور بلبل کو قفسی رنگ بنا دیا لہٰذا اب اُسی نالہ سے جگر سوختہ کی پہچان پوچھی جاتی ہے مگر یہ واضح نہیں ہے کہ اپنا جگر سوختہ یا بلبل و قمری کا جگر سوختہ۔ بلبل کو قفسی رنگ کہنا شاعر کا

[illegible] اجتہاد ہے مگر بے لطف ہے۔ یعنی قفسی کوئی مشہور یا مخصوص رنگ نہیں ہے نہ رنگوں کے اقسام میں کہیں اس کا ذکر ہے۔ بیخود صاحب فرماتے ہیں۔ "بلبل اور قفس سے جیسی مناسبت ہے ظاہر ہے پھر بلبل کو قفس رنگ کہنا یا قفسی رنگ کہنا بالکل [illegible] ایک لطیف و جدید لفظ کا اضافہ ہے۔ [illegible] کو جان مجنوں کہنا۔"

[illegible] زمانے میں ایک مولوی صاحب لڑکے کو [illegible] پڑھا رہے تھے یہ منت سر خدا سے را [illegible] بھی "منت" کے معنی منت [illegible] [illegible] کے معنی تو جانتے [illegible] [illegible] ہے۔ آگے چلو۔

[illegible] بیخود صاحب بھی فرماتے ہیں بلبل [illegible] مناسبت ہے ظاہر ہے [illegible] مناسبت قفس کے ساتھ بلبل کو ہے [illegible] شاماد پیڑ لال چڑ کو سے [illegible] طوطے نقرول کو بھی ہے اور قفس [illegible] نہیں ہے جس رنگ کا جانور [illegible] بن سکتا ہے لہذا ان میں ہر قفسی رنگ ہو سکتا [illegible] جناب طباطبائی نے جو اس اجتہاد کو بے لطف قرار دیا تو کیا بیجا کیا۔ آپ خالی خولی "ظاہر ہے" کہہ دینے سے مخصص کا معین نہیں کر سکتے۔ [illegible] کو جان مجنوں بھی عجیب تشبیہ ہے [illegible] نے شاعر نے مسجد کی شان میں ایک شعر نظم کیا تھا اس کی تشبیہ بھی سننے کے قابل ہے ؎

چراغ و مسجد و حوض و چہ تر
وضو سازند مردم چوں کبوتر

اگر مردم کبوتروں کی طرح وضو کر سکتے ہیں تو قفسی رنگ کی مثال ضرور جان مجنوں کے ساتھ دی جا سکتی [illegible] شعر [illegible] ایک نمازی نے دیکھا تو دو مصرعے اپنی طرف سے [illegible] [illegible] اس لیے ہم [illegible] لکھے دیتے ہیں [illegible] [illegible]

دو صد [illegible]
خود بیخود صاحب [illegible] کرتے ہیں [illegible]

سرمئی اگرئی وغیرہ رنگوں کے نام ہیں اسی طرح قفسی کسی رنگ کا نام نہیں ہے۔ لیکن باوجود تسلیم دعویٰ یہ فرمانا کہ:۔

"رنگ سیاہ کی جگہ پر قفسی رنگ کہنا اور پھر بلبل کے متعلق ضرور داد کے قابل ہے"۔

اہل فن کے نزدیک "التماس الاصل" کے عیب سے خالی نہیں یعنی مخاصم سے یہ فرمائش کہ نصرت بابی خاطر سے ہمارے قول کو تسلیم کر لیجیے اگرچہ آپ کا دعویٰ صحیح ہے یا اس قسم کا ڈھکوسلا ہے جیسا کہ لکھنؤ کے ایک جھنجھانیں کو ہوا تھا۔ بات یہ ہوئی کہ رئیس صاحب کسی انگریز حاکم کا استقبال کرنے ریل کے اسٹیشن پر گئے فٹن پر سوار تھے اتفاق سے حاکم کی گاڑی ٹھیک وقت پر اسٹیشن نہ پہونچ سکی رئیس صاحب نے فرمایا کہ میری فٹن حاضر ہے۔ حاکم صاحب آتے ہی صدر میں بیٹھ گئے۔ رئیس صاحب نے یہ ملاحظہ نہیں فرمایا کہ گھوڑے کدھر کھنچتے ہیں بائیں کو صدر سمجھ کے بیٹھے اور حاکم کا ہاتھ پکڑ کے کھینچنے لگے۔

"حضور ادھر تشریف رکھیے۔ واللہ نہیں ہو سکتا کہ میں صدر میں بیٹھوں اور آپ بائیں تشریف رکھیں" پہلے تو کچھ کھینچ تان ہوتی رہی آخر حاکم نے جھنجھلا کے کہا:۔

"ول ہم بہت اچھا بیٹھا ہے۔ آپ گھوڑے کا دُم دیکھے"۔

ارے اب جو نظر کرتے ہیں تو لاحول ولاقوۃ ہم ہی سے چوک ہوئی"۔

مگر سخن پروری کا بھلا ہو جب تک زندہ رہے یہی کہتے رہے کہ واللہ بائیں نشست صدر نشینی سے افضل ہے میں تو حاکم کو سبق دے رہا تھا۔

علیٰ ہذا القیاس جناب بیخود کا یہ فرمانا بھی کہ:۔

"[illegible] جہاں دوسرے معنی کا احتمال پیدا ہوا وہ شکست ہو گیا یہ صحیح ہے مگر جب احتمال ہو نہ" اسی انکسار کی بحث میں داخل ہے کیا معنی کہ حضرت نے گھوڑے کی دُم نہیں دیکھی ؎

اسے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

خود ہی ظاہر کرتا ہے کہ نشان جگر سوختہ کا انتساب مبہم اور محتمل ہے۔ اور اس ابہام کا خالی از لطف ہونا بجائے خود ثابت ہے شعر میں کئی معنی پیدا ہونا اور بات ہے اور زبردستی کئی معنی ٹھونس کے اپنی طرف سے شاخسانے نکالنا دوسری بات ہے۔ اگر جناب بیخود احتمال اور توجیہ کے اصطلاحی فرق پر غور فرماتے تو خاقانی اور میر کے کلام پر خواہ مخواہ خامہ فرسائی کر کے وقت ضائع نہ کرتے خاقانی کا یہ قول

ہمسایہ شنید نالہ ام گفت
خاقانی را دگر شب آمد

کوئی احتمالی معنی نہیں رکھتا جتنے معنی آپ نے بیان کیے ہیں وہ "دگر شب آمد" کی توجیہات ہیں احتمالات نہیں ہیں۔

احتمال کی تعریف ہے:۔

"ما لا یکون تصور طرفیہ کافیا بل یتردد الذھن فی النسبۃ بینھما"

حضرت غالب کے نشان جگر سوختہ میں تردد یہ ہے کہ کس طرف اس کی نسبت دی جائے۔

توجیہ کی تعریف ہے:۔

"ایراد الکلام محتملا لوجوہ مختلفۃ" یہاں کلام کی نسبت ظاہر ہو گی مگر اس کے مختلف اسباب و وجوہ بیان کیے جا سکیں گے۔

مثلاً حضرت میر کا قول ؎

جم گیا خوں کف قاتل میں مرا میر زبس
ان نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

آپ کو اختیار ہے "رو رو دینے" کے جتنے وجوہ نکال سکیں نکالتے چلے جائیں غصہ ندامت۔ نازنازکی۔ خوف۔ افشائے راز۔ رنج۔ غرض جو محل کیجیے اُدھر ہی لطافت و لطف کے دریا کا دہانہ کھل جاتا ہے۔

حضرت غالب کے اس شعر میں توریہ کی صنعت بھی نہیں ہے اس لیے توریہ کی تعریف ہے:۔

"ان یرید المتکلم بکلامہ خلاف ظاہرہ"

جلد ۲۱ نمبر ۱۳

مضامین چیدہ

(مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء)

افکار گھامڑ

حوات اُس کے مکاں کا صورت پرکار کرتے ہیں — اسی مرکز پہ ہم سے اپنا ہم گھر بار کرتے ہیں
حماقت اور شدت پہلے وہ انکار کرتے ہیں — وہی پھر کام جوتے کھا کے آخر کار کرتے ہیں
ہماری ناک میں دم ہر گھڑی اغیار کرتے ہیں — بہت عاجز ہمیں اُن پر خدا کی مار کرتے ہیں
کماں ہوتا ہی ہر اک بات سے اقرار کرنے کا — وہ کچھ ایسی ادا سے اندنوں انکار کرتے ہیں
وہ بے پردہ کبھی جب بیدل سے رخسار کرتے ہیں — تو سالے عالم امکاں کو اک گلزار کرتے ہیں
سوال وصل پر مجھ سے ادھر انکار کرتے ہیں — اُدھر کھا کھا کے قسمیں غیر سے اقرار کرتے ہیں
زباں تو کہہ نہیں سکتی ہے رعب حسن سے کچھ بھی — لب خاموش و رنگ رخ سے ہم اظہار کرتے ہیں
ذرا یہ بدتمیزی دیکھیے تو سمے فروشوں کی — تقاضا مجھ سے قیمت کا سر بازار کرتے ہیں
غضب کا رعب ہے اُن سے ملائے کیا کوئی آنکھیں — خطا پیشاب ہوتا ہے جو آنکھیں چار کرتے ہیں
بنایا ہے بتوں نے تختۂ مشق ستم ہم کو — جفائے تازہ ہم پر روز نا ہنجار کرتے ہیں

رہا ہے کیسہ عرصہ تک یہاں سہل سے گھامڑ
میاں بیت الخلا کے پیر رد دیوار کرتے ہیں

زار بند لکھنوی

نور اللغات

کے متعلق نوید دروش لالہ ٹیکا رام کی رائے صاحب

حقیقت ماں ہے گی بڑی واہیات — کہ آپ جیکا ہیں نور اللغات
الف۔ بے سے لے تا لغایتہ یہ سے — علم کی قسم ہے بھرو لغویات

دیگر

ایل ایل بی کی یو تو ہی مضحکات — شدہ غلہ ارزاں بھی چھٹ لغات
لکھا تھا مسودہ مُدا چھپ گو ا — یہی سے لفتیاں ہیں غلطیات

زار بند لکھنوی

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند

جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

ڈیر پنچ ۱۹۳۶ء میں اگر خدا نے چاہا تو اصلاحات جدید کا دور دورہ ہوگا۔ ملک کی نام نہاد نمائندگی ذرا اور وسیع پیمانے پر ہو جائے گی۔ کرسیوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ مہماں نواز وزراء کا دستر خوان اور لمبا ہو جائے گا۔ سفیہاؤں کی تعداد اور بڑھ جائے گی۔ طلبگاران حکومت خیلِ بے خیر الف خالی بے کے نیچے ایک نقطہ پر آ جائیں گے۔ ایک ایوان کے دو ایوان ہو جائیں گے۔ درد ذنی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ نتیجہ وہی ہوگا جو ہوتا آیا ہے۔ گورنمنٹ بہادر کے دونوں ہاتھ مضبوط ہیں دونوں سرے انھیں ہاتھوں میں ہیں۔ بیٹا بہت چھوڑ دیا ہے۔ جھوٹے جس کا جی چاہے۔

"جھجھو جھجھو بھائی جھجھو"

خیر یہ تو اپنے ہوتا ہی رہے گا "نائی بال کتنے وہ تو آگے ہی آتے ہیں" یہ فرمائیے کہ اصلاحات جدید میں کوئی نئی بات ایسی بھی ہوگی جو اب تک نہ ہوئی ہو اور قیامت تک یادگار رہے۔ ہمارے نزدیک تو ہونا چاہیے اور ضرور ہونا چاہیے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ ہر بات کے لیے ایک نہ ایک قانون رائج ہے اگر نہیں ہے تو امورات مذہبی کے لیے کوئی قانون نہیں ہے۔ یہ حضرت [illegible] کی طرح جدھر دیکھو آزادی کے ساتھ گھومتے اور رجگانی کرتے پھرتے ہیں کہیں ناز ہو رہی ہے۔ تحت لفظ میں اللہ میاں پکارے جا رہے ہیں کہیں پوجا ہو رہا ہے گراں گوش دیوتا گھنٹے اور ناقوس بجا بجا کر جگائے جا رہے ہیں۔ کہیں تعزیے اور علم اٹھ رہے ہیں ماتم ہو رہا ہے تبرے کے تیر چل رہے ہیں چاریاری جھنڈوں پر چڑھائی اور دربدر خاک بسر کی جا رہی ہے کہیں قربانی کے نام سے چنین گفتہ اند جیو ہتیا ہو کر دودھ دہی تول کرکے بہایا جا رہا ہے۔ رعایا سرگرداں۔ پولیس حیران۔ حکام پریشان کیے جا رہے ہیں۔ ملک کی فضا مکدر ہو رہی ہے۔ نفسا نفسی بڑھتی جا رہی ہے [illegible] پیدا ہو رہے ہیں نظر بہ حالات ضروری ہے کہ جہاں سٹریٹ محکمے [illegible] جا رہے ہیں وہاں ایک "محکمہ مذہبی" بھی قائم کر دیا جائے۔ ارے ہاں یہاں سیر وہاں سوا سیر یہی نا کہ اخراجات بڑھ جائیں گے بلا سے [illegible] اگر یہ خیزی و خونریزی کی کارنمایاں یہی رہیں تو کوئی نہ کوئی باب [illegible] کھول دیا جائے گا۔ علاوہ ان کے اخراجات کی فکر تو اس وقت ہونا چاہیے جب کچھ گھر سے دینا پڑے۔ جب میاں کی جوتی اور میاں ہی کا سر کرنا ہو تو اس میں تکلف کی کیا ضرورت سب بے روزگاری بڑھتی جاتی ہے تعلیم یافتہ [illegible] جیسے مدرسے سے نکلتے ہیں یہ محکمہ کھول دیا [illegible] میں کچھ نہ کچھ کمی ہو جائے گی دوسرے بہت ممکن [illegible]

جو ظاہر آمدنی ہو اس میں خرچ کرنے کے بعد بہت کچھ بچ رہے اور باعث برکت ہو۔

گھی کہاں گیا کھچڑی میں۔ کھچڑی کہاں گئی ملکی بے روزگاروں کے پیٹ میں۔ ہندوستان کی کمائی ہندوستان ہی میں رہی۔

محکمے کا خاکہ ہم کھینچ دیتے ہیں۔ ارباب بست و کشاد اسے اپنے طریقے پر ترتیب دے لیں۔

یہ انتظام صوبہ وار ہو۔ گورنر صوبہ بشرطیکہ انگریز ہو "قاضی" قرار دیا جائے اگر گورنر ہندوستانی ہو تو ان کونسل "قاضی" ہو۔

افسر اعلیٰ اس محکمہ کا "ڈائرکٹر جنرل آف ریلیجن" کہلائے۔ اٹھارہ سو تنخواہ پائے اور انگریز [illegible] مقرر کیا جائے۔ اس افسر کا ایک اسسٹنٹ اور ایک درجن سکریٹری ہوں۔ شاندار عمارت میں دفتر ہو جس میں ایک ہزار سے کم اہلکار نہ ہوں۔

ہر ضلع میں ایک افسر ڈپٹیوں کے گریڈ کا رکھا جائے۔ [illegible] ڈائرکٹر کا ماتحت ہو اور اس کے عہدہ کا نام "ڈسٹرکٹ لائسنسنگ آفیسر آف ریلیجس ایکٹیویٹیز" ہو۔ تنخواہ پانچ سو سے شروع ہو کر ایک ہزار تک بڑھتی جائے۔ پرسنل اسسٹنٹ بھی اس افسر کو ضرور دیا جائے تاکہ کام سے فارغ البال ہو کر یہ اپنا دماغ صحیح رکھ سکے۔ ضلع کے صدر مقام پر اس افسر کا دفتر ہو جس کے ایک طرف مسجد، ایک طرف امام باڑہ اور پشت پر ایک مندر بنا دیا جائے۔ کم سے کم دو درجن اہلکار اس کے دفتر میں ہوں۔

ہر موضع میں ایک "رشقدار" رکھا جائے جس کی ماتحتی میں ایک شیعہ، ایک سنی، ایک ہندو اور ایک ہریجن چار چپراسی مقرر کر دیئے جائیں۔ شہروں میں محلہ وار رشقدار مقرر ہوں۔ اس محکمے میں کمسن نوآموز ناتجربہ کار لونڈے نہ مقرر کیے جائیں بلکہ تیس برس سے کم کا کوئی اہلکار یا افسر نوکر ہی نہ رکھا جائے کیا معنی کہ صرف کوئی امتحان پاس کر لینے سے کام کرنے کی قابلیت نہیں آتی۔ دنیا کا کوئی تجربہ بھی انسان کرے تب نوکری پائے۔ نوکری کے لیے کم سے کم عمر پچیس برس ہونا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ پینتیس۔

ہر شخص جس کو کوئی کام مذہبی کرنا ہو مثلاً۔ نماز پڑھنا گھر کے اندر یا گھر کے باہر، تسبیح ہاتھ میں لے کر راستہ چلنا اور کچھ پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنے جانا، تعزیہ داری کرنا، علم اٹھانا، تبرہ کہنا، آواز کسی قسم کا جھنڈا اٹھانا، قربانی کرنا، پوجا کرنا، گھنٹا اور ناقوس بجانا، کسی قسم کا مذہبی جلوس نکالنا، زنار پہننا، قشقہ کھینچنا وغیرہ وغیرہ سب باتوں کا شراب پینے [illegible] افیون کھانے کی طرح لائسنس لینا ہوگا۔ درخواست چار آنے کا ٹکٹ لگا کر رشقدار کو دی جائے گی اور وہ اس پر ضروری رپورٹ لکھ کر لائسنسنگ آفیسر کے پاس بھیجے گا۔ آفیسر مذکور بھر ایسے درخواست دہندہ کو مقررہ فیس کی تعداد تحریر کر کے بذریعہ سمن طلب کرے گا اور فیس باخذ رسید لے کر لائسنس دے دیا کرے گا۔

ہر قسم کی رسم مذہبی ادا کرنے کی فیس مقرر کر دی جائے گی اگر کسی فریق کو کچھ عذر ہوا کرے گا تو لائسنسنگ آفیسر سماعت عذرات مقرر فیس کا پانچ گنا تاوان عذر داری دوسرے فریق کو دلوا کر لائسنس منسوخ کر دیا کرے گا مگر فیس لائسنس واپس نہ دی جایا کرے گی۔ لائسنس میں وہ الفاظ بھی درج ہوا کریں گے جن کے مذہبی رسم ادا کرتے وقت باآواز یا دل میں کہے جانے کی اجازت ہو گی اگر ایکٹ پاس کر کے جاری کر دیا جائے تو پھر نہ کوئی جھگڑا ہو نہ فساد نہ حکام پریشان ہوں نہ پولیس نہ ممبران کونسل کو انسداد گاؤکشی کا بل پیش کرنے کی نوبت آئے نہ نماز اور باجے کا قضیہ رہتا ہو۔

یہ خاکہ قلم برداشتہ کھینچا گیا ہے ہر قوم کے افراد کی علیحدہ علیحدہ کمیٹیاں بنائی جائیں ان کی رائیں منگائی جائیں ان سے قانون ساز جماعت قانون بنائے ایوان میں اس پر جو کان بازی ہو تب یہ قانون پاس کر کے نافذ کیا جائے سیاسی خدائی میں اس قسم کے قانون کی ضرورت ہے۔ مذہبی خدا جب بید گنی کر دیا گیا تو اس کے قانون کی پابندی کی کیا ضرورت ہے۔

بھ ——— لو

ناز رشید لکھنوی

———— ؏ ————

سمن برائے انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۲۲

بعدالت جناب نواب مرزا محمد مہدی خاں صاحب بہادر تحصیلدار اکبرپور [illegible] ضلع سلطانپور

مورت شوکل [illegible] معرفت گڑھ مدھی

بنام

سری گوپال سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام سری رام غلام سادھو بچیت [illegible] سنگھ ٹھکیری ساکن بوبونپور پرگنہ [illegible] فرخانہ ضلع سلطانپور

چونکہ [illegible] نے تم پر ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۲۷ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام [illegible] اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر ہونے کے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کرو اور ہر دستاویز جس پر تم تائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۵ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی مہر عدالت

پھر وہی ادب لطیف

خدا آباد رکھے ہمارے اردو رسائل کو کبھی کبھی ہماری طبیعت بھی خوش کر دیتے ہیں۔ نیرنگ خیال کے جنوری نمبر پر نگاہ پڑ گئی تو محترمہ شمیم صغریٰ کا ایک مضمون نظر آیا پڑھ کر مزا آگیا اور بیچارہ پیانہ مرحوم کی یاد تازہ ہو گئی تو صفحے کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے "رومان خیزی" یہ دیکھ کر ہم سمجھے کہ محترمہ نے۔ رومان دوڑانے کو دانے کا کوئی [illegible] کر دیا [illegible] کوئی اچھی بات نہیں نئی تہذیب کی لائی ہوئی وبا "گھوڑ دوڑ" فرنگی لینہ امرا۔ اور لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے والے غربا کی جلیبوں پر جھاڑو دینے کے لیے کیا کم تھی۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ رومان دوڑ بھی شروع ہو گئی تو اور قیامت آ جائے گی ابھی تک تو آئی گئی دمڑی پر ہوتی ہے پھر چمڑی بھی جائے گی اور دمڑی بھی۔

مضمون کے سر پر مٹے سے "آ" کی کلغی لگی ہوئی ہے۔ گانے والوں کو تو ضرور سنا کہ گاتے سے قبل "آ" کر لیا کرتے ہیں۔ مگر مضمون نگاروں کو نہیں سنا۔ مگر ہم ٹوکنے والے کون۔ ادبا لطفا کی سہرا بات نرالی ہوتی ہے۔ آگے دیکھیے مضمون شروع ہوتا ہے۔

"شفق کی خونچکاں رنگینیوں میں ———"

شفق میں سات رنگ ہوتے ہیں۔ سرخ، اودا، سبز وغیرہ۔ مگر محترمہ کو سب خونچکاں یعنی سرخ نظر آئے۔ واقعی عجیب بات ہے۔ آج تک کسی نے سرخ اودا، سرخ زرد۔ اور سرخ سبز رنگ نہیں سنا۔ ہو گا بھئی۔ رومان کے اندھوں کو سرخ ہی سرخ نظر آتا ہو گا۔ اس کے فقرے آگے اتنی ہی لمبی لکیر ہے گویا کہ اب مصنفہ مطلب معنی کی ذمہ دار نہیں۔ جو کچھ پوچھنا ہو اسی لکیر سے پوچھ لیجیے۔

دوسرا فقرہ ہے "شب چار دہم کی کیف زا چاندنی میں ———"

اس فقرے کی خوبی یہ ہے کہ اگر دو چار لفظ گھٹا دیجیے تو مطلب میں کسی قسم کی کمی نہ ہو گی "شب چار دہم میں"، "شب چار دہم کے کیف میں"، یا صرف اتنا کہہ دیجیے "چاندنی میں"، سب کا مطلب ایک ہی ہے۔

اگر خدانخواستہ کوئی ایسی صورت پیش آئے کہ آپ کو بات کا بتنگڑ بنانا پڑے یعنی معمولی سا مطلب دس منٹ میں لکھنا ہو اور زبان میں لکنت بھی ہو تو یہ فقرہ دہرا دیجیے۔ یا جی میں آئے تو کچھ اپنی طرف سے بھی لگا دیجیے مثلاً "شب چار دہم کی کیف زا، کیف خیز، کیف بیز، کیف پاش وغیرہ وغیرہ کے چاندنی کی روشنی میں۔ اس فقرے کے بعد محترمہ لکیر دے کر بدستور بری الذمہ ہو گئیں۔ آگے کا فقرہ ملاحظہ ہو۔

"ساون کی مدہوش فضا میں ———"

ادب لطیف میں غریب فضا پر وہ بودی مار پڑی ہے کہ توبہ بھلی۔ اگر مدہوش ہے تو فضا۔ مرتعش ہے تو فضا۔ رقصاں ہے تو فضا۔ بیتاب ہے تو فضا فضا نہ ٹھہری طالب علم کا رومال ہوا کہ جس کام میں چاہو لے آؤ۔

"ان نیلی دست گھٹاؤں کو دیکھ کر نہ جانے تو مجھے کیوں یاد آتی ہے ——— ؟"

جانتی تو آپ ضرور ہیں کہ بات دوسری ہے — موقع و محل کا خیال کر کے انجان بن جائیے۔

"صبح کی معصوم سپیدیوں میں"

یہاں صبح کی لاکھوں کروڑوں سپیدیوں میں سے صرف وہی سپیدیاں مراد ہیں یعنی بدمعاش گنہگار سپیدیاں اس جگہ مراد ہیں۔ دو چار فقروں کے بعد فرماتی ہیں۔

"خزاں کے اداس دنوں میں جب سنہری پتیاں باد سموم کے تیز و تند جھونکوں سے ایک ایک کر کے گرتی ہیں"

محترمہ اداسی کی تصویر کھینچ رہی ہیں اور کہتی ہیں اس جگہ زرد پتیاں، یا پیلی پتیاں، مناسب ہوتیں مگر اسی قسم کے الفاظ تو سب ہی کہتے ہیں۔ اگر وہ بھی کہہ دیتیں تو زبان خیزی کیسے پیدا ہوتی۔ اور بید مجنوں کی ننگی ٹہنیوں سے کسی تنہا نغمہ پرند کی درد ناک چیخوں کے سوا اور کچھ نہیں سنائی دیتا۔ خاص بات ہے۔ ورنہ عموماً بید مجنوں کی ٹہنیوں سے ہر قسم کے راگ۔ گنیوں گانے بجانے کی آوازیں آیا کرتی ہیں اور اسلکی بید مجنوں ہی کو تو کہتے ہیں

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ

بعدالت جناب سید نظر احمد صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر بہادر سیتاپور

گھورے بدال وغیرہ قوم سر بوگ ساکن لاہرپور دعویٰ خان ولد پٹھان ساکن ہیر پارگنہ لاہرپور مدعیان

بنام

بمو خان ولد جبو خاں ساکن ایر پارگنہ لاہرپور تحصیل و ضلع سیتاپور مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت بید خلی دفعہ ۱۲۶ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۱ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام سیتاپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہو گا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۶ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

"میری غمگین روح ادھر اُدھر آوارہ و پریشان تیری تلاش میں بھٹکتی پھرتی ہے ——!!!"

یعنی محترمہ کی "تو" جو نہ معلوم کیا بلا ہے کوئی جنتنی ہے چڑیل ہے۔ ڈائن ہے کہ خزاں کے دنوں میں جب لو کی جھکڑ چلتے ہیں۔ بیچاری اُڑتی ہیں تو وہ ڈھونڈھی جاتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ محترمہ اسکو ڈھونڈھنے خود نہیں جاتی۔ بلکہ اپنی روح چھوڑ دیتی ہیں۔ وہ اسی "تو" کی تلاش میں خاک چھانتی گرد چانکتی ماری ماری پھرتی ہے۔ واقعی محترمہ کی حالت قابل رحم ہے۔ فقرے کے آخر میں لکیر کے اس پار حیرت و استعجاب کے تین تین نشان ہیں "!!!" نہ معلوم ان کا کیا مطلب ہے۔

یہ تو ضرور سمجھ میں آتا ہے کہ محترمہ کو کسی بات پر حیرت ہوئی۔ مگر یہ نہیں معلوم کس بات پر۔ ممکن ہے اپنے بے تکے عشق پر حیرت ہوتی ہو یا غول بیابانی معشوق کی آوارہ گردی پر یا اپنی حالت زار پر کہ جسم بے جان پڑا ہوا ہے اور روح ماری ماری

گھوم رہی ہے۔ سب سے زیادہ قرین قیاس بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اپنے بکر دینے عادت پر حیرت ہوئی ہو۔ بہر حال یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ آگے کا فقرہ ہے۔

"میرے سینے میں پریم کی بھٹی جل رہی ہے" اگر اس کے بعد اتنا اور اضافہ کر دیا جائے کہ "فائر بریگیڈ کا پتا نہیں" تو شاید زیادہ شاعرانہ خیال پیدا ہو جائے۔

"اے آسمانی خدا! میں تجھے بھولے ہوئے زمانے کی طرح ایک بار پھر کنول و نیلوفر سے ڈھکے ہوئے تالاب کے کنارے کسی سنگ تراش کے مرمریں شاہکار کی طرح فطرت کے مطالعہ میں غرق دیکھنا چاہتی ہوں۔"

بظاہر یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح بھولے ہوئے زمانے میں تو تالاب کے کنارے پتھر کے بنے ہوئے مجسمہ کی طرح بے حس و حرکت بیٹھی رہا کرتی تھی ایک بار اسی طرح بیٹھ جا۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بھولا ہوا زمانہ کس قسم کا ہے جو اتنا یاد ہونے پر بھی بھولا ہوا ہے۔ یہ صنعت تضاد بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ یا پھر یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جس طرح بھولا ہوا زمانہ چشمے کے کنارے بے حس و حرکت بیٹھا ہوا فطرت میں منہمک رہتا ہے اسی طرح تو بھی منہمک ہو۔ اگر یہ مطلب ہو تو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ اس لئے کہ سارا مضمون اسی قسم کے مطالبے سے بھرا ہوا ہے۔ مضمون کے آخر تک یہی حالت ہے جتنی عبارت ہے اتنی ہی لکیریں ہیں۔ سب سے زیادہ عجیب دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ محترمہ نے عورت بن کر عورت کی جانب اظہار عشق کیا ہے۔ اس نازک خیالی کی داد ہم نہیں دے سکتے۔ بظاہر تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ محترمہ ان اردو شعراء سے انتقام لینا چاہتی ہیں جنھوں نے فارسی کی تقلید میں معشوق مذکر بنا لیا۔ دوسری عجیب چیز یہ ہے کہ محترمہ نے مضمون کے شروع میں اپنے مؤنث معشوق کے ساتھ حد سے زائد اظہار عشق کیا ہے۔ معشوقہ کو "ملکۂ حسن" "آسمانی حور" دیوی وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے اور اپنے عشق کی حدیں بیان کی ہیں۔

"میرے سینہ میں پریم کی بھٹی جل رہی ہے

جس سے دن رات آہوں کا دھواں نکلتا ہے" یہاں بھی کوئی لطافت نہیں۔ بے تکا سا اظہار عشق ہے۔ مگر کچھ تو ہے۔ اتنا تو سمجھ میں آجاتا ہے کہ کوئی بیگم صاحبہ "علاج بالمثل" کے رو سے کسی بیگم صاحبہ پر عاشق ہو گئیں۔ دنیا میں اتنی عجیب باتیں ہوا کرتی ہیں عورتیں جوان ہو کر مرد بن جایا کرتی ہیں ایک یہ بھی سہی۔ مگر مضمون آخر میں پہونچ کر اس طرح ختم ہوتا ہے کہ اتنا بھی حاصل نہیں رہتا۔

فرماتی ہیں:۔

لیکن —— اے مقدس ہستی! مقدس معشوق! مقدس کا لفظ سنکر ہماری نگاہوں کے سامنے ایک شیخ فانی کی تصویر آگئی ڈاڑھی ناف تک بال سن سفید۔ کمر جھکی۔ پیشانی پر سیاہ دھبے پڑے تسبیح ہاتھ میں۔ لیکن محترمہ پہلے ہی سے کہہ چکی ہیں کہ ان کی محبوبہ عورت ہیں۔ اب تو بی بی کا روضہ دکھانے والی مجن بی بی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

"یہ حقہ —— یعنی —— میرا محبت بھرا دل —— تجھے صرف ایک شرط پر مل سکتا ہے"

محترمہ عاشق تو ہو گئیں مگر انھوں نے ابھی اپنا محبت بھرا دل معشوق کو نہیں دیا۔ اس غرض سے بیع شرطی کرنا چاہتی ہیں۔

اب شرط سنئے:۔

"تو اپنی روح میرے حوالے کر دے"

واقعی شرط بڑی سخت ہے۔ اگر معمولی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ا و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲ سنہ ۱۹۳۶ء بقایا نمبر داری

بعدالت صاحب اسسٹنٹ کلکٹر بہادر درجہ اول مقام و ضلع ہمیرپور

پرگنہ مودھا — منی لال مدعی

بنام

دیبی دین وغیرہ مدعا علیہم

بنام دیبی دین نابالغ ولد گوکل ناتھ بسرپرستی جگناتھ ولد بدلو قوم [illegible] ساکن موضع شہار ریاست چھترپور و گوبند پرشاد و امرت معلوم قوم برہمن ساکن شہر باندہ محلہ کالون گنج پرگنہ و ضلع باندہ ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت حق نمبرداری کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۸ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے بمقام ہمیرپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے بھی تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

روزانہ "ہندو" لاہور

آپ اپنی واقفیت کو مکمل رکھنا چاہتے ہیں اور تواریخی و ادبی مضامین دلچسپ افسانوں و دلولہ انگیز نظموں سے باخبر رہنا چاہتے ہیں تو ہندو کے خریدار بن جائیے۔

قیمت فی پرچہ ۔ سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔ ماہوار [illegible]

منیجر روزنامہ "ہندو" لاہور۔

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ
شاخ
"حنا"
قنوج حیدرآباد دکن
لکھنؤ
دہلی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

قیصر ولیم

ہٹلر

B. K.

دعوت سمرقندی

ہٹلر: "کہو بڑے میاں اب بھی خون میں کچھ گرمی ہے؟"
ولیم: "اجی خونریزی کے تمام کاموں سے میرا خون بڑھتا جوش زیادہ ہوتا ہے"
ہٹلر: "اچھا دیکھا جائے گا"

REGISTERD No A 783
LUCKNOW,
OUDHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲)
۱۹۳۶
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

حفاظت کی خدمت کسی طرح انجام دینے کے اہل
ہو سکتے ہیں؟ جو ہر ایک شخص کی زبان سے ایک
لفظ سنتے ہی بغیر غور و فکر استعمال کرنے لگتے ہیں
"سرمۂ تحقیق" میں اس اعتراض کا جواب یوں
دیا گیا ہے کہ "جذبات" کا لفظ غلط نہیں اور
غلط بھی ہو تو غلط عام ہے "غلط عوام نہیں" اس
دعوے کی دلیل کہ یہ لفظ غلط نہیں، تمام مضمون
میں کہیں موجود نہیں ہے مجیب صاحب کا
فرض تھا کہ ان لغوی معانی کی غلطی ثابت کرتے
جنھیں ہم نے اس اعتراض کے ذیل میں کتب
لغت سے نقل کیا ہے۔ مگر اس قسم کی مشکلوں میں
پھنسیں اُن کے دشمن۔ یہ کام اہل تحقیق کا ہے
نہ اُن لوگوں کا جو دوسروں کی روش سب سمجھے
بوجھے اختیار کر لیتے ہیں۔

ایک تھیں بی ہمسائی انھوں نے دیوار
کی دراڑ سے جھانک کے دیکھا تو پڑوسی میر صاحب
نے انگرکھے کا دامن سر پر الٹ کے رکھ لیا تھا اور
جھاڑو دے رہے تھے پڑوسن یہ عجیب وضع
دیکھ کے کہنے لگیں "ہو لے میر صاحب یہ کیا ہے؟"
میر صاحب نے کہا "یہ بھی یاروں کی ایک دھج ہے"
جملہ تھا نیا۔ بی ہمسائی بھی جھٹ ایک گالٹ صحن
میں جھاڑو دینے لگیں۔ اتنے میں میاں آئے انھوں
نے جو دیکھا کہ بی بی پیچھے سے خوش غلاف ہیں "جذبات"
میں ہیجان ہوا۔ اور متعجب ہو کے پوچھنے لگے
"بی بی یہ کیا؟" کہنے لگیں میاں یہ بھی یاروں کی
ایک دھج ہے۔"

حضرت بیخود سے بھی یہی سوال ہوا تھا۔
اور انھوں نے بھی جواب میں یاروں کی دھج
دکھانی شروع کی۔ آپ نے جناب ڈاکٹر مرزا
محمد ہادی صاحب بی۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔
کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اڈیٹر صاحب
اودھ پنچ کے استاد ہیں۔ گویا آپ سمجھتے ہیں
کہ اتنا کہہ دینے سے "جذبات" پر جو اعتراض
ہے وہ خفیف ہو جائے گا اور اڈیٹر صاحب
اس کی خفت سے خفیف ہوں گے حالانکہ ایسا
نہیں ہے۔ ڈاکٹر مرزا محمد ہادی صاحب ایک
جوہر فرد ہیں جن کا نظیر اس وقت ہندوستان
میں نہیں ہے ان کی شاگردی موجب فخر و عزت
ہے نہ باعث ذلت و خفت۔ اگر اڈیٹر صاحب
کو یہ فخر حاصل ہوا تو وہ یقیناً مباہات کر سکتے
اور جس طرح حضرت بیخود مولوی اسحٰق علی صاحب
ظفر الملک الناظر یار جنگ کی شاگردی پر
چھپتے ہیں وہ ہرگز نہ چھپتے جن کو نہ علم دین سے
کوئی بہرہ ملا ہے نہ علوم دنیا سے۔ صرف
"دھج ہی دھج" ہے۔ ہمارے مکرم حضرت بیخود
نے ایک اور بیجا چوٹ کی ہے یعنی مولانا طباطبائی
کو ڈاکٹر ہادی صاحب کا حریف قرار دیا ہے
مگر یہ بھی غلطی ہے۔ مرزا صاحب فلسفہ کے
مترجم ہیں مولانا طباطبائی ادبیات کے
نگراں یہ ایک بیہودہ فتنہ پردازی ہے
جس کا اثر کچھ بھی نہ ہوگا۔ اس قسم کی فتنہ پردازی
سے حضرت بیخود کی زبان ناشناسی رفع
نہیں ہو سکتی۔ ایسے جاہل دنیا میں شاید
کم ہوں گے جو اودھ پنچ کے اڈیٹر کی شاگردی
سے "جذبات" پر اعتراض کو باطل کر سکیں
یا مولانا طباطبائی اور سرکار ہادی کے ہم ردیف
ہونے سے "جذبات" کو بمعنی انفعالات نفسانیہ
یا کیفیات وجدانیہ ثابت کر سکیں۔ خلاصہ اعتراض
یہ ہے کہ:۔

(۱) جذبات اگر "جذبہ" (بسکون ذال معجمہ)
کی جمع ہے تو اس جذبہ کے دو معنی ہیں مسافت
(قطعہ راہ) سوئی کی لکڑی۔ اگر "جذبۃ" (بالتحریک)
کی جمع ہے تو اس کے معنی کھجور کے گابھے کے
ہیں۔

(۲) جذب عربی زبان کا لفظ ہے اسکے
معنی "کشش" ہیں۔ مگر جذبہ بمعنی جذب عربی زبان
میں مستعمل نہیں۔ یہ اہل فارس کا تصرف ہے
لہذا جذبہ بمعنی کشش اب فارسی ہے عربی
نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایرانی صاحب علم
کے کلام میں "ات" کی جمع کے ساتھ یہ لفظ
بمعنی کشش موجود نہیں ہے۔

(۳) اگر "جذبات" بمعنی کیفیات کوئی جدید اردو
اصطلاح ہے تو بہ ترکیب فارسی یہ نہ مضاف ہو سکتی
ہے نہ مضاف الیہ نہ "و" کے ساتھ اس کا عطف
جائز ہے۔ (اگلے شعرا اس قسم کا عطف جائز سمجھتے
تھے مگر بعض نے تصریح کر دی ہے کہ یہ "واو"
"او" کا مخفف ہے۔ فارسی کا واو عاطفہ نہیں
ہے یہ تخفیف بضرورت شعری کی جاتی ہے)

بحسب عادت مستمرہ حضرت بیخود نے ان تمام
زیادات کا جواب یوں دیا۔ یہ اعتراض نہیں ایک
حمام ہے جہاں سب ننگے نظر آتے ہیں جس کی تعبیر
دوسرے الفاظ میں یہ ہو سکتی ہے کہ سب کو ننگا دیکھ
کے حضرت بھی ننگے ہو گئے "مبارک باد"۔

سب سے پہلے جو اہل زبان صاحب سلیقہ
انشا پرداز آپ کو ملا وہ مولوی عبدالحلیم صاحب
شرر کی ذات فصاحت سمات ہے انھوں نے
یوسف و نجمہ میں "تکلم و جذبات" لکھ کے ہمارے
بیخود صاحب کے واسطے تعلیم و تعلم کا دروازہ
کھول دیا۔ مگر بیخود صاحب بھی عجیب شاگرد ہیں
صرف بُری باتیں سیکھتے ہیں۔

شرر صاحب کے بعد مولوی شبلی صاحب
کی باری آئی موصوف نے شعر العجم کے بارہ صفحوں
میں بیس جگہ لفظ "جذبات" "جذبات" کا ورد
فرمایا یعنی شعر العجم نہیں ایک تختی ہے جس پر "جذبات"
کی مشق کی گئی ہے وہ "تعقیبات صلوۃ" میں روزانہ
ایک تسبیح "جذبات" کی پڑھا کرتے تھے ان دونوں
کے بعد یہ معارف و مخزن کی سند پیش فرماتے
ہیں کہ انھوں نے "نگار" کی تقریظ میں "جذبات"
کی بھرمار کی جن کی استعداد علمی سے کمترین ادبا
واقف نہیں۔ پھر مولوی عبدالماجد صاحب
دریابادی بی۔ اے سے استناد ہے کہ انھوں نے
"فلسفۂ جذبات" نامی کتاب لکھی۔ یہ کتاب
ہم نے کبھی دیکھی بھی ہیں تو مترجم صاحب
بہرحال "اہل" معلوم ہوئے۔ اس میں بیسیوں
مقامات ایسے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ

معنف علام نے اُن مسائل کے سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے جنھیں سلامتی سے خود نہیں سمجھے ہیں۔

الغرض اکبر و سید احمد خاں و حالی یاس و آرزو کا حوالہ دینے کے بعد آپ نے ڈاکٹر مرزا محمد ہادی صاحب کے ناول سے ایک عبارت نقل کی ہے "اُس سے طرح طرح کی وجدانی کیفیتیں اور جذبات ظہور پذیر ہو کے جذبات ماہر کے لیے تحریک ہوتی ہے"۔ مگر بیخود صاحب یہ نہ سمجھے کہ وجدانی کیفیتیں لکھنے کے بعد عطف تفسیری کے ساتھ "جذبات" لکھنے سے کیا ظاہر ہوتا ہے "جذبات کا لفظ اُنھوں نے اس وجہ سے لکھا کہ وجدانی کیفیات کا مطلب اُس لفظ سے واضح کر دیا جائے جو اس وقت غلط کار اہل قلم کی بدولت ان معانی میں مشہور و مستعمل ہے یہاں "اور" تفسیری عطف ہے۔ مرزا صاحب موصوف نے ہمیں اجازت دی ہے کہ ہم لفظ جذبات کے متعلق اُن کی جانب سے "اُردو" ہونے کا اعلان کر دیں اور یہ بھی کہ جن معانی میں آج کل یہ لفظ مستعمل ہے ان کا تعلق عربی لغت یا عربی اصطلاح سے مطلق نہیں۔ بیخود صاحب مرزا صاحب کی تحریر میں "جذبات" مع الاضافت نہیں دکھا سکتے اور یہ بھی واضح رہے کہ "جذبہ" بمعنے جذب مستعمل ہو یا نہ ہو ایرانیوں نے اسے "مفرس" کر لیا ہے لہذا جذبۂ دل اور اسی طرح کی دوسری ترکیبیں مابہ البحث نہیں ہیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ جذبہ بمعنی کشش بھی مستعمل نہیں، اس سے یہ مطلب تھا کہ عربی میں "جذبہ" بمعنی کشش نہیں ہے لہذا "جذب" اور "جذبہ" کی جو سندیں حضرت بیخود نے حوالہ قلم فرمائی ہیں اُنھیں نفس اعتراض سے لگاؤ نہیں وہ صرف فضول گوئی اور تضییع اوقات کی بانگی ہیں۔ وہ ایک سند کسی ایرانی شاعر کی نہ دیکھے جس میں جذبات آیا ہو۔ پُرانے اُردو شعرا کے کلام میں (مثلاً آتش و مومن یا غالب) اُنھیں "جذبۂ دل" جذبۂ قلق جذبۂ بے اختیار شوق ملا۔ مگر یہاں بھی وہ "جذبات" کی صورت دیکھنے سے محروم رہے۔ اُنھیں صرف ننگے ہی ننگے دکھائی دیے۔ جس کی ذمہ دار اُن کی نگاہ شوق ہے۔

آگے چل کے حضرت اپنا کھسیان پن یوں مٹاتے ہیں کہ:۔

"یہ ہے یوں کہ زندہ زبانوں میں نئے الفاظ داخل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس لفظ کی سند سودا و میر و درد کے یہاں نہ ملے وہ زبان کا لفظ ہی نہ سمجھا جائے۔ میر سوز کے زمانہ میں افعی کی جگہ "نفی" محاورے میں داخل تھا............ الخ

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جذبات ایک جدید الوضع دخول اُردو لفظ ہے لہذا اسکی سند سودا و میر و درد کے یہاں نہیں ملتی یہی ہمارا بھی منشا ہے۔ یہ لفظ اُردو ہے اور اسے اُردو ہی طرح استعمال ہونا چاہیے "خیالات و جذبات" یا جذبات دل یا جذبات مخفیہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ فارسی اور عربی کے خصوصیات سے اس کو علاقہ نہ ہوگا۔ نہ ماخذ ہی کے ساتھ کوئی اتصال رہیگا۔ ہاں یہ ایک عربی نما لفظ ہوگا جس کو عربی اسم جذبہ نہ کہیں گے کہ معنی بدلے ہوئے ہیں یعنی عربی لغت میں جذبہ بمعنی کشش نہیں ہے اہل فارس نے "جذب" بمعنی کشش میں "ہ" بڑھا دی مگر معنی وہی رہے جو تھے جیسے "دوا" کو لوگ "دوائی" کہتے ہیں۔ مگر اس کی جمع بقاعدہ عربی اُنھوں نے نہیں بنائی۔ نہ "جذبات" بمعنے کیفیات جذابیہ اُن کے یہاں مستعمل ہے۔ اگر دوا کو دوائی کہنا اور پھر دوائی کی جمع دوائیات بنانا صحیح ہے تو ہم ہارے ورنہ صاحبان علم سے پوچھ لیجیے کہ ہمارا دعوی صحیح ہے یا غلط۔ حضرت بیخود تو یہ بھی طے نہ کر سکے کہ یہ جذبات (بالتحریک) ہے یا جذبات (بسکون ذال معجمہ)۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ لفظ عربی الاصل ہے ورنہ ذال معجمہ کے ساتھ اسکا املا نہ ہوتا۔ بیخود صاحب نے اس مضمون میں کوئی اُردو کی خدمت انجام دی ہے نہ کوئی محکم دلیل پیش کی ہے۔ کنڈے والیوں کی طرح وہ صبح کو نوگرالے کے نکلے ہیں اور بغیر امتیاز کے اُردو کی سڑک پر جو کچھ پڑا ملا ہے بھرتے چلے گئے ہیں محققین کا یہ شیوہ نہیں۔

ہمارے مہربان بیخود صاحب کو حوالہ دینے کا ہوکا ہے کہ کسی طرح پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ جب ہم خود ہی اپنے مضمون میں قائل ہیں کہ "جذبات" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بے احتیاطی ہوئی ہے اور اچھے اچھے پڑھے لکھے اسے بولنے لگے ہیں تو خواہ مخواہ دیدۂ الناظرین سرمۂ تحقیق کی دس بارہ سرمہ دانیاں اُنڈیلنے سے کیا نتیجہ نکلا؟ یہی کہ سرمہ کی ریل پیل سے بقول بی نصیبن کے "دیدے یتیم" ہو گئے۔

شبلی و حالی کے ارتکاب سے غلط غلط ہی رہتا ہے صحیح نہیں ہو سکتا۔ جن امور کی طرف ہم نے میل تدقیق نمبر ۸ میں اشارہ کیا ہے اُنھیں وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے بامعان نظر الفاظ کی جانچ کی ہو۔ اصل یہ ہے کہ اہل فارس نے اکثر عربی الفاظ میں اسی طرح ہائے مختفی بڑھائی ہے جس طرح اپنے خاص الفاظ میں بحسب ضرورت بڑھا دیتے ہیں۔ مثلاً "کاس" عربی ہے۔ ہمیں کلام عرب میں کہیں "کاسہ" بمعنے کاس نظر نہیں آیا۔ اہل فارس نے کاس میں ہائے مختفی بڑھائی۔ علی ہذا القیاس جذب میں بھی ہائے مختفی لگائی۔ "کاس" عربی میں مؤنث ہے اس وجہ سے اس کی جمع کاسات و اکوس و کؤس و کیاس موجود ہے۔ مگر "جذب" مؤنث نہیں ہے۔ لہذا اس کی جمع "جذبات" نہیں پائی جاتی۔ اہل فارس نے کسی مقام پر کاس پر قیاس کر کے جذب یا جذبہ کی جمع جذبات اگر بنائی ہو تو سند پیش کرنی چاہیے وہ "جذبہ" کی جمع بقاعدۂ فارسی "جذبہا" بنا سکتے ہیں۔ اور ہمیں بھی اختیار ہے کہ اگر عجمیوں کی تصرف کی ہوئی لفظ اپنی زبان میں نقل کریں تو "جذبات نفس" کی جگہ جذبہائے نفس کہیں۔ اس قسم کی صدہا لفظیں ہیں

جلد ۲۱ نمبر ۱۸

مضامین غیر

(مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء)

غزل

(از حضرت خفاش کرمانی)

سامنے وھسکی کا پیالا ہوگا — میں اور وہ متوالا ہوگا
شعلہ رخ جب چمکا ہوگا — آنکھوں کو تب سینکا ہوگا
ہم وہ مس اور کمرا ہوگا — ناظر بیت ہوم کا پردا ہوگا
منھ نہ بنا از ہجر شکر لب — ورد بھی میٹھا میٹھا ہوگا
خود لو اسے جو سینہ اس سے — میری آنکھ کا ڈھیلا ہوگا
لیلے سے پوچھا قیس کی ماں نے — رنگ ترا کب پیلا ہوگا
خواب میں آ نگیں کیوں تھرائیں — شب کو وہ جھنجھوڑا ہوگا
آئی جو ٹلی اسے شب ہجران — اب تیرا منھ کالا ہوگا
مشق عشق ہے وہ دنیا کا — غم بھی ایک توا لا ہوگا
نجد میں حال لیلے مجنوں — لیٹی ہوگی بیٹھا ہوگا
عاشقو پی کر خالی کر دو — آب تیغ ایک مٹکا ہوگا
آ میں سکھا دوں ضبط تنا سل — ورنہ ترا سر نیچا ہوگا
ضد اسی آتے دو جوانی — نیم چڑھا وہ کریلا ہوگا
پیچش سے وہ کل جو مرا ہے — عاشق زلف چلیپا ہوگا
اس صورت پر آئے جوانی — تو سونے پہ سہاگا ہوگا
جس گنہ کے لاکھوں نمونے — حشر نہیں وہ میلا ہوگا
وصل کرے منظور وہ کیونکر — عالم سب تہ و بالا ہوگا
ختم ہے سب اب کیک اور کافی — ہجر میں کیسے جینا ہوگا
جوش شباب و ذوق تماشا — جوبن گھر گھر ابلا ہوگا
جامۂ حسن کی خاص صفت ہے — ایک شب پہنو ڈھیلا ہوگا
پختہ نہ ہو جب کورس میں شامل — پھر تو ساگ میں شوربا ہوگا
مجھ کو سوٹ میں دیکھ کے بولے — کس کس کا گھر گھالا ہوگا
بھاڑ میں جائے مشق تصور — روز نہ مجھ سے نہانا ہوگا
گو ہر حسن اور صرف دو عالم — غور سے دیکھو گر جا ہوگا

[illegible]

تیغ نگہ نہیں، زلف کا پھندا — ذبح نہ ہوگا جھٹکا ہوگا
پہلے ڈنر میں تم بک جاؤ — تب کہیں وصل کا وعدا ہوگا
چل خفاش کسی ٹاٹی میں
بیٹھا وہ دیکھتا رہا ہوگا

غزل

(از فکر بکر حضرت گھامڑ لکھنوی)

میاں احمق! کہیں لگتے ہیں جونک پتھر میں

نہیں گر وصل ممکن تو فکر وصل لیں کیوں — پڑا رہتا ہوں دن بھر منھ لپیٹے اپنا چادر میں
وہ میرے ہاتھ سے پٹ جائیگا اک دن یہ سمجھا دو — یہ عیب ظلم بے حد برا ہے تیرے شوہر میں
سوال وصل پر وہ سنگدل کہتا ہے یہ مجھ سے — اے احمق کہیں لگتے سنی ہے جونک پتھر میں
پڑے ہوتے ہزاروں وضع میں لیکن فرق آیا — بچا کے آنکھ اسکی ہم ہمیشہ گھس گئے گھر میں
ملاتا ہوں جو اسکی ہاں میں ہاں تب بھی ٹوٹتا ہے — غرض کھانا لکھی ہیں جوتیاں میرے مقدر میں
کسی دن پاکے موقع روٹے لیگا وہ تیری — نصیحت مان لے میری نہ جا اب غیر کے گھر میں
عجب لپکا پڑا ہے دیکھا اسکو ذرا دیکھو
اٹھائے منھ چلا جاتا ہے گھامڑ کوئے دلبر میں

زار نہیں لکھنوی

جواب الجواب

ذرا سنو تو سہی!

مولانا پنچ تسلیمات۔

"جواب مراسلہ ہوشیار پور" کے خاتمے پر آپ نے فاضل محقق کو شیریں کلامی اور معتدل مزاجی کی جس انداز سے داد دی ہے قابل ستائش ہے۔ پڑھ کر جی لوٹ ہوگیا سخن شناسی مولانا پنچ کا حصہ ہے۔ ہر صاحب فہم کو اس پر صاد کرنا پڑے گا۔ امید ہے محقق فاضل بھی اسے آویزۂ گوش بنالیں گے۔

میری گزارش یہ فاضل محقق نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اول سے آخر تک لاجواب ہے گویا ؎

"جوبات کی خدا کی قسم لاجواب کی"

بہرکیف تسلیں اس التفات پر اظہار تشکر و ممنونیت کے لیے حاضر ہے [illegible] کیا جائے ؎

خراب بادۂ لعل تو ہوشیار انند!

خیال تھا کہ فاضل محقق کی "لغوی تحقیق" کا دامن لغویات کی آلودگی سے

پنچایت نگران کا ارشاد ہے کہ ابھی تالیف خاص
مؤمنین کے لیے ہے کسی ڈاکٹر کو نبض پر ہاتھ
رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ہم نے تو ڈیوری کے متعلق گفتگو کو تقریب ملاقات
کے لیے کافی سمجھا تھا۔ اچھا اب کوئی اور عذر نہ
کریں گے ۔

تم کو دیکھا جو انکھیوں سے تو مجبوری تھی
ہاں نظر بھر کے جو دیکھیں تو گنہگار نکلیں

لفظ ڈیوری کے متعلق جو کچھ عرض ہوا وہ فاضل محقق
سے متعلق ہے میرا تبصرہ نور اللغات پر نہیں کیونکہ
"وہ پیش ملا طبیب" ہے ۔

انداز اپنا دیکھتے ہیں آئینے میں آپ
اور یہ بھی دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو

لفظ پنگال کے متعلق فاضل محقق کی تحقیق انیق
کے کیا کہنے ہیں۔ واللہ قلم توڑ دیئے ۔ اب ایسے
مسکت جواب پر لب بستن پر عمل کرنے کے سوا
اور کیا چارہ ہے ۔ فاضل محقق کو ماشاء اللہ
علم اللسان میں مہارت تامہ حاصل ہے اور
[illegible] الفاظ کے جملہ مباحث پر پورا پورا
عبور ہے یعنی لسانیات کے جملہ مسائل مستحضر ہیں۔
الفاظ کے دخل و خرچ کے قواعد سے کما حقہٗ [illegible]
ہے ۔ حضرت میں تو قائل ہو گیا۔ اس فقرے کو
پڑھ کر کہ دام اردو کو اس سے تعلق نہیں، فن لغت نویسی
نے سر پیٹ لیا ہو گا ۔ اور "الفاظ مشترک" کی
اصطلاح پر لباس معنی آتا کر لیگ آف نیشنز
میں فریاد کرنے چلی گئی ہو گی ۔ کثیر المعانی ہونا
الفاظ کا کبھی جرم قرار دیا جائے گا۔

کیوں نہ ہو بیچاری اردو کو دنیا جہان کے
اہل علم انگریزی الفاظ ٹھونس ٹھانس کر حقیقی
بنانے میں کمال دکھایا جا رہا ہے اور [illegible]
جن کو اصل اردو سے [illegible] واسطہ بھی نہیں ہوتا۔
بڑے فخر سے بیان کیے جاتے ہیں مگر لفظ پنگال
کے ان معانی کو جو ایک ہمسایہ قوم ہے اردو
کی ننہال کہلانے کا حق ہے ۔ اختیار کرے تو

اُسے اردو سے کوئی تعلق نہیں کہہ کر ٹال دیا جائے۔
میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ سب حاجی صاحب کا تصرف
ہے ۔

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی است

راقم
بسمل ہوشیار پوری

اور لیجیے

(اودھ پنچ ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء)

کاپی یعنی جلد یا نسخہ [illegible] انگریزی میں مستعمل اور
[illegible] اردو میں ۔

واہ کیا شان تحقیق ہے کیوں صاحب یہ [illegible]
سہو کاتب ہے یا کہیں راقم والے تبادلہ
حاجی مصنف نور اللغات سے [illegible] تو نہیں کر بیٹھے
اچھا اتنا تو فرما دیجیے کہ حضور کا وطن مالوف [illegible]
[illegible] ماشاء اللہ حضرت حاجی صاحب مصنف
نور اللغات [illegible] دہلی میں صاحب کرامت
[illegible] اور یہ سب ان کا تصرف ہے کہا ہے
فاضل محقق [illegible] کی ادب [illegible] سمجھا ہی
نہیں دیا۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو
انشاء اللہ نور اللغات سے زیادہ دلچسپیاں
اور [illegible] "پیش سرد و پیچ" کی زبانی [illegible]
سننے میں آئیں گی ۔

سردست فاضل محقق کو اس سے زیادہ
دق کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں جناب حاجی صاحب
کی خدمت میں التماس کروں گا کہ نور اللغات
کے نئے ایڈیشن کی ایک کاپی بہ خیرات و نذرانہ
فاضل محقق کی خدمت میں ضرور پیش کر دیں۔ حضرت
حاجی صاحب بھی کیا سمجھیں گے کہ ذوق سلیم
کی فراوانی کس جانور کا نام ہے ۔

کارتوس ۔ [illegible] موٹے اور
سخت کاغذ یا پنسل کی نلی الخ" مولانا پنچ دیکھا
آپ نے؟ یہ بیک وقت موٹا اور سخت کاغذ
اور پھر کارتوس ۔ یہ تحقیق قابل داد ہے۔

معزز ناظرین ہنسی کو ضبط فرمائیے گا اور فاضل
محقق کو اس موٹے اور سخت کاغذ سے جی بہلانے
دیجیے گا۔ کچھ زیادہ عرض کیا تو مولانا پنچ ناراض
ہو جائیں گے کیونکہ شروع ۱۹۳۶ء سے آپ نے
جامۂ ثقاہت و متانت پہن لیا ہے ۔

امید ہے کہ فاضل محقق آئندہ ذرا زیادہ
محنت سے کام لیں گے اور ہر وقت اپنے ہی
زور میں گر کر زمین ناپنے کی مشق نہ فرمائیں گے۔
اور کمزور مار کھانے کی [illegible] نہ بنیں گے

چھیڑتا ہوں کہ ان کو غصہ آئے
کیوں رکھوں ورنہ غالب اپنا نام

راقم
بسمل ہوشیار پوری

نوٹس

[illegible]

سری بال گوپال [illegible]
[illegible]

ہرگاہ [illegible] دعویٰ [illegible] ۲۵ [illegible] ۱۹۳۶ء
عدالت ہذا [illegible]
[illegible]

آج بتاریخ [illegible] ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت
سے جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۲۶)

یوریشین ۔ وہ انگریز جو ہندوستان میں پیدا ہوا ہو۔

سمجھ میں نہیں آتا عقل دنگ ہے کہ ہمارے حاجی صاحب نے باوجود بی۔ اے ایل ایل بی ہونے کے اس طرح کی فحش غلطیاں کیونکر کیں ۔ لغت لکھتے وقت دماغ عالی کہاں ہوتا تھا کہ دوہری دوہری غلطیاں سرزد ہوتی تھیں ۔

پہلی غلطی ۔ یہ لفظ کھلا ہوا یورپ اور ایشیا کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ اور پھر معنی تحریر ہوتے ہیں وہ انگریز جو ہندوستان میں پیدا ہوا ہو۔ کیا کورٹ میں ایشیا ہندوستان کو کہتے ہیں ۔

دوسری غلطی ۔ ہندوستان میں پیدا ہونا کیا معنی۔ ایشیا اور یورپ سے پیدا شدہ یعنی دوغلے کو کہتے ہیں۔ اگر کوئی انگریز ایشیا میں صرف پیدا ہوا ہو تو اسے یوریشین نہ کہیں گے؟

املا بھی غلط لکھا ہے ۔ یوریشین نہیں یوریشین ہونا چاہیے ۔ اور جو تلفظ لکھا ہے وہ قطعاً غلط ہے۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ حاجی صاحب کا لکھا ہوا تلفظ ادا کریں لیکن ممکن نہ ہوا۔ لہٰذا یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔ اگر ناظرین میں کوئی صاحب کامیاب ہوں تو مجھے مطلع کریں مشکور ہوں گا ۔ یوریشین بضم اول واؤ غیر ملفوظ وکسر سوم وسکون چہارم مجہول وکسر پنجم۔

یونیورسٹی ۔ مدرسۃ العلوم جس میں جملہ علوم کی تعلیم اور فضیلت کے خطاب دیے جاتے ہیں ۔

یونیورسٹی کے لیے ضروری نہیں کہ اس میں جملہ علوم کی تعلیم دی جائے ۔ بجائے جملہ کے اعلیٰ تعلیم لکھنا چاہیے تھا ۔ یونیورسٹی میں علوم کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔ کسی یونیورسٹی میں جملہ علوم کی تعلیم کا دیا جانا تقریباً محال ہے۔ اور فضیلت کے خطاب دیے جاتے ہیں ۔ کاکوری اللغات کو خطاب کا بیحد شوق ہے ۔ جہاں دیکھیے قلم سے خطاب نکل جاتا ہے ۔ یونیورسٹی میں عموماً فضیلت کی سند دی جاتی ہے نہ کہ خطاب ۔

تقریباً تین سو الفاظ پر تبصرہ عرض کر چکا ۔ میں لکھتے لکھتے اُکتا گیا اس لغت کی غلطیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں ۔ لہٰذا مجبوراً بہت سی غلطیاں نظر انداز کرنا پڑیں۔ خصوصاً جلد سوم و چہارم میں اکثر الفاظ نظر انداز کیے گئے ۔ فی الحال ناظرین سے رخصت ہوتا ہوں ۔ آیندہ کب اور کس طرح ملاقات ہو یہ خدا کے ہاتھ ہے ۔

قاف

نہ محقق بود نہ دانشمند چو چارپائے برو کتابے چند

شعلہ و شبنم

شاعر انقلاب حضرت جوش مدظلہ مدیر کلیم کی پرجوش اور رنگین آدر نظموں کا مجموعہ۔

یہ مجموعہ آپ کو آتشکدے کی شعلہ افشانیوں اسلامی شان و حریت کے خون کھولا دینے والے واقعات بادۂ سرجوش کی سرمستیوں، رنگا رنگ فطرت کے روح پرور نغموں سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیگا ۔ یہ شاعر انقلاب کا [illegible] ہے اور [illegible] کلام سے مرصع ہے ۔

قیمت تین روپیہ

خریداری کے لیے فوراً درخواست بھیجئے۔

[illegible] کلیم بک ڈپو کٹرہ بڑیان دہلی

ماہنامہ موسیقار دہلی

عزیز الرحمٰن (منشی فاضل) اور (پنڈت) بی اے ایم اے کشمیری کی زیر ادارت کامیابی کے ساتھ ہر ماہ باقاعدہ نکلتا ہے ادبی و دیگر مختلف دلچسپیوں کا باتصویر مقبول رسالہ ہے ۔ نمونہ کیلیے ۲ آنہ کے ٹکٹ بھیجئے اور خط و کتابت اور منی آرڈر کے لیے یہ پتہ لکھیے ۔

عزیز الرحمٰن دفتر موسیقار دریا گنج دہلی

جواب مراسلت

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب ۔ تسلیم ۔

اودھ پنچ مورخہ ۲۶ ۔ مارچ میں آپ نے مجھے محقق لکھا ہے ۔ حالانکہ میں نہ محقق ہوں اور نہ فاضل یا علامہ۔ میں معمولی انگریزی داں ہوں اس سے زیادہ نہیں۔ اسی لیے میں نہ اپنا نام ظاہر کرتا ہوں اور نہ اپنی ڈگریوں کی نمائش کرتا ہوں ۔ بلکہ میں تو نام کے ساتھ ڈگریوں کا لکھنا معیوب سمجھتا ہوں ۔ لہٰذا گزارش ہے کہ آیندہ آپ مجھے محقق کے لقب سے یاد نہ فرمائیں ۔

آج کی اشاعت میں جناب فاضل محقق جناب مختار علی صاحب جعفری کا مراسلہ شائع ہوا ہے بجواب مختصر اعرض ہے ۔ میں نے حرف بحرف جواب دینے کی سعی بلیغ نہیں کی تھی سرسری طور پر جواب لکھ دیا تھا اور اسی روز اڈیٹر صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا جو مابعد ہی کے پرچہ میں شائع بھی ہو گیا تھا ۔ جو ڈکشنریاں پیش نظر تھیں اُن کے

نوٹس

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم ضلع کھیری

مقدمہ نمبر ۱۹ ۱۹۳۶ء

تاریخ پیشی ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء

۱ ۔ معصوم علی پسران قائم علی قوم سید ساکن قصبہ محمدی پرگنہ
۲ ۔ منصب علی و تحصیل محمدی ضلع کھیری سائل
۳ ۔ اشفاق علی

بنام

جھبو لال ولد دیبی دین قوم برہمن ساکن قصبہ محمدی پرگنہ و تحصیل محمدی ضلع کھیری فریق ثانی

ہرگاہ سائل نے درخواست حسب دفعہ ۴ ایکٹ ۲۵ ۱۹۳۴ء عدالت ہذا میں ذریعہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کھیری گزرانی ہے اور جملہ اشخاص کو جن کا قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ متذکرہ بالا درخواست دہندہ کی ذات یا جائداد پر ہو وہ اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گزٹ سے بیانات تحریری نسبت اپنے قرضہ کے داخل کرے ورنہ کوئی عذر بعد میں قابل سماعت نہ ہوگا اور درخواست بعدم حاضری قرض خواہان مسموع اور فیصل ہوگی ۔

آج بتاریخ ۲۲ ۔ ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

حوالے بھی لکھ دیے تھے۔ آج فاضل محقق کی تحریر دیکھنے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوا کہ فاضل محقق صاحب اُن لوگوں میں نہیں ہیں جو حق بات کو تسلیم کر لیں۔ بیکار بحث کو طوالت دے رہے ہیں۔ اور مجھے اُلٹا الزام دے رہے ہیں کہ میں حق بات کو تسلیم نہیں کرتا۔

فاضل محقق صاحب نے ایڈی کیمپ کی گرفت فرمائی تھی میں نے فوراً تسلیم کر لیا تھا کہ یہ ایک تسامح ہے۔ لیکن فاضل محقق صاحب کو اس گرفت پر اس قدر ناز ہے کہ متعدد مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ ناز جناب جعفری صاحب کو مبارک رہے۔ ۵۔ مارچ کے اودھ پنچ میں جو مراسلت حکیم بسمل صاحب کی شائع ہوئی تھی اُس میں کالیوری کے اسپلنگ غلط درج ہیں۔ لیکن میں نے اس خیال پر کہ غالباً حکیم صاحب سے بھی تسامح ہو گیا ہو تعرض نہ کیا۔ یا شاید کاتب صاحب کی عنایت ہو۔

فاضل محقق نے میرے جوابات کا جواب الجواب نہیں لکھا ہے بلکہ دور از کار باتیں درج کی ہیں۔

میں نے روڈ کو غلط لکھا تھا اس کا غلط ہونا جعفری صاحب کو بھی تسلیم ہے رائیٹر کی بابت میں نے تسلیم کیا تھا کہ صحیح تلفظ ادا نہیں ہوتا۔ فاضل محقق کو بھی تسلیم تھا کہ روئٹر بھی صحیح تلفظ نہ ہوگا بحث ختم تھی لیکن اس بار خواہ مخواہ پھر بحث کو طوالت دی ہے۔ اور اپنی تحریر سے اس طرح رجوع کیا ہے کہ ہم میں نے اس لیے لکھا تھا کہ سخت گیری کا الزام مجھ پر عائد نہ ہو میرا جواب جس میں بقول فاضل محقق صاحب میں نے سخت گیری کا الزام عائد کیا تھا ۱۹۔ فروری کے اودھ پنچ میں شائع ہوا۔ اور جناب محقق صاحب کی تحریر ۱۲ فروری کی ہے تعجب ہے کہ فاضل محقق کو میری تحریر کا چار روز قبل کیسے علم ہو گیا میں یہاں لکھنؤ میں بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا اور وہاں دہلی میں جناب فاضل محقق صاحب کو علم ہو رہا تھا کہ میں سخت گیری کا الزام دے رہا ہوں۔ لہذا محقق صاحب نے دو تحریر لکھدی تھی جس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔

اس بار فاضل محقق نے International Phonetic Script. کا ذکر فرمایا ہے۔ فاضل محقق سے کوئی پوچھے کہ اسے اردو سے کیا علاقہ۔ یا صرف اظہار لیاقت کے لیے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

میں اب بھی کہتا ہوں کہ بشریت کا مقتضی ہے سہو قلم یا سہو کاتب ہونا لازمی۔ فاضل محقق صاحب سہو سے محفوظ ہوں تو ہوں۔ یہ ناچیز ہرگز محفوظ نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ اخبار کے پروف مضمون نگار کی نظر سے نہیں گزرتے۔ میرے تبصرہ یا جوابات کا کوئی نمبر اب تک ایسا شائع نہیں ہوا جس میں کاتب صاحب نے عنایت نہ فرمائی ہو۔

ڈگری اور ڈکری کی بابت یہ عرض ہے کہ میرا اعتراض تھا کہ ان الفاظ کے معانی لکھنے میں عجب خبط کیا ہے اس اعتراض کا جواب علامہ جعفری صاحب اب یہ دیتے ہیں کہ سہو کاتب سمجھیے۔ حالانکہ وہاں نہ سہو کا موقع ہے اور نہ سہو کاتب کا۔ اس طرح کی کج بحثی کا کیا جواب بجز اس کے کہ صحیح ارشاد ہوتا ہے۔

فاضل محقق مجھے ۵۔ فروری کا اودھ پنچ کیا دکھاتے ہیں۔ وہ خود ملاحظہ فرمالیں۔ اُس میں درج ہے "اُردو میں صرف عدالت کے حکم کو ڈگری کہتے ہیں اور انگریزی میں عدالت اور خداوندی احکامات کو ڈکری کہتے ہیں۔ لہذا خداوندی احکامات کے لیے اردو کی سند مانگنا مہمل بات ہے۔ ۵۔ مارچ کے اودھ پنچ میں جو جواب شائع ہوا اُس میں کاتب صاحب نے "انگریزی میں" کے بعد لفظ "صرف" چھوڑ دیا ہے صحت فرمالیجیے۔

فیشن ایبل کو غلط کہا ہو یا نہ کہا ہو۔ فاضل محقق صاحب نے اعتراض فرمایا تھا اور بہت خامہ فرسائی فرمائی تھی۔ اب حوالہ لغت دیے جانے پر

چہ میگوئیاں

جرمنی ”ڈریئے نہیں میری اس خونخوار وضع سے۔ آپ تو قبلہ و کعبہ ہیں چچا ہیں۔“

جان بل ”جی ہاں خوب جانتا ہوں۔ یہ وضع تو خالی تفریحی بہروپ ہے۔“

اسی قسم کے ایک حضرت اودھ پنچ میں بداند کہ نداند کا نقاب ڈالے آپ کو اکثر نظر آئیں گے جن کا کام منھ چڑھانا تو ہے لیکن اتنی تمیز نہیں ہے کہ ذرا آئینہ رکھ کر اپنے خد و خال پر بھی غور کریں۔

۵۔ فروری ۱۹۳۶ء کے اودھ پنچ میں بداند کہ نداند جناب کا ایک مضمون خالص اردو کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں اعتراض کیا گیا ہے مولانا شفق عماد پوری کی ایک غزل پر جو رسالہ عالمگیر کے خاص نمبر میں خالص اردو میں شائع ہوئی ہے اس تنقید کا طرز و عنوان صاف بتلا رہا ہے کہ یہ بداند کہ نداند جناب در اصل نداند و بداند کہ بداند میں شمار کیے جانے کے قابل ہیں اور چونکہ یہ نیازمندان قدیم میں ہیں اس لیے ان پر جہل مرکب کا بھی پورا پورا تسلط ہو چکا ہے۔

ساتھ ہی ساتھ حیرت ہے جناب قبلہ حکیم صاحب پر کہ بجائے اس کے کہ مضمون شائع کریں کوئی نسخہ کیوں نہیں تجویز کر کے ارسال فرما دیا جس سے ان کا توازن درست ہو جاتا۔ اور یہ بھی تحریر فرما دیا ہوتا کہ کم از کم پندرہ بیس یوم اس نسخہ کو استعمال کر کے اپنی تحریر غور سے نہیں بلکہ سرسری پڑھیے اگر اس کی حقیقت آپ پر منکشف ہو جائے تو فہو المراد اور اگر اس کے بعد بھی دقت محسوس ہو تو پھر کوئی ترکیب سوچی جائے گی اور یہ حکیم صاحب قبلہ کیلیے بہت آسان تھا کیوں وہ ان کے نیازمندان قدیم میں ہیں ان کے سامنے تو یقینی بے جھجک اور نقاب بر داشتہ جلوہ فگن ہوتے ہوں گے۔

بہرکیف ایسے مرض والوں کی اصلاح کی طرف جلد توجہ کرنی چاہیے ورنہ بلا وجہ شریفوں کو تکلیف پہونچاتے رہیں گے۔ اس وقت میرے خیال میں جو ترکیب ان کا دماغ درست کرنے کی سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ یا تو ان کی بکواس کا جواب دیا جائے یا خاموشی سے سنا جائے تاکہ خود بخود ٹر ٹر کر کے خاموش ہو جائیں۔ آج میں بسم اللہ کر کے پہلی صورت آزماتا ہوں اگر کارگر ہو گئی تو کیا کہنا ہے اور اگر نہیں تو پھر دوسری صورت تو مجبوراً اختیار کرنی ہی ہوگی۔

اب آپ ذرا ان کی اس بکواس کو ملاحظہ فرمائیں جو ان کے دماغ کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے

گزر جانے کو گر گزر سے جو کرنا تھا
وہ رستہ دیکھتے مرنے کا کب تک جنکو مرنا تھا

اس شعر کے متعلق مولانا کے نوٹ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ وادی گردی کیسی یہ تو دہلیز پر قدم رکھتے ہی ٹھوکر لگی اور شاعر صاحب اوندھے منھ آ رہے۔

یہ غضب ہے یا نہیں کہ ان کو اتنی بھی تمیز نہ ہو کہ گزرنا فارسی مصدر گزشتن سے لیا گیا ہے۔

اب ناظرین ذرا اس خط ٹھوکر کو ملاحظہ فرمائیں کہ کس کو ٹھوکر لگی اور کون اوندھے منھ آ رہا ہے ابو الدھر صاحب یا مولانا شفق میں ان کندۂ ناتراش صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ کو اتنا معلوم تھا کہ گزرنا گزشتن مصدر فارسی سے لیا گیا ہے تو اتنا اور معلوم کرنے کی ہمت گوارا کیوں نہ فرمائی کہ اس لیے جانے کے بعد کیا ہو گیا آیا فارسی ہی باقی رہا یا اور کچھ ہو گیا آخر یہ اردو آئی کہاں سے اسی لیے جانے کے بعد تو پیدا ہوئی ہے اور اگر آپ گزرنا فارسی مانتے ہیں تو کیا ہیں ازیں رہ گزشتن کی جگہ ازیں رہ گزرنا لکھ یا بول سکتا ہوں اسکے علاوہ اسی شعر میں کرنا اور مرنا بھی تو دو الفاظ موجود تھے جو کردن و مردن فارسی مصدر سے لیے گئے ہیں کیا انکے مصادر معلوم نہ تھے آپ اپنے قاعدے کی بنا پر یہ فتویٰ جاری کرائیے کہ جس کا جی چاہے مرنا بود اور کرنا بود دیکھے پڑھے کیونکہ دونوں الفاظ فارسی مصادر کردن اور مردن سے لیے ہیں۔ ادباگرنولی۔

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۳۱ سنہ ۱۹۳۶ء
عدالت جناب منصف صاحب بہادر حوالی لکھنؤ مقام لکھنؤ
مسماۃ سنفل بی بی بیوہ عبد الولی خاں ساکن ڈیلا پرگنہ و تحصیل سلون ضلع رائے بریلی مدعی

بنام

پنڈت اقبال نرائن وغیرہ مدعا علیہ
بنام پنڈت اقبال نرائن خلف پنڈت بخت نرائن گورنمنٹ پلیڈر شاہجہانپور و بابو رام نرائن سنگھ خلف بابو سنا لال قوم کایستھ ساکن محلہ چوک شہر کانپور مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعیہ نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلا پانے مال کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۔۔ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء وقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر روز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا ۔۔۔ حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔
آج بتاریخ ۲۱۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ۔ تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۔ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء تک گزرانو۔ دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نوٹس حسب دفعہ ۹ یوپی انکمبرڈ ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم ضلع گونڈہ
مقدمہ نمبر ۴۹ سنہ ۱۹۳۶ء زیر بار قرضہ
تاریخ پیشی ۵۔ ستمبر سنہ ۱۹۳۶ء
مہنت نرائن بہار ساکن گوسائیں ساکن ۔۔۔ مزرعہ چوری اللہ داد پور پرگنہ سورجپور تحصیل ترسی گھاٹ ضلع بارہ بنکی سائل

بنام

۱۔ ہیمنالتھ } پسران گنگا بخش ساکن کولا کٹھری پرگنہ و تحصیل نوابگنج
۲۔ تیجی لال } ضلع بارہ بنکی۔
۳۔ کیشن بہاری }
۴۔ پرتاب بہادر ولد سکھ لوپال ساکن ۔۔۔ پرگنہ سورجپور
۵۔ بجرنگ سنگھ } پسران رام روپ سنگھ ساکن ۔۔۔
۶۔ کشن سنگھ } چوری اللہ داد پور پرگنہ سورجپور تحصیل
۷۔ شیام سنگھ } رامسنی گھاٹ
۸۔ رام نرائن سنگھ ولد رود ربخش سنگھ ساکن ۔۔۔ پرگنہ گوا رنج ۔۔۔ طرب گنج ضلع گونڈہ

ہرگاہ کہ سائل مذکور نے باضابطہ درخواست زیر دفعہ ۴ ایکٹ نمبر ۲۵ سنہ ۱۹۳۴ء گزرانی ہے لہذا یہ نوٹس حسب دفعہ ۹ ایکٹ مذکور دیا جاتا ہے کہ جس شخص کا قرضہ مذکور ہو یا شدہ خواہ ڈگری شدہ ذاتی یا جائداد سائل مذکور ہو بار ۔۔۔ وہ اپنا بیان تحریری تاریخ مشتہری نوٹس ہذا سے ۔۔۔ ماہ عدالت ہذا میں پیش کرے ایسا نہ کرنے پر درخواست مذکور غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔
آج تاریخ ۔۔ مئی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

محض شاعری سمجھ کر اصرار پر اصرار کیے جاتی ہے اُس پر طرہ یہ کہ اکثر منچلے اور رنگین مزاج حضرات قصیدے میں غزل کی طرح ترنم کی فرمائشیں جڑ دیتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ بندہ نہ میراثی نہ گویا نہ الھر ہسکی۔ لن جنڈ رصورت مردانہ اعضا مردانہ آواز مردانہ خیالات مردانہ گلستان بوستان میں گل وبلبل کے قصے پڑھے بھی تو اسم فاعل سائی کی صورت میں کبھی مشاہدہ کی نوبت نہیں آئی کہ آخر میاں بلبل نے گل کے ساتھ دانہ بدلول کی بھی ٹوکیونکر کی سجاوٹ اور اُسکے رکھ رکھاؤ سے قطعاً نابلد ہوا کر کبھی اُدھر رُخ نہیں کیا مینا کمبخت کی صورت تک سے آشنا نہیں پھر بھلا میں کیا جان سکتا ہوں قلقل کس قسم کی آواز کا نام ہے میرے نزدیک اس لفظ کی پیدائش یوں ہوئی ہو تو عجب نہیں کہ کبھی کسی مکتب میں میاں جی نے کسی لونڈے سے تنبیہانہ تیور میں دو دفعہ قل کہہ کر کسی بات کا جواب مانگا ہوگا یاروں نے وہی دونوں قل ملا کر ایک لفظ تراش لی اور لگے میدان تخیل میں شتر بے مہار کی طرح دوڑانے بجز اس کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا غرض یہ کہ بندہ نہ مہار بکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے نہ ساقی نامہ کی اور سب سے بڑی بات یہ کہ اجزائے قصیدے میں ایک جز ایسا ہے جسے اپنا کانشنس قبول کرنے کو تیار نہیں وہاں ۱۸۵۷ء کی بھگدڑ دکھائے بغیر گزر نہیں اور یہاں ہیں کیا کوئی مرد آدمی یہ حرکت پسند نہ کرے گا آپ ہی غور کیجیے کہ میدان سے بھاگ جانا کوئی تعریف کی بات ہے۔ مگر قصیدے میں یہی فعل روح سمجھا جاتا ہے جتنا بے لاگ بھاگیے اُتنی ہی واہ واہ ہوگی لہذا بندہ باز آیا معاف فرمائیے دنیا میں بہت سی ایسی ہستیاں ملیں گی جو گریز کی خوگر ہیں شوق سے پکڑنے جائیے اور قصیدہ کہلوا لیجیے باوجود اس شرح اور مصرح غدر کے یاران طریقت نہیں مانتے چنانچہ ۱۴۔ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء کو غدیر کے سلسلہ میں ریال پر بیٹھا مرزاپور کا چالان کر ہی دیا تھا درویش برجان درویش بندہ نے اپنا رنگ قصیدے کے مذاق میں سمو کر ایک مے خوش انار کا ہم ذائقہ رُطب تیار کیا ہے اگر پسند خاطر ہو تو بسم اللہ حاضر ہے۔

قصیدہ

(برطرح محفل مرزاپور منعقدہ ۱۴۔ مارچ سنہ ۳۶ء بدولت خانہ جناب ڈاکٹر سید محمد صاحب صفا)

کہاں لے ساقی رنگیں دا تو چھپ کے جا بیٹھا — نہ پینے سے تیرے بزم طرب کا رنگ ہے پھیکا

ترے رندان مے کش ایک غشا سے میں بیٹھے ہیں — خمار نشہ سے ہر رنگ فق اُترا ہوا چہرا

جماہی پر جماہی اور انگڑائی پہ انگڑائی — اُٹھے ہیں ہاتھ آنکھیں بند گردن کج ہے منھ ٹیڑھا

نہ منھ سے بول سکتے ہیں نہ سر سے ہل سکتے ہیں — نہ دانہ ہے نہ پانی ہے نہ بیجا نہ استنجا

ہر اک بے دم بخود خاموش کس سکتے کا عالم ہے — نہ کوئی اپنی کہتا ہے نہ کچھ اوروں کی ہی سنتا

تڑپتا ہے کوئی بسمل کی صورت فرش خاک پر — کوئی ہے ماہی بے آب کی طرح کھولے ہوئے جبڑا

کوئی بیٹھا ہے اکڑوں سوچ میں زانو پہ سر رکھے — کوئی حیرت زدہ کی شکل منھ اک اک کا ہے تکتا

بدن میں سُست نہیں اتنا کہ ڈھونڈھے جاکے ساقی کو — گرا دیوار کہنہ کی طرح جس کا قدم اُٹھا

اطبا کا مقولہ ہے کہ عادت اک طبیعت ہے — جو گھٹی میں پڑی ہو شغل اس کا چھٹ نہیں سکتا

ہوئے مجبور فکر جستجو میں اپنے ساقی کی — اُٹھے سب کہہ کے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

غدیر دشت نورد ذی نے ساز غل کر کے ہوکی — سمند شوق پر بڑھ کر لگایا اور اک کوڑا

اُچک کر بیس سب بھاگے گئے چلے جاتے تھے قبلہ رو — نظر آیا لق و دق ناگہاں اور سر کا اک تختہ

دکھاتی تھی قیامت کا نمونہ دھوپ کی تیزی — وہ گرمی تھی بلا کی حیل جسمیں چھوڑتے انڈا

اگر اُس وقت کی گرمی کا خاکہ کھینچنا چاہے — زبان خامۂ مانی ہیں مدت سے پڑے چھالا

ہوا یہ خوف غالب بچ نہیں سکتا ہوں جلنے سے — قدم کے نیچے ہر فرد بشر کے چھپ گیا سایہ

درختوں کا نشاں کوسوں نہیں میدان چٹیل ہے — نظر آتا ہے تاحد نظر بس ایک سناٹا

کھڑے تھے سوچ میں ہم سب کہ کس طرح چلیں — کہ اتنے میں نشاں آمد لشکر ہوا پیدا

ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی آتے نظر آئے — سواروں سے وہ جنگل دم کے دم میں بھر گیا سارا

کسی کی شکل ظلمانی کسی کی شکل نورانی — کسی کا قد میانہ اور کوئی لانبا کوئی ناٹا

سیاہ و سرخ لانبی داڑھیاں تھیں ان کے چہروں پر — قبا پہنے عبا اوڑھے سروں پہ باندھے عمامہ

کوئی تلوار باندھے اور تھا نیزہ بکف کوئی — کسی کے ہاتھ میں اک سرخ مرزاپور کا ڈنڈا

چلے جاتے تھے بگٹٹ منھ اُٹھائے اک طرف ناگہ — صدا حی العمل کی سنتے ہی ڈیرا وہیں ڈالا

بٹھائے ناقے اور خیمہ جم کود کر اُترے — شکر بار زنگی صورت منگنی کے ڈھیر ہر جا

یہ منظر دیکھ کر بندے کے دل میں گدگدی اُٹھی — کہا اک شیخ سے بڑھ کر کہ سنیے گا ذرا قبلہ

کہاں سے آتے ہیں کون ہیں اور یہ ماجرا کیا ہے — یہ سن کر وہ عرب سنجیدگی سے یوں ہوا گویا

کھلا جاتا ہے تم کو دم میں سارا واقعہ بھائی — درایت کے مقابل میں روایت کی ضرورت کیا

یہ باتیں ہو رہی تھیں دفعۃً دیکھا کہ اک جانب — اُٹھا کر اک پیاک کھا گیا پالان اوشتر کا

یہ سامان دیکھ کر سب تو لائے اک پھریری لی — سماں نقشہ غدیر خم کا آنکھوں میں کھنچا نقشہ

رسول اللہ ہیں رونق فزائے عرش منبر — موالی سن رہے ہیں گوش دل سے خطبۂ مولا

لکھوں جوش ولا میں اب وہ مطلع رخ ساقی میں — جو ہر ذی فہم کو کردے مئے عرفاں کا متوالا

(باقی آئندہ)

راقم
م ۔ ن ۔ الہ آبادی

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۲۷)

بحمد اللہ زمزم اللغات کے انگریزی لغات کے تبصرہ کو ختم کر دیا۔ گو تین سو سے زائد الفاظ پر تبصرہ عرض کیا گیا لیکن اب بھی بہت سے تشنہ تنقید باقی رہ گئے۔ اگر دفتر ازل میں ان الفاظ کا تصوص میرے نام

لکھا ہوا ہے تو کسی دوسرے وقت وہ الفاظ بھی احاطۂ تنقید میں آ جائیں گے۔

حاجی صاحب نے وہ کام اپنے سر لیا جسکے وہ ہرگز اہل نہ تھے باوجود بی۔ اے و ایل۔ ایل۔ بی ہونے کے ایسی غلطیاں کی ہیں کہ باید و شاید۔ ایک طفل کتب بھی گنی اور سار دن کا فرق جانتا ہی۔ لیکن نہیں جانتے تو ہمارے حاجی کاکوری اللغات صاحب۔

اگر اس طرح کی دو چار غلطیاں لغت میں ہوتیں تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ حاجی صاحب سے سہو ہو گیا۔ جو قابل معافی ہے۔ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ صدہا غلطیاں موجود ہیں۔ میں نے قلم برداشتہ تبصرہ لکھا ہے اور اختصار کی طرف نظر رہی ہے۔ اکثر غلطیاں نظر انداز کر دی ہیں۔

اس تبصرہ کی بدولت کوئی صاحب مجھے محقق اور کوئی فاضل کے لقب سے مخاطب فرماتے ہیں۔ میں بعد شکریہ اسقدر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس تبصرہ کے لئے نہ محقق ہونے کی ضرورت تھی اور نہ فاضل کی۔ ہر معمولی انگریزی دان قلم برداشتہ تبصرہ کر سکتا تھا۔

یہ تبصرہ ۲۶ اگست ۱۹۳۵ء کو شروع ہوا اس وقت سے اب تک چار تحریریں اسکے متعلق شایع ہوئیں جن میں محمد مختار علی صاحب جعفری ایم۔ اے کی ہیں اور ایک تحریر حکیم لسبل ہوشیارپوری کی ہے۔ حکیم صاحب نے غالباً نور اللغات کی شکل بھی نہیں دیکھی ہے ورنہ تحریریں بغور ملاحظہ فرمائیں۔ حکیم صاحب کی تحریر کا جواب فوراً عرض کر دیا گیا تھا۔ عجلت میں دو ایک باتوں کا جواب رہ گیا تھا وہ اب عرض کیا جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ جو سلوک آپ لفظ لفظ پر حاجی صاحب سے فرما رہے ہیں اس کے لئے سند جواز آپ قدرت کی طرف سے تو لیکر نہیں آئے

بجواب عرض ہے کہ جو سلوک لفظ لفظ کے ساتھ کیا گیا ہے وہ لغات انگریزی اور محققین کی سند سے کیا گیا ہے۔ اگر آپ کسی اعتراض کو بیجا تصور فرمائیں تو ارشاد فرمائیے۔ انشاء اللہ جعفری صاحب کی طرح آپ کی خدمت میں بھی مصنف در جن اسناد پیش کر دیے جائیں گے۔ اور مجرد اسطرح کے نقرے لکھنے سے کیا حاصل۔ ممکن ہے کہ بمقتضائے بشریت مجھسے بھی کسی مقام پر بھول چوک ہوئی ہو تو اسے بھی ظاہر فرمائیے۔ حاجی کاکوری اللغات صاحب نے تو نہ صرف الفاظ کے غلط معانی لکھنے کا بیڑا اٹھایا تھا بلکہ زبان کاکوری کے محاورہ بھی درج فرمائے لہذا مجبوراً لفظ لفظ کے معانی پر تبصرہ کرنا پڑا۔ میں نے بہت سے الفاظ چھوڑ دیے ہیں اور اختصار مدنظر رہا۔ اگر مفصل لکھتا تو معلوم نہیں آپ کیا ارشاد فرماتے۔

حاجی صاحب کا ظرف حوصلہ بہت وسیع نہ ہوتا تو وہ ایسا مہمل و غلط و ضخیم لغت لکھنے کا حوصلہ ہی کیوں کرتے ملک ملک ویدم دم نہ کشیدم نہیں تو اور کیا کریں صحیح اعتراضات کا جواب کیا دیں۔ رہتے مولف جامع اللغات اگر انکے لغت کا نام لغات پنجاب رکھا گیا تو کیا بیجا ہے ہزارہا پنجابی الفاظ اور محاورے درج لغت کیے ہیں۔ اور پھر یہ تشریح بھی نہیں کی ہے کہ یہ لفظ یا محاورہ پنجاب کیلئے مخصوص ہے۔ معانی بھی پنجابی اردو میں لکھے ہیں جنگ کو مذکر لکھتے ہیں۔ بتائیے لکھنؤ یا دہلی میں جنگ کو کون مذکر کہتا ہے۔

جعفری صاحب کی دو تحریروں کا جواب فوراً شائع کر دیا گیا تھا۔ تیسری تحریر کا جواب بھی فوراً ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا لیکن ایڈیٹر صاحب کی شدید علالت کی وجہ سے کہیں ضائع ہو گیا اور شائع نہ ہو سکا۔ اس کا علم مجھے اب ہوا۔ اس عرصہ میں دو صاحبان

نے جعفری صاحب کے مراسلہ کی بابت اظہار خیال کیا ہے۔ ان تحریرات کے بعد مفصل جواب عرض کرنے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ لہذا مختصراً چند باتیں عرض کیے دیتا ہوں۔

جعفری صاحب مجھے الزام دیتے ہیں کہیں زبان سے تو ضرور کہدیتا ہوں کہ مجھے حق بات کے تسلیم کرنے میں کبھی عذر نہ ہوگا۔ مگر جواب مراسلت میں تو اسکا پتا نہیں چلتا۔ اسطرح کے فقرے لکھنے سے قبل اگر جعفری صاحب یہ ثابت کرتے کہ فلاں حق بات کے تسلیم کرنے سے میں نے گریز کیا ہے تو خیر ورنہ مجرد دعوی سے کیا حاصل میں نے ایڈیٹر کیمپ کی غلطی تسلیم کر لی اور رائٹر ولفرڈ کے جھگڑے کو ختم کرنا چاہا۔ اگر میں نے جعفری صاحب کے اعتراضات کا جواب مع سند پیش کر دیا تو یہ جعفری صاحب کی نگاہ میں میری حق بات کے تسلیم کرنے سے گریز کرتا ہوا کیا جعفری صاحب یہ چاہتے تھے کہ آج

داخلہ

دی آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی

(۱) آیورویدک شعبہ سنسکرت۔ (۴) یونانی شعبہ عربی
(۲) آیورویدک شعبہ بھاشا۔ (۵) یونانی شعبہ اردو
(۳) آیورویدک شعبہ زنانہ۔ (۶) یونانی شعبہ زنانہ

جو طلبا مندرجہ بالا شعبوں سے کسی ایک شعبہ میں علمی و عملی تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں یا جو طالبات شعبہ زنانہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۶ء تک اپنی درخواستیں بنام۔

[illegible] آیورویدک یونانی طبی کالج دہلی۔ روانہ کریں پراسپیکٹس و فارم داخلہ طلب کرنے پر بلاقیمت بھیجا جاتا ہے۔

المشتہر

دفتر پرنسپل آیورویدک یونانی طبی کالج دہلی

پہلے سے پہلا اعتراض کو میں بے چون و چرا تسلیم کر لیتا۔

جعفری صاحب البتہ حق بات تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کی مثالیں ان تحریروں میں ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ جو حکیم اور علی اور محبوب علی صاحبان نے شائع کرائی ہیں۔ مختصر ایسی بھی عرض کئے دیتا ہوں (۱) لفظ تعین اپیل پر اعتراض (۲) ڈیم کے معانی لغات میں نہ ملنا (۳) Damn کے معانی ملعون کے لکھنا۔ (۴) سقوط حروف کی تعداد متعین کرنا وغیرہ۔ جعفری صاحب نے اپنی تحریرات کے اکثر مطالب سے گریز کیا ہے اور مغالطہ دہی سے کام لیا ہے۔

جعفری صاحب کے اعتراضات کی کائنات ہی کیا تھی اگر بفرض محال ہم جعفری صاحب کے اعتراضات کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی ہمارے تبصرہ پر اُنکا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا جعفری صاحب کے ہر اعتراض کی حقیقت اور اُس کا اثر نہیں دیتا ہوں

(۱) ایڑی کا نگ۔ میں لفظ ڈپو کے معانی پر تبصرہ کر رہا تھا۔ مثلاً ایڑی کان کا بھی ذکر آگیا۔ سہواً قلم سے ایڑی کیپ کے بجائے ایڑی کانگ نکل گیا۔ اس سے لفظ ڈپو کے تبصرہ پر نہ کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ لفظ ایڑی کانگ پر جس مقام پر میں نے لفظ ایڑی کانگ پر تبصرہ کیا ہے وہاں کوئی ایسا سہو قلم نہیں ہوا ہے لیکن جعفری صاحب اور انکے حواری حکیم ہوشیارپوری جا و بیجا اس سہو قلم کی گرفت پر نازاں ہیں۔ یہ ناز انھیں مبارک رہے۔ ہوشیارپوری نے ڈلیوری کے اسپلنگ غلط لکھے ہیں۔ لیکن میں نے جواب کے وقت کوئی گرفت نہیں کی کہ سہو قلم کی گرفت ہی کیا۔

(۲) رالڑ۔ اس اعتراض کا بھی تبصرہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جعفری صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ رومنو غلط ہے۔ رائٹر اور روائٹر کی بابت جعفری صاحب کا اعتراض اور میرا جواب ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں کہ میں نے جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے روائٹر کو بھی صحیح تسلیم کر لیا تھا اور رائٹر کو ترجیح دینے کے اسباب درج کر دیے تھے۔ جعفری صاحب کا جواب بجواب ملاحظہ ہو۔ اپنی ہی کہے جاتے ہیں یہ کج بحثی انھیں مبارک ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ ورنہ میں بھی کہہ سکتا تھا کہ روئٹر قطعاً غلط ہے۔ جعفری صاحب سے کوئی پوچھے کہ انٹر نیشنل نوٹنگ اسکریٹ کے تذکرہ کی یہاں کیا ضرورت تھی اور اردو داں حضرات کو اس سے کیا فائدہ پہونچتا ہے جو آپ نے خواہ مخواہ اظہار ہمہ دانی کے لیے اس کا تذکرہ فرمایا۔

(۳) ڈنر۔ جعفری صاحب نے لفظ تعین اپیل پر اعتراض کیا۔ سند دینے پر ابجلین جھانکتے ہیں۔ دیگر اعتراض غیر متعلق ہیں۔ اس لیے کہ میں "بڑا کھانا" پر تبصرہ کر رہا تھا نہ کہ لفظ ڈنر پر۔ علاوہ بریں میرے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ میں ڈنر کے کل معانی لکھتا۔ میں معانی مندرجہ کاکوری اللغات پر تبصرہ کر رہا تھا۔ کوئی لغت تالیف نہ کر رہا تھا بعض مقامات پر ضمناً ان معانی کا بھی ذکر کر دیا ہے جو زمزم اللغات میں درج نہ تھے۔ لیکن اس کا التزام نہیں کیا کہ کل معانی درج ہو جائیں جعفری صاحب اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر کوئی معنی چھوٹ گئے تو اس کا الزام وہ زمزم اللغات کو دے سکتے ہیں نہ کہ مجھے۔

(۴) ڈگری۔ یہ اعتراض مہمل ترین ہے اور کج بحثی میں آپ اپنی نظیر ہے۔ خواہ مخواہ کو طول الطائل دیا ہے۔ مجھے مستند اردو مصنف یا شاعر کی سند طلب ہوتی ہے۔ کہ اردو میں ڈگری کا لفظ "خداوندی احکام" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ حالانکہ میں نے لکھا ہے "اردو میں صرف عدالت کے حکم کو ڈگری کہتے ہیں اور انگریزی میں عدالت اور خداوندی احکام کو ڈگری کہتے ہیں" ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں کہ مجھ سے سند کا مانگنا کس قدر مہمل ہے اور کج بحثی ہے۔

۵ ستمبر ۱۹۳۵ء کے چھوٹے کارٹون کی نقل

آخر کچھ نہ ہوا۔ٹیاں سی جان گئی وہی ہوا جو ہم نے کہا تھا۔ انسانیت کی ماں تادعائے قربانی دمغفرت پڑھ رہی ہے۔اخباری کاغذ بہت خوش بلورہیا۔
شاہ حبش نے کہا "معظم" اے تو سہی جو برادری والوں کے ہاتھوں ذلیل نہ کروادوں "یا رلوگ جب سے لے اڑے "بینک کا لاہی مارے گا۔آبدودنی دیتے ہیں "

بسرپرستی حضور [illegible]

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

پتہ تارکا

"حنا"

لکھنؤ

شاخ

قنوج ۔ حیدرآباد دکن

دہلی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

Akhtar

مین کب کہتا ہوں کہ سہو کاتب سے ڈگری ڈگری نہیں بن سکتی ۔ میرا اعتراض تو یہ تھا کہ حاجی صاحب نے دونوں لفظوں کے معنی لکھنے میں عجب خبط کیا ہے اس کا جواب اب جعفری صاحب یہ دے رہے ہیں کہ سہو کاتب سے ڈگری ڈگری اور ڈگری ڈگری ہو سکتا ہے ۔ جہان جو صحیح ہو وہ پڑھ لو ۔ واقعی جعفری صاحب ایک مؤلف لغات کے فرائض خوب سمجھتے ہیں ۔

جعفری صاحب نے نہ زمزم اللغات بغور ملاحظہ فرمائی اور نہ میرا اعتراض ۔ کج بحثی میں جو قلم میں آیا لکھ گئے ۔ جسکا سر ہے نہ پیر ۔

(باقی آئندہ)

راقم

محقق ... الشمند ...

ہائے مُردار دیکھی تیری کاپی بادن پُرے اُجاڑ ۔ اب تو ہمارا ہی عمل رہیگا

خالص اردو

تتمہ اعدہ پنچ مورخہ ۱۹ مئی سنہ ۱۹۳۶ء

دوسرا شعر ہے

کنارے تک پہنچنے کو بڑا استعجاب ہوا اگر
بھنور سے ڈوبتے کو میرے پار اترنا تھا

اس شعر پر اعتراض کرتے ہوئے یہ پھکڑ ہی کی جاتی ہے کہ اب کون ان علامہ عمادپوری سے کہے کہ بندہ پرور کنارہ خالص اردو نہیں بلکہ نرا فارسی شبد ہے ۔

ذرا کوئی ان پھکڑ سولجر صاحب سے پوچھے کہ کنارہ اور کنارے میں کوئی فرق ہے یا نہیں اجی حضرت جب کنارہ حرف (ہ) سے لکھا جائیگا تو فارسی ہوگا اور ے کیساتھ اردو ذرا اپنے

گریبان میں سر نہیں بلکہ پاؤں ڈال کر سوچیے اور اپنی جہالت پر رو دیجئے ۔

کیا کیا بندھی کلیوں کو نکھرا پھول کھلنا تھا کھلی آخر
بکھر کر سینے کانٹون میں پھولوں کو بکھرنا تھا

یہ آخر والی پکڑ ایسی ہی ہے جیسے کوئی اندھا کوئی چیز پکڑنا چاہتا ہو اور اس درمیان میں کئی چیزیں ہاتھ میں آ جاتی ہوں لیکے بعد اپنا مقصد پاتا ہے ۔

بالکل اسی طرح ہمارے ابوالدہر صاحب نے لفظ آخر کو پکڑا ہے ۔ آپکا فرمانا بجا درست آخر اردو نہیں ۔ لیکن عقل سلیم کب یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ ایک ایسا باکمال اور ہر صنف سخن پر یکسان قدرت رکھنے والا ایسی غلطی کر جائے اسکے علاوہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا کے مسودے میں آخر کی جگہ کیا گیا ہے ۔ یہ کاتب صاحب

کی اصلاح ہے ۔ اگر یہ نہ بھی مانا جائے در اصل مولانا سے غلطی ہو گئی ہو تو کیا اسکے معنی یہ ہین کہ گالیان دی جائیں ۔

لاحول ولا قوۃ میں کیا کیا لکھ گیا یہ تو وہی سمجھ سکتا ہے جسکو خدا نے شرافت عطا کی ہو بھلا کہ بھلا ان ادبی بھانڈوں کو کب تمیز ہو سکتی ہے جب وہ بے سر و پا باتیں لیکر خواہ مخواہ منہ چڑھانے لگتے ہیں تو غلطی لمجانے پر جتنی بھی پھکڑ ہی کر لیں کم ہے در حقیقت انکے سامنے خوبیان بھی روشن ہوتی ہیں اور انکا ضمیر انکی رزالت پر ملامت کرتا ہے ۔ لیکن جب ان پر سلطنت کا غلبہ ہوتا ہے اسوقت تمیز و اخلاق کا خون کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتے ۔ دنیا سے انسانیت سے دور رہنے والے عفریتو دنیا کے انسانیت میں اگر اپنی حالت اور وضع پر غور کرو اور دیکھو کہ شرفا تمہیں کس نظر سے دیکھتے ہیں ۔ تنقید در اصل برا کام نہیں یہ ادب اردو کی بہترین خدمت ہے لیکن جو طرز و عنوان تم لوگون نے اختیار کیا ہے سراسر حیاسوز اور شرافت سے بعید ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کیلیے انکا دماغ اپنی جگہ پر آ گیا تھا کہ خود ہی اسکا اقرار بھی کر لیا

لکھتے ہیں کہ میرے پاس خواہ مخواہ ہرزہ سرائی اور خانہ رسائی کیلیے زیادہ وقت نہیں ہے (اسکے بعد وہی پھکڑ ہی) لیکن مین کہے بغیر نہیں رہ سکتا زبان اردو میں استعمال کے اتنے الفاظ گھل مل گئے ہیں کہ اسکے بے میل لکھنے کی وہی شخص جسارت کر سکتا ہے جو مختلف زبانون کا ماہر ہو لیکن بحالہ اسکے برعکس ہے ٹوٹی پھوٹی زبان

کیا آئی بیرونی زبان سے اظہار خیال کرنے پر قادر
کیا ہے، شاعری کی تپ دق شروع ہو گئی کہ
یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ بیماری جان لیکر جاتی
آتی ہے اور جان لے کے ساتھ جاتی ہے اسی
دوران میں اسی بیماری کے دورے اٹھنے
لگتے ہیں جس کا ایک نمونہ میں نے پیش کیا۔
ذرا اس بےدال کے بودم کی تحریر ملاحظہ
ہو کس قدر لغو بیہودہ اور خناق ہے۔ کیا ایک
غلطی کا ملال اس بات پر دال ہے کہ مولانا بھی
اردو کو دوسری زبانوں سے الگ نہیں کر سکتے
اور یہ کس نے بتلا دیا کہ انسان یک بیک معراج
کمال کو پہونچ جاتا ہے کیا اتنا بھی معلوم نہیں کہ
مہارت کچھ دنوں کے بعد ہوتی ہے شروع شروع
ہر کام میں دقتیں پیدا کرتی ہیں۔ یہ سب ان
کوتاہ بین نظروں کا قصور ہے کہ اتنا بھی سمجھنے
سے معذور کر دیا۔
آخر میں ناظرین سے گذارش ہے کہ میں نے
جو یہ طرز تحریر اختیار کیا ہے اس نظریہ کو مدنظر
رکھتے ہوئے کہ جیسا مخاطب ہو ویسا ہی
انداز گفتگو بھی ہونا چاہیے کیونکہ اگر کسی بگی
یا حجام کو آپ اور جناب کہکے مخاطب کیا جائے
تو یقیناً وہ آسمان پر چڑھ جائے گا اسی طرح
یہ اول بھانڈ بھی اسکے مستحق نہیں کہ ان سے
متانت اور سنجیدگی سے گفتگو کی جائے۔ دعا
کرتا ہوں کہ اللہ ان ادبی غیر مہذب پھکڑ
بھانڈوں پر رحم کرے۔
امین دعا از من و از جملہ جہان آمین آباد
بدیع الزمان تمیز (از اللہ آباد)

ضروری گذارش

جن حضرات کے نام وی پی روانہ کیے جا چکے
وہ براہ کرم وصول فرمالیں باقی دار اصحاب
قیمت کا منی آڈر جلد از جلد ارسال فرمادین

توسیع اشاعت کی طرف اپنی توجہ مبذول
فرمائیں خطوط اور منی آڈر بھیجنے والے
اصحاب نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں
"منیجر اودھ پنچ لکھنؤ"

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۱ سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء
بعدالت جناب منشی سید اعزاز رسول صاحب بی اے ایل ایل بی اسسٹنٹ
کلکٹر درجہ اول سنڈیلہ ضلع ہردوئی
گنیش پرشاد ولد بجے رام برہمن ساکن موضع ہیبہ پرگنہ
گونڈوہ تحصیل سنڈیلہ ضلع ہردوئی مدعی

بنام

رام ناتھ ولد پریم سردین قوم برہمن ساکن موضع دیولی کاشتکار موضع
ہیبہ پرگنہ گونڈوہ تحصیل سنڈیلہ ضلع ہردوئی مدعاعلیہ
ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible]
[illegible]
۱۱ جون ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام سنڈیلہ اصالتاً یا معرفت
وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور
جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ
کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور
جواب دہی دعوی کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز
جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے
استدلال کرنا چاہتے ہو۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ
اگر بروز مذکور تم نہ حاضر ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری
تمہارے مسموع اور منفصل ہوگا۔ بثبت میرے
دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۵/۰۴ ماہ ۱۹۳۶ء
جاری کیا گیا
دستخط حاکم بخط انگریزی
مہر عدالت

روزنامہ سیاست کا یوم رحمۃ للعالمین
رسول نمبر

پہلے ہفتہ میں شایع ہوگا ۲۷ مئی تک لے لیجائینگے
تقریب عید مولود شریف روزنامہ سیاست لاہور
رسول نمبر جون کے پہلے ہفتے پورے آب و تاب کے ساتھ
منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو جائے گا۔ اس نمبر کی غیر معمولی تعداد اشاعت
اور خاص اہمیت کے پیش نظر ملک کے بہترین دماغ اسے کامیاب بنانے
کے لیے مخلصانہ سعی فرما رہے ہیں۔ یہ نمبر ۲۰×۳۰ تقطیع کے تقریباً
۴۸ صفحات میں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوگا اسلئے جو حضرات
رسول نمبر کی وسیع اشاعت سے استفادہ کے متمنی ہیں وہ اپنے
اشتہارات ۲۰ مئی تک فرمائیں بعدہ درصورت بعد میں عدم
اشاعت کی شکایت بیجا ہوگی۔ آپ یہ لاجواب
تحفہ صرف ۱ر کے ٹکٹ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔
المشتہر
مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست لاہور

نوٹس حسب دفعہ ۹ انکمبرڈ ایکٹ

نمبر مقدمہ ۵۷ سنہ ۱۹۳۵ء زیر بار قرضہ
اجلاس جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم گونڈہ
تاریخ پیشی ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء
مساۃ ازراجا بیوہ رام بخش سنگھ قوم چھتری ساکن امری بیگم گنج پرگنہ ڈکسر
تحصیل طرب گنج ضلع گونڈہ سائلہ

بنام

۱۔ ترلوکی ولد چھتر سنگھ ساکنان موضع امری بیگم گنج پرگنہ
۲۔ خیر بہادر سنگھ ولد بھبوتی سنگھ ڈکسر ضلع گونڈہ فریق ثانیان
ہرگاہ درخواست سائلہ حسب دفعہ ۴ ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۹۳۴ء عدالت جناب حاکم تحصیل صاحب
طرب گنج سے مشتہر ہو کر عدالت ہذا میں موصول ہوئی ہے اور سائلہ نے بتحریری حسب
دفعہ ۸ ایکٹ مذکور داخل عدالت ہذا کر دیا ہے لہذا فریق ثانیان مذکور بالا مسمیان
خاص و عام کو بذریعہ نوٹس ہذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ جس شخص کا قرضہ ڈگری شدہ یا غیر
ڈگری شدہ بلا مذات و جائداد سائلہ مذکور بالا ہو وہ قرضہ مذکور کے بابت بتاریخ
اشاعت نوٹس ہذا سے تین ماہ کے اندر اپنا بیان تحریری حسب ایکٹ مذکور اصالتاً
خواہ بذریعہ وکیل جو کہ حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو داخل عدالت ہذا کرے و نیز
ضروری کاغذات بھی شامل بیان تحریری خود میں داخل کرے بعد انقضائے میعاد
مذکور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اور فیصلہ درخواست یکطرفہ بعدم
حاضری فریق خواہان ہوگا۔
المرقوم ۶ / مئی ۱۹۳۶ء
دستخط حاکم بخط انگریزی
مہر عدالت

سب سے بہتر عمدہ اور سستی سگریٹ کون ہے؟
ڈائمنڈ اینڈ گولڈ فلیک

جسکو میں نے خود استعمال کیا اور برابر استعمال کرتا ہوں
لہذا شائقین سے امید ہے کہ وہ اپنے دیس کی کم
خرچ بالا نشین سگرٹ کو پسند فرمائینگے سول ایجنٹ
ایم۔ آر۔ گیسری حاتم نبک ڈائرکٹر جیب پلینگ
[illegible]

WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES
REGISTER D No 783
OUDH PUNCH
LUCKNOW.
اودھ پنچ
1936
M. Z. KHAN ARTIST
FGAWAN LUCKNOW

بھلا بتائیے یہاں متکلم نے ظاہرِ کلام کے خلاف کب ارادہ کیا ہے جو آپ فرماتے ہیں۔
"خانہ کرانور یہ کے محل پر تو ایسا کلام کمال زباں آوری کے لیے مایۂ ناز ہے" واہ حضرت واہ معلوم ہوا کہ آپ علمی اصطلاحات کے ماہرِ کامل ہیں۔ خدا کے لیے بے سمجھے بوجھے قلم نہ اٹھایا کیجیے۔ تحریر سند باقی ہے لوگوں کے واسطے ہنسنے ہنسانے کا دوامی سامان مہیا کر دینا اگرچہ ثواب کی بات ہے لیکن خود آپ کے افادات پر اس ہنسی کا اچھا اثر نہ ہوگا۔ آپ نے اس شعر کے چار حل اپنے نزدیک بہت کوہ کنی کے ساتھ لکھے ہیں۔ اس میں پہلے مصرعے کا مفہوم وہی ہے جو حضرت طباطبائی نے لکھا ہے۔ دوسرے مصرعے میں البتہ حقِ مطلب فہمی اس طرح ادا کیا ہے کہ شاعر اپنے جگر کے سوزِ ناتمام سے جھینپ گیا۔ قمری خاکستری اور بلبل قفسی کی صف میں آتے ہوئے شرماتا ہے دوسرے حل میں شاعر شرمایا نہیں بلکہ مغرور ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ میں تجھے کیا بتاؤں میرے جگر سوختہ کا نشان کیا میں بلبل و قمری کا سا اوچھا نہیں۔ مجھے جیسا نور عطا ہوا ہے ویسا ہی ضبط بھی گویا "نالہ" کہہ کے شاعر نے جوابِ دخلِ مقدر کا دیا ہے۔
تیسرے حل میں شرم و غرور کی جگہ شکایت نے لی ہے فرماتے ہیں ہم ایسے بدنصیب ہیں کہ سوزِ دل نے کلیجہ پھونک دیا اور دنیا نے نہ جانا کہ ہم پر کیا گزری۔ چوتھے حل میں اشتباہ ہے یعنی شاعر کہتا ہے کہ "ایک کا رنگ خاکستری ہے دوسرے کا سیاہ آخر ان دونوں میں ترجیح کس کو ہے یعنی میرے نزدیک تو قمری کو بلبل پر ترجیح ہے" واقعی الفاظ و قرائنِ لفظی و معنوی سے قطع نظر کے بعد جو جی میں آئے کہیے کوئی پرسش کا حق نہیں رکھتا مثلاً "مونالہ" ایک رنگریز کا نام تھا اس نے بلبل کو قفسی رنگ میں رنگا اور قمری کو خاکستری رنگ میں جگر سوختہ کا رنگ معلوم نہ تھا تو شاعر نے نالہ سے پوچھا اس نے کہا "انوکے"۔ رنگ کی جو حقیقت دیکھو وہی جگر سوختہ

ہے یا پوچھتے چلے جاؤ پھر بھڑبھونجے کی دکان پر پتا مل جائے گا وہاں نہ ملے تو کبابی کی دکان سامنے ہے اس سے پوچھ لینا۔ ورنہ زمانۂ آئندہ میں احتمالاً توجیہاً اور توریۃً حضرت بیخود دہابی نکلے گھبرانے کی بات نہیں۔

حضرت غالب کا پچھلا شعر ہے ؎

خو نے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو
معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے

جناب طباطبائی کے حل کا حاصل یہ ہے کہ تیری بے رخی یا چھچھورے پن نے وحشتِ دل کو افسردہ کر دیا معشوق ہو کر اتنی ٹھنڈی طبیعت عجب بلا ہے یعنی قابلِ نفرت ہے۔ مولانا فرماتے ہیں لفظ وحشت اس شعر میں مصنف نے ذوق و شوق کی جگہ پر باندھا ہے اور اصل میں وحشت کے معنی قریب قریب ہیں وہ یہاں نہیں بنتے۔
حضرت بیخود فرماتے ہیں "طرفہ بلا ہے" کے معنی عجیب (انمل) بے جوڑ تماشے کی بات ہے۔ اور وحشت کے معنی یہاں ولولے اور امنگ کے ہیں جسے معشوق اپنی زبان میں وحشت کہتے ہیں۔ جب عاشق معشوق کو چھیڑتا ہے یا بے تابیاں کرنے لگتا ہے تو عموماً اکثر اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوا دیا کرتا ہے جیسے یا وحشت یا پھر وحشت کی لینے لگے۔
مولانا طباطبائی نے "بلا" کی لفظ سے قابلِ نفرت ہونے کا قرینہ پیدا کیا ہے اس لیے کہ آفت و بلا قابلِ نفرت ہے۔ یہیں حضرت بیخود سے اس امر میں زیادہ اختلاف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی انمل بے جوڑ تماشے کی بات سہی۔ مگر وحشت کے ساتھ یہ نئے معنی خدا جانے کس لغت میں ہیں "زبانِ معشوق" نام کی کوئی لغت آج تک ہم نے نہیں دیکھی۔ نہ یہ قاعدۂ کلیہ دیکھا ہے کہ جب عاشق معشوق کو چھیڑے تو وہ کہے "یا وحشت" وحشت کی لینا اور بات ہے اور "وحشتِ دل" مع الاضافہ اور چیز ہے۔ پہلی اردو ہے دوسری عربی و فارسی سے مرکب۔

اس کے علاوہ غالب کا معشوق ہونا بھی کسی تاریخ میں ہماری نظر سے نہیں گزرا شعر میں قائل اس قول کا ؎

خو نے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو

خود شاعر ہے معشوق نہیں ہے جو "یا وحشت" اس کی مخصوص لغت کا لفظ ہو۔
اے حضرت وحشت کے معنی غم۔ ڈر۔ تنہائی وغیرہ ہیں۔ امنگ اور ولولے کے نہیں ہیں حضرت طباطبائی نے خود ہی فرما دیا کہ وحشت سے ذوق و شوق مراد لینا صحیح نہیں مگر آپ کو اشارہ مل جانے سے غرض ہے جھٹ ذوق و شوق کا ترجمہ ولولہ اور امنگ فرما دیا کہ کسی طرح طباطبائی کی شرح سے سرقہ کرنے کا الزام دفع ہو جائے چاہے اس جد و جہد میں "زبانِ معشوق" نامی لغت کی کتاب ہی گڑھنا پڑے۔ چنانچہ شعرِ سابق کی شرح میں صرف اتنا اشارہ حضرت طباطبائی نے کیا تھا کہ "یہ احتمال بھی ہے کہ اپنے جگر سوختہ کا حال شاعر پوچھ رہا ہے" آپ نے جھٹ اسی احتمالی معنی کی بنیاد پر تین چار دیواریں کھڑی کر دیں۔ یہ نہ سمجھے کہ اہلِ نظر تاڑ جائیں گے اور ان معانی کو حضرت طباطبائی کا چبایا ہوا لقمہ سمجھیں گے۔
غزل کے ساتویں شعر میں جناب بیخود کو کسی سے اختلاف نہیں شعر یہ ہے ؎

مجبوری و دعوائے گرفتاریٔ الفت
دستِ تہِ سنگ آمدہ پیمانِ وفا ہے

مگر لطیف نکتہ سن لیجیے فرماتے ہیں "کہ عہد کرتے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں گویا ہم سے اور معشوق سے پیمانِ وفا نہیں ہوا بلکہ مجبوری سے (یہاں مجبوری ذی روح تصور کی گئی ہے)" واہ ری بلاغت واہ ری رسائیٔ ذہن مجبوری میں روح کیسی ظاہری دلیل کے ساتھ پھونکی گئی ہے کہ جی عش عش کر گیا۔ غریب مرحوم شاعر کے فرشتوں کو بھی مجبوری میں روح پھونکنے کی نہ سوجھی ہوگی۔ نہ یہی خیال ہوگا کہ "دستِ تہِ سنگ آمدن" میں یہ نکتہ بھی مخفی ہے کہ عہد کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک

جلد ۲۱ نمبر ۱۴ و ۱۵

مضامین

(مورخہ ۱۴ و ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

نظم

اے خاک وطن بہ سر ہوایت دارم — خواہم سر خود بزیر پایت دارم
از حب وطن عجب حکایت دارم — وز ہم وطنان بسے شکایت دارم
اے مادر ہند نا خلف سے باشم — در دل چہ از کس ابجایت دارم
اے اور مہرباں نہ کوشم صد حیف — جنت را نا بزیر پایت دارم
چوں پیر زنے شوق خریداری نیست — بے زر ستم کجا بہایت دارم
مانند کن دیگ دو حرف ارزانی دار — ذوق گفتار بے نہایت دارم
بگذار ناصحان چرا گوش شنوم — در گوش چو ہر لحظہ صدایت دارم
آگاہ بہ جرأت بزرگاں ہستم — از ارجن و بھیم خوش حکایت دارم
خواہم کہ بزد د جائے خود ہمسازی — خالی در دل ہمو نہ جایت دارم
ہر گفتۂ من زجان و دل گوش دہید — اے ہم وطناں چشم عنایت دارم
چوں می گویم بہ ہوش کے می مانم — اندر سر خود شنایت دارم
اے عشق بیا ببیں کہ عالم چون ست — استادہ بہ پیش خود نوایت دارم
از چشم خودت بہ بینم آزاد بہ شہر — در دل ایں آرزو لقایت دارم
تہذیب قدیم خود عزیز است مرا — از پیش رواں دو صد روایت دارم
نازم بہ خود من از گزی و کہدر — کاین پارچہ ہائے بے بہایت دارم
اے خاک وطن دریغ از نبوہ مدار — عشقت بہ رگ و ریشہ سرایت دارم
از مثل بزرگان سلف نیستے — تہذیب قدیم خوش نمایت دارم
از لعل لبت بوسہ نہ گیرم چرا — و تکیہ بہ خوشدلی رضایت دارم

بشنو ز ندیم کو ہمیں می گوید
شوق پرواز در ہوایت دارم

ہندی ندیم

غزل

(از مولوی ام مخدوم علی صاحب سہروردی تاب وکیل ہائیکورٹ دگلبرگوی، مقیم حال نظام شاہی روڈ۔ بدرالدین بلڈنگ حیدرآباد دکن۔)

وہ آج سے کے نکلے حلوے کی تھالیاں ہیں — ہو جائیں جمع جلدی چھینے سو والیاں ہیں
لذت ہے ان میں ایسی کیا بولیں کیا بتائیں — اُس گل کی گالیاں بھی ہم کو سہالیاں ہیں
رشوت سمجھ کے نقدی لیتے نہیں ہیں وہ بھی — ہر طرف سے لیتے رنگین ڈالیاں ہیں
مجنوں پڑا ہوا ہے خواب گراں میں دیکھو — نیلام گھر میں آئی لیلیٰ کی بالیاں ہیں
بیٹے کا ذکر چھوڑو مجنوں کی ہو چکی وہ — ہاں اب تمہاری خاطر مجنوں کی سالیاں ہیں
پوڈر سے رنگ کالا گورا نہ ہو سکے گا — یہ کالی عورتوں کی سب خوش خیالیاں ہیں
کالے کا بخت کالا کوئے کا بخت اُجلا — جس رنگ کا ہے بودھا ویسی ہی ڈالیاں ہیں
ادب لطیف نکلو تو لے ادب کہاں سے؟ — "پنجاب" میں ادب منزل کیا تیری لالیاں ہیں
بدکار مرد سارے[ع] اُف نل ہیں گندگی کے — بدکار عورتیں سب تو گندی نالیاں ہیں
اہل جہاں کا نقشہ اکبر[ع] نے خوب کھینچا — چھینٹے تو تالیاں ہیں۔ ہائے تو گالیاں ہیں

خوشحالی اور ذکاوت طباعی اور ظرافت
اے تاب دیکھو یہ سب اکبر کی سالیاں ہیں

مراسلہ سلسلہ نقد لغات

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب تسلیم۔

جو تنقید اودھ پنچ میں نور اللغات کے انگریزی لغات کی بابت نکل رہی ہے۔ اُسے میں شروع سے بغور دیکھتا رہا ہوں۔ یہ تنقید محنت و قابلیت سے لکھی جا رہی ہے۔ جس قدر اعتراضات کئے گئے ہیں وہ واجبی اور صحیح ہیں۔ شاید ہی کوئی اعتراض قابل گرفت ہو۔ میرا خیال ہے کہ یہ تنقید لاجواب رہے گی۔ اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ کیا ہوا اگر جعفری صاحب کے ایسے معترض پیدا ہو گئے۔

اب تک جو مراسلات جانبین سے شائع ہوئے ہیں اُن کا خلاصہ اور اُس پر تبصرہ عرض کرتا ہوں۔

(۱) پہلا اعتراض جعفری صاحب کا اڈی کیمپ پر تھا۔ ناقد نے سہو قلم تسلیم کر لیا۔ تنقید پر اس سہو کا اثر اس وجہ سے نہیں پڑتا کہ جعفری صاحب نفس اعتراض کی تغلیط نہیں کرتے۔

اتنی طولانی تنقید میں سہو قلم ہو جانا کون سی بڑی بات تھی۔ اس عذر

ع لاجواب شعر ہے واہ صاحب کیا کہنا! پنچ ع اکبر سے مراد السید اکبر حسین صاحب اکبر بی۔ اے الہ آبادی ہیں۔ پنچ: یہ خاندان کہاں بستا ہے؟!

کے بعد خاموش ہو جاتا تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس گرفت کو جعفری صاحب طرۂ افتخار بنائے ہوئے ہیں۔ میں جعفری صاحب سے اسی قدر کہوں گا۔ انچہ فخر تست آں ننگ فن است۔

(۲) نور اللغات میں لفظ روڈر درج تھا۔ ناقد نے اعتراض کیا تھا کہ روڈر غلط ہے اُردو میں ریڈرز بانوں پر ہے اور انگریزی تلفظ ریٹر ہے۔ جعفری صاحب نے اعتراض تسلیم کیا۔ لیکن رائٹر کو بھی غلط کہا۔ اور تحریر فرمایا کہ روئٹر صحیح تلفظ سے زیادہ قریب ہوگا۔

ایک جواب ناقد نے بہت ہی معقول دیا تھا لیکن کیا کیجیے جب معقولیت غیر مقبول ہو۔ اسی طرح جعفری صاحب رائٹر کو روئٹر اور انتہی یہ کہ ہال کو ہول اور کال کو کول لکھتے ہیں۔

میں جعفری صاحب سے اس قدر عرض کروں گا کہ جناب والا (Hall) کو لکھتے ہیں۔ اب فرمائیے۔ (Walk) اور (Hole) کس طرح لکھیں اور حضور (Comma) کو کوما تحریر فرماتے ہیں۔ لہذا یہ بھی ارشاد ہو کہ (Comma) کس طرح لکھا کریں۔

میرے خیال میں جعفری صاحب نے خواہ مخواہ کی بحث چھیڑی ہے۔ اگر اس طرح وہ بحث کریں گے تو ہر لفظ کے تلفظ پر بحث کر سکتے ہیں جعفری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ اغات کے مؤلف کے تلفظ پر اعتراض کرتے ہیں وہاں اتنا تلفظ بھی حتی الامکان صحیح لکھنے کی کوشش کریں جعفری صاحب کی عجب منطق ہے۔ ناقد کی تنقید ملاحظہ ہو وہ لکھ رہا ہے کہ روڈر غلط ہے اُردو میں ریوٹر زبانوں پر ہے اور انگریزی تلفظ رائٹر ہے۔ جعفری صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ روڈر غلط ہے ناقد کا اعتراض صحیح ہوا۔ دوسری فرمائش جعفری صاحب کی یہ ہے کہ اُردو کا تلفظ لکھ دو۔ ملاحظہ ہو۔ ریوٹر لکھا ہوا ہے۔ تیسری فرمائش یہ ہے کہ حتی الامکان صحیح لکھنے کی کوشش کریں۔ حتی الامکان صحیح لکھنے کی کوشش کی گئی آپ نہ مانیں تو مجبوری ہے۔

(۳) ڈگری کے تحت میں جعفری صاحب معترض ہیں کہ "مجوزہ مقصد" اور قانون کے بھی ہوتے ہیں۔ ناقد کا سیدھا سا جواب تھا کہ یہ معنی اُردو میں مستعمل نہیں لہذا نظر انداز کیے گئے۔ معلوم نہیں اس جواب میں کیا بات جعفری صاحب کو ناگوار گزری کہ بگڑ بیٹھے ہیں۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ جعفری صاحب اپنے ارشاد کے خلاف ایک حرف بھی سننا پسند نہیں فرماتے خواہ وہ کتنا ہی معقول کیوں نہ ہو۔ جعفری صاحب کے جواب کے بڑے حصے کا مطلب سمجھنے سے بندہ عاجز رہا۔ عجب بے پر کی اُڑائی ہے۔

(۴) نور اللغات میں ڈنر کے معنی "بڑا کھانا" درج تھے۔ ناقد نے ان معانی پر تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا۔ دن یا رات کو جو مخصوص کھانا ہو اُسے ڈنر کہتے ہیں۔ اگلے زمانہ میں دوپہر کو ہوتا تھا۔ فی زمانہ فیشن ایبل رات کے وقت ڈنر کھاتے ہیں۔

جعفری صاحب کو لفظ فیشن ایبل نظر آیا۔ بلا سمجھے اعتراض جڑ دیا کہ شاید فاضل مضمون نگار کو فیشن زدہ حضرات سے زیادہ الفت ہے۔ جعفری صاحب کو علم نہ تھا کہ اکسفورڈ کے ماہرین لسانیات نے بھی فیشن ایبل کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ناقد نے حوالہ دیا۔ لکھا کہ آپ کا اعتراض کم نظری پر

کلید جفر اسم اعظم کی تجلی کلید جفر

وہ حضرات مجھ سے ایک صد روپیہ انعام وصول کریں جو کہتے ہیں کہ عملیات حب نقش ہمزاد تعویذات بے اثر ہیں۔ مستحصلہ جفر سے لاٹری ریس کا نمبر کوئی بتا سکتا کیمیا نہیں بن سکتی۔ عمل انسانی نظروں سے پوشیدہ وہ سب کو دیکھتا ہے کوئی مرد ایسے کہیں نہیں ملتا۔ یہ کتاب عربی فقیر کے لکھی ہے اگر میری کتاب سے یہ بات حاصل نہ ہو یا میری کتاب کا ہر عمل نسخہ مثل تجلی کے اثر نہ دکھائے کتاب کی قیمت واپس سو روپیہ نقد انعام ثبات مرتبہ لعت کہنا قیمت حصہ اول ہے حصہ دوم ہے کشمیری لذت النساء باتصویر کوکا پنڈت کی اصلی کتاب قسم اول ہے قسم دوم عہ خفیہ کوک شاستر باتصویر عہ

طبیب روحانی ماہوار رسالہ جس میں رمل جفر نجوم عملیات پر مکمل بحث اخلاقی تمدنی مضامین ہوتے ہیں شہ ریس لاٹری کے نمبر ماہوار نکلتے ہیں سالانہ قیمت للعہ چند کتب طلسم حیرت، تعویذ حب مع دعا مفید المحبت معہ موہنی منتر عہ سنی مذہب کا دہلی ۲ رکیوان جو کہیں ہم دیوالی صاحب مرہٹان کا کورس ہے ہر قسم کے تعویذات کے لیے خط کتابت کریں فہرست بذریعہ مفت۔

روحانی بکڈپو ڈاک خانہ ناقوتہ ضلع سہارنپور

مبنی ہے۔ ایک ملائے مکتبی اپنی کم نظری کیسے تسلیم کرتا بوکھلاہٹ میں جو جواب الجواب جعفری صاحب نے تحریر فرمایا وہ آپ اپنی نظیر ہے۔ اول تو اپنے اعتراض سے یہ کہکر روگردانی فرمانا چاہی ہے کہ میں نے "فیشن ایبل رات کے وقت کھاتے ہیں" کو غلط نہیں کہا۔

اے سبحان اللہ۔ اودھ پنچ میں چھپا ہوا موجود ہے یہ کوئی زبانی گفتگو نہ تھی کہ کہہ دی کہے اور بدل جائیے۔ پھر یہ لکھا ہے محض دعوت کو نظر انداز کر گئے۔ یہ دوسری بوکھلاہٹ ہے۔ جعفری صاحب کا مطلب

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر رجسٹرار دوم گونڈہ

نمبر مقدمہ ۲۰ سنہ ۳۶ء انکم ڈسٹینس ایکٹ
پیشی ۷۔ اگست سنہ ۱۹۳۶ء

۱۔ جیمی ولد سلامت بخش
۲۔ عبدالحی } پسران فرحت خان
۳۔ عبدالستار }
۴۔ فیض اللہ } پسران جیمی خان
۵۔ عبداللہ }
۶۔ محمد منیر
۷۔ قطب اللہ } پسران فیض اللہ
۸۔ عبدالحلیم }
۹۔ محمد [illegible] بابن ولد عباس پولیت فیض اللہ
۱۰۔ علی [illegible]
۱۱۔ حیات } پسران عبداللہ
۱۲۔ عبدالجلیل }

ساکنان موضع [illegible] پرگنہ [illegible] تحصیل [illegible] ضلع گونڈہ

بنام

۱۔ مسماۃ ٹھکرائن اندر کنور زوجہ شمشیر بہادر سنگھ ساکن موضع سکری کویار پرگنہ رام پور ضلع گونڈہ
۲۔ ڈپٹی کلکٹر صاحب بہادر گونڈہ مہتمم کورٹ آف وارڈز ترولہ گونڈہ

زیر دفعہ ۹ ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۳۴ء مالک مقدمہ تمام تحلیہ قرضہ جات چونکہ سائلان مذکورہ بالا نے درخواست زیر دفعہ ۴ ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۳۴ء دی ہے جو حسب دفعہ ۲ ایکٹ مذکور عدالت ہذا میں منتقل ہو کر آئی ہے۔ سائلان مذکورہ بالا نے اپنا بیان تحریری نسبت دفعہ ۸ ایکٹ مذکور عدالت ہذا میں داخل کر دیا۔ لہذا نوٹس ہذا جاری کی جاتی ہے کہ تمام اشخاص جنکا قرضہ خلاف ذات و جائداد ڈگری شدہ و غیر ڈگری شدہ ذمہ سائلان مذکورہ بالا ہو تاریخ اشاعت نوٹس ہذا سے تین ماہ کے اندر اپنے اپنے قرضہ کی نسبت بیان تحریری داخل کریں۔ درصورت نہ حاضر ہونے کسی شخص کے اس کی غیر حاضری میں درخواست کا فیصلہ یکطرفہ کیا جاویگا اور بعدہ کوئی کسی قسم کے عذر کی سماعت نہ ہوگی۔

آج بتاریخ ۷۔ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کیا ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ "بڑا لکھانا" زیر تنقید تھا نہ کہ ڈنر۔ لہذا اگر دعوت کو نظر انداز کیا تو کیا قباحت ہوئی۔

(۵) ڈیم فول کی تنقید کے متعلق جعفری صاحب نے تین باتیں لکھی ہیں۔ اول یہ کہ ڈیم بمعنی باں۔ (جانوروں کے لیے) ایک کلمہ حقارت ہے انگریزی لغات میں نہیں ملتا۔ ذرا جعفری صاحب کی جرأت ملاحظہ ہو کہ حکم لگا دیا کہ کسی انگریزی لغات میں نہیں ملتا۔ جب چند لغات کا حوالہ دیا گیا تو بے ہنگام تحریر لکھ کر آخر میں لکھ دیا جناب کی ضخیم یا مختصر ڈکشنریوں سے کام نہ چلے گا۔ اس فقرہ سے جعفری صاحب نے ناظرین کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا ڈکشنریاں اس ثبوت میں پیش کی گئی تھیں کہ ڈیم فول میں (Damn) ہے حالانکہ ناقد نے اپنے جواب میں صاف لکھ دیا ہے۔ ان ڈکشنریوں سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ لکھنا کہ کسی انگریزی لغات میں نہیں ملتا مہمل ٹھہرا اور (Dam) کے معانی سے جعفری صاحب کا ناواقف ہونا اظہر من الشمس ہوگیا۔ لہذا جس مقصد کے لیے ڈکشنریوں کا حوالہ دیا گیا تھا وہ حاصل ہوگیا اب اور کیا کام چلتا۔ معلوم نہیں کہ اس طرح کی مغالطہ آمیز تحریر سے مقصد کیا تھا۔

دوسرے یہ سوال کیا تھا کہ ڈیم سکول کے کیا معانی ہوں گے۔ دفعۃً اب معلوم ہوا کہ جعفری صاحب اسکول کو سکول لکھنے والوں میں ہیں)۔ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے رائٹر کے تلفظ بہ حیثیت کی جعفری صاحب کو اختیار ہے کہ وہ رائٹر کو رواٹر اور ہال کو ہول یا اگر مزاج میں آئے تو ہولا بھی لکھ سکتے ہیں۔ اور کاما کو کوما لکھیں کس کی مجال ہے کہ معترض ہو۔

جعفری صاحب کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ڈیم اسکول میں (Dam) نہیں ہے بلکہ (Damn) ہے۔ لہذا ڈیم اسکول کے معانی کا سوال پرانا سینے تو کہدوں کہ مہمل ہے۔

جعفری صاحب نے جواب بجواب میں اپنی تیسری بات کو کہ ڈیم فول میں (Damn) ہے بہت طوالت دے کر لکھا ہے۔ اور اس طرح اپنی غلط فہمی پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔ حالانکہ یہ کیا جداگانہ بحث ہے کہ آیا ڈیم فول میں (Dam) ہے یا (Damn) سند نہ اب تک جعفری صاحب نے پیش کی اور نہ ناقد نے۔ یہ ایسے کا اختلاف ہے ایسے الفاظ ہر زبان میں ہیں۔ جن کے ماخذ کی بابت اختلافات ہوتا ہے۔ بہر حال یہ اپنی رائے ہے۔

میں ایک سوال جعفری صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ دی ڈوس ڈیم (Devil's Dam) میں ڈیم (Dam) یا (Damn) ہے اور اس لفظ کے یہاں کیا معنی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس ساری مراسلت میں ایڈی کیمپ کی گرفت بجا تھی جسے ناقد نے بھی بہ تکلم تسلیم کیا ہے۔ دوسرے اعتراضات جعفری صاحب ناواقفیت میں کر گئے۔ اب خفت مٹانے کو ادھر ادھر کی باتیں بناتے ہیں اور قائل ہونے کا نام نہیں لیتے۔ وہ قائل ہوں نہ ہوں ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ناظرین نکتہ رس خود فیصلہ کرلیں گے۔ رہ گئی رائٹر اور رواٹر کی بحث یہ بہت پرانی ہے نہ کبھی طے ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے لہذا اس کا ترک اولیٰ ہے۔ اسکول کو سکول اور اسٹول کو سٹول اور ہال کو ہول اور کاما کو کوما اور رائٹر کو رواٹر لکھنا جعفری صاحب کو مبارک ہو۔ ہم جاہلوں کو غلط ہی لکھنے دیں۔

آخر میں جعفری صاحب سے عرض ہے کہ ذرا سوچ سمجھ کر اعتراض فرمایا کیجیے دیکھیے ایک بار میں آپ نے تین ٹھوکریں کھائیں۔ ٹھوکر نمبر (۱) فیشن ایبل پر اعتراض ٹھوکر نمبر (۲) ڈیم کے معانی لغات میں نہ ملنا۔ ٹھوکر نمبر (۳) ڈیم اسکول کے معنی دریافت کرنا۔ دیکھیے قبلہ سنبھلیے ورنہ منہ کے بل آرہیے گا۔

حکیم انور علی قدوائی قصبہ سولی ضلع بارہ بنکی

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

(نمبر ۲۳)

گارجین۔ وہ شخص جو نابالغ کی ذات یا اس کی جائداد یا دونوں کا محافظ ہو۔

گارجین کے صرف قانونی معانی لکھ کر خاموش ہو گئے۔ گارجین کے عام معانی محافظ نگہبان سرپرست کے ہیں۔

گڈ نائٹ۔ رات کا سلام۔

نائٹ کا لفظ دیکھا لکھ دیا رات کا سلام۔ حالانکہ یہ رخصتی سلام ہے۔ اس سلام کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ گڈ نائٹ اب گفتگو ختم کرنا اور رخصت ہونا چاہتے ہیں۔

گروس۔ کیا انگریزی لفظ بھی گروس ہے ہم تو جانتے تھے گروس ہے۔

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر دوم ملیح آباد

مقدمہ نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۶ء

خلیل الرحمٰن سائل

بنام

بلاقیدار وغیرہ فریق ثانیان

۱۔ ... ساکن ملیح آباد محلہ شیخ چاند

۲۔ ... نابالغان ... بولایت ... ملیح آباد محلہ شیخ چاند

۳۔ رام بھروسہ لال ولد لالہ کنھی لال قوم ویش اگروال ساکن قصبہ ... ملیح آباد

۴۔ ولی الدین ولد غلام محی الدین قوم ... ساکن ملیح آباد

۵۔ غلام ... ولد حافظ غلام شاہ قوم شیخ پنجابی ساکن ریاست رام پور محلہ ... حبوبی

۶۔ نبیہ احمد ولد حافظ غلام شاہ قوم شیخ پنجابی ساکن ریاست رام پور محلہ اعلیٰ حبوبی۔

چونکہ سائل نے درخواست حسب دفعہ ۲ انکمبرڈ اسٹیٹس ایکٹ سنہ ۱۹۳۴ء حاکم پرگنہ ملیح آباد میں پیش کی تھی جو بغرض سماعت عدالت ہذا میں آگئی ہے لہذا جملہ قرضخواہان کو بذریعہ نوٹس ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ اندر تین ماہ تاریخ مشتہری نوٹس ہذا سے اپنا بیان تحریری اس عدالت میں پیش کریں ورنہ درصورت عدم حاضری کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جاوے گی اور آیندہ کوئی سماعت نہ ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

کارڈ - کے اصلی محافظ و نگہبان کے معلوم ہوتے ہیں۔
ریل کے سفر میں گارڈ سنا ہوگا معانی لکھ دیے ریل گاڑی
کا نگہبان - حالانکہ ٹرین گارڈ کے معنی ٹرین (ریل گاڑی)
کا نگہبان ہوں گے نہ کہ صرف گارڈ کے۔

گاس - ہوا - روشنی دینے والا دھواں جو
اکثر ہڈیوں سے پیدا ہوتا ہے - ہر سیال شے
مثل ہوا کے جو اپنا حجم اور شکل دونوں بدل سکے
گاس کہلاتی ہے۔

گاس معلوم نہیں کون کہتا ہے شاید مرتب اللغات
انگریزی تلفظ بھی گاس سمجھتے ہیں - بہر حال اردو
اور انگریزی میں تلفظ گیس ہے - معلوم ہوتا ہے
کہ ہمارے حاجی صاحب نے پہلے پہل یہ لفظ فصحائے
بمبئی کی زبان سے سنا یعنی عوام بازاری جو آج تک
گیس لائٹ کو گھاس لیٹ کہتے ہیں علاوہ اس کے جب
اتنی بڑی سند موجود ہے تو ہماری کیا مجال جو زبان
پر دو ابطال کھول سکتے۔

گیس کے معنی ہوا کے لکھنا جائز نہیں کیونکہ

نوٹس حسب دفعہ ۹ انکمبرڈ ایکٹ

عدالت جناب اسپشل جج صاحب بہادر درجہ دوم ضلع گونڈہ
نمبر مقدمہ ۲۲ ۱۹۳۶ء ابتدائی معمولی انکمبرڈ ایکٹ
تاریخ پیشی ۲۹ - جولائی ۱۹۳۶ء
شیخ نیاز احمد ولد حسن مہدی ساکن موضع [illegible] پرگنہ
تحصیل و ضلع گونڈہ

بنام

۱ - ماتا دین } پسران ہریہ شاد برہمن ساکنان [illegible]
۲ - سیارام } پرگنہ و تحصیل و ضلع گونڈہ

ہرگاہ مسمی نیاز احمد نے درخواست دفعہ ۹ ایکٹ ۵ ۱۹۳۲ء
عدالت ہذا میں ذریعہ صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گونڈہ
گزرانی ہے - اور منجانب اپنے بیان تحریری داخل کیا
ہے - لہذا جملہ اشخاص کو جن کا قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری
شدہ بالا درخواست دہندہ کی ذات [illegible]
تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گزٹ [illegible] اپنا اپنا [illegible]
تحریری نسبت اپنے قرضہ کے داخل کریں [illegible]
کوئی عذر بعد میں قابل سماعت نہ ہوگا اور درخواست
بعدم حاضری [illegible] مسموع اور فیصل ہوگا۔
آج بتاریخ ۲۷ مارچ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور
مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
دستخط حاکم بخط انگریزی
(مہر عدالت)

ہوا میں کئی گیسیں ملی ہوئی ہیں - اسی طرح ایک خاص
گیس کا تذکرہ معانی میں کرنا فضول تھا جو گیس ہڈیوں
سے پیدا ہوتی ہے اور روشنی دیتی ہے وہ ایک
خاص قسم کی گیس ہے کسی شے کی قسم کو بطور معانی
درج کرنا اصول تحریر کے خلاف ہے مثلاً گھوڑے
کے معانی ویلر کے لکھنا کب درست ہوگا۔

گڈ - اچھا - عمدہ - خوب - ۲ - پارسا - نیک
۳ - مفید - ۴ - اشراف - شریف۔

آٹھ عدد معانی خواہ مخواہ لکھ ڈالے - گڈ کے
معانی اچھے اور خوب کے ہیں بقیہ معانی تنہا لفظ
گڈ کے کسی لغت میں نہ ملیں گے - لفظ گڈ صفت
ہے اسم کے ساتھ مختلف معانی پیدا ہوتے ہیں -
مثلاً گڈ بوائے کے معنی نیک لڑکا - گڈ سوائل کے
معنی زرخیز زمین - گڈ منی کے معنی کھرا سکہ - گڈ ایٹر
کے معنی خوش خوراک گڈ فیملی کے معنی شریف۔
اسی طرح صدہا معانی پیدا ہو سکتے ہیں۔

گراموفون - اس کو فونوگراف بھی کہتے ہیں۔
اس میں شبہ نہیں کہ لفظی معانی دونوں کے ایک
ہیں - لیکن شکل دونوں کی بالکل جدا ہے لیکن
گراموفون کو فونوگراف کوئی نہیں کہتا - شاید
کاکوری کے جہلا گراموفون اور فونوگراف میں
فرق نہ کر سکتے ہوں - یا تو فونوگراف کا ذکر
نہ کرتا تھا - یا یہ الفرق بھی بتا دیا ہوتا مگر کہ ر
دماغ "یہاں تو دام سیدھے کرنے سے مطلب
ہے"۔

گرنٹ - (دانگ - گرانٹ) -
کاکوری اللغات کو نہ جانے کہاں سے اتفاق ہوا
کہ گرنٹ گرانٹ کی بگڑی ہوئی شکل ہے - غالباً
عبدالرشید تتوی کی کتاب میں لکھا ہو - کیونکہ وہی
ایک ایسا مصنف گزرا ہے جس نے غلط بیانی اپنا
نصب العین رکھا ہے۔

گلٹ - ملمع - کسی چیز پر سونا چاندی چڑھانا۔
۲ - مؤنث - گلٹی - گلٹ کے اصلی معنی سونے کے
ملمع کے ہیں لیکن اب استعمال میں ہر طرح کے
ملمع کے لیے آتا ہے - صرف سونا لکھتے تو لفظی معنی
صحیح ہوتے - معانی نمبر ۲ میں تو واقعی وہ داد تحقیق
دی ہے کہ اردو دان افاضل کی روح وجد میں
آگئی ہوگی گلٹی جو ایک قسم کا ورم ہے اور گیا گلٹ
یعنی ملمع آپ اس سراغ رسانی کو دیکھیے کہاں سے
گلٹی کے واسطے نر اور گلٹ کے واسطے مادہ تلاش کی
ہے ایک فلزات سے متعلق - دوسری حیوانات کے
اجسام سے وابستہ - کیوں صاحب اس جوڑے
سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام کیا ہے گلٹھی یا گلتھا۔

گون - ایک قسم کا ڈھیلا ڈھالا انگریزی وضع
کا زنانہ لباس - ۲ - ایک قسم کا کپڑا - (جان صاحب)

منگوائی گون سبز مخملی و دلائے بہن سرخ
قطامہ نیوں بہنوں محرم میں گون سرخ

۳ - جبہ جو جج اور وکلا پہنتے ہیں۔

حالانکہ حاجی صاحب بی - اے اور ایل ایل - بی
ہیں - انھوں نے یونیورسٹی کے کنووکیشن میں دو بار
گون پہنا ہوگا پھر بھی وہ گون کے معانی نہیں جانتے۔
ہم حاجی سے صرف اس قدر دریافت کرتے ہیں
کہ جب آپ بی - اے اور ایل ایل - بی کی ڈگریاں
لینے کنووکیشن میں گئے تھے تو آپ نے کون سا
گون پہنا تھا - اس وقت نہ آپ جج تھے اور نہ
وکیل - لہذا آپ نے جج یا وکلا والا جبہ تو پہنا
نہ ہوگا - ضرور ہو وہی انگریزی وضع کا زنانہ لباس۔
جان صاحب کے شعر میں پہننے کے ساتھ گون
دیکھا - لکھ دیا ایک قسم کا کپڑا اس کے مخمل وململ

نئے لاٹ صاحب

پنچ

ورود محمود

پنچ :- ابھی آئیے لاٹ صاحب گھبرائیے نہیں۔ آپ کچھ ولایت سے سیکھ کے آئے ہیں کچھ گزشتہ وائسرائے صاحب لکھ کے چھوڑ گئے ہیں۔ کچھ خود بخت کو سکھائے گا۔ آپ تو صاحب فہم ہیں یہاں سیکڑوں گھامڑ آئے ہیں اور حسن کارگزاری کے سپاسنامے لے کے جاتے ہیں۔ ہندوستانی خود ہی خوشامد میں سب کام درست کر لیتے ہیں۔

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ
شاخ
قنوج
حیدرآباد دکن
دھلی

معانی لکھنے سے بجز کاغذ سیاہ کرنے کے اور کیا حاصل ہوا۔

گیلری - تصویر خانہ - گرجے - تھیٹر کی کسی مکان میں بیٹھنے یا گزرنے کی جگہ۔

گیلری کے معانی معلوم نہ تھے۔ اور نہ کسی لغت میں دیکھنے سے سمجھ میں آئے۔ لہذا مجمل ومہمل معانی لکھدیئے۔ لغت دیکھنے والا تصویر خانہ کی بابت کیا خیال کرے۔ آیا گیلری کے معنی تصویر خانہ کے سمجھے یا تصویر خانہ میں بیٹھنے یا گزرنے کی جگہ کو گیلری سمجھے۔

گیلری متعدد معانی میں آتا ہے۔ زیادہ تر لمبے اور تنگ راستہ یا کمرہ کے لئے مستعمل ہے۔ راستہ بھی ایسا کہ چھت رکھتا ہو تصویر خانہ کو کبھی گیلری کہیں گے نہ کہ صرف گیلری۔

گڈ فرائیڈے - جمعہ کا دن۔

غالباً کاکوری اللغات صاحبہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ گڈ کا ترجمہ کیا کریں۔ لہذا جمعہ کا دن لکھ کر گلو خلاصی کر لی۔ اس سے غرض نہیں کہ ہر جمعہ گڈ فرائیڈے ہو گیا۔ صرف فرائیڈے کے معنی جمعہ کے ہیں۔ گڈ کا لفظ وصفی ہے جو کسی خاص جمعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہاں گڈ کے معنی "متبرک" زیادہ مناسب ہیں۔ ایسٹر سے پہلے جو جمعہ ہوتا ہے اُسے گڈ فرائیڈے کہتے ہیں اور اُسی کو متبرک سمجھتے ہیں۔

مرقع تصوف مع حالات صوفیا

اس مضمون پر اُردو میں سب سے پہلی کتاب تصوف کے تمام مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے اور تشریح کیسے ہر دعویٰ کی کہ اسلامی تصوف کے اصولی مسائل کیا ہیں نظام سے بیٹھے گئی ہر قلعی کھولی گئی ہے تصوف کا کوئی پہلو علیٰ الیسانہیں جس کو زیر بحث نہ لایا گیا ہو۔ تابل دید کتاب ہے حصہ اول ۸۰۰ صفحات قیمت صرف ۲ر علاوہ محصول ڈاک۔

(دونوں کتابوں کے خریدار کو محصول ڈاک معاف)

ملنے کا پتہ: دار التصوف معرفت جہاں گیر کمپنی لکھنؤ

گڈ نائٹ - رات کا سلام

گنوار اللغات نے نائٹ (رات) کے لفظ کو دیکھا اور رات کا سلام معنی لکھدیئے گڈ نائٹ رات کا سلام نہیں ہے۔ کاکوری اللغات صاحبہ انگریزی تہذیب وطرز معاشرت سے ناواقف محض معلوم ہوتی ہیں اُن کو ایسی معمولی بات بھی نہیں معلوم کہ گڈ نائٹ رخصت ہوتے وقت یا سونے جاتے وقت کہا جاتا ہے جس طرح اردو میں شب بخیر کہتے ہیں۔ لہذا گڈ نائٹ کے معنی شب بخیر لکھنا چاہئے تھے جو لفظی ترجمہ بھی ہوتا اور رواج کے بھی مطابق۔ اگر کاکوری میں خاص مطلب کے لئے رات کی ملاقات میں گڈ نائٹ کہتے ہوں تو اُس کی تشریح لازم تھی۔

گیلن - سیال یا پتلی اشیا کے ناپنے کا آلہ جو دو سیر دس چھٹانک کا ہوتا ہے۔

گیلن کوئی آلہ نہیں ہوتا بلکہ پیمانہ ہے۔ یہ پیمانہ ۲۷۷ ، ۲ انچ مکسر کا ہوتا ہے اور اس میں تقریباً دس پونڈ پانی سماتا ہے لہذا گیلن کا وزن سیال یا رقیق شئے کے وزنی یا ہلکے ہونے پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر رقیق شئے پانی سے زیادہ وزنی ہو گی تب گیلن کا وزن زیادہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ہلکی شئے ہو گی تب وزن دس پونڈ سے کم ہوگا۔

معلوم نہیں کاکوری اللغات نے دو سیر دس چھٹانک کہاں سے نقل فرمائے عبدالرشید ملتانی جو بات لکھتا ہے عجب ہوتی ہے۔ ہم نے ویبسٹر ڈکشنری اٹھا کر دیکھی کہ شاید

ضروری اطلاع

ایڈیٹر صاحب کی علالت کی وجہ سے ۱۹ اپریل کے پرچہ میں تاخیر ہو گئی۔ لہذا ۱۹۔ اور ۲۶۔ اپریل کا اودھ پنچ ایک ساتھ حاضر خدمت ہے۔ "منیجر"

زمزم اللغات نے اُس میں دیکھا ہو لیکن اُس میں بھی دو سیر دس چھٹانک درج نہیں ہے وہ بھی ہمارے قول کی تصدیق کرتی ہے۔

گنی - انگریزی سونے کا سکہ جو پندرہ روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔

یہاں بھی گنی ساورن کے برابر سمجھی گئی۔ ساورن کے تبصرہ میں مفصل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں صرف شستگی عبارت ملاحظہ ہو۔ انگریزی سونے کا سکہ۔ لفظ انگریزی صفت ہے سونے کی۔ مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ کسی قسم کا کوئی انگریزی سونا ہوتا ہے جس کا یہ سکہ بنایا جاتا ہے آگے لکھتے ہیں برابر ہے حالانکہ لکھنا چاہیے تھا تقریباً پندرہ روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔

گینڈس - (ائے) حضرت کو یہ نہ معلوم تھا کہ یہ کس لفظ انگریزی سے بگڑ کر بنا ہے۔ یہ لفظ انگریزی گیٹرس سے بنا ہے۔

لاٹ - (انگریزی لارڈ سے بگڑا ہوا) حاکم اعلیٰ۔ گورنر صوبہ کا حاکم جب ممالک متحدہ کا حاکم اعلیٰ لفٹنٹ گورنر ہوتا تھا اس وقت لاٹ صاحب کہلاتا تھا۔ لیکن جب سے گورنر ہوتا ہے تب سے کوئی بھی لاٹ صاحب نہیں کہتا۔ اب گورنر کہا جاتا ہے۔ کاکوری میں اب تک لاٹ صاحب کہتے ہوں یہ اُن کی جہالت۔

لاٹ - (انگریزی لاٹ سے ماخوذ) مختلف چیزوں کا ڈھیر جو نیلام کی بولی کو بل جائے۔ اور کا وہ حصہ جو الگ کر کے نیلام کیا جائے۔

لاٹ بندی - ہر انبار کا الگ الگ کر دینا۔

لاٹ کے معنی انگریزی میں ہیں ... یا قسمت یا وہ حصہ جو کل سے جدا کر دیا جائے۔ یا بہت بڑی مقدار یا تعداد۔

کاکوری اللغات نے نیلام کے سلسلہ میں جو کچھ سنا تھا وہ لغت میں درج کر دیا۔ اور معانی

معلوم تھے نہ درج ہے۔ پھر طرز تحریر ایسا کہ
کچھ سے کچھ معانی سمجھے جائیں۔ لاٹ بندی کے
معانی تحریر ہوتے ہیں۔ سہزانبار کا الگ الگ
کردینا۔ حالانکہ لکھنا چاہیے تھا۔ مال یا جائداد کو
حصوں میں الگ کردینا یا نیلام کی بولی کو کوئی لاٹ
نہیں کہتا۔ لکھنا ہی تھا تو یوں لکھا ہوتا کہ نیلام کی
کی اصطلاح۔

لام۔ دانگ

یہ لفظ کسی انگریزی لغت میں نظر نہ آیا نہ کبھی
سننے میں آیا معلوم نہیں کاکوری اللغات کو
کہاں سے ملا ہوا۔ یہ بھی کسی ملتانی یا لاہوری
کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ یہ لفظ فرانسیسی
لفظ لا آرم سے بنا ہے۔ جس کے معانی مسلح
ہونے کے ہیں۔

لائٹ ہاؤس۔ ۱۔ روشنی کا گھر۔ ۲۔ ایک
مینار جو سمندر میں چٹان کے اوپر اس لیے بنایا
جاتا ہے کہ جہاز ران ان کے ذریعہ سے
روشنی دیکھ کر عمیق پانی یا چٹان کے خطرے سے
بچنے کے لیے جہاز کو اُس کے پاس نہ لائیں۔

معنی نمبر۱۔ روشنی کا گھر لفظی ترجمہ کردیا ہے۔
محاورہ صرف معانی نمبر دو کے لیے مستعمل ہے
لہذا قوسین میں یہ عبارت لکھنا چاہیے تھی۔
(لفظی معنی روشنی کا گھر)۔

معانی نمبر۲ کی لطافت بیان ملاحظہ طلب۔
ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے روشنی
دیکھ کر۔ لائٹ ہوس کوئی آنکھ ہوتا ہے جس کے
ذریعہ سے روشنی دیکھی جاتی ہے۔ لکھنا چاہیے
تھا کہ جس کی روشنی سے یا جس کی روشنی دیکھ کر۔
جناب کو اس کی بھی خبر نہیں کہ لائٹ ہوس صرف
سمندر ہی میں نہیں بلکہ خشکی پر بھی ہوائی جہازوں
کے لیے بنائے جاتے ہیں۔

لبرل۔ آزاد۔ خودمختار۔ مطلق العنان۔
تین معانی لکھے اور تینوں غلط۔ آزاد نہیں بلکہ
آزاد خیال لکھنا چاہیے تھا۔ انگلستان کی
لبرل پارٹی نظر انداز ہوگئی۔ حالانکہ ریڈیکل پارٹی
درج لغت ہے۔

لفٹنٹ۔ بمعنی حاکم صوبہ انگریزی میں
نہیں آتے۔ لفٹنٹ گورنر ضرور حاکم صوبہ کو
کہتے ہیں۔ لفٹنٹ اُسے کہتے ہیں جو دوسرے
کے بجائے کام کرے یا وہ حاکم جو دوسرے حاکم
کی غیرحاضری میں اُس کا کام سرانجام دے۔

لیبر۔ یہ لفظ نظر انداز ہوا۔ حالانکہ
لیبر گورنمنٹ ابھی چند سال ہوئے انگلستان
میں رہ چکی ہے۔ لیبر کے معنی ہیں مزدوری یا محنت

لوفر۔ اتنا زبان زد لفظ بھی نہ لکھ سکے
شاید یہ طے نہ کرسکے کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔
اور نہ معانی دریافت ہو سکے ہوں گے لیکن
کاکوری اللغات کے لیے یہ کون سی مشکل بات
تھی۔ لکھ دیتے کہ پرتگالی زبان میں بندر کو
کہتے ہیں۔ اور چونکہ بندر آوارہ گرد ہوتا ہے
لہذا آوارہ گرد کو لوفر کہتے ہیں۔ یا یہ لکھ دیتے
کہ انگریزی لفظ لافر کی بگڑی ہوئی شکل ہے
انگریزی بول چال میں لافر آوارہ گرد کو کہتے ہیں

ناظرین صبر فرمایئے انشاء اللہ عنقریب معلوم ہو گا کہ
کاکوری اللغات اسی طرح کی کسی بات کی حامل
ہوں گی۔

یہ لفظ انگریزی ہے۔ تلفظ و معانی وہی ہیں
جو اردو میں ہیں۔

لیڈر۔ تلفظ غلط لکھا ہے۔ لیڈر لکھنا چاہیے
تھا۔ بی کاکوری اللغات صاحبہ کو یہ بھی نہیں معلوم
کہ اس لفظ کا تلفظ جس کے معانی خط یا حرف کے
ہیں۔ لیٹر ہے نہ کہ لیڈر یا لیٹر۔ انگریزی میں ان سب
الفاظ کے معانی جدا جدا ہیں۔

لیجر۔ تلفظ غلط لکھا ہے۔ لیجر ہونا چاہیے۔

(باقی آئندہ)

راف

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

توحضرت نے پہلی شرح سے فیض حاصل کیا مگر اس ارادہ طریق حق کو فراموش کرنے کے بعد لگے ادھر اُدھر کی اُڑان گھائیاں دکھانے "خاکسار ناچیز۔ نیازمند۔ فدوی۔ احقر" اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ "مکابرے اور خودستائی" کے ذیل میں استعمال فرمانا بھی ایک مخصوص انداز ہے جو "دیوان غالب کی شرحوں پر ایک سرسری نظر" میں اکثر جگہ ظاہر ہوا۔ اودھ پنچ ۲۲ اپریل و ۶ مئی میں تمہید جناب بیخود کی شرح پر اس وجہ سے نظر کی گئی کہ اس میں کچھ عیب موجود تھے مقصود یہ تھا کہ پہلے اپنی زبان کی موچ نکالنی فرض ہے غالباً چوٹ کری نہ تھی اسی وجہ سے "بچوں کے کھلانے والے طمنچے" سے تعبیر کی گئی۔ خیر دیکھیے اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

"مجھے معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ اعتراض جناب طباطبائی ہاتفایہ کی ندرت آفرین دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں۔ نمک مرچ اودھ پنچ نے لگایا ہے"

اس فقرے سے شاید حضرت بیخود اپنی ذکاوت حس ظاہر کرنا چاہتے ہیں ورنہ نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں کسی نے مضمون لکھا کوئی نمک مرچ لگانے کا مجرم ہوا بات قرینہ اور قاعدے کی کہی گئی بدلیل اور بے دلیل کا حال آیندہ کھل جائے گا۔

ہم مانے لیتے ہیں کہ جناب ضرور لال بجھکڑ ہیں صرف ذیل کے جملوں سے اصل مضمون نگار اور نمک مرچ لگانے والے کا حال معلوم کرلینا معمولی بات نہیں۔

"ابوالفضل بھی اسی راہ کا سالک ہے پھر کوسے جہالت آئی۔ جتنے لمحقات اس لفظ کے ساتھ ہیں سب کے مطالب کسی نہ کسی طرح انصاف و عدل کی طرف منجر ہوتے ہیں"

متذکرۂ بالا فقرات سے نام مضمون نگار یا کار نمک مرچ ریز کا انکشاف واقعی کسی بڑے جفار کے بھی مان کی بات نہیں۔ کمال ہو تو ایسا ہو شاعر کو الہام تو ہوتا ہی ہے۔ بھلا انعام آپ نے سنا اب دوسرا سنیے۔

"معترض علام کی غیر معمولی موشگافی اور حد اعتدال سے گزری ہوئی احتیاط مثلاً دارائی کے متعلق...... ایسی احتیاطیں جناب طباطبائی کے خصوصیات میں داخل ہیں میں اس وقت ان جناب کی شرح دیوان غالب سے ایک مثال دیدینا کافی سمجھتا ہوں۔ شعر غالب ؎

جو ہے تیغ بسر چشمۂ دیگر معلوم
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اُگاتا ہے مجھے

ارشاد جناب طباطبائی:۔

"مصنف مرحوم نے غفلت کی۔ یہاں ایران میں زہراب اہل زبان پیشاب کو بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ سے بچنا چاہیے تھا۔ لے میری اُردو دانی یہ چھپے ہیں جیسیں ہوتے والے مجھے اپنی بے نیازی و بے ادائی کا واسطہ ایک نظر ادھر بھی۔ دیکھو تو حضرت طباطبائی نے اتنی سی عبارت میں یہاں کہاں پر لکھ دیا ہے؟ ایران میں کہنے کے بعد اہل زبان کہنا کیا صرف بامحل ہے"

غالباً بیخود صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں مؤخر ہو گیا ہے جملہ یوں ہونا چاہیے تھا۔

"مصنف مرحوم نے یہاں یعنی اس محل پر غفلت کی"

اوّل تو کاپی کی تصحیح میں اس قسم کا ہیر پھیر اکثر ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کوئی غلطی نہیں۔ جو اشخاص اپنی تحریر میں اور بول چال میں فرق پسند نہیں کرتے وہ اکثر یوں ہی لکھتے ہیں "میں وہاں گیا تھا" "وہ میں گیا تھا وہاں" میں کوئی فرق نہیں۔

ممکن ہے کہ یہ فرق حضرت بیخود کی سمجھ سے باہر ہو۔ اس فقرے کے دوسرے حصہ پر یہ اعتراض ہے کہ "ایران میں" کہنے کے بعد اہل زبان کہنا صرف بے محل ہے۔

ہا! اے نمک مرچ سے متاثر ہوکے تلملانے بلبلانے والے مجھے اپنی آنسو بھری آنکھوں کی قسم سچ کہنا ایران میں دوسرے ملک کے رہنے والے تو نہیں ہیں سب اہل زبان ہی آباد ہیں؟ کیا ذم پہلو سے بچنے کا اہتمام صاحبان فن نہیں کرتے؟ کیا اس مقام پر ؎

ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اُگاتا ہے مجھے

یہ ایہام نہیں ہوتا؟ کہ پیدائش پیشاب سے ہے "سبب پیدائش" میں زہراب نہ داخل ہوتا تو اچھا تھا کیا کسی اہل زبان سخن گو نے ایسے مقامات پر "زہراب" نظم کیا ہے اور وہ ظرفا کے خندۂ بیجا سے محفوظ رہا ہے؟۔

آگے چل کے حضرت بیخود وعدہ فرماتے ہیں کہ "زہراب" کا دریا بہائیں گے۔ ذری شرح چھپ لینے دیجیے۔ یہ تو بڑی دیدہ ریزی کا کام۔ اقرار و الہام شاعرانہ میں سے تیسری بات یہ ہے:۔

"اجتہاد بے بنیاد اور دعویٰ بے دلیل جناب طباطبائی کا خاص انداز ہے چنانچہ اس مضمون میں بھی ارشاد ہوا ہے۔ مثال اجتہاد بے بنیاد۔ "قدیم محاورات میں کوئی تغیر جائز نہیں۔ محاورہ کبھی نہیں بدلتا"

کیوں حضرت یہ اجتہاد بے بنیاد ہے؟ یا ایک قانون کلی ہے جو ہر ایک زبان پر حاوی ہے ذری کسی محاورے کو توڑ مروڑ کے دکھلائیے۔ اور پھر اہل زبان کے سامنے نکو نہ بنیے۔ تو ہم جانیں۔ مثلاً حق کے ضائع ہونے اور محنت کے برباد ہونے پر شکایتہً لوگ کہتے ہیں "پھر بھی موت کا چلو ہاتھ میں" آپ "موت" یعنے زہراب کی جگہ پیشاب اور ہاتھ کی جگہ دست کہیے تو سہی۔ یا "فلاں شخص فلاں کا پیالہ پیے ہوے ہے" کے عوض آپ "فلاں کا ساغر پیے ہوے کاسہ پیے ہوے" ہے کہیے اور اہل زبان کی فہرست میں آپ کا نام باقی رہے تو ہم جھک کے سلام کریں۔ دعویٰ بے دلیل کی مثال میں معجزہ آراست دعادہ ریخت یہ جو تعرض کی گئی ہے اُس کی حقیقت پر آگے بڑھ کے بیخود صاحب بحث کریں گے لہٰذا وہیں اسکا جواب دیا جائے گا۔

گرو عدوں کی بہار کی جو مثال آپ نے دی ہے
اس کا جواب سنیے۔ مولانا طباطبائی نے اس شعر
کی شرح میں تحریر فرمایا ہے ؎
وضع میں اس کو اگر سمجھیے قافیہ تریاق
"سمجھیے" کا لفظ اس طرح نظم ہوا ہے کہ میم ساکن
اور جیم متحرک ہو گیا ہے اس لفظ کو اس طرح کسی نے
موزوں نہیں کیا اور نہ اس طرح محاورہ [illegible]
آپ مومن اور آفتاب کے شعر پیش کرتے ہیں مگر یہ
نہیں دیکھتے کہ مومن اور آفتاب کا یہ اجتہاد مقبول
نہیں ہوا۔ بس آپ کی سخن شناسی ایسے ہی مقامات
پر کھل جاتی ہے۔ شارح کا فرض تھا کہ وہ اس
اجتہاد کے عدم قبول کی طرف اشارہ کر دیتا مگر
بدنیتی کا بھلا ہو کہ یہ اشارہ بھی اعتراض پر محمول
ہوا۔ اگر آپ اس زمانہ میں بھی اس کا استعمال
جائز سمجھتے ہیں تو میاں کہ جو مومن تو یہ بھی کہا
ہے ؎
ہم یقینی جوش وحشت میں فلک پر پوچھیے
آپ بھی یوں ہی نظم فرمائیے ؎
اس بہکتی زباں پہ دیکھو بیاں شمع
گئے ہاتھوں آپ بھی "بہہ گئے" ؎
باتوں میں جو ٹل جائے عاشق ہی نہیں
اس کی تقلید بھی فرمائیے۔ خبردار جو آپ نے آؤں ہوں
جاؤں ہوں بولنا ترک فرمایا۔ کوئی معترض آپ پر
اعتراض وارد کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اگر
ایراد ہو تو جھٹ سے پرانے اشعار پڑھ دیجیے۔
حضرت کسی نے موزوں نہیں کیا کہنے سے
یہ مراد ہے کہ ہمارے زمانہ کے شعرا میں سے
کسی نے نظم نہیں کیا ایک آؤں ہوں جاؤں ہوں
پہ موقوف نہیں جتنے الفاظ دلی اور لکھنؤ والے
ترک کر چکے ہیں آپ ان کے استعمال میں آزاد
ہیں اس کے واسطے تعزیرات ہند میں کوئی دفعہ
نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ صحیح طرز تشریح
ہے کہ طالب علم کو اگلے پچھلے تصرفات بتائے
جائیں۔ مگر آپ کا یہ فرض نہیں نہ امکان میں
ہے ابھی آپ نے تھوڑی سی ورق گردانی کی ہے

ایک "سمجھیے" کے سمجھنے میں دیوان کے دیوان کے
دیوان الٹنے پڑے۔ اودھ پنچ کا یہ نمبر جب
پیش نظر ہو گا تو ورق گردانی کی محنت کچھ اور
بڑھ جائے گی اور آپ دیکھ لیں گے کہ ہم مسلسل
آپ کو سمجھانے کا فرض ادا کرتے رہے۔
نوٹ: بیخود صاحب نے ایک سے زائد
مقام پر اپنے مضمون میں یہ ظاہر کیا ہے کہ
اودھ پنچ میں صرف دو نمبر (یعنی ۲۲ اپریل
اور ۶ مئی) انھوں نے ملاحظہ فرمائے حالانکہ
بیخودی کے عنوان سے ۱۴ جون تک مسلسل
آٹھ نمبر شائع ہوئے اور شرح بیخود کے مالہ و
ما علیہ سے لمبی چوڑی بحث کی گئی ہے۔ اور یہ تمام
نمبر وقتاً فوقتاً ان کے نام روانہ ہوئے۔
ہمیں امید ہے کہ بیخود صاحب اپنی شرح کی
تنقید پر بھی ایک نظر فرمائیں گے۔ اودھ پنچ
کے نمبر ہمارے کرم دوست حکیم آشفتہ کے یہاں
سے بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں۔
ستمبر کا الناظر بھی دوبارہ انھیں کی عنایت
سے ملا۔ مگر دیر ہو گئی یعنی آج چوتھا روز ہے۔
جناب بیخود صاحب فرماتے ہیں۔
"میں نے ایسے مضامین کے لیے ایک نیا انداز نکالا
ہے۔ تمہید، شکریہ، داد، اصل مدعا، اور التماس جس
کے اجزا ہیں"
واقعی یہ جملہ انداز نئے ہیں آج تک کسی کو سوجھے
نہیں۔ ہاں صاحب یہ فیض سخن ہے "جو ڈھونڈھا
تن بایاں" مضمون فلک سے حضور کا گھوڑا ڈھونڈھتے
آتے ہیں۔ بارہا ہمیں وہاں کا راستہ بتانے میں
نقشہ کھینچنے کی ضرورت ہوئی۔ تمہید کو تو ہم نے
نہیں سمجھا اچھا لیا شکریہ کے تین وجوہ ہیں سے
اول وجہ تخاطب کا شکریہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ
مجھ سے ہیچمیرز کو قابل خطاب سمجھا یہی وہ احسان
ہے کہ اس کے شکریہ سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے
اگر واقعی یہ تخاطب قابل تشکر ہے تو حضرت بیخود کو
لازم ہے کہ اس شکریہ کا مرجع اپنے نفس کو سمجھیں
اس لیے کہ انھوں نے شرح طباطبائی پر ایراد فرمایا

اور مجبوراً دوسرے کو جواب دینا پڑا۔
دوسری وجہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ کتابیں نظر
دیکھنی پڑیں اور بہت سے ایسے مسائل مستحضر
ہو گئے جو گلدستۂ طاق نسیاں بن چکے تھے"۔ یہ
بجائے خود ایک دعویٰ ہے۔ ہم استحضار مطالب
کی بانگی دیکھیں گے تو صحت و سقم جانچیں گے۔
ابھی تو شک ہے۔ اگر کتابوں کی جانب رجوع
کے موجب ہم ہیں تو شاید یہ شکریہ ابھی ناقص ہے
تجدید نظر جب تک حد کمال کو نہ پہونچ جائے شکریہ
ملتوی ہی رہے تو بہتر جو بانگی تجدید نظر کی تمہید
میں دکھائی گئی وہ چنداں نہیں ہے۔ اس بے حقیقت
وجہ کا تتمہ تیسری وجہ ہے یعنی حضرت بیخود فرماتے
ہیں کہ میں جناب طباطبائی کے بعض اجتہادات
کی حقیقت ظاہر کر سکا ورنہ ان سے دنیا اس وقت
تک واقف نہ ہوتی جب تک اس ناچیز کی شرح
شائع نہ ہو جاتی۔ اگر مطالب و مسائل مستحضر ہو گئے
ہوتے تو یقیناً حضرت بیخود بجائے خود مقر و ملزم ہو کے
چپ ہو جاتے اور اپنی شرح کا نام لینے کی جرأت
نہ کرتے جس میں مطلب فہمی کا دخل واجبی ہی واجبی
ہے۔ ہر مجتہد پر اپنے مجتہدات میں تجدید نظر واجب
ہے۔ یہ شکریہ حضرت طباطبائی کی زبان سے بھلا
معلوم ہوتا کہ آپ کے ناوارد اعتراضات کی بدولت
انھیں اپنا مسلک واضح کر دینے کا موقع ملا۔
غالباً دنیا ایسی نامنصف نہیں ہے کہ ان کے
دقت خیال و دقت نظر کی داد نہ دے۔
رہا داد کا مرحلہ تو واللہ باللہ اودھ پنچ
حال کے شاعروں کی طرح داد کا منتظر نہیں رہتا
یہاں ادبی اصلاح مدنظر ہے جو کچھ امکان میں ہے
وہ حاضر ہے۔ چونکہ "تو مرا بستی خوش کردی من ہم
ترا بستی" کی رسم پرانی ہے لہذا ہم بھی آپ کی
برمحل شعر خوانی کی داد دیتے ہیں۔
ایک معصوم بچہ ماں کی گود خالی کرتا ہے اور
آپ اس محل پہ فرماتے ہیں ؎
دیوانہ چل کھڑا ہوا دامن کو جھاڑ کے
سمجھانے والے بیٹھے رہے ہاتھ جھاڑ کے

جلد ۲۱ نمبر ۱۵

مضامین

(مورخہ ۲۶-اپریل ۱۹۳۶ء)

سگ لیلےٰ سے منھ چٹوا اگر لیجئے لُطف ہے

(نمبر ۳)

شام کو نازنین کی ہمراہی میں جا کر ریچھ کو دوا کی گولی نگلنے کے لیے تیار کیا یعنی منھ پر تسمہ کسا۔ گلے میں زنجیر ڈالی۔ اس نے اس برتاؤ پر ذرا بھی اظہار ناراضگی نہیں کیا۔ مگر جب ہم لوگ موٹر خانے سے باہر آئے تو اس کے حرکات سے معلوم ہو گیا کہ اسکو نازنین کے "نظریہ تفریح" سے بالکل اتفاق نہیں ہے۔ میں نے بھی کہا نہیں ہے تو نہ سہی۔ کہیں مریض کی مرضی سے دوا تجویز کی جاتی ہے علاوہ ازیں میری بوا خدا ان کو اعراف نصیب کرے کہا کرتی تھیں کہ "دوا جتنی کڑوی اتنی اچھی" اور حکیم صاحب سے فرمائش کرتی تھیں کہ "دوا کڑوی ہی دیجیے بچوں کو دوا پلانا کیا! ایک ہی گھونٹ تو ہوتا ہے"۔ ہم لوگوں کا قافلہ یوں چلا کہ میں ریچھ کو آگے سے کھینچ رہا تھا۔ اور نازنین پیچھے سے ڈھکیل رہی تھی۔ پیار دلار۔ خوشامد درآمد۔ ڈانٹ ڈپٹ تمام قسموں کی خطابت بھی نچھاور ہو رہی تھی۔ مگر ریچھ کا حال یہ تھا کہ دو قدم چلتا اور پھر رک جاتا۔ اور گردن کو لمبے لمبے پینگ دینے لگتا۔ گویا بہت "لبیّ نہیں" کر رہا ہے۔ کچھ دیر بعد جب جی میں آیا دو قدم چل لیتا اور پھر رک جاتا۔ مگر مجھے اس کی کیا پروا میرا مقصد حاصل تھا یعنی نازنین ساتھ تھی۔

ہم لوگ تھوڑی سی مسافت کر کے سڑک پر آ پہونچے۔ ریچھ کو وہ جگہ نہ معلوم کیا پسند آئی کہ ٹانگیں پھیلا کر نہایت مستحکم ارادے سے بیچوں بیچ سڑک پر بیٹھ گیا۔ اب زبانی وجسمانی ہر قسم کے حملے ہو رہے ہیں کھانے کی چیزیں دور سے دکھا کر لالچ بھی دلائی جا رہی ہے۔ مگر اس کا ارادہ کسی طرح نہیں بدلتا۔ مرے پر اور سو درے۔ اسی وقت ایک گاڑی آتی دکھائی دی سواریوں کی وضع قطع نے فوراً بتا دیا کہ میری ہی طرف کے رہنے والے ہیں۔ میں نے فوراً منھ موڑ لی کہ صدمے پر نگاہ نہ پڑے۔ مگر ایک تو تماشا ہی نرالا تھا۔ دوسرے ہم لوگ (روڈ کلنڈر) "سڑک بند" کا سائن بورڈ بنے ہوئے تھے نتیجہ ظاہر ہے۔ گاڑی ہم سے دس قدم پر رک گئی۔ حالانکہ میرا منھ اُدھر نہیں تھا مگر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دس بارہ نظریں میری پیٹھ پر نشانہ باندھے تک رہی ہیں کہ کسی قسم کے بازیگر ہیں یہ لوگ۔ نازنین گاڑی رکتے ہی بے دھڑک اُدھر چلی گئی۔ اور ان لوگوں سے امداد کی طالب ہوئی۔ جب وہ معاملہ نہیں سمجھے تو اُس نے ایک لمبی تقریر کی نیو ڈالی۔ جس کا پہلا فقرہ "انسان کو چاہیے کہ اپنے ابنائے جنس کے علاوہ جانوروں کے ساتھ بھی بھلائی کرے" میرے کان میں پڑا تھا کہ ریچھ نے روانگی کا خود ہی قصد کر لیا۔ میں نے غنیمت جانا اور راس کو لیکر ایک گلی میں ہو رہا۔ یہاں اس شہر کے نونہالوں کی بڑی سی جماعت چھلی چھلیا کھیل رہی تھی۔ میرا کالا جھنڈا دیکھتے ہی دس سکنڈ کے اندر اندر چھوٹے چھوٹے لڑکے زن سے مکانوں کے دروازوں میں غائب ہو گئے۔ اور دس ہی سکنڈ کے بعد کوٹھوں اور چھتوں سے جھانکنے لگے بڑے لڑکوں نے ہمیں گھیر کر ہجوم کر لیا اور چاؤں چاؤں کرنے لگے "ریچھ والا کشتی لڑے گا" "ناچ دکھائی کیا ئے گا" ایک صاحبزادے نے اپنے چھوٹے بھائی کی معلومات میں یوں اضافہ کیا "دیکھو یہ کارنیوال کا ریچھ ہے۔ یہ بلاڈ گڈ گی کے تماشا کرتا ہے"۔ دوسرے نے کہا "ادھر آ ریچھ کو کھانے کو دیں گے۔ اور ریچھے آٹھ آنے پیسے۔ ایک لڑکا جو ذرا سن میں بڑا تھا اور اسی کے بقدر تمیز اور عقل میں بھی بڑا تھا پہلے لڑکے کو ٹوک کر بولا "ہونھ۔ یہاں تماشا دکھایئے آپ کو چار آنے فیس کے دیں گے"۔ میں نے اپنے کو ہمدرد اعدا کے نرغے میں تنہا پا کر نازنین کو یاد کیا اور پلٹ کر دیکھا۔ اس وقت مجھے لڑکوں کا قد چھوٹا بنانے میں خدا کی مصلحت سمجھ میں آئی یعنی میں لڑکوں کی چار دیواری میں گھرا ہوا تھا مگر پھر بھی ہر طرف دیکھ سکتا تھا۔ نازنین کا کوسوں پتا نہیں تھا۔ غالباً وہ ابھی تک مسافروں کو معاملہ کی نزاکت سمجھا رہی تھی۔ یا سمجھاتے ہی سمجھاتے ہوٹل پہونچ گئی تھی مگر اس کو یاد کرتے ہی ایک تدبیر سمجھ میں آ گئی۔ میں نے ریچھ کے کولوں پر لات رسید کی۔ وہ پہلے تو اچکا اور ایک بار جھوم کر آگے کو دوڑا۔ لڑکوں میں کھل بلی مچ گئی چل پڑے بیچ بچار۔ غل غپاڑا۔ بھگدڑ۔ ادھر جا ادھر جا۔ زن زن مکانوں کے دروازے بند۔ گلی میں سناٹا میں نے اطمینان کی سانس لی۔ اور چاہا کہ اب بدستور ٹہلتا ہوا چلوں۔ مگر اب تو میں ریل تھا۔ اور ریچھ انجن۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ ذرا اپنی رفتار کم کرے۔ مگر توبہ وہ ناشدنی کہاں ماننے والا تھا۔ اب پتا چلا کہ ریچھ میں کتنی قوت ہوتی ہے۔ بہر حال اسی طرح بلا مرضی خود در بدر واکراہ۔ مگر مجبور ہو اس خستہ بھاگتا ہوا گلی کے نکڑ تک پہونچا۔ وہ تو کہو گلی بھر میں سناٹا تھا ورنہ اس بے وقار رفتار پر مجھے بڑی غیرت آئی۔ گلی کو الوداع کہنے سے پہلے میں نے پیچھے نظر ڈالی کہ ذرا دیکھوں تو میرے نسخے کا اثر کیا کہ بدستور ہے پلٹ کر جو دیکھا اس سے خون خشک ہو گیا۔ اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ریچھ مجھے بھگا لایا ورنہ تماشا نہ دکھانے کی بڑی قیمت ادا کرنا پڑتی۔ گلی میں لڑکے تو نہ تھے ہاں ان کے والد صاحبان لٹھ لیے ضرور کھڑے تھے۔ سب سے زیادہ جس چیز نے میری روح فنا کر دی وہ ایک افغانی کی صورت تھی جو منھ لال کیے آنکھوں سے مجھ پر شعلے برسا رہی تھی۔ وہ تو کہو غنیمت ہوا کہ مجھے اس طرح سرپٹ

بھاگتے دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا کہ بھاگے ہوئے دشمن پر کیا حملہ کروں۔ ورنہ انسانی آواز میں طبل جنگ بجتا سنائی دیتا ؎

بیا تا چہ داری ز مردی نشاں

ریچھ نے رفتار میں کسی قسم کی کمی نہ کی۔ اب میں نے مجبوراً دوسری پالیسی اختیار کی یعنی ریچھ کے برابر دوڑنے لگا گویا مقابلہ ہو رہا تھا کہ دیکھیں آدمی آگے نکلتا ہے یا جانور۔ اسی طرح ہم دونوں دریا تک پہونچے۔ میرا "تازی دوڑنے" برا حال کر دیا تھا ایک ایک قدم سو سو من کا ہو رہا تھا۔ دریا کے کنارے کچی سی سڑک تھی جس پر ایک چھکڑے کو بیل آہستہ آہستہ کھینچ رہا تھا۔ چھکڑے پر ایک کسان لیٹا آرام سے سو رہا تھا۔ ہم دونوں بیل کے سامنے سے بھاگتے گزر گئے۔ بیل ریچھ کی صورت دیکھتے ہی بھڑکا اور بے تحاشہ بھاگا۔ چھکڑے میں موٹر کی رفتار آگئی۔ بیچارا بے خبر مسافر بیلن کی طرح لڑھکتا زمین پر آرہا۔ اور اسی طرح لڑھکتا چکر کھاتا چھکڑے کے مخالف سمت دور تک چلا گیا۔ میں نے دوڑ کر پہلے اُسے اٹھایا اور قبل اس کے کہ وہ واردات کو سمجھ سکے میں نے دوڑ کر بیل کو پکڑا۔ بگڑے بیل نے مجھے دھکا دیکر گرا دینا چاہا۔ مگر اتنے میں ریچھ نے جو ہاتھ سے چھوٹ کر ایک جھاڑی میں گھس گیا تھا اپنا روئے تاباں دکھایا۔ بیل فوراً آرام ہو گیا گویا کبھی بگڑا ہی نہیں تھا۔ میں نے کسان کو سمجھایا کہ تیرا بیل میرے کتے سے بلا وجہ بھڑک گیا۔ اور پھر ڈانٹا بھی کہ یوں سوتا ہوا استر پر چھکڑا لے کر چلتا ہے تیرا چالان کر دوں گا۔ ساتھ ہی ساتھ ہاتھ پر چار آنے پیسے بھی رکھ دیے۔ پہلی دونوں ترکیبوں سے زائد آخری ترکیب کامیاب رہی۔ اور کسان چپ چاپ چھکڑے پر بیٹھ کر چل دیا۔ اب سوال در پیش کہ ریچھ کہاں گیا۔ پہلے تو میں نے آوازیں دیں سیٹیاں بجائیں۔ مگر جھاڑیوں میں بدستور سکون و سکوت رہا۔ ایک طرف تو مجھے دس پندرہ منٹ ستانے کی

سخت ضرورت تھی دوسری طرف یہ خطرہ کہ کہیں نا سمجھ ریچھ دو ایک راہگیر یا نوکر کو نہ کھا لے۔ ناچار گھٹنوں کے بل جھاڑیوں میں گھسا۔ ادھر جھانکا اُدھر جھانکا۔ کان لگا کر آواز سنی۔ کچھ سن گن نہ پائی۔ نہ تاریکی پر کوئی کالا دھبا نظر آیا۔ کیڑے مکوڑوں کا الگ ڈر۔ سانپ کے نام سے میں ہمیشہ کانپ اُٹھتا ہوں اس کا الگ خطرہ۔ زندگی سے بیزار تھا۔ اور اسی وقت عہد کر لیا کہ اس لعنت کو ہوٹل لے جا کر بلا مزید غور و فکر کے گولی کا نشانہ نہ بنایا ہو تو اپنا نام نہیں۔ بارے بہت ڈھونڈنے پر ریچھ ایک طرف جھاڑیوں میں زمین پر لیٹا خراٹے لیتا نظر آیا۔ میں نے پاس جا کر رسی پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اس نے آنکھ کھولی مجھے دیکھا اور پھر بند کر لیں۔ میں نے ایک جھٹکا اور دیا۔ ڈانٹا مگر وہ بدستور سو گیا۔ یا سوتا بن گیا۔ جھاڑیوں میں کسی چیز کے سڑنے کی بو آرہی تھی۔ اس پر مستزاد میں جدھر مڑتا کانٹے چبھتے۔ اس کشمکش اور "جائے رفتن نہ پائے ماندن" نے مجھے بڑی کوفت ہوئی۔ اور طیش میں جو منھ میں آیا ریچھ کو کہہ گیا۔ دل میں کہا کہ اب جو ہونا ہو سو ہو اس کمبخت کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور چل کر ذرا دم تو۔

میں نے جھاڑیوں کے جھنڈ کو پھاڑ کر سر نکالا۔ تازی ہوا میں ذرا سانس لی کہ اسی وقت ایک طرف سے آواز آئی "کیا حضور کی کوئی چیز جھاڑیوں میں کھو گئی ہے؟"

پلٹ کر دیکھا تو ایک وردی پوش حولدار کھڑا میری طرف تاک رہا ہے۔ میں نے چہرے کی طرف ذرا کڑی نظروں سے دیکھا کہ تم کو دخل دینے کا کیا حق؟ مگر اُس کی نگاہیں اس مضبوطی سے میری نظروں کے مقابلے میں ڈٹی رہیں۔ گویا کہ جواب دے رہی تھیں "یہ حق ہے" "مجھے سب کچھ معلوم ہے"۔ میں نے سوچا کہ کہیں گلی کے والد صاحب یا "پانچنی" کھانے والے کسان نے تو یہ بلا میرے سر پر نہیں مسلط کی ہے مصلحتاً میں نے جھوٹ سے اپنی پردہ داری کرنا چاہی۔

"کچھ گرائی کوئی چیز نہیں ہے۔ تم کو دھوکا ہوا ہے۔ میں علم نباتات کا شوقین ہوں۔ یہ جھاڑیاں میرے لیے بہت کام کی ہیں"۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی [illegible])

نمبر مقدمہ
بعدالت جناب حاکم صاحب [illegible] نانپارہ [illegible] ریاست نانپارہ [illegible]

بنام

نواب سردار علی خاں عرف منجھو صاحب مدعاعلیہ
بنام نواب سردار علی خاں عرف منجھو صاحب ساکن [illegible] شہر لکھنؤ محلہ ظفر آباد و کاشتکار [illegible] قبضہ موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل نانپارہ ضلع بہرائچ

واضح ہو کہ میں نے تمھارے نام [illegible] دفعہ [illegible] ضمن ۲ بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۸ مئی سنہ ۱۹۳۶ء بوقت [illegible] بمقام بہرائچ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی کرو اور چونکہ یہی تاریخ تمھاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر تم جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۶ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم بخط انگریزی

"میں نے تو ایسا سنا کہ حضور کسی کو بُری طرح ڈانٹ رہے تھے۔"

میں سمجھ گیا کہ یہ کمبخت واقف معلوم ہوتا ہے۔ شہر کے لوگوں میں تو یہ چرچا ہو ہی گیا تھا کہ ایک "پوربی" شخص ذرا سنکی واقع ہوا ہے اور اس نے ریچھ پالا ہے۔ اگر کسی سپاہی کو یہ پتا چل گیا کہ "وہ پوربی" میں ہی ہوں۔ اور وہ ریچھ اس وقت میرے اختیار سے باہر ہو گیا ہے تو نہ معلوم مجھے اس کا کیا تاوان دینا پڑے۔ اس لیے میں نے جھوٹ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ دونوں ہاتھوں سے "ملاحی" "کانٹا جھاڑیوں سے باہر آیا اور بولا۔

"میں کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں رہا تھا۔ خالی جھاڑیوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا کہ ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ یعنی مجھے جیسی امید تھی جھاڑیاں ویسی نہیں نکلیں۔"

"یہ بات ہے؟"

لہجے سے تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ میری لنگڑی توجیہ کو اس کے ذہن نے قبول کر لیا۔ مگر اس پر بھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ میں نے چاہا کہ لاؤ اس کو باتوں میں لگا کر ٹالوں۔ قریب جا کر کہنے لگا:۔ "علم النباتات بھی عجب دلچسپ علم ہے......"

ابھی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ جھاڑیوں میں ایک زلزلہ آیا۔ پورے پورے درخت ہلنے لگے اور نازک شاخوں کے ٹوٹنے کی آواز آنے لگی۔ پتے کھڑکھڑانے میں جھاڑی سے کے

ادبی۔ علمی۔ مصور ماہوار رسالہ

حشر جالندھرسٹی (پنجاب)

یادگار علامہ آغا محمد حشر کاشمیری مرحوم ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں بڑی آب و تاب سے ۴۸ صفحات پر شائع ہوتا ہے لہذا آج ہی آرڈر خریداری بھیجئے۔ سالانہ چندہ صرف عہ/ بہترین ذریعہ اشتہار ہے۔ اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ــ مینجر

قریب جا کر دیکھنے لگا کہ کمبخت کیا کر رہا ہے۔ ریچھ ٹہلتا ہوا نکلا اور میرے برابر آ کر موٹی عورت کی طرح زمین پر بیٹھ گیا۔

حوالدار:۔ "حضور یہ بھی کوئی نباتات کی قسم ہے؟"

میں نے اقبال کر لیا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے ریچھ پالا ہے۔ مگر یہ کسی قسم کا آزار نہیں پہونچاتا ہے۔ بے حد نیک۔ سمجھدار اطاعت گزار جانور ہے۔ یقین دلانے کے لیے میں بیٹھ کر ریچھ کا سر تھپ تھپانے لگا۔ اس نے بھی سیر اپنا سر اپنی گود میں ڈال دیا۔ حوالدار مردم و مردم خوار کی اتنی گہری دوستی دیکھ کر متحیر ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا اگر یقین نہ ہو تو تم بھی اس کو تھپ تھپا کر دیکھ لو۔ وہ غریب ذرا ہمت کر کے آگے بڑھا اور ریچھ کے سر پر اس نے آہستہ سے ہاتھ لگایا۔ کچھ شامت زدہ کو یہ خیال نہیں رہا تھا کہ حوالدار کی پگڑی سرخ ہے۔ ریچھ کی نگاہ پگڑی پر پڑنا تھی کہ اس نے اپنا سر حوالدار کی ٹانگوں کے بیچ میں گھونس دیا اور بھاگا۔ حوالدار بیچارے کی دونوں ٹانگیں زمین سے اٹھ گئیں۔ اس نے گھبرا کر دونوں مٹھیوں سے ریچھ کے بال پکڑ لیے۔ دم کی طرف منھ کیے اس نے چند سکنڈ اپنی شہسواری دکھائی اور پھر اڑا ادھم زمین پر دو قلے کھائے۔ ریچھ فوراً دوسری طرف جھاڑی میں گھس گیا۔ میں حوالدار کے اٹھانے کو دوڑا۔ وہ جلدی سے خود کھڑا ہو گیا اور گرد و غبار جھاڑنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ بہت غصے میں بولا۔

"میں سمجھ گیا۔ تجربہ کر لیا۔ ریچھ کی حالت قابل عتاب نہیں کل ہی کپتان صاحب سے کہہ کر اُسے شہر بدر کراتا ہوں۔"

میرے پاس ابھی صفائی کے دو ثبوت تھے۔ ایک تو یہ کہ ریچھ بھوکا ہے۔ دوسرے یہ کہ حوالدار نے بیچارے ریچھ کے سر پر ہاتھ مارا۔ خواہ مخواہ ریچھ کو یہی خیال پیدا ہوا ہوگا کہ یہ شخص مجھے ٹیپ مار رہا ہے مگر حوالدار صاحب اتنے غصے میں تھے یا اتنے خوف زدہ کہ دونوں ہاتھوں سے گرد جھاڑتے بغیر صفائی سنے بھاگ گئے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا مجھے کالے بالوں والے ریچھ سے زیادہ لال سر والے ریچھ ناپسند ہیں۔ درخت کی ایک جڑ سے تکیہ لگا لیا۔ اور اطمینان سے سورج ڈوبنے کا تماشا دیکھنے لگا۔ آدھ گھنٹے کے بعد ریچھ کسی طرف سے نکل کر ٹہلتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ میں بھی سمجھ گیا کہ اب بھوک نے زور مارا۔ شاید اب اطاعت میں کچھ عذر نہ ہو۔ خیال ٹھیک نکلا۔ ریچھ نہایت فرمانبرداری سے ہوٹل تک چلا آیا۔ یہاں ناز مین سیری منتظر تھی میں نے اس سے حوالدار کی واردات بیان کی۔ اس نے فی الفور رائے دی کہ ابھی کپتان پولیس کے پاس چلو۔ میں نے روکا کہ ذرا انتظار کرو کہ کیا حکم ملتا ہے۔

بعدالت جناب اسپشل جج صاحب بہادر رجعیہ دوم گونڈہ

مقدمہ نمبر ۸ سنہ ۱۹۳۶ء ابتدائی معمولی زیر ایکٹ قرضہ

پیشی ۶ اگست سنہ ۱۹۳۶ء

محمد جعفر خاں وغیرہ سائلان

بنام

بھیا بریوہن سنگھ [illegible] فریق ثانیان

نوٹس

محمد جعفر خاں عمر ۴۰ سال (۲) صدیق احمد خاں عمر ۳۵ سال (۳) نیاز محمد خاں عمر ۱۶ سال نابالغ بولایت محمد جعفر خاں پسران [illegible] علی خاں ساکنان موضع رسوال [illegible] پرگنہ و تحصیل تردلہ ضلع گونڈہ سائلان

بنام

بھیا بریوہن سنگھ عمر ۶۰ سال [illegible] ساکن موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل تردلہ ضلع گونڈہ (۲) [illegible] سال [illegible] قوم کا یستھ ساکن موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل تردلہ ضلع گونڈہ (۳) [illegible] صاحب [illegible] ضلع گونڈہ (۴) مسماۃ بسم اللہ بی بی عمر ۳۰ سال زوجہ محمد جعفر خاں قوم پٹھان ساکن موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل تردلہ ضلع گونڈہ (۵) مسماۃ [illegible] بی بی عمر ۵۰ سال بیوہ عبد العباس خاں قوم پٹھان ساکن موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل تردلہ ضلع گونڈہ (۶) مہدی حسن خاں عمر ۲۴ سال ولد عبد الرحمن خاں قوم پٹھان ساکن موضع [illegible] پرگنہ و تحصیل تردلہ ضلع گونڈہ (۷) عبد الواحد خاں عمر ۳۰ سال ولد یار علی خاں قوم پٹھان ساکن موضع رسوال پرگنہ و تحصیل تردلہ ضلع گونڈہ فریق ثانیان۔

چونکہ مسیاں سائلان نے درخواست زیر دفعہ ۴ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۳۶ء عدالت ہذا میں بذریعہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گونڈہ کے گزرانی ہے اور بجوانب آپ بیان تحریری پیش کر دیا ہے لہذا حلقہ اشخاص کہ جنکا قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ مستدکرہ بالا درخواست سے کان کی ذات یا جائداد پر ہے وہ اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گزٹ سے اپنا بیان تحریری مع کیفیت سبب قرضہ جات کے داخل کریں ورنہ کوئی عذر ان کا قابل سماعت نہ ہوگا اور درخواست بعد مرور نظر [illegible] مسموع و فیصل ہوگی۔ آج بتاریخ [illegible] اپریل سنہ ۱۹۳۶ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

دوسرے دن دس بجے سٹی مجسٹریٹ کا ایک خط
ملا جس میں ریچھ کو ہوٹل سے باہر لے جانے کی ممانعت
کر دی گئی تھی۔ نازنین نے فوراً خط کا جواب
دینے کا ارادہ کیا۔ مگر میں نے اس سے باز رکھا۔
دل میں کہا چلو چھٹی ہوئی "نظر بہ تفریح" پر عمل کرنے
سے جان بچی۔ اس وقت مجھے اپنا وہ عہد یاد آیا
کہ یہاں پہنچتے ہی ریچھ کو گولی سے اُڑا دوں گا۔
عہد کے بھول جانے کا بہت افسوس ہوا۔
مگر کیا کرتا۔ اب تو دوسرا دن ہو چکا تھا۔ اور
عہد تھا اسی دن مار ڈالنے کا۔

(باقی آئندہ)

راف

افلاطون وقت

ادبیات

بہت زمانہ ہوا کہ اینجانب کا کلام پھر آرام طلب و آسائش پسند

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ

بعدالت جناب پنڈت تیج نرائن صاحب سرکوبی اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول
سیتاپور بمقام سیتاپور ضلع سیتاپور
راجہ بہادر راجہ سورج بخش سنگھ تعلقہ دار کسمنڈا استولی دفتر مندر شری
راجہ مادھو رشن جی کمہالپور پرگنہ تحصیل سدھولی ضلع سیتاپور مدعی

بنام

سدھاوند جواہر قوم کلوار ساکن بھگوان پور گرنٹ مدعا علیہ
بنام سدھاوند جواہر قوم کلوار ساکن بھگوان پور گرنٹ پرگنہ مہولی
تحصیل مصر کھ ضلع سیتاپور مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دفعہ ۲۱ ضمن ۴
ایکٹ لگان اودھ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ
۸ ماہ مئی ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام سیتاپور اصالتاً یا معرفت
وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل
امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو
کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ کی کرو
اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی
مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو
جنکی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے
استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز
مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۳ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء
جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی | مہر عدالت

ہوگیا ہے اس کا نقصان بیچاری زبان اُردو کو اچھی طرح
پہونچا اور یہی حال رہا تو ابھی بہت کچھ گل کھلیں گے۔ پہر
کر اول تو ہمارے ملک میں صاف گو اور سخن سنج ناکام
جو اہل کمالات کا قحط ہے۔ اور جو ٹوٹے پھوٹے ہیں
کونے میں دبے پڑے ہیں وہ جب پرچے لکھنے کے
قریب ہوتا ہے تو بولا جاتے ہیں "محض اقم الحروف"
کی شہرت کے بھروسے پر مضمون نظم ہو یا نثر درج
کر دیتے ہیں اس طرح اُردو زبان میں ایک قابل لعنت
اضافہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور مضمون نگار صاحب
کا دل بھی مسخر ہو جاتا ہے۔ مروت شکنی کے الزام
سے بچ جاتے ہیں۔ اس وقت مجھے "الناظر" لکھنؤ
کے دو ماہ پہلے نمبر میں چند یا کوئی صاحب کی ایک غزل
یا نظم "جذبات کیفی" نظر آئی۔ اس غزل نے کتنا
احسان اُردو غریب کی گردن پر کیا ہے مطلع ہے ؎

بس اتنی تمنا ہے مری آہ سحر سے
چھوٹے جو مرے دل سے تو اُلجھے یہ اثر سے

شاعر صرف اپنی آہ سحر گہی کے بارے میں یہ تمنا رکھتا
ہے۔ دیگر اوقات میں آہ کے واسطے اثر سے اُلجھنا
مفید نہیں۔ لہٰذا سحر تو ہے برائے بیت اب دوسرا
مصرعہ ملاحظہ ہو "آہ چھوٹنا" کہاں کا محاورہ ہے؟
آہ بھی کوئی گوز شتر ہے۔ یا کوئی محبوس قیدی؟ یا
ٹوٹی کنکیا جو نیم سے چھوٹتی اور ببول میں اٹکتی ہے۔
یہاں اُلجھنا بھی مبہم ہے۔ ایسے موقع پر اُلجھنے کے معنی
لڑنے کے لیے جائیں گے۔ لہٰذا اثر سے لڑنے کے
بعد "آہ سحر" کیا بنائے گی پہلا شعر ہے ؎

لایا تھا یہ دل تاب جو انداز ستم کی
اب بچ نہیں سکتا ہے محبت کی نظر سے

انداز ستم کی تاب لانا علت ہے اس امر کی کہ دل اب
محبت کی نظر سے بچ نہ سکے گا ہماری سمجھ سے تو
باہر ہے۔ دوسروں کے ہم ذمہ دار نہیں۔
دوسرا شعر۔ فرماتے ہیں ؎

یوں ڈوب کے نکلا نگہ ناز کا نشتر
دل سے جو بہ نکلا تو اُلجھا جگر سے

پہلے میں تو زمانہ حال کا واقعہ محسوس ہوتا ہے مگر دوسرے
مصرعے میں ایک تھا نہیں "ڈوب" تھا جچے ہیں۔

دوسرے یہ کہ نکلنے اور اُلجھنے سے کسی طرح ڈوبنے
نکلنے کی تصویر ذہن ناظر میں مرتسم نہیں ہوتی۔ یہ تو
کوئی شخص ایک عدد دل کلیجی اور ٹاٹ سیپے کا سوا
ئے کے سامنے آئے اور پہلے دل سے شوا نکلے
پھر جگر سے اُلجھائے تو سب کی سمجھ میں آئے آپ کو
فن ادب کی قسم بتائیے حاصل اس کمبخت نکالنے
اور اُلجھانے کا کیا ہے؟
تیسرا شعر ہے ؎

وہ آ گئے تقدیر کا گھر ہو گیا روشن
کیا کیجیے اسے چاند نکلا ہی کدھر سے

خالی "کدھر کا چاند یا کدھر سے چاند نکلا" کا محاورہ
کھپانے کے لیے تقدیر بیچاری کا گھر روشن اور اپنا
کلیجہ حزن و ملال تاریک بنا لیا۔
چوتھا شعر ہے ؎

ٹپکے جو زمیں پر تو ملے خاک میں آنسو
کیونکر وہ اُٹھے جس کو گرایا ہو نظر سے

نہ دامن میسر نہ رومال حاضر۔ زمین گیلی کرنے کے
بعد کیچڑ کے سوا لے گا کیا چاہے نظر سے کچھ گرا ہو
یا ناک کے نتھنوں سے۔ پانچواں شعر ہے ؎

اللہ رے یہ ٹوٹے ہوئے دل کی رسائی
پہنچے رہی تا عرش دعا اپنی اثر سے

کیا مطلب یعنی یہاں ٹوٹے ہوئے دل صاحب میں
اور دعا میں "دوڑ" شروع ہو گئی ٹوٹے ہوئے
دل صاحب عرش کی ٹٹی پھاند گئے اور دعا بیچاری
رہ گئی ہے۔
چند جہلات بے نتیجہ کے بعد ؎

ہے کشمکش جلوہ سے شق پردہ جلوہ
ٹانکیں گے اسے سوزن دل تاب نظر سے

غالباً مصرعہ ثانیہ میں "تاب نظر" کی جگہ "تار نظر" تھا
جسے کاتب نے تاب کر دیا بیچارے سی رہے ہیں خیمہ دوزی
کے فن کی مہارت دیکھیے نئی سوئی ہے نئی شکلی۔ اور
عالم تصور میں کیسا اچھا منظر بنتا ہے کہ واہ۔۔۔
"کلی سیالے ٹیوکلی" فرماتے ہیں ؎

بس لے کرم ضبط کہ دیکھا نہیں جاتا
برسے "کرم ابر" مگر اشک نہ برسے

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ چوک لکھنؤ
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ
شاخ
شاخ
قنوج
دہلی
حیدر آباد دکن

واقعی مشکل کہنے والے جو بات منھ سے نکالتے ہیں وہ سمجھ سے باہر ہوتی ہے۔ اول تو "کرم ضبط" کی ترکیب پھر "کرم ابر" بعد ازاں برسنے میں ابر کا مقابلہ۔

ارشاد ہے ؎

ناز ستم چرخ کو ہمت سے اُٹھاؤں
بیمار ہے تا حشر تو جاتا نہیں مر کے

واقعی سوال معقول ہے۔ ناز پھر کس کا؟ ستم چرخ کا۔ اللہ مشکل آسان کرے۔

اور سنیے ؎

بت نقش قدم ہم کو تباہی سے ڈرا کر
اچھا جو کیا ہیں ترے آئینہ ادھر سے

اتنا کہنا باقی رہ گیا آپ خود ہی کہہ لیجیے "لنگوٹی باقی رہ جائے" تو پھر سب ہی کہیں گے۔

مقطع ہے ؎

کیفی طرف کعبہ جانا ہے تو جاؤ
آیا ہر کوئی پھر کے بھی اللہ کے گھر سے

بات پرانی ہے اس کے بارے میں کیا کہا جائے۔

راقم
ادبار الشعر و الشعراء

کیا کہیے

مفت میں حکومت وقت اپنا کام بڑے بڑے مضمون بھیج کے نکال لیا کرتی ہے ہم سے کبھی پبلسٹی آفس نے یہ نہیں تقاضا کیا کہ مرسلہ مضمون ضرور چھاپو مکمل چھاپو اشتہار کی طرح نہ چھاپنا۔ اقتباس نہ کرنا تمہاری مہربانی ہوگی۔ چونکہ یہ پہلی فرمائش ہے اور ایک مہربان دوست یعنی پبلسٹی افسر صاحب کی عنایت سے موصول ہوئی ہے اس وجہ سے ہم اسے وقتاً دون وقت شائع کرتے رہیں گے غریب اودھ پنچ کے پاس اتنے

اوراق نہیں ہیں۔ فقط "اڈیٹر"

۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو ہز اکسیلنسی وائسرائے صاحب بہادر کا

براڈکاسٹ

(لاسلکی) اڈریس:۔۔۔۔

تھوڑی دیر قبل آپ ایک مختصر مگر نہایت اہم رسم کی ادائگی یعنی میری عہد وفاداری کو سن چکے ہیں۔ اب آپ کو اور آپ کے متعلقین کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جس وقت میں نے ملک معظم کے ساتھ پیمان وفاداری لیا تھا اور اپنی زندگی کو ہندوستان کی خدمت کے لیے وقف کیا تھا اس وقت میں جانتا تھا کہ میں صرف اپنے ہی متعلق نہیں بلکہ آپ سب صاحبان کے متعلق بھی کہہ رہا ہوں گزشتہ سال ملک معظم جارج پنجم مرحوم کی جوبلی کے موقعہ پر اظہار وفاداری اور ان کی وفات کے موقعہ پر اظہار غم سے آپ نے اپنی وفاداری کا تازہ ثبوت پیش کیا تھا۔ مجھے اس اہم موقع پر بھی یقین ہے کہ آپ اپنی خدمات کو بہ تن اپنے مادر وطن اور برادر ان وطن کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گے۔ قوانین امن و امان سے آپ خوب واقف ہیں اور یہی سب سے اہم ذمہ داری ہے جس کی انجام دہی اہل ہند کے ذمہ ہے اور جس کو سابق وائسرایان ہند نہایت خوبی سے انجام دے چکے ہیں اور جن کی خدمت کی انجام دہی کا فخر مجھے اب حاصل ہوا ہے۔ وائسرائے کے فیصلہ اور فرائض کے سب سے اہم فرض ملک میں امن و امان کا قائم رکھنا ہے آپ یقین فرمائیں کہ میرے لیے سب سے اہم اور بہتر خدمت یہی ہے کہ اس فرض کو میں نہایت مستعدی سے انجام دوں۔ تمام دنیا کی ترقی اور سیاسی ارتقاء کی روئیداد بلا شک و شبہ اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ دنیا میں بدامنی ملک کی تنزلی کا سب سے بڑا سبب ہوتی ہے۔ یہ اور وہ تمام ذمہ داریاں جو حسب قانون اور حسب ہدایات ملک معظم مجھ پر عائد ہوتی ہیں ان کو میں بلا خوف و خطر بلا جنبہ داری اور بلا رو رعایت یا خصومت کے انجام دوں گا اور قانون کے مطابق اور اپنی ذاتی

ٹلی

پنچ ؎
اے دوست بر جنازۂ دشمن چو بگذری
شادی مکن بر تو ہمیں ماجرا رود

ایک جیا ہے افریقی کو جو خونریزی کے لیے پاجی طریقے نہیں جانتا بچھاڑ کے ہنستے ہو؟

معلومات اور ملکی رسومات کی بنا پر ہر شخص کے ساتھ انصاف برتوں گا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ میں اس پیارے ملک اور یہاں کے خلیق باشندگان کے لیے اجنبی نہیں ہوں۔ زراعتی رائل کمیشن کے دوران سفر میں میں نے صرف صوبوں کے دیہات ہی کو نہیں دیکھا ہے بلکہ مجھے آپ کے بہت سے شہروں اور قصبوں کے دیکھنے کا اور نیز وہاں کے باشندوں سے ملنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ اور میں اُن کی عنایات کو کبھی نہیں بھول سکتا اور ان کے اخلاق اور دوستی کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اس وقت ہمارا دائرۂ تحقیق صرف برطانوی ہند تک محدود تھا اور وجہ سے بہت ہی تھوڑا موقع کسی ریاست کے دیکھنے کا ملا اور اس کی کو میں والیان ملک کی مہربانی سے بہت جلد پورا کرنے کی امید کرتا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندوستان کے والیان ملک کی

وفاداری کو جو ان کو ملک معظم سے رہی ہے خواہ وہ جنگ کے موقعہ پر یا امن و امان کے زمانے میں میں فراموش نہیں کر سکتا میں اس سلوک پر بھی جو تاج برطانیہ نے ہندوستان کے ساتھ کیا ہے بہا کہ بادہ پیش کرتا ہوں۔ رائل انڈین نیوی گو ابھی نوخیز ہے لیکن قدیم اور درخشاں بحری روایات کا وارث ہے اور مجھے یقین ہے کہ وفاداری اور کمال میں دیگر سرکاری ہندوستانی مسلح افواج کے ہم پلہ ہو گا بحری سول لارڈ کے عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے مجھے بحری معاملات سے واقفیت کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اپنے موجودہ عہدہ کے دوران میں بری اور بحری اور ہوائی فوجوں کی زندگی اور کام کے دیکھنے کا موقع ملے گا۔ میں اس شخص کی حیثیت سے کہہ سکتا ہوں جس نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اُن کے ساتھ دوران جنگ اور امن و امان میں گزارا ہے اور جس کی زندگی کا خوشگوار حصہ اُن فوجوں کے ساتھ صرف ہوا ہے یہ مجھے فخر اور خوشی کے ساتھ یاد آتی ہے کہ ۱۹۱۵ء میں شمالی فرانس میں میں نے ہندوستانی افواج کی وفاداری، ڈسپلن اور بہادری اور ان مراتب کو دیکھا ہے جن کو ملک معظم نے براہ کرم مجھے وہاں عطا فرمائے تھے اُن میں سب سے زیادہ میں فوج کے اُس جزو کے لانگ سروس ڈل کو جس میں کہ مجھے خود خدمت کرنے کا فخر حاصل ہے زیادہ وقیع سمجھتا ہوں اور واقفیت کی بنا پر اُن کی تاج برطانیہ اور ملک معظم سے وفاداری اور اپنے فرض کی انجام دہی کے متعلق شہادت دے سکتا ہوں۔ میں آئندہ مواقع کا نہایت خوشی کے ساتھ انتظار کر رہا ہوں جب کہ میں آپ کے ساتھ ہوں گا خواہ وہ پریڈ کا میدان ہو یا ٹریننگ کا انڈین سول سروس کی شہرت تمام سلطنت برطانیہ اور بیرونجات میں تسلیم کر لی گئی ہے میں تمام ہندوستان میں اس شعبہ کے ممبران سے اپنے موجودہ عہدہ

کے زمانہ میں اس امداد اور اعانت کی امید کرتا ہوں جو کہ اُنھوں نے میرے پیشرو وائسرائے کے ساتھ کی ہے۔ آپ کے ہمیشہ کے درخشاں روایات اس کے مقتضی ہیں کہ ہندوستان کے باشندگان کی خدمت میں اپنی دماغی و جسمانی قوت حتی الوسع صرف کریں مجھے ہر طرح یقین ہے کہ آیندہ مشکلات کے زمانہ میں بھی اپنی خدمت میں کمی نہ کریں گے۔ آپ لوگوں میں کچھ ایسے ہوں گے جو نئی آئینی اصلاحات کے بعض جزو میں جس کو پارلیمنٹ نے گزشتہ سال منظور کیا ہے معقول شکوک محسوس کرتے ہوں گے اب جبکہ یہ معاملہ ختم ہو چکا اور نیا آئین حکومت تکمیل کے درجہ پر پہونچ کر قانون بن چکا ہے آپ شکوک دور کرنے کے لیے اور بددلی سے پرہیز کرنے کے لیے اور میرے و اپنے گورنروں کے ساتھ دل اور ہمت کے ساتھ قدم آگے بڑھانے اور عمل میں لانے کے لیے اور اصلاحات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپیل کرتا ہوں۔ (باقی آیندہ)

نوٹس

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم ضلع کھیری
مقدمہ نمبر ۱۹۳۶ء
تاریخ پیشی ۱۸ اگست ۱۹۳۶ء
مسماۃ سورج کنور زوجہ قائم سنگھ قوم ٹھاکر ساکن سلیم پور عرف کوٹ پرگنہ و ضلع کھیری

بنام

اسٹھا کرشن سنگھ و سمیش برہم و کیلاش برہم و [illegible] کنور بہادر سنگھ قوم ٹھاکر ساکنان تور [illegible] آباد پرگنہ ضلع کھیری
مہ سنگھ پرشاد و رشیام سندر لال قوم کھتری ساکن [illegible] کیمرل تمیم پور پرگنہ ضلع کھیری (۳) لالہ مدن لال و [illegible] اسسٹنٹ اگر و دل قوم کھتری ساکن محلہ [illegible] پرگنہ ضلع کھیری
[illegible] ڈپٹی کمشنر بہادر کورٹ آف وارڈز علاقہ [illegible] ضلع کھیری
[illegible] سنگھ قوم [illegible] ساکن محلہ [illegible] پرگنہ ضلع [illegible]
[illegible] درخواست حسب دفعہ ۴ ایکٹ ۱۹۳۴ء عدالت ہذا میں [illegible] صاحب کلکٹر بہادر کھیری گزرانی ہے اور منجانب اپنے بیان تحریری داخل کر دیا ہے لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ جن کا قرضہ ڈگری شدہ [illegible] ڈگری شدہ [illegible] بلا درخواست دہندہ کی ذات یا جائداد پر ہو وہ اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گزشتہ سے اپنا بیان تحریری نسبت اپنے قرضہ کے داخل کریں ورنہ کوئی عذر بعد میں قابل سماعت نہ ہوگا اور درخواست بعدم حاضری فریقین مسموع اور فیصل ہوگی۔
آج بتاریخ ۲۰ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء میرے دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
دستخط حاکم بخط انگریزی مہر عدالت

ضروری اطلاع

بوجہ شدید علالت اڈیٹر صاحب پرچہ ۱۹-۲۶-اپریل ۳۶ء کے شائع ہونے میں دیر ہوگئی — ماہ مئی وجون کے پرچے ۲/۲ ایک ساتھ شائع ہونگے۔

(۵-و۱۲-مئی اور ۱۹-و۲۶-مئی ۵-۱۲-جون اور ۱۹-۲۶-جون)

نیاز مند:

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED NEJS, TRDICTATE UNTO OTHERS, ARISTOTLES.
REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
۱۹۳۶
M. B. KHAN ARTIST
DUGAWAN LUCKNOW

اب اپنے "رد اعتراضات" کا جواب لیجیے اور غور فرمائیے
کہ آپ نے کس قدر فضول نقل اقوال میں وقت غارت
کیا ہے۔ دارا ایک بادشاہ کا نام ہے۔ دارا کے
دوسرے معنی مالک و صاحب بھی ہیں۔ مگر جب یہ
دوسرے معنی لیے جاتے ہیں تو اُس شے کا اظہار کرنا
جس کی طرف تملک کی نسبت دی جاتی ہے ضروری
ہے۔ ورنہ دارا سے وہی معنی متعارف مراد لیے جائینگے
اُستاد ذوق اپنے اس کلام میں پہلو بچا گئے
وہ اُس نام آوری کو مخصص قرار دیتے ہیں جو
تاج کیانی سے دارا کو حاصل تھی یعنی توضیح مقصود
ہے کہ دارا کو سکندر سے جو شکست ہوئی ہے
وہ یہاں مطلوب نہ سمجھی جائے۔ اسی لیے سکندر
کا ذکر بھی موجود ہے ؎

ہے دارا کو تا نام آوری تاج کیانی سے
سکندر تا مؤاہی کہ کشورستانی سے

یہ کوئی تلاش کی خوبی نہیں ہے کہ لغات میں
اُٹھائیں اور جہاں کہیں دارا کی لفظ لکھی ہوئی دیکھی
جھٹ سے وہ عبارت نقل کر دی چاہے معترض کا
دفع دخل اُس مثال سے ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔
ظفر کی نثر میں بھی دارا کے معنی مالک کے
ہیں اور اس مصرعے میں بھی ؎

دارائے عرش مرتبہ سلطان مراد بخش

یعنی مرتبۂ عرش رکھنے والا السلطان اگر یہاں
دارا سے محض معین مراد ہو تو معنی بھونڈے
ہو جائیں گے۔ علی ہذا القیاس قاآنی کا مصرعہ ؎

توئی تاہی توئی آمر توئی داور توئی دارا

داور مخفف ہے دادور (عادل حاکم) کا یہاں سے
صاف دارا مالک کے معنی میں ہے اگر آپ ہی
کی سمجھ رکھنے والا کوئی ہو تو یہاں دارا سے
داریوش مراد لے سکتا ہے۔ اگر دارا سے
مراد شاعر داریوش ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ
مصرعۂ اول (توئی غالب توئی قاہر توئی باطن توئی
ظاہر) میں غالب سے مراد اسد اللہ خاں غالب
نہ لیجیے قاہر سے مولوی عبد القاہر باطن سے
حکیم باطن الدین خاں عرف بیٹو۔ اور ظاہر بھی کسی
شخص کا لقب رکھ لیجیے ؎

گفتم زشوق در گہ دارائے روزگار

میں بھی سوا مالک و صاحب کے دوسرے معنی
صحیح نہیں ہیں خود اضافت معنی کی تخصیص کر رہی
ہے۔ دارا کا تاج نایاب جواہر و معدنیات سے
مزین تھا اس وجہ سے اُس تاج کو شاعروں نے
ہر ایک بادشاہ کے سر پر رکھنے کی کوشش کی ہے
اور آپ نے اپنی عبارت میں:۔
"متاخرین میں تاج دارائی مرزا غالب کے سر پر
جلوہ افگن ہوا" کوئی ایسا قرینہ نہیں رکھا جس
سے معلوم ہو کہ دارائی سے جناب نے کون سا
وصف مراد لیا ہے۔ قاآنی کے اس شعر میں ؎

تا بکے از شاہ تر گذاشتہ بر سر
عبرت تاج قباد و افسر دارا

ایک تاج کا مقابلہ دوسرے تاج سے کیا گیا ہے
اور پہلا تاج افضل قرار دیا ہے۔ افسر دارا
فضول ہے۔ اسی قصیدے میں اگر ڈھونڈیے
تو لفظ دارا محمد شاہ کی شان میں قاآنی مرحوم نے
استعمال کی ہے ؎

خندہ کناں گفت ایں تعقل ہلکے
خیزد بگو مدحے از شہنشہ دارا

گر یہاں بھی دارا سے مراد مالک و آقا ہے چنانچہ
بطور دفع دخل مقدر اُسے کہنا پڑا ؎

تا زوال است لا یزال مبرا
مُلک ملک باد از زوال معرا

ورنہ خیال ہوتا کہ داریوش مراد ہے اور اس
صورت میں مدح عین قدح ہو جاتی۔ ہوشیار
شعرا ایسے محل پر چوٹ بچا جاتے ہیں۔ آپ نے
جتنے شعر پیش کیے ہیں زیادہ سب ہمارے مفید مطلب
ہیں نہ آپ کے۔
ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تاراج دارائی غلط ہے
ہم نے محل استعمال پر اعتراض کیا تھا اس اعتراض
کو آپ کی سندوں نے اور قوی کر دیا چنانچہ
یہ شعر بھی ہمارے مفید مطلب ہے ؎

گزشتہ تاج دارائی ز دارا
بفرمان بردنش چوں موم خارا

حضرت ہجو د فرماتے ہیں:۔
"کاش معترض نقاد نے دیکھ لیا ہوتا کہ دارا
صرف خاندان کیانی کے کسی فرد خاص ہی کا
نام ہے یا قیصر و خاقان کی طرح لقب بھی ہے
مگر معترض نقاد سے پہلے خود ہجو د صاحب کو
لازم تھا کہ "تاج دارائی" کا مفہوم واضح کر دیتے
یہ فرمائش نرالی ہے کہ لکھیے آپ اور توضیح
کریں ہم۔ آپ فرمائیں صرف دارائی اور ہم کہیں
یہاں تاج دارائی سے مراد تاج دارائے اصغر ہے
اس لیے کہ داریوش المعروف بہ دارا کا تاج سکندر
نے چھین لیا تھا۔ تاج دارائی کہنے سے ضرور
شان و شکوہ شاعر کی زیادتی مطلوب ہے اور
شان و شکوہ داریوش کی مشہور ہے نہ دارائے
اصغر کی۔ ذہن مجبور ہے کہ جب تک قرینہ منافی
نہ ہو اُس وقت تک فرد متعارف ہی مراد لے۔ یہ
فرض قائل کا ہے کہ اپنے مقصود کے سوا کسی دوسری
جانب ذہن سامع کو متبادر نہ ہونے دے سامع
کا فرض نہیں ہے مثلاً اس جملہ کے معنی کہ
"ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھ لینا تھا کہ تاریخ کیا کہتی
ہے"۔ ہماری سوئی اور رعدی سمجھ سے باہر ہیں۔
اسے حضرت تاریخ بھی کہتی ہے کہ دارا کا تاج سکندر
نے چھین لیا تاج نہیں تھا بلکہ تاج کے گاہک
بہت ہیں دارا بننے کی خواہش کسی کو نہیں ہے۔
حضرت ہجو د تحریر فرماتے ہیں کہ مضمون کے
طولانی ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اتنی مثالیں
لکھتا کہ گنتی نہ جاتیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ایسی
مثالیں کس کام کی جو خود آپ کے خلاف گواہی
دیں۔ آپ اب لکھ ڈالیے منع کس نے کیا ہے۔
ایسے ہی افادات کے واسطے "الناظر" صاحب
نے جنم لیا ہے۔ اُن کے یہاں مضامین ہر قسم کے چھپتے
ہیں۔ دس بیس چھپیں تو دس پیسے میں دس بیس مستقل
مضمون لکھواتے ہیں۔ ایک شخص انعام پاتا ہے
باقی لکھنے والوں کو یہ بھی اجازت نہیں کہ اپنا
مضمون دوسرے پرچہ میں چھپوائیں۔ یعنے

اجیر و غیر اجیر دونوں الناظر کے مملوک ہیں۔
منتخب و غیر منتخب دونوں کی اشاعت کا حق
الناظر صاحب کو ہے۔ لگے ہاتھوں آپ بھی
انھیں میں شامل ہوجائیے طول و عرض کا خوف
بیکار ہے۔ یہ تحیر بھی بیجا ہے کہ:-
فاضل معترض مجھ جیسے بے بضاعت
سے ایسی احتیاط کی توقع رکھتا ہے جو حکیم
قاآنی اور ملا طغرا ایسے باکمالوں سے نہ ہوسکی۔
بایں معنی کہ یہ توقع نہیں بلکہ "تنبیہ" ہے۔
آپ ایک شرح کے مقابلہ میں شرح لکھنے بیٹھے
ہیں مگر اس سے غافل ہیں کہ جس شخص کے مقابلے
میں آپ نے قلم اٹھایا اس نے اپنی تصنیف میں
ایسی ہی احتیاط کی پابندی کی ہے۔ مولانا طباطبائی
کی ہیں نا واجب تحسین بھی نہیں ہے اور غیر وارد
اعتراض سے بھی اجتناب کیا گیا ہے۔
قاآنی اہل زبان ہے ملا طغرا باکمال سہی
مگر اہل زبان نہیں ہیں دونوں کا ایک ساتھ
ذکر بھی عجب خلط بحث ہے یہ بھی حضرت بیخود
کا اجتہاد ہے کہ مولانا طباطبائی ملا طغرا کو مستند
سمجھتے ہیں اور انھوں نے ملا طغرا کا یہ شعر اپنی
شرح میں لکھا ہے ؎

کند حق صوفی گری را ادا
بیک چشم بیند بہ شاہ و گدا

اگر جناب طباطبائی یہ شعر لکھتے تو ضرور یک چشم
پر اعتراض بھی کرتے پھر ملاحظہ فرمائیے کہیں
سہو تو نہیں ہوا؟
اب رہی یہ تشنیع کہ:-
"کہ مرزا غالب کے اس شعر پر نہایت دلکش
عبارت تحریر فرمادی ہے ؎

جو مدعی بنے اس کے نہ مدعی بنیے
جو ناسزا کہے اس کو نا سزا کہیے

ارشاد طباطبائی "اس شعر میں بنیے کا نام آجانا
مذاق اہل لکھنؤ میں گراں گزرتا ہوگا اور البتہ برا
معلوم ہوتا ہے"۔
اس تشنیع کا جواب یہی ہے کہ آپ ان
باتوں کا لحاظ اپنی شاعری میں نہ فرمائیں ؎

"جو روپہ چڑھا تیغ کے گھاٹ اسکو اتارا"

اور۔ ع

جس طرح سے نغمہ کی صدا تار پہ دوڑے

یہ مصرع خود اساتذہ میں سے ایک استاد کے
ہیں اور اسی لکھنؤ میں اس پر اعتراض ہوا تھا۔
کسی صاحب نے فرمایا تھا ؎

وہ درد عنایت کر جو قلب کو کلپا دے

سننے والے ظریف نے بیساختہ تعریف کی کیا خوب
آج نہیں کل پا دے۔ واہ حضرت آپ نے تو
......کا سچ کہا ہے۔
سنجر ایرانی نے ایک شاگرد نے "گوارید"
نظم کیا تھا سنجر نے ترش ہو کے کہا "ریدن
خوب نیست" لہذا حضرت بیخود کا یہ فرمانا
بھی سخن ناشناسی کی دلیل ہے کہ "ادبائے
ایران کا مذاق اتنا لطیف نہیں جتنا اہل لکھنؤ کا"
ایسے امور میں دخل دینا کوئی دانشمندی نہیں
جن سے انسان ناواقف ہو۔ جو شخص فصیح ہو
وہ کبھی ایسی بات زبان سے نہ نکالے گا جو سامع
کے تبادر ذہنی میں مخل ہو اور قائل کے مقصود
تک راہ نمائی نہ کر سکے۔
نقل اقوال میں حضرت بیخود نے واقعی
زحمت اٹھائی ہے مگر افسوس خاک چھاننے کا
حاصل کچھ نہ ہوا۔ ہمیں تعجب ہے کہ انھوں نے
ستاریوں کے ترانے کیوں نقل نہ فرمائے جو
جو ہر وقت:-
"دارا در درارا در در۔ در دارادارادر در"
کرتے رہتے ہیں۔ یا پرانے کلام میں "دارائی"
کا لفظ کیوں نہ ڈھونڈھا جو ایک زرتار کپڑا تھا
اور امیروں کے یہاں زیادہ تر فرش میں کام
آتا تھا دری اسی کی نقل ہے۔
یہ عجیب قسم کی مصیبت ہے بارہا اس کا
تذکرہ کیا جا چکا کہ یعنی غلطی کی تقلید ایرانیوں نے
عربی زبان پر بعض تصرفات کیے درحقیقت
انھیں اس کا حق نہ تھا۔ لفظ ایک زبان سے
دوسری زبان میں بہ تصرف داخل ہو سکتی ہے
لیکن بعد تصرف وہ منتقل الیہ کی ملک ہو جاتی
ہے اور منتقل الیہ کے تمام حدود و احکام اس پر
جاری ہو جاتے ہیں۔ بعض خصوصیات فارسی
اور عربی کے ملتے جلتے ہیں اس وجہ سے جو
تصرف فارسیوں نے عربی الفاظ پر کیا وہ
فارسی میں مقبول ہو گیا۔ اہل ہند نے وہ تصرفات
بھی قبول کر لیے جو اہل فارس نے عربی پر کیے
تھے یہ ایک غلطی ہے۔ عربوں نے بھی اسی طرح
فارسی الفاظ پر تصرف کیا مثلاً مزرکش وغیرہ
(زرکش سے مشتق ہے زرکش فارسی ہے)
مگر عربوں کے تصرفات یہاں مابہ البحث نہیں
ہیں لہذا ہم ان سے اس وقت قطع نظر کرتے
ہیں آئندہ کسی موقع پر اس کی توضیح کی جائیگی۔
کہ عربوں کے تصرفات اور ایرانیوں کے تصرفات
میں کتنا فرق ہے مجملاً یہ کہ عربی کی صرف و نحو
مدون و مکمل ہے اس وجہ سے غیر زبانوں
کے الفاظ جب عربی قواعد کے تحت میں لاکے
استعمال کیے جاتے ہیں تو وہ بھونڈے نہیں
معلوم ہوتے۔ لیکن اگر کوئی ایرانی "الواند"
کہے یا "خواہشات" کہے تو یہ ایک بھونڈا
تصرف ہے "بوند" کی جمع "الواند" بعض [illegible]
ایرانی اشخاص کی زبان سے سنی گئی۔ اسی طرح
خواہشات فارسی کے قواعد میں جمع کا یہ وزن
نہیں ہے علی ہذا القیاس "ات" علامت
جمع مؤنث کا بھی کہیں نشان نہیں۔ پس
جن ایرانیوں نے عربی قواعد کے ماتحت
خود اپنے الفاظ کو عربی کے قالب میں ڈھالا
ہے اہل زبان کے نزدیک انھوں نے غلطی
کی ہے حضرت بیخود کی نظر سے یقیناً ایسی
کتابیں نہیں گزریں اور اکثر شعرائے متقدمین
ہند سے بھی اس بارے میں تسامح ہوا۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت بیخود جھٹ سے اپنی
غلطی کے جواب میں دوسرے کی غلطی پیش کر دیتے
ہیں۔ چنانچہ کوس لمن الملکی پر جو اعتراض

جلد ۲۱ نمبر ۱۶

مضامین

(مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۶ء)

۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو ہز ایکسیلینسی وائسرائے صاحب بہادر کا

براڈکاسٹ

(تتمہ ۲۶ - اپریل ۱۹۳۶ء)

ان اصلاحات کو برطانیہ اور ہندوستانی مشترکہ ذہانت سے سخت محنت کے بعد جو کہ احتیاط اور وسعت میں اس قسم کے معاملات میں دنیا کی تاریخ میں لاثانی ہیں تشکیل دی گئی ہے آپ میں سے اُن لوگوں سے جو کہ ڈسٹرکٹ افیسری کے نہایت ذمہ دار عہدہ پر معمور ہیں۔ یہ کہتا ہوں ضلع افیسروں کو یقین ہونا چاہیے کہ میں آپ کے کام کی اہمیت کو ہمیشہ اپنے دماغ میں رکھوں گا چونکہ آپ اپنے ضلع میں تاج برطانیہ کے زبردست رکن و نمایندہ ہیں اور آپ ہی گورنمنٹ اور دیہات کے باشندوں کے درمیان باہمی اتحاد کی ایک ضروری کڑی ہیں۔ ہندوستان کے کاشتکار رہنمائی امداد اور آرام و آسائش کی آپ ہی سے اُمید رکھتے ہیں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ لوگ حتی الامکان اُن کی خدمت کرتے ہیں۔ حال میں جس حد تک دفتر کے بڑھتے ہوئے کام نے آپ کے سب سے زیادہ ضروری اور اہم فرض یعنی دیہات کے باشندگان کی حالت سے ذاتی واقفیت حاصل کرنے میں صد راہ ہوتی ہے وہ بھی مجھے خوب معلوم ہے۔ یہ ایک مسئلہ ہے جس کے حل کرنے کے لیے میں جلد سے جلد صوبجات کے گورنران اور اپنے مشیر کاران کا مشورہ لوں گا کہ آیا ایسے ذرائع مہیا کیے جاسکتے ہیں جن سے آپ لوگ کم از کم دورہ کے دوران میں آفس کے کام کے کچھ حصہ سے مہلت پاسکیں اور آپ کو دورہ کرنے کے لیے اور اپنے دیہات سے واقفیت حاصل کرنے میں اور زیادہ وقت صرف کرنے کے لیے موقع مل سکے (مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ خوشی سے اس موقع سے فائدہ اُٹھائیں گے) لیکن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ خواہ کتنی ہی مشکلات پیش کیوں نہ آئیں آپ اپنے دیہات کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے لیے حتی الامکان کوشش کریں۔ یہ سچ ہے کہ بعض معیاروں اور انتظامی روایات سے آپ کو اپنے پیشرویان کے مقابلہ میں زیادہ آفس کا کام کرنا ہوگا لیکن یاد رکھیے کہ آپ کے شعبہ کی درخشاں روایات اور اُس کی شان آپ کے پیشرویان کے خیموں اور دیہاتی دوروں سے رونما ہوئی تھیں۔ آپ کے لیے بھی اس زمانہ میں آپ کا خیمہ قلم سے زیادہ طاقتور ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تاج برطانیہ کی بقیہ سروس بھی اس بات کی کوشش کریں گی کہ آئندہ آئینی اصلاحات کے زمانہ میں اُن کی مفید کارروائیوں میں انجماد نہ پیدا ہونے پائے جن کا مقصد خاص ہندوستان کے باشندوں کی حالت کو بہتر بنانا ہے اور یہ سب جانتے ہوئے مجھے کافی اعتماد ہے کہ یہ تمام سول سروس انتظام حکومت میں نہایت مستعدی اور دلجمعی کے ساتھ مدد کریں گی۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کو ہر مشکل کام میں پوری مدد دوں گا۔ میں ان مشکلات کو اچھی طرح سے جانتا ہوں جو کہ آپ کے کاموں میں حائل ہوتی ہیں اور اُن آزمائشوں اور مایوسیوں کو بھی جانتا ہوں جن کو اب برداشت کرنا پڑتا ہے مجھے یقین ہے کہ میں آپ سب لوگوں کی طرف سے کہتا ہوں کہ ان مشکلات سے آپ کے کام میں رکاوٹ پیدا نہ ہونا چاہیے بلکہ اُن کا دلیری اور خوشی سے مقابلہ کرنا چاہیے اور جلد از جلد ان کو سر کرلینا چاہیے۔ پبلک کی خدمت کرنے والوں میں پولیس سے زائد کوئی بیش بہا خدمت نہیں کرتا پولیس کے آدمی اُن سب لوگوں کے دوست اور محافظ ہیں جن کا تعلق ملک کے قانون کے اندر قانونی معاملات میں حصہ لینا ہے اور اپنے جائز فرائض منصبی کو انجام دینا ہے آپ یقین کریں کہ سخت فرائض کی انجام دہی میں جو کہ بعض اوقات مشکل ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ خطرناک ہوتے ہیں اور ہمیشہ نازک ہوتے ہیں آپ میری مستقل حمایت کا یقین کرسکتے ہیں۔ جہاں مجھے اس کا علم ہے کہ کسانوں پر کتنا سخت زمانہ گزر چکا ہے وہاں مجھے یہ بھی یاد ہے کہ صنعت و حرفت کے پیشہ ور اور دوسرے شہری باشندوں پر عالمگیر کساد بازاری کے زمانہ میں کیا گزری ہے فی الحقیقۃ چونکہ میں خود بھی تجارت اور مالیات کے شعبوں میں رہ چکا ہوں اور اس واقفیت کی بنا پر مجھے ان لوگوں سے ہمدردی ہے آپ صاحبان میں سے جو صاحب تجارت مال اور صنعت و حرفت میں کسی سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہیں ان سے میں یہ کہوں گا کہ آپ اس وقت اپنے ملک کی اس سے بہتر اور کوئی خدمت نہیں کرسکتے کہ آپ اپنے کاروبار کو خاموشی اور بھروسہ کے ساتھ چلائے جائیں۔

میں یہ بھی بتاتا ہوں کہ اوسط درجہ کے لوگوں میں بے روزگاری کا مسئلہ ہے خاصکر تعلیم یافتہ نوجوانوں میں روزگار حاصل کرنے کی دقت نے بہت سے نوجوانوں کی زندگیوں کو تلخ اور رنجیدہ بنا دیا ہے اس سے زیادہ مجھے اور کوئی خوشی نہیں ہوسکتی ہے کہ خوب غور کرنے اور تحقیق کرنے کے بعد میں اس ناموزوں دقت کے بار گراں دور کرنے کو کسی قدر اپنے امکان میں پاسکوں۔ برطانیہ اعظم میں جب کہ میں نے اپنے موجودہ عہدہ کا چارج لیا تو پریوی کونسل کی میڈیکل ریسرچ کونسل۔ سائنس اور ٹیکنولوجی کی کوننگ باڈی کی صدارتوں کی ذمہ داریوں کو مجبوراً میں نے چھوڑا تھا اور میں بہت امید کرتا ہوں

کہ میں اپنے وائسرائے ہونے کے زمانہ میں کچھ ایسے
ذرائع معلوم کرسکوں جن سے ہندوستان میں
(ڈلیمین (دواؤں) ۔ سائنس اور ٹکنولوجی کی شاخوں
میں ترقی دے سکوں۔

یہ بہت سے ممالک اور زمانوں کے تجربے کے
مطابق ہوگا اگر ایسا ہو جائے کہ موجودہ سیاسی تحریک
کے ساتھ دیسی دستکاری اور علم و ادب میں بھی
ترقی کی لہر دوڑ جائے کوئی اور اس سے
زیادہ میرے لیے باعث تسکین نہ ہوگا کہ اس
قسم کی تحریک کو وسعت اور امداد دینے کے لیے
مجھے موقع ملے۔ اپنے خاندان کے تعلقات
سے ہمیشہ بڑی خوشی حاصل کرنے کے تجربہ کی
بنا پر اب میں دو ایک الفاظ اُن نوجوانوں
سے کہتا ہوں جو کہ آج میری تقریر کو سن رہے
ہیں ۔ بچو! میں تم سے تمہارے شہنشاہ کے
وائسرائے اور تمہارے دوست کی حیثیت
سے کہتا ہوں کہ جب تم بڑے ہو جاؤ تو یاد رکھو
کہ ملک کی عزت قائم رکھنے کا تم ہمیشہ خیال
رکھو گے ۔ یاد رکھو کہ کوئی مرد یا عورت ایک اچھا
شہری اور حقیقی وطن دوست نہیں ہو سکتا جو کہ
سب سے بیشتر اپنی طبیعت پر قابو رکھنا اور اس کو
مطیع بنانا نہیں سیکھتا ۔ یہ آسان نہیں ہے مگر
ہمت سے کام لو اور مجھے یقین کرو کہ اگر تم نیک
اور اچھے ہونے کے لیے کوشش کرو گے تو
آخر کار تم کامیاب ہو جاؤ گے میں اکثر تمہاری
بابت خیال کروں گا ۔ خدا سے ڈرو ۔ ملک معظم
کی عزت کرو ۔ اور اپنے والدین کا حکم مانو۔ اب
میں ایک اہم معاملہ کے متعلق بیان کرتا ہوں۔
میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ میں کسی ایک
قوم کو دوسری پر ترجیح نہیں دے سکتا اس
معاملہ میں اپنے گھر کی ایک مثال سے آپ کو
اپنی سخت عادت بتلاتا ہوں ۔ دراصل خدا
مجھ پر بہت مہربان ہوا ہے کہ اس نے مجھے
پانچ بچے دیے ہیں ۔ دنیا میں ان میں سے
ہر ایک بھائی بھی ایک خاص عادت اور خصوصیت
جو کہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں لے کر آیا ہے
میں نے ان اختلافات کے سمجھنے کے لیے اور
اُن کی عادت کے موافق مناسب طریقے سے
اُن کے ساتھ برتاؤ کرنے اور اُن کو جہاں پر
میں نے امداد کرنے کی ضرورت سمجھی امداد
دینے اور اُن میں سے ہر ایک میں فطری
خوبیوں اور اچھی خاصیتوں کے نمو کرنے کی
حتی الوسع کوشش کی ہے میں نے اُن کو ایسے
موقع پر بردبار ہونے کے لیے تلقین کی ہر
میں ان سب سے بہت محبت کرتا ہوں مگر اپنے
بچوں میں سے میرے لیے ان میں سے سب
سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے ۔

چند ماہ میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ
۱۹۳۵ء کے مطابق آپ صوبجاتی خود مختاری
کے نفاذ کے دیکھنے کی امید کر سکتے ہیں آپ کو
معلوم ہے کہ یہ اس آئینی ساخت کی تکمیل کا
قدم ہوگا جس کا انجام آل انڈیا فیڈریشن (وفاق ہند)
ہوگا جیسا کہ اب اسی قانون میں منضبط ہو گیا ہے
اس قدر وسیع آئینی تبدیلیوں کی تکمیل آسانی
سے نہیں ہو سکتی ہے ۔ اس نمایاں کوشش کی
کامیابی کا انحصار زیادہ تر آپ صاحبان پر ہے
اور آپ کی مستعدی اور بردباری پر زیادہ تر
مبنی ہونا چاہیے ۔ اس دوران میں میرا یہ فرض
ہوگا کہ آپ کو ایسا مشورہ دوں کہ میرے
اختیار کے اندر ہو اور جمہوری حکومت کے
ماتحت ذمہ داریوں کی انجام دہی میں معاون
معلوم ہو ۔ کسی حالت میں میں آپ کو یہ مشورہ
نہیں دے سکتا ہوں کہ آپ کس طرح ووٹ
دیں ۔ چونکہ اس قسم کی حکومت کے لیے یہ لازمی
ہے کہ اس معاملہ میں آپ خود اپنا ذاتی اور
آزاد فیصلہ کریں کہ آپ کا کیا فرض ہے اس لیے
تمام سیاسی پارٹیوں کے لیڈران خواہ وہ کسی
نام سے مشہور ہوں اور جو کہ آئینی دائرہ
کے اندر صوبجاتی انتخاب کے ووٹوں کیلیے
مقابلہ کر رہے ہوں مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔
کہ کبھی بھی جان بوجھ کر ایسے الفاظ استعمال نہیں
کریں جو کہ اُن کے جائز مفاد پر اس کا برا اثر پڑے
یہ بالکل سچ ہے کہ مرکز میں جو حال ہی میں مرتب
ہوا ہے مرکزی مجلس خانہ ساز کا کچھ حصہ میری
میری گورنمنٹ کی اکثر مخالفت کرتا ہے اس
مخالفت کے حالات اور یہ حقیقت کہ کسی حالت
میں اُن لوگوں کو جو کہ اس قسم کی مخالفت کرتے
ہیں میری سمجھ میں بھی جیسا کہ پارلیمنٹ کی جوائنٹ
سیلیکٹ کمیٹی نے بھی جس نے اصلاحات پر
غور کیا ہے اور مناسب سمجھا ہے مرکزی
مجلس قانون ساز میں آئینی تبدیلیاں پارلیمنٹ
کے جدید ایکٹ کے رد سے ہونا ضروری ہے
میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے خیال میں
کہ اظہار کے لیے اور جہاں پر ضرورت ہو وہاں
پر گورنمنٹ پالیسی کی حفاظت کے لیے بہترین
جگہ مجالس قانون ساز ہیں صوبجاتی خود مختاری
کے نفاذ (اور میں آپ سے صاف صاف
کہتا ہوں اور صاف گوئی میری عادت ہے)
اور وفاق کے قائم ہونے سے بیشتر میرے لیے
کافی دقت ہوگی ۔ آپ یقین رکھیں کہ حال میں
جس دور میں ہم داخل ہونے والے ہیں اس میں
میری ہمیشہ یہ کوشش ہوگی کہ صوبجات میں
سیلف گورنمنٹ کامیابی کے ساتھ ہی ساتھ
مرکز میں تبدیلیوں کے لیے راستہ تیار کرنے کے لیے
جن کا آل انڈیا فیڈریشن کے قیام کے لیے ہونا ضروری
ہے اپنی بہترین کوشش صرف کروں گا حکومت جمہوری
کے کامیابی کے ساتھ کام کرنے کے لیے خاص کر
اسی کی تشکیل کے زمانہ میں جس میں حال میں ہم
داخل ہونے والے ہیں اور امورات کے علاوہ
اس کی ضرورت ہے کہ مجھے جہاں تک ہو تمام
سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں سے اور حلقہ
انتخاب کی رائے سے واقفیت ہونا چاہیے
آپ کا یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ جب میں
کسی سیاسی پارٹی کے لیڈر یا لیڈروں کو ملاقات
کرنے کی اجازت دوں تو اس سے منشا یہ

کبھی بھی نہ ہوگا کہ میں اُن لیڈروں یا پارٹیوں کی
دوسروں کے مقابلہ میں طرفداری کرتا ہوں۔ برطانیہ
اعظم میں اس اصول اور رسم کو تاج برطانیہ اور
سیاسی لیڈروں کے مابین اس ملک میں خوب
اچھی طرح سمجھ لیا گیا ہے۔ میرے خیال میں ہندوستان
اس کا عام طور سے تسلیم کرلینا نمایندہ حکومت
اختیاری کی کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے
پبلک ادارات کی کامیابی میں اور ذمہ دار جماعت
کی۔ اس [illegible] واقفیت کی ترقی میں کافی امداد
کرنا جمہوری ممالک کے اخبارات کے اختیار
میں ہے۔ لیکن ہم لوگوں کی طرح اخبارات
نکالنے والے بھی بغیر بھوسہ کے اینٹ نہیں
بنا سکتے ہیں اگر ان کو اپنی ذمہ دار فرائض کا انجام
دینا ہے اور موجودہ معاملات پر تبصرہ کرنا ہے۔
اُن کی ایڈیٹوریل پالیسی کچھ بھی اُن کو جہاں تک
ممکن ہو واقعات کے بابت بتلانے کی ضرورت
ہے۔ اس معاملہ میں اُن کی ضروریات سے
واقفکار ہونے کی حیثیت سے میں حتی الامکان
اُن کو مناسب امداد دینا چاہتا ہوں وہ اور
اُن کے ناظرین دونوں یقین کرلیں کہ میرے
افسران کے لیے جس قسم کی امداد اخبارات کو
دینا ممکن ہوگا دیں گے اور امداد حقیقت پر مبنی ہوگی
اور مفید ہوگی اور تمام اخبارات کو بغیر کسی امتیاز
کے یہ مسالا مہیا کیا جائے گا یہ مجھے خیال ہوا ہر
کہ آپ صاحبان میں کچھ ایسے بھی ہوں جو کہ ان
الفاظ کو جن کو آج ابھی میں نے ادا کیا ہے ہندوستانی
زبان میں سننا چاہتے ہوں اس لیے میں نے ہدایت
کردی ہے کہ میری تقریر کا مکمل اور صحیح ترجمہ
میرے اسپیچ ختم کرنے کے بعد ابھی دلا سکتی ہے
سنا دیا جائے۔ آخر میں میں آپ سے یہ کہونگا
کہ کسی کام کی انتہائی خوبی سے انجام پانے کیلیے
یہ امر بہت ضروری ہے کہ جو لوگ اس قسم کی
کوشش میں حصہ لیں وہ ایک دوسرے پر
اعتماد رکھتے ہوں اور ایک دوسرے کا احترام
کرتے ہوں اور نہ امید کرتا ہوں کہ آپ سب
لوگ مجھ سے ہمیشہ اتفاق کریں گے مگر آپ
یقین کرلیں کہ میں آپ کے اخلاق یا آپ کے
خیالات کی دیانتداری کے متعلق کبھی بھی شک
نہ کروں گا۔ میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں
چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر اسی طرح دلی اعتماد
رکھیں جس کا میں نے آپ کے لیے وعدہ کیا اگر
آیندہ پانچ سال بغیر کسی رکاوٹ کے میرا دل
دل و دماغ اور اتنی تندرستی جتنی کہ خدا نے کرم
مجھ کو عطا کیا ہے ایک ایک کی خدمت میں
لگاؤں گا۔ اس کے لیے میں آپ سے اپنی
دعاؤں میں یاد کرنے کے لیے کہتا ہوں۔
ہم کو اعتماد اور ہمت کے ساتھ بے دھڑک
آگے قدم بڑھانا چاہیے ہمیں اور آپ کو
اپنی تمام قوت کے ساتھ ہندوستان کے
باشندگان کی بہتری کے لیے خواہ وہ کہیں
بھی ہوں اور روے عالم پر ہندوستان
کے مشہور نام اور شان و شہرت کو قائم رکھنے
کی کوشش کرنا چاہیے۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

(تتمہ ۵۔ دسمبر ۱۹۳۵ء)

وہ عجب نازک وقت تھا میری جان ناتوان پر [illegible]
رخ سے حملے ہو رہے تھے۔ ہاتھوں اور انگلیوں
کی فوج کی فوج میرے پیٹ۔ گردن اور بغل میں
گدگدی [illegible] کی طرح حملے پر حملہ کر رہی تھی بعض گستاخ
پتلی انگلیاں کھال کے اندر گھس کر اثر بنا
رہی تھیں جس سے جسم و روح دونوں میں
بلا کی کھلبلی مچی تھی مگر میں بھی منہ ضبط کیے [illegible] کا
آدمی ہوں۔ اور رہی سہی زور زور سے ہلایا جارہا
تھا کیا مجال جو سفید کی پیدا ہو بھی بال آیا ہو گویا میں
قفلیوں کا گھڑا ہوں یا شوالے کا گھنٹا۔ ان کے
علاوہ چل پوں، چیخ پکار قلعہ غبارے کی ایک
فوج تھی جو دوڑ رہی تھی سے میرے کانوں پر یلغار
کر رہی تھی مستزاد یہ کہ اس سرد میں پنکھا بھی
دھونکا جا رہا تھا گو یا کہ میں چولھا ہوں۔ اور میں تھا
کہ نہایت استقلال اور متانت سے ورد کر رہا تھا
"جل تو جلال تو۔ آئی بلا کو ٹال تو" "سب تو ہی
تو ہی سب تو ہی" تم لوگ مجھے دنیا کی طرف مائل
نہیں کر سکتے۔

اور میں نے بہت صدق دل سے کہا کہ یہ
سب وہ (مرد) نہیں بلکہ وہ (عورت) ہیں اپنے اپنے
اعضاء ویسے (مردانے) نہیں بلکہ ویسے (زنانے)
ہیں۔ ابھی ان شیطانوں کو کچھ اور ستم ایجاد کرنی
تھیں نہ جانے کہاں سے پانی کا گھڑا اٹھا لائے
[illegible] سے زیادہ ٹھنڈا تھا مجھ پر انڈیل دیا
ٹھنڈے پانی کی چادر سر سے ہوتی ہوئی داڑھی پر
آئی اور بالوں سے سارے جسم پر پھیل گئی۔ میں
سر سے پاؤں تک اسپنج ہو گیا۔ بزدلوں نے اتنا
بھی نہیں خیال کیا کہ حریف کی آنکھیں بند ہیں۔
اس کے بعد سے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

گھر آکر بیوی کو بہت سخت سست کہا کہ لعنت ہے
ایسی بیوی پر جس کی بہنیں شیطان کے بھی کان کاٹیں۔
بیوی نے بہت سمجھانا چاہا کہ یہ مذاق کی رسم کیا گیا۔

مگر میں نے کسی طرح یقین نہیں کیا۔ کہیں مذاق ایسا بھی ہوتا ہے کہ جاڑوں میں ٹھنڈے پانی سے بلا ضرورت غسل دیا جائے۔ اگر مذاق ہی کرنا تھا تو پہلے میرے خیالات اور حالات کو تو پوچھا ہوتا۔ میں تو اس مشکل میں کہ خدا دشمن کو نہ ڈالے اور میری بیوی کی بہن ہیں کہ اُن کو مذاق سوجھا ہے۔

(۶)

اب میں گوشہ نشین ہو گیا اور سوچ لیا کہ ؎
"ہیچ عورت نہ رسد گوشۂ تنہائی را"

اگر واقعی مراتب علیا حاصل کرتا ہے تو دنیا ایک قلم ترک کر دو۔ میں نے دھیان گیان شروع کیا اور فلسفۂ مردسازی پر غور کرنا شروع کیا۔

بقول ارسطو کے ہر پتھر میں مجسمہ موجود ہے۔ مجسمہ ساز کا کام صرف اس کو پردۂ ظہور میں لانا ہے۔ اسی طرح میں نے سوچا کہ ہر عورت کے اندر مرد موجود ہے۔ صرف اس کا نکال لینا مردساز کا کام ہے۔ چنانچہ میں ایک ایک کر کے عورتوں کے تصور کو سامنے لاتا اور حسب ضرورت تراش خراش کر کے مردسازی کی مشق کرتا۔ مگر اس کوشش کے لیے ایک کوشش اور کرنا پڑی۔ بظاہر تو وہ معمولی سی معلوم ہوتی ہے۔ صرف یہی کہ تراش خراش کرتے وقت جن چیزوں کی تراش خراش ہوتی ہے۔ اُدھر دھیان نہ جائے۔ یہ اتنی سی بات تجربہ سے بڑی کٹھن ثابت ہوئی۔ مگر میں تو نفس امّارہ کو زیر کرنے بیٹھا ہی تھا۔ ایسی باتوں کو کیا خاطر میں لاتا۔ اپنی کوشش میں ذرا سی تخفیف نہیں کی۔ مگر دنیا مصیبتوں کی جگہ ہے۔ بندہ خود کچھ کرتا ہے۔ خدا کی مرضی کچھ اور ہوتی ہے۔ نہ معلوم کیا ہوا کہ میری بیوی کی فرمائشیں ہونے لگیں کہ لیڈی ڈاکٹر کو بلا دو۔ میں نے ہزاروں طرح سمجھایا کہ لیڈیاں علاج کرنا بالکل نہیں جانتیں۔ اور علاوہ ازیں سب لیڈیاں اصل میں مرد ہوتی ہیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ کسی ڈاکٹر کو بلا لو۔ مگر اس قسم کے تمام مرد ناقص العقل مشہور ہیں۔ میری بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر الامر میں نے اس قسم کے مردوں کے آنے کی ممانعت کر دی۔

دوسرے دن جو آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا کیا ہوں کہ میری ایک سالی صاحب مردانے کپڑے پہنے سامنے کھڑے ہیں۔ نہ مذکر ضمیر میں نے استعمال کرنا چھوڑ دی تھی)، اور کہتے ہیں۔

السلام علیکم۔ دوست ذرا جا کر لیڈی ڈاکٹر کو لے آؤ۔

میں نے انکار کیا تو اس نے دھمکی دی کہ میں یہ کپڑے اُتار ڈالوں گا۔ اور اس کے نیچے دوسرے قسم کے کپڑے نکلیں گے۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اُس قسم کے کپڑے۔

میں نے خوشامد کر کے کہا۔

بھئی میں لیڈی ڈاکٹر کے بلانے کو تیار ہوں بشرطیکہ وہ مرد ہو۔

(۷)

پانچ سال بعد جب مجھے ملازمت مل چکی تھی، ایک دفعہ دوستوں کی صحبت میں بیٹھا تھا کہ عمل دست غیب کا تذکرہ نکلا۔ میں نے ایک صاحب کو جو نو وارد تھے کہا کہ مجھے اس پر اعتقاد ہے۔ اور کہا میں ایسے بزرگ کو جانتا ہوں جن کا بظاہر ذریعہ معاش کچھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنی زندگی اپنے مریدوں کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ مگر وہ رہتے بہت شان و شوکت سے ہیں۔ جب میں نے مدتوں ان کی خدمتگاری کی تو انھوں نے مجھے ایک عمل بتا دیا۔ مگر بدنصیبی سے میں نے جتنے بار اس کے کرنے کی کوشش کی کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور پیش آگئی کہ پورا نہ کر سکا۔ پھر میں خاموش ہو گیا اور سمجھ گیا کہ یہ میرے نصیب میں نہیں ہے۔ اگر اب بھی کوئی شخص وہ عمل کرے تو ضرور کامیاب ہو۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر نہ کامیاب ہو تو میں اپنی جیب سے اس کو دینے کو تیار ہوں۔

لوگوں نے بہت اصرار سے پوچھا وہ عمل کیا ہے؟

میں نے کہا عمل صرف اتنا ہے کہ آدھی رات کو دریا میں تا بہ کمر پانی میں کھڑے ہو کر چالیس روز تک ایک ہزار بار لاحول پڑھے مگر شرط یہ ہے کہ کالی کتیا کا خیال نہ آنے پائے۔

اتنا سنتے ہی میرے دوستوں نے قہقہہ لگایا۔ ایک صاحب بولے "تم تو اپنے پیر کے بھی پیر ہو۔"

راقم۔ افلاطون وقت

"کھتری" لاہور

ہندی اور اُردو میں

کھتری لاہور کے ہندی ایڈیشن نے اس کی ترقی اور کامیابی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ ہم ہندوؤں سے عموماً اور کھتریوں سے خصوصاً پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اخبار کھتری اردو و ہندی ایڈیشن کی سرپرستی کریں۔ اُردو و ہندی کھتری لاہور کی قیمت سالانہ للعہ۔ نمونہ کا پرچہ ۱؎ کے ٹکٹ آنے پر مل سکتا ہے۔

منیجر کھتری لاہور

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۔ ۱۹۳۶ء

بعدالت اجلاس جناب خان بہادر منشی علی حسن خاں صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول بمقام گڈھی صمد آباد ضلع پرتاب گڈھ

گوکل پرشاد ولد مہر چند لال قوم کھتری ساکن موضع رحیم پور پرگنہ بہار تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڈھ مدعی

بنام

بابو ولد رام دین قوم چمار ساکن موضع مجمع پور مزرعہ رجب پور پرگنہ بہار تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڈھ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... ۴۴ دفعہ ... دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۶ ماہ مئی ۱۹۳۶ء بوقت ۶ بجے دن بمقام گڈھی صمد آباد اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے کما حقہ واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہو گا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۳۰ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت | دستخط حاکم بخط انگریزی

بکار آمد اور پرقوت لیگ

ایک طرف گورا لاٹھی و... کا معاملہ۔ رہ گھرے میں بہت اچھلی کودی پھرتی ہی۔ دوسری جانب گلہائے خوش باوری۔ واہ بی کیا کام کیا تم نے۔

پیش طبیب بلا پیش بلا طبیب
پیش پیچ ہر و پیش ہر و پیچ

(نمبر ۲۴)

نگچھر۔ غلط تلفظ صحیح نگچھر ہے۔ دو بارہ نگچھر لکھا وہ بھی نگچھر ا ہونا چاہیئے۔

لیکن معلوم نہیں کہ مخزن اللغات کو کہاں سے الفاظ آکسیس ڈیس سے بگڑ کر بنا ہے۔ نہ صورت میں کوئی مشابہت نہ معانی میں۔

(**پنچ**: ارے صاحب! میں مشترک ہر گز نہیں!)

مانیٹر۔ مکتب یا مدرسہ کا خلیفہ۔

اس وسیع علم کا کیا کہنا۔ اسکول کا مانیٹر معلوم تھا۔ اسی قدر لکھ کر خاموش ہو گئے۔

مسکوٹ۔ (انگ میں کوایٹ۔ خفیہ سازش)

بم پولیس و کانجی ہوس وغیرہ کی طرح مسکوٹ کی تحقیقات بھی عجیب و غریب ہے میں کوایٹ کے معانی خفیہ سازش کے نہ لفظاً درست اور نہ محاورہ میں مستعمل اور نہ کسی انگریزی ڈکشنری میں اس لفظ کا وجود۔ یہ لفظ گورا فوج کی چھاؤنی میں خانساماؤں کا گڑھا ہوا ہے۔ اس لفظ کو کسی انگریزی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل کہنا غلط۔ گورا فوج کے قیام ہندوستان کی بدولت اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ایک دوسرے کے صدہا الفاظ داخل ہو گئے۔ اسی طرح صدہا لفظ گڑھ بھی لیے گئے۔ ان گڑھے ہوئے الفاظ کی بابت یہ سرگردانی کہ یہ کسی انگریزی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل ہیں بیکار ہے۔

کاکوری اللغات کی نظر سے یقیناً اینگلو انڈین الفاظ کی ڈکشنریاں نہیں گزریں ورنہ وہ اس فعل عبث میں مبتلا نہ ہوتے۔ غالباً ان کو اس کا علم ہی نہ ہوگا کہ اس قسم کی ڈکشنریاں بھی ترتیب دی گئیں ہیں جن میں وہ الفاظ درج ہیں جو ہندی اور انگریزی الفاظ کے میل سے ہندوستان میں گڑھے گئے۔

مشنری۔ پادری لوگ جو عیسائیت کی تعلیم دیتے ہیں۔

میں نے پوری مشن اسکول میں تعلیم پائی عیسائی مشنریوں سے سابقہ رہا بجز عیسائی مشنریوں کے اور کسی کو جانتے۔ حالانکہ مشنری کے معانی مبلغ کے ہیں۔ خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔ قادیان سے جو مشنری مختلف ممالک کو بھیجے گئے انھوں نے اس لغت کے بموجب عیسائیت کی تعلیم دی ہوگی؟

موریل۔ عرضی۔ درخواست۔

موریل کے معانی عرضی اور درخواست لکھ کر سکوت فرمایا۔ کیا کاکوری میں ہر عرضی اور درخواست کو موریل کہتے ہیں؟ میموریل اس عرضداشت کو کہتے ہیں جس میں واقعات متعلقہ درج کرنے کے بعد کوئی درخواست کی جائے۔

موریل لفظ موری سے بنا ہے۔ موری کے معانی یاد و ذہن وغیرہ کے ہیں۔ موریل کے معانی یاد داشت کے ہوں گے۔ موریل کا مقصد واقعات کی یاد دہانی ہوتی ہے۔

عمل مقناطیسی اور عشق

"آجا ری نندیا تو آ کیوں نہ جا"

(۱) عاشق — ساس

(۲) منگیتر

(۳)

موریل کے معنی یادگار کے بھی ہیں جیسے کوئیریہ موریل یا سر سید موریل۔ اب اگر کوئی طالب علم سر سید موریل کے معانی دریافت کرنے کی غرض سے کاکوری اللغات میں موریل کے معانی تلاش کرے گا تو عرضی و درخواست درج ہوں گے وہ غریب کیا سمجھے گا۔

منی آرڈر فارم۔ وہ کاغذ جس کی خانہ پری کرکے ڈاکخانہ میں کہیں بھیجنے کے واسطے داخل کرتے ہیں۔

عجیب مہمل عبارت لکھی ہے۔ وہ کون سا کاغذ ہوتا ہے جو کہیں بھیجا جاتا ہے اور اس مقصد کیا ہوتا ہے۔

لکھنا چاہیے تھا کہ ڈاک کے وسیلے سے روپیہ بھیجنے والے کو ایک فارم کی خانہ پری کرنا ہوتی ہے۔ اس فارم کو منی آرڈر کا فارم یا منی آرڈر فارم کہتے ہیں۔

منی بیگ۔ نظر انداز ہوا۔ حالانکہ روزمرہ استعمال ہوتا ہے۔

میٹر۔ (انگ) ایک پیمانہ کا نام۔

ہائے۔ کہیں سن لیا ہوگا کہ میٹر ایک پیمانہ کا نام ہے بس چھٹ پا پیر کی طرح کھنڈری میں ٹانک لیا۔

میٹر بہت سے معانی رکھتا ہے۔ صرف ان معانی کا ذکر کروں گا جو اردو میں بھی مستعمل ہیں۔

(۱) پیمانہ۔ یا پیمائش کا آلہ۔ جیسے گیس میٹر واٹر میٹر وغیرہ یعنی گیس ناپنے کا آلہ۔ پانی ناپنے کا آلہ۔ اسے اردو میں گھڑی بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کا ڈایل گھڑی سے مشابہ ہوتا ہے۔

(۲) اوزان شعر۔ ان معانی میں جدید شعرائے اردو نے بھی نظم کیا ہے۔

مل۔ (انگ) کپڑے کاغذ وغیرہ کی کل۔

مل کے اصلی معانی چکی کے ہیں۔ اور اصطلاحی معانی زدوکوب کرنا۔ پیس ڈالنا۔ اور اس عمارت کو بھی مل کہتے ہیں جس میں اشیاء کے تیار کرنے کے لیے مشینیں لگی ہوں۔

ملٹری پولیس۔ فوجی پولیس جنگی سپاہ۔

کاکوری اللغات کا متعدد معانی درج کرنے کا شوق ملاحظہ ہو۔ یہ دوسرے معنی جنگی سپاہ کے معلوم نہیں کس خطہ پاک میں مستعمل ہیں۔

مشین۔ کارتوسوں میں ٹوپیاں ڈالنے کا آلہ۔ سلائی کی کل۔

مشین کے معانی کل یا آلہ کے ہیں۔ وہ خواہ کسی کام کے لیے ہو۔ کارتوسوں میں ٹوپی ڈالی نہیں جاتی بلکہ لگائی یا جڑی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کاکوری میں ڈالنا کن کن معنوں میں مستعمل ہے۔ کاکوری اللغات نے اکثر مقامات پر یہ لفظ استعمال کیا ہے اور عجیب معنوں میں۔

(باقی آیندہ)

راقم

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

وئیدیہ جار

اگر آپ حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی نادر نایاب کتاب

مجربات تلسی کا بغور مطالعہ کرینگے

تو آپ بلاشک وشبہ ویدک وحکمت طریق علاج دونوں کی ترکیب ادویات کے اچھے خاصے ماہر ہوکر اپنے ودوسروں کی ہر ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کرنے قابل بن جاوینگے اور اگر آپ چاہیں گے تو اس کے ذریعہ دوا و علاج میں بدوں حکیموں ڈاکٹروں کے مانند گھر بیٹھے بڑی آسانی کے ساتھ سینکڑوں روپیہ کمانے لگیں گے۔ اس میں قواعد علاج و دوا سازی کے اصلی اصول بڑی وضاحت کے ساتھ بتلائے گئے ہیں اور مرد عورتوں بوڑھوں، بچوں، جوانوں و نوجوانوں کی سر سے پاؤں تک کی ہر ایک ظاہر و پوشیدہ بیماری کے وہ وہ نایاب جوتی کے نسخے لکھے گئے ہیں جو کوڑیوں میں تیار ہوتے اور اکسیر فونکے فائدے دکھلاتے ہیں قیمت فی کتاب مجلد ایک روپیہ علاوہ محصول۔

مشتہر: منیجر بال جیون کاریالیہ علیگڑھ شہر یوپی

نوٹس حسب دفعہ ۱۱۱ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۳۴ء لینڈ ایکٹ

بعدالت جناب سپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم گونڈہ
نمبر مقدمہ ۳ سنہ ۱۹۳۶ء ابتدائی معمولی ایکبرڈ ایکٹ
پیشی ۲۹ مئی سنہ ۱۹۳۶ء

شیخ محمد زمان ولد وزیر علی ساکن امیا دیورا پرگنہ اترولہ ضلع گونڈہ مدعی

بنام

حشمت وغیرہ مہاجنان

ہرگاہ مسمی شیخ محمد زمان سائل نے حشمت علی مہاجنان نے بیان تحریری حسب دفعہ ۹ معہ فہرست جائداد دفعہ ۱۰ ایکٹ مذکور داخل عدالت کردیا لہذا اشخاص جن کا کوئی قرضہ بابت جائداد مندرجہ ذیل ہوا اور اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گوٹ سے درخواست بابت قرض کے عدالت ہذا میں پیش کرے بعد گزرنے میعاد مذکور کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا اور درخواست مذکور اسکے خلاف مسموع نہ ہوگی۔

تفصیل جائداد حسب دفعہ ۱۰ مقدمہ سائل

۱۔ حصہ [illegible] پائی موضع دیورا پرگنہ اترولہ باقیمت تخمینا [illegible]
۲۔ حصہ [illegible] موضع امیا پرگنہ اترولہ باقیمت تخمینی مبلغ ۵۵۰۰ [illegible]
۳۔ ایک قطعہ مکان خس پوش واقع موضع امیا پرگنہ اترولہ محدود ذیل

پورب	پچھم	اتر	دکھن
مکان اعجاز حسین	مکان خادم علی	کھیت	گڑھا

۴۔ منجملہ ایک قطعہ باغ واقع موضع دیورا پرگنہ اترولہ محدودہ ذیل کے بقدر نصف

پورب	پچھم	اتر	دکھن
کھیت	کھیت	باغ ذوالفقار	کھیت

جائداد درخلہ مہاجنان حسب دفعہ ۱۰

۱۔ حصہ [illegible] پائی حقیت زمینداری حق اعلی موضع امیا [illegible] پرگنہ اترولہ
۲۔ حصہ [illegible] حقیت زمینداری حق اعلی موضع امیا پرگنہ اترولہ
۳۔ ایک قطعہ مکان سفالہ پوش موضع امیا پرگنہ اترولہ محدودہ ذیل

پورب	پچھم	اتر	دکھن
مکان اعجاز حسین	راستہ و مکان خادم علی	مکان [illegible] محمد زمان	[illegible]

۴۔ منجملہ ایک قطعہ باغ [illegible] موضع امیا پرگنہ اترولہ محدودہ ذیل میں بقدر [illegible]

پورب	پچھم	اتر	دکھن
باغ [illegible] وغیرہ	باغ [illegible]	سڑک [illegible]	[illegible]

۵۔ درختان متفرق معہ [illegible] موضع امیا پرگنہ اترولہ

[illegible]

۶۔ منجملہ ایک قطعہ باغ موضع دیورا پرگنہ اترولہ محدودہ ذیل میں بقدر [illegible]

پورب	پچھم	اتر	دکھن
کھیت	کھیت	باغ ذوالفقار علی	کھیت

۷۔ درختان متفرق معہ [illegible] موضع دیورا پرگنہ اترولہ

[illegible]

فہرست جائداد حق محمد زمان ہیں

بیل [illegible] مکان سفالہ پوش واقع موضع امیا پرگنہ اترولہ ضلع گونڈہ

آج بتاریخ ۴ فروری سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

خاکسار ادبار الشعراء نے مضمون "بیخودی" میں کیا تھا حضرت بیخود نے اُس کے جواب میں جناب مرزا دبیر کا ایک مصرعہ لکھا ہے۔ اور غالب وسودا و سرور و نواب علی حسن خاں تنوجی بھوپالی و مصطفیٰ خاں شیفتہ و قتیل کی نثر عبارتیں پیش کی ہیں۔ ہمارے ایراد کا خلاصہ یہ تھا کہ اول تو آیات قرآنیہ پر اس قسم کی دست درازی یا زبان درازی بیجا ہے دوسرے یہ کہ لمن الملکی فصاحت سے گرا ہوا ہے۔ اگر خالی کوس لمن الملک کہیے تو مطلب میں کوئی خامی نہیں آتی۔ جناب مرزا دبیر مرحوم نے بھی کہا تو یوں کہا ہے۔

کوس لمن الملک بجاتے ہوے آئے

لمن الملکی نہیں کہا۔ کوس لمن الملک ایہام مابہ البحث نہیں۔ لہٰذا آپ نے نقل اقوال میں بیکار زحمت اُٹھائی۔ کوس لمن الملک بھی مابہ البحث نہیں۔ اب جن لوگوں نے آپ ہی کی طرح لمن الملکی فرمایا ہے اُن کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ اُنھوں نے ڈنکے کی چوٹ غلطی کی ہے۔ فصاحت کا لحاظ نہیں رکھا یہاں "ی" بالکل حشو ہے "کوس" کی اضافت کافی ہے وہ بھوپالی ہوں یا لکھنوی ہوں مشہور ہوں یا غیر مشہور ہوں۔ تعجب ہے کہ حضرت بیخود نے کسی ایرانی مستند شاعر کی اس بات میں آڑ نہیں پکڑی۔ نواب علی حسین خاں سے مصطفیٰ خاں شیفتہ سے اور مرزا قتیل سے یہ لوگ نہ فارسی میں مستند ہیں نہ عربی میں کسی غلطی یا غلط کاری کی تقلید پر اتنا فخر و ناز کرتے ہم نے آپ ہی کو دیکھا حضرت ہمارے اعتراض کی غلطی آپ کی یہ سندیں ثابت نہیں کر سکتیں۔ اعتراض بجائے خود قائم ہے غلطی کے ارتکاب کی خوشی میں اگر آپ احباب کی دعوت کیجیے تو ہم خاطر شکنی گوارا نہ کریں گے سر آنکھوں سے آئیں گے۔ گو یہ توقع ہم سے نہ رکھیے کہ "مبارکباد" بھی کہیں گے۔

حضرت بیخود سے ہم نے سند طلب کی کہ غالب میر سودا ناسخ آتش کے کلام میں "ہستی" بمعنی "شخص" کہیں ہے۔ کوئی پوچھے کہ حضرت یہ ہم نے یہ دعویٰ کب کیا تھا کہ "ہستی" کوئی معنی لفظ ہے یا متروک الاستعمال ہے۔ عزیز صاحب کے اس شعر میں ہے

اک نظر گھبرا کے اپنی طرف اُس شوخ نے کی
ہستیاں جب مٹ کے اجزائے پریشاں ہو گئیں

"تشبیہ" ہستی سے مراد اشیا ہیں۔ موجودہیں یا اشخاص ہستی کے معنی "وجود" کے مسلم ہیں۔ تاہم ان ائمہ کا کلام نہ تھا علیٰ ہذا القیاس مولانا نعفی کا شعر ہے

اوج کی لیکن ذرا توقیر ہیں اُن کی ہستیاں
دیکھنا مٹنے نہ پائیں یہ مبارک ہستیاں

"ہستی" اردو میں معنی وقار و شخصیت و عزت بھی ہے محاورہ ہے فلاں کی ہستی کیا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ شخص و شخصیت میں کیا فرق ہے کسی کا یہ مصرعہ مشہور ہے مگر تعجب ہے کہ حضرت بیخود کی نگاہ سے بچ گیا ہے

بتوں سے دل کو لگا بیٹھے ہیں اپنی ہستی مٹا چکے ہیں

خود غالب نے اپنے اس شعر میں بھی "ہستی" سے وجود غیر حقیقی مراد لیا ہے

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ہم نے اعتراض کیا تھا کہ "معجزہ آرائی" ایک اجنبی لفظ ہے آراستن کے ساتھ علاقہ نہیں رکھتی بیخود صاحب نے ایک ادبی قیاس کی بنا پر اسے اپنا اجتہاد قرار دیا ہے یعنی طراز کے معنی بھی آرائش کے ہیں اور جب "معجزہ طراز" مستعمل ہے تو "معجزہ آرا" بھی جائز ہے۔ "معجزہ طراز" کی سند برہان قاطع و ثمرات البلاغہ مرزا قتیل سے پیش کی ہے اور کلیات مومن سے ایک شعر بھی نقل کیا ہے

صد سالہ مردہ زندہ ہو گر اپنی بات پر
آجائے اُس صنم کا لب معجزہ طراز

اس وادی میں بھی حضرت کو اہل زبان کی سند ڈھونڈھنے سے نہ ملی۔ حالانکہ معجزہ طراز وہ شخص ہے جو معجزہ کو زینت دے۔ دونوں میں اہل نظر کے نزدیک فرق ہے یہی وجہ ہے کہ معجزہ ساز معجزنما معجزطراز مستعمل ہے اور معجزہ آرا مستعمل نہیں۔ اس "ایجاد بندہ" کے ہم تو اپنی کم مائگی و کوتاہ نگاہی کے بدولت قائل ہو سکتے ہیں مگر اہل فارس ضرور ناک بھوں چڑھائیں گے۔

حضرت بصورت تقلید ہی کے لیے اساتذہ کا کلام نہیں دیکھا جاتا اُن کے تصرفات و اجتہادات پر نظر رکھنا بھی لازم ہے مومن کی مثنوی میں ہے

خاک نقش قدوم سرمہ اثر

قدوم ہرگز "قدم" کی جمع نہیں الا بھائی البتہ اکثر اس قسم کے اجتہاد فرماتے ہیں۔ اگر آپ کی طرح کوئی دوسرا مومن کی تقلید میں قدم کی جمع "قدوم" لکھے تو وہ معقول نہیں ہے آپ نے اپنے مضمون میں طالب کی جمع طلبا بنائی ہے۔ فرماتے ہیں:—

"صرف آج کل کے طلبا ہی نہیں وہ لوگ بھی کس طرح کتابیں دیکھتے ہیں"

آپ بفضل خدا عربی فارسی میں ایم اے ہیں اب آپ کے شاگرد آپ کی تقلید میں اگر طلبا لکھنے لگے تو فرمائیے آپ کس انعام کے مستحق ہوں گے؟ یا صاد سے "سرقہ" لکھنے میں زری نہ کھا نسے کنکھا سے لو بتائیے یہ الزام کس کے سر ہو گا۔ یا "لشد" کو "للشد" لکھیں تو گناہ کس کے ذمہ ہو گا۔

ہم نے یہ صحیح دعویٰ کیا تھا کہ "سجدہ ریزی۔ معجزہ آرائی" سے لغویت میں کم نہیں ہے نولکشور کی چھاپی ہوئی بہار عجم تو ہمارے پاس نہیں ہے لیکن "مطبع العلوم" دہلی میں کریم بخش نے جو بہار عجم چھاپی ہے اُس میں جن لفظوں کے ساتھ سجدہ مستعمل ہے وہ صرف داشتن، دادن، کردن، بُردن، آوردن، کشیدن، چکیدن، پاشیدن، ادا کردن ہیں۔ ان میں ریختن کی لفظ ہمیں تلاش کرنے پر نہ ملی۔ ہاں بہار دانش میں کہیں جگہ "سجدہ ریزی" کی ہے جن لوگوں کے کلام سے جناب سند پیش کرتے ہیں اول تو وہ اہل زبان نہیں ہیں

دوسرے ان کا کلام خود ہی مجروح ہے۔ مثلاً بیدل
جن کا جادو ہمارے مرزا غالب مرحوم پر چل گیا۔
اہل زبان بیدل کی ترکیبوں کو آج بھی حد اعتدال
سے خارج سمجھتے ہیں۔ اُن کے کلام پر بار بار
اہل زبان نے اعتراض کیا مثلاً ؎

خاک ہستی ابنا مان طراوت گل مکن
لغزش پا از مقیمان زمینہائے غم است

(عنصر دوم صفحہ ۳۹۳)

ہندوستان میں رقعات بیدل اور پنج رقعہ
داخل درسیات ہیں ایک غلط ترکیب کا مروج
ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں اس لیے کہ اہل زبان
کے کانوں یا نگاہوں تک یہ غلطیاں نہیں پہونچتیں
ناصر علی سرہندی یا ارادت خاں کے افادات
ایران تک نہیں پہونچے لیکن بیدل کا مجموعہ کلام
ایرانیوں کے پیش نظر ہے اور انھوں نے اسکی
دقیقہ سنجی و معنویت کے ساتھ ہی اس تجاوز و
جسارت کا اعتراف بھی کیا ہے۔ جو کچھ ہمیں
معلوم تھا وہ آپ کی خدمت میں عرض کر دیا
اب آپ کو اختیار ہے جبین کی لٹکیا اور سر کے
بلٹر سے "ٹپ ٹپ" سجدے ٹپکائیے یا ٹپکائیے
ہمارے اس اعتراض کے جواب میں بھی
حسب معمول حضرت بیخود نے تو اہ مخواہ وقت
غارت کیا ہے کہ بیخود صاحب کے اس فقرہ
میں "مرزا خود وجد کرتا ہے اور نکتہ سنجوں کو
سجدہ ریزی کی تعلیم" حذف فعل ناجائز ہے۔
حذف فعل کی جو مثال مولانا طباطبائی کی شرح
دیوان غالب سے دی ہے اُس میں اگر محذوف
ملا دیا جائے تو فقرہ بے محاورہ یا غلط نہیں ہوتا۔
جناب طباطبائی فرماتے ہیں ؎
"نہ نشاط و طرب سے مجھے کوئی تعلق نہیں میں
سراپا درد ہوں اور اپنی ہی مصیبت میں"۔ اسیطرح
غالب کے ہر فقرہ میں بھی اگر محذوف ملا دیا جائے
تو محاورہ غلط نہیں ہوتا۔
"ناچار سی بھی چھوڑ دی اور داڑھی"
"مصیبت میں" کے بعد "ہوں" لگا دیجیے اور
"داڑھی بھی" کے بعد "چھوڑ دی" اب آپ اپنے
جملے کے آخر میں "کرتا ہے" شامل کر کے دیکھیے تو
معلوم ہو جائے کہ قیاس مع الفارق ہے یا
نہیں۔ افسوس ہے کہ آپ نے "اس فقرے"
کی تخصیص جو ہمارے اعتراض کی عبارت میں
تھی پس پشت ڈالدی نفس اعتراض یہ نہیں ہے
کہ حذف فعل ناجائز ہے۔ آزاد دہلی کے
رہنے والے ہیں وہاں کے محاورے میں اگر
ایسے مقامات پر "کو" جائز ہے تو ہو آپ تو لکھنؤ
سے متصل رہتے ہیں۔ ہمارے کان ایسی ترکیبوں
سے آشنا نہیں ہیں۔ یہ اپنے اپنے شہر کی بول چال
ہے اس میں کسی کا اجارہ نہیں۔ ظفر مرحوم کہتے
ہیں ؎

ہم نے ہے سب کی طرز نا پہچانی ہوئی
چال پہچانی ہوئی آواز پہچانی ہوئی

آپ بھی اسی طرح ہم نے پہچانی ہوئی تو ہے۔
جس وقت تک زبان خالص تھی اجنبی ترکیب
یا اجنبی لفظ فوراً اہل زبان کو متنبہ کر دیتی تھی۔
خدا رکھے آج کل کے اہل قلم خصوصاً اخبار نویسوں
کو ان کی بدولت اجنبیت کا اثر بہت جلد زائل ہو جاتا
ہے۔ دنیا ہے بدبات اول الذکر آخر الذکر روشنی
پڑنا عملی جامہ پہنانا۔ اس کو مجبور کیا گیا اُس کو
نکال دیا گیا اُس کو لے جایا گیا۔ اب خود لکھنؤ والے
لکھنے بولنے لگے ہیں۔ کم لوگ ہیں جو یہ سمجھ سکیں
کہ یہ ہماری زبان نہیں ہے۔ آج ایک لفظ یا
ترکیب اجنبی معلوم ہوتی ہے تو بار بار اُس کی
اشاعت سے اجنبیت جاتی رہتی ہے اور
وہ لوگ بھی جنھیں خدا نے حسن و قبح کے پرکھنے
کا ملکہ عنایت کیا ہے اس قسم کی اجنبی بدعت کا
ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ پہلے یہی بلا دلّی پر
نازل ہوئی تھی اب لکھنؤ پر مسلط ہے۔
جس شخص نے نہایت غور سے غالب مرحوم
کا اُردو کلام دیکھا ہے اُسے بآسانی محسوس ہوتا
ہے کہ ناصر علی و بیدل کی جو ترکیبیں اُن کے اُردو
کلام میں نہیں ہیں۔ فارسی میں اُنھوں نے
مستند اہل زبان کا تتبع کیا۔ شاید اس کی یہ وجہ
ہو کہ اہل زبان ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی
زبان پر تصرف کا حق رکھتے تھے۔ (اس تصرف
میں یہاں تک مبالغہ ہوا کہ آخر انھیں خود اپنے
اُردو مجموعے میں نصف سے زیادہ حصہ خارج
کر دینا پڑا)
آگے چل کے حضرت بیخود نے "فکر آسماں سیر"
کے بارے میں حسب عادت ایراد اور معترض علیہ
دونوں کی تائید میں سندیں پیش فرمائی ہیں اور
اس باب میں [illegible] موصوف کی بات کھلی۔
اعتراض سے مقصود یہ تھا کہ آسمان سیر جیسی پوچ
ترکیب ہے ویسی آسمان سیر نہیں ہے اگر اسپ فلک سیر
شبدیز فلک سیر کے یہ معنی ہیں کہ آسمان پر سیر کرتا ہے
تو دشت سیر و کوہ سیر کی ترکیبیں بھی شاید موصوف
کے نزدیک صحیح ہوں گی مگر ہماری کوتاہی نظر قابل
افسوس ہے کہ ہماری نظر سے نہیں گذریں شاید
نکل آئیں تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔
یہ ترکیبیں فارسی ہیں۔ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ
فارسی ترکیبوں میں اہل فارس کا تتبع لازم ہے
اسپ فلک سیر وہ گھوڑا ہے جس کی جولانگاہ فلک
ہے۔ فلک سیر کے یہ معنی ہوئے کہ آسمان کی سی
چال رکھتا ہے فلک کے واسطے گردش کا لفظ
ہے۔ لفظ سیر کا الحاق بھونڈا معلوم ہوتا ہے۔
اہل زبان کی سند اس میں معتبر ہو سکتی ہے۔
لہذا حضرت بیخود نے مفت زحمت اُٹھائی۔
میر انیس مرحوم یا مرزا دبیر مغفور کی سند اُردو
میں یقیناً مقبول ہے۔ فارسی میں مقبول نہیں۔
اعتراض نفس ترکیب کے بھونڈے پن پر ہے
جس کا ماخذ معلوم نہیں ہوا۔ موصوف افادہ فرمائیں
تو عنایت ہے۔ زمانہ بھر سے غرض نہیں۔
مضمون بیخودی میں اکثر مقامات پر اس
بات کی لے دے کی گئی ہے کہ غلطی کی پیروی
نہایت فراخ دلی کے ساتھ کی جاتی ہے چنانچہ
لفظ خدمات اور جذبہ کے لغوی معنی بیان کرنے
کے بعد ہم نے لکھا ہے نہ بھلا وہ لوگ زبان کی

جلد ۲۱ نمبر ۱۷

مضامین

(مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۶ء)

فریدۃ القصر

عجب نام ہے۔ نام کیوں نہ عجب ہو۔ لکھا ہوا بھی تو ایک اصفہانی بزرگ کا ہے جن کا اسم گرامی عماد الدین اصفہانی ہے۔ اگلے وقتوں کا دستور تھا کہ اپنے عصر کے ذی کمال اشخاص کے ضروری حالات اور یا عہد ماضی کے ان شعرا کے حالات و اشعار کا اقتباس یادداشت کی کتاب پر ٹانک لیا کرتے تھے لیکن طول سے بچنے کے لئے جو حالات یا جو اشعار بہت مشہور تھے انھیں چھوڑ بھی دیتے تھے ۱۲۵۰ھ تک اس کا رواج عام تھا ہر پڑھا لکھا جو شوقِ قلم کا خالی وقت اسی طرح صرف کرتا تھا اس قسم کی بیاضیں ہمارے پاس ہیں تو ہر ہفتہ تقریباً مل جاتی ہیں دوسری جگہوں کا حال معلوم نہیں۔ ہزار ہزار برس پیشتر کے شعرا جن پارہ ہائے دل اب سوکھ کے مشک ہو گئے ہیں خوش گو ہیں قابلِ تقلید ہیں اسی طرح محفوظ رکھ سکا! دلال لائق ہوئی تو چند روز گھر اس مشک یعنی منجمد خونِ دل سے اور مہکتا رہا ورنہ سیدھا نخاس پہونچ گیا کچھ اوراق کلام حیرون سخنوروں نے تاجر کی آنکھ بچا کے نکال لیے اور شیرازہ بستگی کے حلقوں تل پٹ ہوئے۔ سچ ہے جو چیز مفت ملی ہو اور یہ بھی علم نہ ہو کہ یہ ہے کتاب اس کی قدر ہے جو کچھ باقی رہ گیا وہ قدردان کے ہاتھ لگا۔ لکھنؤ کی بڑھیاں اب تک بیان کرتی ہیں اے میاں دو رخی ردی کی قیمت ٹکے سیر ایک رخی تین پیسے۔ میر علی بخیہ کش دہلوی کی ردی وصلیاں اس بھاؤ ہم خرید چکے ہیں اور اُس پانچ چھ آنے کی چیز رقم کے بارے میں اکثر دوستوں کو اب تک شکایت ہے مگر افشائے راز میں ضرر ہے اس لیے چپ نے بلا ٹال رکھی ہے۔

مذکرۂ بالا کتاب بھی اسی نسل کا نتیجہ ہے۔ نام ہمارے پسند نہیں نہایت بے ڈھنگا اور کچھ بے معنی سا نظر آتا ہے [illegible] خیال ہوتا ہے کہ اصفہانی کا انتخاب اُن کی علمی استعداد کے موافق ہوگا پس مسلی [illegible] اسپانیہ کے اشعار میں حسن مذاق کی جستجو تو فضول ہے وہ اس یادداشت میں [illegible] ہاں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص عجمی ہونے کے باعث جبر حروف وحشت نگار عیش سے ضرور تذکرۂ آراستہ ہوگا۔ بعض اردو جرائد نے تعریفوں کے پل باندھ دیے ہیں عربستان ایک کوا اُڑ کے ایشیاٹک سوسائٹی میں آگیا۔ اب کہا کہیں جو اس کتاب کی جھلک دیکھتے ہی اُسکی کیفیت ہوئی۔ وہ کو دھنا دے کے بیٹھ گیا کہ جب نقل نہ اُتاریوں گا جگہ سے نہ ہلوں گا سو خاک بھی اپنی اُٹھے تو اس مکان سے اُٹھ سکے + ہم جہاں جوں نقش پا بیٹھے نہ دال سے اُٹھ سکے۔ خیر اس کے مذاق کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ ہمارا مطلب اس ضروری تمہید اس قدر ہے کہ آج کل ریسرچ سوسائٹیاں بنی ہیں یہ جرائد میں بہت مشہور یا کم و بیش نامور و بدنام مشاہیر شعرا و علما و سلاطین خواتین پر سے محض تشکیک کی وہ بھی جس جیسی بودی پیدا کر کے یا تو صاحب تذکرہ الزام ہی اٹھا دیں یا پھر اُن یقینی استفاضی اور متواتر واقعات کی جگہ ایسی خوبیاں اُس کی ذات کے ساتھ منسوب کر دیں کہ اولیاء اللہ کو رشک آئے بی نور جہاں بیگم بی زیب النسا بی اکی بی ڈھکی کو وہ نور بڑا نحت ڈالا ہے قصہ ایاز و محمود کس پرچے میں یہ چھاپے ہوئے تھے نہیں ہوتے۔ ایسی بھونڈی تشکیک اگر دینی امور میں پیدا کی جائے تو یقین کیجیے کل تمام مذہب اور تمام قدیم کتابیں غیر معتبر ہو جائیں گی۔ حالانکہ تفویض و استفاضہ و تواتر ایک حجت قوی ہے۔ کل کی بات محتاج تبیین و تحقیق ہو جاتی ہے۔ کچا سو برس یا اس سے زیادہ کا واقعہ۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ فلاں شہزادے نے بے بہادر سنگھ کے بہادر سنگھ کے پاؤں پر گرفتاری کے وقت سر رکھ دیا اور اس نے جان بخشی کی یہ بالکل غلط ہے۔ ایسے بھائی آخر کیوں۔ شہزادے کے غلام بھی ایسے بزدل نہ تھے وہ تو جان سے ڈرتے ہی نہ تھے۔ اس کے علاوہ اُن کے ایک مصاحب نواب صمصام الملک ٹلو قلی خاں نے ٹھیکرے ہی سے اپنے لڑکے کی روح مولانا ابوالکذب کے ذریعے سے اور شہزادے کی روح ایک میں مدغم کرا لی تھی۔ وہ ہر وقت سائے کی طرح جان نہیں چھوڑتا تھا اگر افسانہ بزدلی حق ہوتا تو اُس نے جو تذکرہ اپنے حاضرین کا لکھا ہے اُس میں اُس کا ذکر ضرور ہوتا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ آج کتاب دنیا میں موجود نہ اس امیر یا امیرزادہ دوسرے معتبر کتب میں موجود۔ ہاں کچھ حوالہ بھی دیا جائے گا تو ایسا کہ عمر بھر آپ ڈھونڈتے رہیں اور پتا نہ چلے مثلاً ۱۱۷۹ھ میں ایک بڑی بی برازیل بے پرواز کمانے کا ہنر دکھانے بڑے لاٹ صاحب کے دفتر میں آئی تھیں انھوں نے اپنے عہد کے مشاہیر کا حال لکھنا آغاز کیا تھا کہ انجام کو پہونچ گئیں یہ کتاب ہمارے مع اس افسانے کے دلائل رد و ابطال کے موجود ہے آ کے دیکھ لیجیے۔ سر مو فرق ہو تو چور کا حال وہ ہمارا حال۔ کہو یار والتسبیح ھوالوسرح والوسرح ھوالتسبیح۔ ہماری تغلیط میں قدما کی ایسی حرکتیں پیش کی جائیں گی۔ مگر یہ ہمارے معترض آنکھ تو رکھتے ہی نہیں۔

ضروری اعلان

ایڈیٹر صاحب کی شدید علالت کی وجہ سے ماہ مئی و جون میں ۵-۱۲- اور ۱۹-۲۶ تاریخ کے پرچے ۴ مرتبہ میں شائع ہوں گے۔

(منیجر)

ریکارڈ اٹھا کے دیکھا نہیں کہ آخر میں فتح کس نے پائی دگر آپ کو یقین نہ آئے گا در مفتوح کی حمایت میں دو چار فقرے کہہ کے فرمائیں گے "میں تحقیق کر چکا ہوں اب اس وقت زیادہ توسیع بحث کی مہلت نہیں" ایسے حیلوں کا کیا جواب ہے؟

کوئی اس طرح فتحیاب ہوا ہے وہ ہمارے دوست شہنشاہ حبش لاکھ فرمائیں کہ مرد و دا ٹلی کے ہم نے پرخچے اڑا کے رکھ دیئے۔ فلسطین سے خبر آئیگی کہ حضور ممدوح بخیریت علاقہ فلسطین کے بندرگاہ پر برطانی آبدوز کے ذریعے نہضت فرما ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں سب خیر سلا ہے لیگ آف نیشن کی بے وفائی پر افسوس ہے کہ پہلے زبانی ہمارا دل بڑھا کے لڑوا دیا جس قسم کی مدد ہم نے مانگی وعدہ کیا گیا کہ ضرور دی جائیگی۔ آپ کو یہ دکھنا ہے ہمیں بھی تو اپنا اور طلوستہا سے یورپ کے تحفظ قائم رکھنے حفاظتی تدبیر کریں۔ سب جانتے تھے کہ یورپ میں نئے جان لیوا ہتھیار گڑھے گئے ہیں

اٹلی ماننے والا نہیں چنانچہ اس نے زہریلی گیس کی تھیلیاں حاضر خدمت ہیں گرائیں یہ کیا یہاں تو سب لیسوافی اللہ ادہے۔ دوائے دردِ دل تک نہ پہونچ سکی کہ دوسری کروٹ میں جو ارادہ اٹلی والے دل میں رکھتے تھے اُسے ظاہر کرتے۔

یہ کوئی اور نہیں کہ سکتا کہ لیگ آف نیشن نہمی ہیں۔ ہم نے پہلے ہی یہ مطلب سمجھ لیا تھا چنانچہ ایک نشتر کا [illegible] کی تمثیل سے واضح طور پر ظاہر کر دیا۔ یہ تصویر ستمبر ۱۹۳۵ء میں نکلی تھی اب پھر نکالی گئی ہے کہ آپ اپنے نحیف الجثہ پنچ کی سیاسی فراست کا نمونہ دیکھ لیجیے سب مانے وقت آخر [illegible] ہو رہے ہیں اور یار لوگ کلیجہ نکال کے کھا گئے۔

خیر خواہوں کی مجبوریوں کی شکایت پھر بناؤ گزیں بیکس کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتی خیر مطلب صاف ہے اور مطلع ابھی ناصاف۔ کچھ نہ کچھ ابھی اور ہونے والا ہے۔

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب
پیش ہیچ ہر و پیش ہر و ہیچ

(نمبر ۲۵)

میڈم۔ عورتوں کے لیے سر کی جگہ مستعمل ہے اول تو فقرہ مہمل۔ دوسرے میڈم کا لفظ کل عورتوں کے لیے مستعمل نہیں۔ کنواری عورتوں کے لیے میڈم کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ اُن عورتوں کے لیے جن کا یہ سرکاری خطاب ہوتا ہے کنواری اور شادی شدہ کا لحاظ نہیں کیا گیا ورنہ عام عورتوں کے لیے اس کا لحاظ ضروری ہے۔

نارمل اسکول۔ اصول سکھانے والا مدرسہ۔ کن اصول کے سکھانے والا مدرسہ۔ قمار بازی رنڈی بازی۔ زناکاری۔ شراب خواری۔ یا چوری کے اصول سکھانے والا مدرسہ۔

نب۔ یہ کس نے بکا دیا کہ نب صرف

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲۰۶ سنہ ۱۹۳۶ء

بعدالت جج صاحب بہادر خفیفہ کانپور ضلع کانپور

فرم اے ایس مہرا اینڈ کو مصری بازار کانپور بذریعہ احمد شریف مدعی

بنام

نبتن صاحب ولد نامعلوم قوم مسلمان جوتہ ساز ساکن دگوان عقب چوکی پولیس لکھنؤ مدعا علیہ

ہر گاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۹ - ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعویٰ کی کریں اور ہر گاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۶ سنہ ۱۹۳۶ء ابتدائی معمولی

بعدالت [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

بنام

[illegible] مدعا علیہ

[illegible] ہر گاہ مسمی [illegible] مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۲ ماہ مئی ۱۹۳۶ء بوقت [illegible] بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۶ ماہ مئی ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ: تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری تاریخ ۲۷ ماہ مئی ۱۹۳۶ء تک [illegible]

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

([illegible])

نمبر مقدمہ

بعدالت جناب [illegible] صاحب بہادر [illegible] محمدی ضلع کھیری

[illegible]

بنام

[illegible] ساکن [illegible] تحصیل محمدی ضلع کھیری۔ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۲۰ ماہ مئی ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے بمقام محمدی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو اور ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۶ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کرنے کی ضرورت ہے یا اس مریض کی حالت واچ کرتے رہنا۔

وارڈ۔ وہ نابالغ جس کی ذات یا جائداد یا دونوں کے لیے عدالت سے کوئی اور منتظم مقرر ہو۔

قانونی معانی درج فرماکر خاموشی اختیار کی۔ اب آگے لکھتے تو کیا لکھتے۔ کاکوری میں نہ کوئی بڑا اسپتال ہوگا اور نہ میونسپلٹی۔ وارڈ اسپتال یا شہر کے ایک حصہ کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے گنیش گنج وارڈ۔ گنیش گنج کا حلقہ۔ یا فیمیل وارڈ۔ عورتوں کے علاج کے لیے مخصوص حصہ اسپتال۔

والنٹیر۔ بلامعاوضہ کی شرط غلط۔

وردی۔ فیلن صاحب کی رائے صحیح ہو یا غلط لیکن آپ کی رائے قطعاً غلط ہے۔ یہاں اظہار لیاقت کے لیے کاکوری اللغات نے فیلن صاحب سے اختلاف رائے کیا ہے۔ حالانکہ ہر مقام پر اسے مشعل ہدایت بنایا ہے۔

وکٹوریہ کراس۔ ایک اعزازی تمغہ جس پر صلیب کی شکل بنی ہوتی ہے اور کسی بہادرانہ کام کے صلے میں بادشاہ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔

جب ناواقفیت کا یہ حال تھا کہ وکٹوریا کراس ایسے مشہور تمغے کی شکل یا حالات سے واقف نہ تھے تو لغت لکھنا اور اس میں وکٹوریا کراس درج کرنا کیا ضرور تھا۔ جس طرح اور کسی تمغہ یا خطاب کا تذکرہ نہیں کیا اس کا بھی تذکرہ نہ کرتے۔ کہیں وکٹوریا کراس کا نام سن پایا پھر تاب کہاں کاکوری اللغات میں درج ہی کر دیا۔ شکر ہے کہ آپ نے کسی اور تمغہ یا خطاب کا نام نہیں سنا۔ ورنہ معلوم نہیں کیا کیا گل کھلاتے۔

غلطی نمبر۱۔ وکٹوریا کراس پر صلیب کی شکل نہیں بنی ہوتی ہے بلکہ یہ خود صلیب کی شکل کا ہوتا ہے۔ غلطی نمبر۲۔ کسی بہادرانہ کام کے صلے میں عطا نہیں ہوتا کسی کا لفظ لکھ کر اس تمغہ کو عام کر دیا۔ میدان جنگ میں جو بہادرانہ کام بمقابلہ دشمن کیا جائے اس کے صلے میں عطا ہوتا ہے۔ وہ بھی خاص بہادری ہونا چاہیے۔ غلطی نمبر۳۔ بادشاہ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔

نوٹس

بعدالت جناب اسپشل جج صاحب بہادر درجہ اول کھیری

نمبر مقدمہ ۱۰ سنہ ۱۹۳۶ء

تاریخ پیشی ۲۰- اگست سنہ ۱۹۳۶ء

پراگ پسران رام دیال قوم برہمن ساکن ڈھکیا جوگی پرگنہ محمدی ضلع کھیری سائل

بنام

۱- بچو لال ولد پورن لال ساکن نبولی پرگنہ و تحصیل محمدی
۲- کندن ولد ہولا قوم اہیر ساکن رجھیرہ ضلع کھیری

سرگاہ مسمی پراگ ولد رام دیال وغیرہ برہمن ساکن ڈھکیا جوگی نے درخواست دفعہ ۴ ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۳۴ء عدالت ہذا میں ذریعہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کھیری گزرانی ہے اور منجانب اپنے بیان تحریری داخل کر دیا ہے لہذا جملہ اشخاص کہ جن کا قرضہ ڈگری شدہ متذکرہ بالا درخواست دہندہ کی ذات یا جائداد پر ہو وہ اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گزٹ سے اپنا بیان تحریری نسبت اپنے قرضہ کے داخل کرے ورنہ کوئی عذر بعد میں سماعت نہ ہوگا اور درخواست بعدم حاضری قرضخواہان مسموع اور فیصل ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۵ مئی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۵۴ ابتدائی سنہ ۱۹۳۶ء

عدالت جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر منصف صفی پور مقام اناؤ

لالہ پربھو دیال وغیرہ مدعیان

بنام

ماتا دین وغیرہ مدعاعلیہم

بنام درگا دین ولد دیبدین قوم برہمن ساکن موضع رامپور کلاں پرگنہ آسیون رسول آباد ضلع اناؤ مدعاعلیہ

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت معاملہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ یکم ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے بالاصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر روز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۵ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ:- تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ یکم ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء تک گزرانو۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

"داخلہ"

دی آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی

آیورویدک طبیہ کالج سنسکرت۔ آیورویدک طبیہ کالج بھاشا۔ یونانی طبیہ کالج عربی۔ یونانی طبیہ کالج اردو۔ آیورویدک طبیہ کالج زنانہ۔ یونانی طبیہ کالج زنانہ۔

جو طلبا یا طالبات مندرجہ بالا شش کالجوں میں سے کسی میں علمی و عملی تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں ۵ مئی سنہ ۱۹۳۶ء سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء تک اپنی درخواستیں بنام عالیجناب افسر الاطبا حکیم حاجی محمد ظفر خاں صاحب آنریری پرنسپل ورکمیر اعظم دہلی "روانہ کر دیں۔ ویز پراسپکٹس و فارم داخلہ طلب کرنے پر بلاقیمت بھیجا جائے گا۔

دفتر پرنسپل آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج دہلی

شعلہ و شبنم

شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی مدظلہ کی پرجوش اور کیف آور نظموں کا مجموعہ۔

یہ مجموعہ آپ کو آتشکدے کی شعلہ افشانیوں اسلامی شان و حریت کے خون کھولا دینے والے واقعات بادۂ سرجوش کی پرستیوں اور گلہائے فطرت کے روح پرور نغموں سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیگا۔ یہ شاعر انقلاب کا لافانی تہلکہ ہے اور غیر مطبوعہ کلام سے مرصع ہے۔

قیمت تین روپیہ

خریداری کے لیے فوراً درخواست کیجیے۔

پتہ:- کلیم بکڈپو کٹرہ بڑیان دہلی

"دمِ آخر"

بسرپرستی حضور نظام الملک خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء

تار کا پتہ
"حنا"
لکھنؤ

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

شاخ
قنوج - حیدرآباد دکن
دہلی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

Akhtar

کس بادشاہ کی طرف سے؟ - یہ برٹش گورنمنٹ کا تمغہ ہے - آپ نے محض لفظ بادشاہ لکھ دیا - یہ تمغہ ۱۸۵۷ء میں پہلے پہل رقع ہوا - پہلے یہ تمغہ گورے چمڑے والوں کے لیے مخصوص تھا لیکن ۱۹۱۱ء سے کالے چمڑوں کو بھی عطا ہونے لگا۔

وَیْفَر - (انگ میں وافر تھا) -

کاکوری اللغات سے زیادہ واقف تو بیان صاحب اور بحر تھے جنھوں نے صحیح لفظ ویفر نظم کیا ہے - وائے برحال کاکوری اللغات کہ بی اے وایل ایل بی کے ڈپلومے ٹھکانے کے باوجود لفظ غلط لکھا ہے - اور خواہ مخواہ صحیح تلفظ ویفر پڑھ کر ان شعرا کی روحوں کو صدمہ پہونچایا - اور جہالت مزید دیکھیے لکھدیا کہ انگریزی تلفظ وافر تھا - صحیح تلفظ ویفر ہے جو ان شاعروں نے موزوں کیا ہے -

ویلر - (انگ) مذکر - لغوی معنی بہت بڑی چیز یا مضبوط آدمی - ۲ - ایک قسم کا قداور گھوڑا جو آسٹریلیا سے آتا ہے -

جہالت ملاحظہ ہو - انھیں معلوم نہ تھا کہ اس گھوڑے کو ویلر کیوں کہتے ہیں لہذا تخیل کو راہ دی وہ بھی دیہاتی تخیل -

ڈیر پنچ آپ نے سچ لکھا ہے کہ اللہ جانے کن گناہوں کی پاداش میں یہ کتاب اہل ہند یا اردو بولنے والوں کے سر منڈھی گئی - اور وہ تعریف کرنے والے کیسے تھے جنھوں نے اخباری کاغذوں میں دھوم مچادی کہ " بے نظیر لغت کی کتاب ہے۔ دراصل مصنف علامہ ہی کا دل گردہ تھا کہ باوجود اس قدر لاعلمی کے لغت مرتب کرنے چلے -

بھلا خیال تو فرمائیے کہاں ویلر WALER گھوڑا اور کہاں لفظ انگریزی VALOUR لیکن علامہ موصوف ویلر کو ڈیلر سمجھے پھر پڑھا نیمی سمجھ پر اگر سمجھے تو کیا سمجھے صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ گھوڑے کی مناسبت سے

ویلر VALOUR کے معنی بھی گڑھے - بہت بڑی چیز یا مضبوط آدمی - اس طرح آدمی کو گھوڑا بنایا - اور جرأت دیکھیے لکھدیا لغوی معنی - بتائیے وہ کون سا انگریزی لغت ہے جس میں ویلر کے معنی بہت بڑی چیز یا مضبوط آدمی کے لکھے ہیں - ویلر کے معانی بہادری یا ہمت کے ہیں -

نئے لاٹ صاحب
دل لبھانے والی چال

آسٹریلیا کے صوبہ نیو ساؤتھ ویلز سے یہ گھوڑا ہندوستان آیا - اور اپنے وطن ویلز کی مناسبت سے ویلر کہلایا - علامہ کو یہ معلوم نہ تھا - لہذا لال بجھکڑ کی طرح ہرن کے پیر میں چکی باندھ کر کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ لفظ ڈیلر ہے - اور گھوڑے کی مضبوطی اور قد کے لحاظ سے ویلر کے معنی لغوی بھی لکھ ڈالے -

یہ جہالت در جہالت تھی - شاید کاکوری میں گھوڑے کی مناسبت سے شتہ وطا اور قد آور کو محبت سے ویلر کہتے ہوں لیکن تب بھی ویلر کے معنی بہادری اور ہمت ہی کے رہتے -

ہاربر - وہ خاص مقام جہاں ساحل کے قریب جہاز کھڑے ہوتے ہیں - کاکوری اللغات نے قسم کھائی ہے کہ کوئی بات سیدھی نہ لکھیں گے - ہاربر مقام محفوظ یا جائے پناہ کو کہتے ہیں - اور چونکہ بندرگاہ جہازوں کے لیے جائے پناہ ہوتا ہے لہذا بندرگاہ کو بھی ہاربر کہنے لگے - ہاربر کے معانی ہیں جائے پناہ - مقام محفوظ اور بندرگاہ لکھدینا کافی تھا - یہ مقام خاص کا ذکر کیوں کیا گیا؟ - اس معمے کو ایڈیٹر صاحب آپ ہی حل کریں -

ہال - گول کمرہ - بڑا کمرہ -

حالانکہ دونوں معانی صحیح نہیں - لیکن ہم معنی نمبر ۲ (بڑا کمرہ) سے تعرض نہ کریں گے صرف اس قدر دریافت کرتے ہیں کہ ہال کے معنی گول کمرہ کے کس لغت میں ملیں گے -

ہز مجسٹی - یہ خطاب صرف بادشاہوں کے نام کے ساتھ لگایا جاتا ہے -

ہز ہائینس - حضور والا - خداوند نعمت -

یور ہائینس - بادشاہ اور شہزادہ کے خطاب کرتے وقت حضور والا کی جگہ مستعمل ہے -

اردو داں ناظرین سے اس قدر بتادینا مناسب ہوگا کہ خطابات مجسٹی اور ہائینس ہیں - ہز اور ہر اور یور ضمایر ہیں - اگر غائب کی طرف اشارہ کریں گے تو مرد کے لیے ہز اور عورت کے ہر کی ضمیر لائیں گے - اگر مخاطب ہوگا تو یور کی ضمیر استعمال کریں گے - کاکوری اللغات میں معانی لکھتے وقت جس طرح واحد و جمع اور حال و ماضی وغیرہ کا لحاظ نہیں کیا گیا - اسی طرح ضمائر کا بھی کوئی لحاظ نہیں - چنانچہ ہر کی ضمیر کے ساتھ کوئی خطاب نہیں

لکھا گیا۔ گویا عورت کی طرف اشارہ ہوتا ہی نہیں یا یہ کہ عورت کو خطاب ملتا نہیں۔ یا شاید کاکوری میں عورتوں کے لیے بھی ہز کی ضمیر مستعمل ہے۔

چاہیے تھا کہ ہائینس اور مجسٹی کو اصل لغت قرار دیتے اور معانی و محل استعمال درج کرتے وقت ضمائر کا بھی ذکر کر دیتے۔

لغویت کی انتہا کر دی۔ ہز ہائینس کے معنی تحریر فرمائے ہیں۔ حضور والا خداوند نعمت گویا جن لوگوں کو اردو میں حضور والا اور خداوند نعمت کہتے ہیں انھیں انگریزی میں ہائینس کہتے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ہائینس خاص لقب ہے۔ مثلاً ہندوستان میں والیان ریاست اور سر آغا خاں کے لیے مخصوص ہے۔ کہاں تو ہائینس کے خطاب کو اتنا وسیع کر دیا کہ ہر کس و ناکس کے لیے استعمال ہو سکتا ہے کہاں چند صفحے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور شاہزادے کے خطاب کرتے وقت حضور والا کی جگہ مستعمل ہے یعنی صرف بادشاہ اور شاہزادے کے لیے مخصوص کر دیا۔ اس اختلال حواس کو کیا کہیے پھر خود ہی تحریر فرمایا ہے کہ مجسٹی کا خطاب بادشاہ کے لیے مخصوص ہے سگو یا کہ بادشاہ کے دو خطاب ہوئے ایک ہائینس دوسرا مجسٹی کہاں تک ان لغویتوں کی تشریح کروں۔

ہر خطاب کا محل استعمال عرض کیے دیتا ہوں۔ مجسٹی بادشاہ اور بادشاہ بیگم کے لیے مخصوص ہے۔ اور رائیل ہائینس شہزادوں اور شہزادیوں کے لیے ہے اور ہائینس خاص خاص اشخاص کے لیے جن کی تشریح طوالت طلب ہے۔

ہنٹر۔ (انگ۔ بالفتح و فتح سوم)۔ چابک۔ کوڑا۔

کاکوری اللغات کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہنٹر بمعنی چابک یا کوڑا انگریزی میں نہیں ہے۔ اردو میں ضرور بہ معنی چابک اور کوڑا آتا ہے۔

(باقی آیندہ)

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پایے برو کتابے چند

ضروری گزارش

جن حضرات کے نام وی۔ پی روانہ کیے جا چکے ہیں براہ کرم وصول فرمالیں۔ باقیدار اصحاب قیمت کا منی آرڈر جلد از جلد ارسال فرمادیں۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

نوٹس حسب دفعہ ۴ ایکمبرڈ ایکٹ

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم گونڈہ
مقدمہ نمبر ۸ سنہ ۱۹۳۶ء ابتدائی معمولی ایکمبرڈ ایکٹ
پیشی ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء

۱۔ بیر مر سنگھ ولد بونت سنگھ
۲۔ امان سنگھ } پسران بیر م سنگھ } اقوام چھتری پیشہ زمینداری ساکن موضع براہم پور پرگنہ بلرامپور ضلع گونڈہ
۳۔ کاسی زس سنگھ

بنام

۱۔ سرامی دیال ولد بنہاری لال قوم کائستھ پیشہ مہاجنی ساکن موضع اگر دالگنج بلرامپور تحصیل اترولہ ضلع گونڈہ ۲۔ رام سرن ولد ملہیول قوم برہمن ساکن موضع مہیش بہاری پرگنہ بلرامپور تحصیل اترولہ ضلع گونڈہ ۳۔ منیجر کورٹ آف وارڈس بلرامپور ضلع گونڈہ۔

ہرگاہ سائلان نے درخواست حسب دفعہ ۴ ایکٹ ۱۴ سنہ ۱۹۳۴ء عدالت جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گونڈہ گزرانی ہے جو اس عدالت میں موصول ہوئی اور سائلان نے اپنا بیان تحریری حسب دفعہ ۸ ایکٹ مذکور داخل عدالت ہذا کر دیا ہے لہذا فریق ثانی و ثالث مذکور الصدر و دیگر ہر خاص و عام کو بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جاتا ہے جس شخص کا کوئی قرضہ ڈگری شدہ و غیر ڈگری شدہ خلاف ذات و جائداد سائلان متذکرہ صدر ہو وہ اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گزٹ سے اپنا بیان تحریری نسبت اپنے قرضہ کے داخل کرے ورنہ کوئی عذر بعد میں قابل سماعت نہ ہوگا اور درخواست بعدم حاضری قرضخواہان مسموع و فیصل ہوگی۔

آج بتاریخ ۲۶ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

روزنامہ سیاست کا یوم رحمۃ للعالمین

رسول نمبر

[illegible]

مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست لاہور

OUDH PUNCH
LUCKNOW
اودھ پنچ
۱۹۳۶
M. B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

دواخانہ

معدن الادویہ

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سے خاص مفردات اور نادر مرکبات بکفایت منگائیے فہرست مفت طلب فرمائیے اور نامور و حاذق اطباء کے مشورہ سے بدون فیس فائدہ اٹھائیے۔

ایک ماہوار رسالہ رہنمائے صحت بھی اسی دواخانہ سے پابندی وقت پر شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ صرف ع

قواعد وضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینہ کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ (۲) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ (۳) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔ کم مایہ شاگردان مدارس سے بشرط التصدیق ہیڈ ماسٹر سالانہ قیمت صرف للعہ لیجائیگی۔

ایجنٹ اخبارات اور بہترین کیلئے بادموقع

ہفتہ وار سوشل ریفارمر

جو کوہستان شملہ کی دلفریب وادیوں سے ہر جمعہ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے ہر پرچہ میں نہایت پرلطف مضامین کچھ ظرافت آمیز افسانے۔ دلگداز نظمیں۔ انعامی معمے۔ اور ملکی خبریں شائع ہوتے ہیں۔

شرائط ایجنسی اور اجرت اشتہارات نہایت معقول۔ سالانہ چندہ صرف تین روپیہ۔ تفصیلات اور نمونہ مفت طلب فرمائیں۔ مستقل خریداروں کو پانچ صد صفحات کی پسندیدہ کتب مفت نذر کی جاتی ہیں۔

منیجر اخبار سوشل ریفارمر سپاٹو شملہ

نوٹ:۔ طالب علموں اور کم استطاعت کے شائقین سے سالانہ چندہ صرف حسب حیثیت لیا جاتا ہے۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی خط روانہ کریں۔

اب خضاب چھوڑو

کیونکہ اس تیل سے بال پک کر پکا بال کالا پیدا ہوتا ہے لیکن اگر ساٹھ برس تک کالا نہ رہے تو دو نا دام واپس کی شرط لکھا لیں۔ ایک دو بال پکا ہو تو ہے اس سے زیادہ پکا ہو تو شیشہ نصف سے زائد پکا ہو تو للعہ کا تیل منگائیں۔

بال کالا اسٹور پوسٹ بکس نمبر ۸ دہلی

(۵) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔ (۶) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہوں گے ان کی واپسی پر ہم مجبور نہیں۔

(۷) فحش اور خلاف قانون اشتہار شائع نہ ہوں گے۔ (۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ (۹) مضامین میں مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہ ہو۔ (۱۰) قیمت بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔ (۱۱) گمنام مضامین شائع ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اڈیٹر پر ان کے مضمون نگار صاحب اپنا اسم مبارک ضرور ظاہر فرما دیں۔

نوٹ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر رسید نمبر خریداری ضرور رکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مجلد نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۵ء کے مکمل فائل

اگر آپ کو صحیح اردو لکھنی مرغوب ہے اور آپ اردو مدارس سے تعلق رکھتے ہیں تو شاگردوں کو صحیح زبان سکھائیے اور اودھ پنچ کی مجلد تاب ۲۰ طلب فرما کر کتب اور لغات اردو کی غلطیوں پر اطلاع حاصل کیجیے فی جلد ے یاد رہے کہ تبصرۂ لغات کا کام ہر جگہ تک بندہ ہو۔ صرف اودھ پنچ کیلئے مخصوص ہے اور ۳۶ء میں بھی یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ منیجر

آگے بڑھنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں سے معذرت کرلیں جنکے نظم و نثر پر ہم نے نیک نیتی کے ساتھ (محض بغرض اصلاح زبان) نکتہ چینی کی ہے بالمعنی کیا ان میں کوئی بھی غالب کے اردو کلام کے سمجھنے سمجھانے کا ادعا کرنے کے باوجود ایسا ذی علم نہ تھا جو شرفا سے لکھتا ہو یا طالب کی جمع طلبہ بنانے غلطیوں کی پیروی پر ہر وقت کمربستہ تیار ہوا ور املا کی صحت سے بے پروا ہے۔ اہل فہم اردو زبان و نظر کا مقابلہ کرے اور سند لائے کہ کسی اور کا کوری کے گراں یا اس پار دانے گزرے ہوئے کی ستند اپنی کی سندیں پیش کرے تو ایسی جو اپنے مفید مطلب ہو خصم یا مدعی یا معترض کے فائدہ اور مطلب کی ہوں۔ اعتراض ہوگا۔ معجزہ آرائی یا جذبات پر اور سند عنایت ہوگی جذبہ رقیب آفرینی۔ سجدہ ارم آفرین۔ نزاکت آفرینی۔ مرگ آرا۔ وحشت آرا قیامت آرا کی پھر سند بھی کس کی شرکی یا مومن خان کی جو فارسی کے صاحب زبان نہیں ہیں۔ یا صبح گلشن کی جو کوئی مستند کتاب نہیں اور جسکا مصنف ہندی ہے جو نزاکت آفرین کہتے جھجکتا نہیں ہو۔ (نازک فارسی لفظ ہے بقاعدہ عربی اسکا جعلی مصدر فارسیوں نے بنایا تو ہے مگر فصحائے فارس استعمال نہیں کرتے) اسطرح کی سندیں انسان اگر تلاش کرنے پر آمادہ ہو تو ہر غلطی کی سند ہر وقت مل سکتی ہے کچھ ضرورت اسکی بھی نہیں کہ غیر معروف پرانے شاعر یا حاطب اللیل ہر بد شعر تلاش کیے جائیں۔ یہ خود صاحب خود بھی مستند ہیں مرداں میگویند کہ بے دست و نما نمی خود بار ہا تماشا کردید و شد بھلا یہ قیاس کسی محاورے میں چل سکتا ہے کہ نفس مرگ آرا اہل زبان نے باندھا ہے تو ہم بھی معجزہ آرا کہہ سکتے ہیں؟ مگر پڑا زبان زد ہے تو "کھا پڑا" میں کیا خرابی ہے خالی آرا پر اعتراض نہیں ہے جو آپ ہر بڑھئی کی دکان دکھاتے ہیں۔ مومن خاں ایک مطعون شاعر ہیں انکی طباعی میں اعتبار نہیں مگر خود انکے معاصر بھی انھیں وسعت ترکیب میں حد اعتدال سے متجاوز سمجھتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ بھی مومن خان کی طرح

بے احتیاطی کا استاد اپنے نفس کو فرض کرلیں لیکن ایسی صورت میں آپ کو دوسروں کی سند پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

آپ غیر زبان پر تصرف کرسکتے ہیں مگر اپنی زبان کی حد میں رہ کے۔ یہ نہیں کہ بنائیں ہند اور پھر فارسی یا عربی طرز سے استعمال بھی کرتے رہیں۔ جو لوگ کے تو اس کے سرہو رہیں۔ مومن خان کی ترکیبیں یقیناً قابل نظر ہیں اور ہرگز قابل تقلید نہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں ؎

فراق غیر میں ہے بیقراری یاب اپنا سا
بنایا تو نے شکو بھی دل بیتاب اپنا سا

بیقراری یاب فارسی ترکیب ہے جسکا موجد ایک ہندی ہے یہ سراسر خلاف محاورہ ہے۔ خاں صاحب نے بیقرار کا مفہوم بیقراری یاب سے بضرورت قافیہ ادا کیا ہے۔ ایک قصیدے میں کہتے ہیں:-

سیاہ پوش جبل ہو درون ماتم سوس

اہل انصاف خود ہی غور فرمائیں کہ درون یہاں برمحل استعمال ہوا ہے؟ کوئی ایرانی در کی جگہ درون نہیں کہتا۔ درون کا محل استعمال اور ہے افسوس تو اسکا ہے کہ باوجود ایسے حاطب اللیل ہونے کے بھی مومن خاں کے متروکات میں آپ کو معجزہ آرائی، نہ ملی۔ مومن خاں کا یہ گناہ ہرگز عفو کے قابل نہیں اگر وہ جذبات دل جذبات حسن اور معجزہ آرائی کہہ کر چھوڑ جاتے تو کچھ قاضی گلا نہ کرتا آج آپ مشکلوں میں نہ پھنستے حضرت یہ تو فرماتے ہیں دو ترکیبیں اور خطر ہوں۔ خاطر نگہدار درویش:-

کہ خاطر نگہدار درویش باش
نہ در بند آسائش خویش باش

(بوستان بلبل شیراز علیہ الرحمہ) خون دل آشامے

ماکار کا و غمزہ نظیری اثر نماند
فارغ نشین کہ خون دل آشامی تو رفت

مگر یہ نہیں کہتے کہ ان دونوں ترکیبوں میں غلطی کیا ہے۔ انکی صحت میں کسے کلام ہے؟ ان کا

یہاں کیا محل تھا؟ ہم بھی اگر آپ کی طرح بکواس پر آمادہ ہوں تو کہہ سکتے ہیں۔

کوا اصلال - علامہ بجو سو ؎

آغا تقی کے باغ میں کوا اصلال ہے
پردہ اٹھا کے دیکھو تو موتی کا جال ہے

پپیے کی کلی ملا میسو (صفحہ ۳۵) ؎

آتا تھا بڑی دور سے کھاتا تھا لاقی
پپیے کی کلی توڑ کر دیتا تھا دوائی

علی جان کے نالو - منشی طوطا (صفحہ ۱۰) ؎

اس شان سے آتے تھے علیجان کے نالو
ایک ہاتھ میں گھیاں لیے ایک ہاتھ میں آلو

لڑکا سُنار کا - خواجہ بدھو، کلام غیر مطبوع ؎

آغا تقی کے باغ میں گچھا انار کا
چھاتی پیٹ کے مرگیا لڑکا سنار کا

لودھ پٹھانی - نسخہ حکیم بنگش (مطلب)....

لودھ پٹھانی جاکسو سے مقشر پھٹکری بریان نیلا تھوتھا سے خالص در عرق سونف سپیدہ شاد نمایند

کواغذات منتھو کھتہ - لالہ لکھمی چند (صفحہ ۲۳)

"امروز لالہ متھولال جینڈ کو اغذات منتھوکتہ از سہی کلان نقل نمودہ بہیش این ضعیف اللان آوردند الخ...

لیکن یہ تمام منقولات مہمل ہیں اور مہمل ہی رہینگے اور اس قسم کے حوالے **شیکسپیئر پرستان ہندی نژاد** کی مہملیت دفع نہ کرینگے۔ **تو کہ سے پرستان** تو نے بھی کیا اردو کا دبدبہ بڑھایا ہے کہ گلفام دیکھے تو دم ہی نکل جائے ایکسی جملہ میں **گفتن نامہ** نامہ اور مذہب دو نوع جو دس لے حضرت ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ عربی فارسی الفاظ لیے ہی نہ جائیں اعتراض یہ ہے کہ ایسے الفاظ کی نشست اور ترکیب جملے کی فصاحت پر پانی پھیر دیتی ہے ایسی ترکیبوں سے بھلی چنگی بول چال بگڑتی ہے ہرگز عصمت نہیں بڑھتی آپ نے ہماری عبارت نقل کرنے میں بھی دیہاتی پن دکھایا ہے ہم نے ہرگز چار کی جگہ چہار نہیں لکھا۔ یہ چہارد یا مجبوراً آپ ہی کو مبارک ہے۔ ہم نے مٹاٹ کی انگیا او دھوتی کی بخیہ، کا محاورہ بالکل برمحل استعمال کیا ہے

جلد ۲۱ نمبر ۲۰

مضامین غیر

(مورخہ ۵- جون ۱۹۳۶ء)

مثنوی باد ہوائی

من نگویم کہ این مکن آن کن
مصلحت بین و کار آسان کن

اے معین المہام لہو و لعب
صدر آرائے بزم گاہ پتنگ
بھیڑیا تدر مانگ دار الملک
نا فلان زمانہ کے سردار
کام کی بات میں تعذر لنگ
طبع اقدس کے گو یہ ہوگا خلاف
زیب ہیں اب یہ بازیاں کن کو
جو کہ سودی رقم چلاتے ہیں
کیجیے کیوں ایسے لوگوں کی تقلید
من سے لنگر لڑائیے کیوں پتا
آپ ہیں اور دوسروں میں ہے فرق
رقم سود ہے جو دے کوئی کپ
دین بیچا جو مسلمان ہیں
قوم مردہ کو آپ کیوں ماریں
ان کو تشویق کیوں دلائیں آپ
ہوں تباہی کے جس جگہ اسباب
ٹورنامنٹ میں یہ ہیں جتنے
آپ نے یہ بھی کچھ کیا ہے خیال
بیچ میں جو شریک تھے جب کی
رہن کس کس کا ہو گیا اسباب
جب ترے دن میں پیچ لڑتے ہیں
بچے کس کس کے بھوک کے مارے
ٹیم سے A کی جب یہاں لڑی

قوم کی فاقہ مستیوں کے سبب
یوں ہوا و انواز آنگل جنگ
تجمل ضیر الدولہ و کشار الملک
مزرع مسر فان کے یہی دار
آپ تو ہیں پہ اور شغل پتنگ
عرض کرنا پڑا قصور معاف
سود دیتا نہیں زیاں جن کو
دس اڑاتے ہیں سو کماتے ہیں
جنکی شب شب برات اور دن عید
ہنس کی چال کیوں چلے کوا
ایک جگنو تو دوسرا ہے برق
اس کے سر پر پڑی پلیٹ نہ لپ
وہی جو سید سود خواران ہیں
کیوں درندوں کو آپ للکاریں
ان سے مٹھ بھیڑ کیوں کریں صاحب
در رہیے نہ بیٹھیے آپ جناب
فارغ البال ان میں ہیں کتنے
کتنوں نے لیں اگاہیاں امسال
کتنوں پر ہوگئیں جو ہیں اب کی
ہوئے اس مشغلہ سے خانہ خراب
گھر میں فاقوں سے کتنے پڑتے ہیں
گھر پڑے رو رہے ہیں روتے ہائے
فاقے سے گھر میں کس کے نہیں ہوئی

ایچ سے D لڑکے جیتی یا کہ ہری
نوکری پیشہ ان میں جو ہیں حضور
جب دسمبر کی پائیں گے تنخواہ
ڈور والا شریک قسمت ہے
آپ کی ہو رہی ہے بربادی
رہن ہو کر تھیلی بے کنٹرول
شد اپنی دکانیں کر کر کے
دے خدا اب بھی آپ کو جو دفتر

کچھ بھی ہو گھر میں بی بی فاقوں مری
رہ ہیں بیچارے جورو کے مزدور
گھر میں پوری نہ جائیگی وہ آہ
یوں تاؤں کی باقی قیمت ہر
بانٹنے والے کے گھر میں ہے استادی
ریل کے کتنے ہٹ گئے پنڈل
کتنوں نے دن گزارے مر مر کے
کیجیے ٹیم ٹام سب موقوف

رشتۂ عمر گھٹ رہا ہے روز
سر پہ تا دے اتفاق ہے نابت
میر صاحب! خطا معاف مری
آپ سید ہیں قوم کے سردار
نام اسلاف کا ہوا برباد
آپ کو کبھی خیال آیا
ماسٹر صاحب! آپ نے بھی سنا
آہ اب یہ ہماری حالت ہے
ہم وہی ہیں کہ جو ابھی کل تک
آج پستی میں ہے ہماری قوم
ایسے بیڑے کو ڈوبنے سے بچائے
قوم بھر کا وہ اپنی حامی ہے
یہ تعجب ہے آپ سا ذی ہوش
آپ کے ہاتھ سے بنے نقشا
کوئی نقشہ بنائیے ایسا
چھوٹے ان کو جو یہ پالیں جھول

یاں وضو پر وضو ہے گوز پہ گوز
یہ سمجھتے ہیں اس میں ہے شہرت
عرض اب کیجئے صاف صاف مری
آپ کو ایسی باتوں سے سروکار
آپ کو ملک مفت اڑانا یاد
ملک کا اب بدل گیا نقشا
مصلح القوم کا یہ فرمانا
غیر کیا دوستوں کو نفرت ہے
جاہ و اقبال سے تھے سر بفلک
تنگدستی میں ہے ہماری قوم
ناؤ منجدھار سے جو پار لگائے
اور سزاوار نیک نامی ہے
قوم کو یوں دکھائے الٹا جوش
قوم کی بالعمل تباہی کا
نام ہو جس میں اور ملے پیسا
وہی جو لوگ ہیں دبنے گول

مرزا صاحب! ہے آپ کو کچھ یاد
نشۂ دولت کے گھومتے تھے
وہ سمجھتے تھے اس کو ننگ و عار
سوت دولت کی جگہ بھی جاری
تا کہ مل جائے کچھ غریبوں کو
ان کے نقش قدم پہ کیوں چلیے
اب ہوا کا بدل گیا دھارا
آپ بھی رکھیے یہ مقولہ یاد
مفلسی سب بہار کھوتی ہے

آپ ہی کے وہ لوگ تھے اجداد
گھر سے باہر وہ کم نکلتے تھے
تیغ بازی کریں سر بازار
تھا یہ اک شغل شغل بے کاری
فائدہ ہو بلا نصیبوں کو
ہوئے مفلس نہ قوم پر کھلیے
کھل گیا آبرو کا بل سارا
خوب ہی کہہ گیا ہے اک استاد
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

پیرے کردم عشق بس غنیمت

از شاخ کہنہ میوۂ نورس غنیمت

صوبہ بہار کے قصبہ بنہا دی کی ایک مزید خبر ماہواری اخبار میں نظر افروز ہوئی اگر یہ خبر ناظرین پنچ کے پیش نظر نہ کیجاتی تو سمجھنا چاہیے کہ بندہ نے اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ کسی استاد کا کلام ہے۔

زن نو کن لیے یار دہر بہار
کہ تقویم پارینہ ناید بکار

جناب اتنا دم واعیہ یا اسقدر جوش خروش نہیں کیا انکو بالکل خاموش بیٹھنا چاہیے کبھی نہیں حشر تک نہیں چو رچوری سے گیا تو گیا ہیرا پھیری سے بھی گیا۔ اسی خیال کو لیکر بردوان کے ایک پیر نابالغ کو شوق چرایا کہ بنالی میٹھنا مرد کا کام نہیں مثل ہے کہ بیٹھا بنیا کیا کرے اس کوٹھی کا دہان اس کوٹھی میں بھرے، بیٹھے سے بیکار بھلی ہوتی ہے۔ آدھ بیاہ رچاڈالو گھر میں بہو بیٹیاں تو ادھر ادُدھر ایک جگہ چھن چھنن من کرتی ہی رہتی ہیں مگر ایک جورو ایسی ہی لاؤ کہ وہ جب گھر میں چلے پھرے تو ذرا کانوں میں زیور کی جھنکار آئے۔ ذرکان کی راکھ سکر دل کو باغ باغ کردے۔ ان حضرت کو یہ خیال نہ تھا کہ اب کی سو بھی تنہا پیرانہ سالی میں بیٹھکو نہیں چھپانا انکو تو سبز شاخ ہی مرغوب ہے جس میں تازہ پھول کھلا ہو۔

ایسی ہی حالت قصبہ بنہا دی میں لوگوں کے دیکھنے میں آئی۔ بردوان کے ایک ۶۵ برس کے پیر نابالغ کو بیاہ رچانیکی ہوس دامنگیر ہوئی۔ تین بیویاں ہضم کرچکے تھے اب چوتھی کی فکر تھی۔

لوگ تلاش کے لیے نکلے مثل ہے جوئندہ یابندہ۔۔ سبھن ڈھونڈھا تن پایاں"ایک سولہ برس کا جوڑا برخوردار مل ہی گیا۔ معاملہ بھی طے ہوگیا۔ لڑکی کے باپ سے کہا گیا کہ بر ابھی پچاس برس کا جوان دولت والا اور بانکا ہے۔ پھر کیا پوچھنا تھا۔

برات آئی اور دولہا میاں کو سب نے سینکیں لگا لگا کر بغور دیکھا تو نیا گل کھلا پایا یعنی یہ تو بوڑھا کھوسٹ پیر نابالغ ہے۔ اور ابھی دودھ ہی کے دانت گرے ہیں اسی سبب سے نہ منھ میں دانت اور نہ پیٹ میں آنت ہی ہے۔ بال سفید ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عطر کا استعمال بہت کیا یعنی جلے تیل عطر بالوں میں ملتے رہے بال قبل از وقت سفید ہو گئے ہیں سے سر ہمالیہ کی برفستانی چوٹی ہو گیا ہے یہ کرشمہ دیکھکر لڑکی کے اپنے ناک بھوں چڑھائی اعزا کے تیوریوں پر بل آیا اور آس پڑوس کے لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے آواز بلند کہدیا کہ ایسی جگہ شادی نہیں ہو سکتی۔ اپنے اپنے گھر کا راستہ لو۔ براتیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

جس لڑکی کی شادی ہونے والی تھی اس تک یہ خبر پہونچی جب اسپر سب حقیقت واضح ہوئی تو وہ پرانے زمانہ کی لڑکیوں کی طرح اپنی تقدیر کا لکھا نہ سمجھی۔ اسنے صاف صاف کہدیا کہ اس بوڑھے کھوسٹ سے میری شادی نہیں ہو سکتی اگر زیادہ زور دیا گیا تو خودکشی کر لونگی۔ چچا سعدی نے بھی باب ششم میں اسی قسم کے واقعہ میں لکھا ہے "زن جوان را اگر تیرے در پہلو نشیند بہ از آن که پیرے"

براتی تو ایک کرکے کھسکنے لگے۔ کچھ دیر میں میدان صاف ہوگیا صرف دولہا بادشاہ تاج بخت علی یعنی موڑ سر پر رکھے ہوئے بیٹھے رہ گوش سگے اور سب براتی نو دو گیارہ ہوگئے۔ مگر دولہے بوڑھے کی بہادری اور اُسکا استقلال ذرا ابرو پر میل نہیں لایا اور ایک نیکی اپنی جگہ سے نہ کھسکا جہاں بیٹھا تھا وہیں بیٹھے بیٹھے کی کیلی ہوگیا۔ چونکہ کچھ ضروری رسوم ادا ہو چکے تھے ضروری تھا کہ اسی ساعت پر عقد ہوجاتا۔ جسطرح پہلے زمانہ میں دولہا و شاہ کی دنیا

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۲۴۶ ۱۹۳۶ء خفیفہ
بعدالت جناب شیخ طفیل احمد صاحب بہادر منصف سیتاپور
مقام سیتاپور
اتادین مدعی

بنام

ادھو مدعا علیہ

بنام۔ ادھو ولد گنگا قوم گڈریہ ساکن موضع بچوار پرگنہ خیرآباد تحصیل و ضلع سیتاپور وارد حال محلہ لال کنواں شہر لکھنؤ۔ ہرگاہ۔ اتادین مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلا پانے مبلغ [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تم تبارتخ [illegible] بوقت دس بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ روز تاریخ جو تمہارے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو انکی روز مذکور پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۴ ماہ مئی ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

(مہر عدالت)

سمن بغرض قرارداد تنقیح طلب

حسب آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی
مقدمہ نمبر ۵۲ ۱۹۳۶ء دیوانی
بعدالت جناب سید نادر علی صاحب بہادر منصف اکبرپور مقام اکبرپور
ضلع فیض آباد
نبڑو ہی سنگھ وغیرہ

بنام

شیو کمار سنگھ وغیرہ مدعا علیہ

بنام شیو کمار سنگھ ولد چھتر سنگھ و مساۃ [illegible] زوجہ [illegible] سکنہ مقام گوئی پرگنہ [illegible] ضلع فیض آباد

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تبارتخ ۱۵ جولائی ۱۹۳۶ء وقت ۱۰ بجے دن یا اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور تمکو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم تائید میں جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

۵ تاریخ ۶ ماہ مئی ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ:۔ تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری تبارتخ مذکور [illegible] داخل کرو۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

(مہر عدالت)

پر شاہ کی تلاش میں لوگ نکلا کرتے تھے اسیطرح یہاں سے بھی ایک پارٹی روانہ ہوئی کہ کہیں سے نوشاہ لانا چاہیے۔ بہت سے نوجوانوں کے آگے "نوشاہی ریزولیوشن" پیش کیا گیا مگر ایک نے منظور نہ کیا اور بھری تھالی لینے آگے سے کھسکا رہی۔ مگر میاں تو دل سے لگی تھی۔ تمنے تاؤ کا معاملہ تھا تلاش جاری رہی۔

ایک طالب علم کو سڑک کے کنارے چٹائی پر سوتا ہوا پایا۔ دوسرے دن بیچارہ [illegible] ہوشیار آلا تھا۔ لوگوں نے اس کے نائی کی کھلائی کو پڑھ لیجیو اور اسی کیسا تھ بھونڈی [illegible] دوڑ لگایا اور ساتھ چلنے کو کہا وہ بھی بلا سوچے سمجھے کہ یہ لوگ کیسے اور کہاں لیجائینگے کان دبا کے ساتھ ہو لیا۔ اسکے باپ کو بھی سمجھا بجھا کر راضی کرلیا پھر کیا تھا۔ مطلب حاصل۔ صبح ہوتے ہوتے شادی کے رسوم ختم ہوئیں۔ اس عرصہ میں عزیز و اقارب بھی شرکت کیلیے خوش خوش آگے نوشاہ براتیوں کے ساتھ ہنسی خوشی اپنے گھر روانہ ہوا۔

گرداور صاحب بہادر بڑے تیر سے تیور اور تیر استقلال سب رسوم شادی بڑے میاں اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے مگر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم پر پورا عمل کیا۔

ہاں یہ معلوم نہو سکا کہ بڑے میاں نے دعوت کتخدائی میں شریک ہو کر پوری کچوری پر بھی ہاتھ صاف کیا تھا یا نہیں۔

"اسپیشل رپورٹر"

دوشنبہ ۵ / مئی ۱۹۳۶ء کو شملہ میونسپلٹی کے ہیلتھ ڈپارٹمنٹ کی غریب طلبا کو دودھ مفت بہم پہونچانے کی میونسپل اسکیم کا معائنہ کرنیکے موقع پر

ہز ایکسیلنسی ڈاکٹر رحمت بینا بہاکی تقریر

آج صبح کو مجھے خود ان طلباء کو مفت دودھ تقسیم ہوتے ہوئے دیکھکر درحقیقت بہت خوشی ہوئی ہے کہ جن کے والدین کو غریبی کی وجہ سے اپنے بچوں کو اس مفید غذا کا مہیا کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ میں نے اس دلچسپ اور مفید اسکیم کی تفصیلات پر خوب اچھی طرح غور کرلیا ہے۔ جہانتک میں اس اسکیم کو سمجھا ہوں یہ ہے کہ میونسپلٹی میونسپل فنڈ کے روپیہ سے ۱۳۰ منتخب شدہ بچوں میں سے ہر ایک کو ایک پونڈ (آدھ سیر) دودھ مفت روزانہ دیا کریگی اور انکی قیمت ان کے والدین سے نہ لیجائیگی۔ یکم اپریل ۱۹۳۶ء سے اس اسکیم کو تجربہ حاصل کرنیکے لیے شروع کیا گیا اور یہ اسکیم کم از کم تین ماہ تک جاری رہیگی۔ اس میں شک نہیں کہ بڑھنے والے بچوں کیلیے کافی دودھ کا استعمال انکی غذا کا ضروری جزو ہے۔ اس بات میں بھی ذرا سا بھی شک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ قوی ہیکل ہونے کیلیے بچپنے میں اچھی غذا کا ملنا لازمی ہے میں آپ کو اس تجربہ کے نتائج کو مختصراً بتلاتا ہوں جسکو نہایت احتیاط کے ساتھ سیرے ملکا میں کیا گیا تھا۔ تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ بڑھنے والے بچوں کی معمولی غذا میں ایک پائنٹ (تقریباً آدھ سیر) دودھ بڑھا دینے سے ایک سال میں ہر ایک لڑکے کا سالانہ اوسط وزن ۳۶۵ پونڈ (ایک پونڈ آدھ سیر) کے بڑھ بر ہوتا ہے اسے بڑھ ۹۲۶ پونڈ ہوگیا اور اونچائی کا اوسط ۸۴ انچ سے ۲٫۸۳ انچ ہوگیا۔ میرے خیال سے اس تجربہ کی بیش بہا خصوصیت ان ضروری اندراجات پر مبنی ہوگی جنکو احتیاط سے [illegible] کیا جائے گا۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس ضلع کے ان ہم عمر اور ہم درجہ بچوں کے معمولی وزن اور اونچائی کا اضافہ بتلانے کا کوئی خاص معیار مقابلہ کرنیکے لیے موجود ہے جنکو معمولی غذا ملتی ہے اور جنکو اتنا دودھ نہیں ملتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے۔ تو میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس کمی کو پورا کر لیا جائے کیونکہ اس قسم کا مقابلہ کرنے ہی سے بہتر غذا کی خاصیتوں اور فوائد کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے مجھے یہ معلوم کرکے بہت بہت خوشی ہوئی ہے کہ تمام ہندوستان میں انسانی غذا کی اہمیت کو معلوم کیا جارہا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مفید غذا کی اہمیت کو جتنا ہی بیان کیا جائے اتنا ہی کم ہے زندگی کے ہر دور میں

شائقین علم و ادب کو مژدہ

ہماری پارٹی نے بڑی جانفشانی سے شائقین علم و ادب کی تفریح روحانی کا سامان اس اچھی طرح فراہم کیا ہے کہ ایک دارالمطالعہ لکھنؤ یونین پارٹی کے نام سے متصل فرینڈس واٹر ورکس نشترنٹ منزل وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ قائم کیا ہے جسمیں ہر قسم کے مقامی و بیرونی اخبارات و رسائل اور مذہبی کتب و اردو و انگریزی ناولین وغیرہ بڑی کوشش سے مہیا کی ہیں اور اوقات حسب ذیل ہیں

موسم گرما ۔ ۷ بجے شب سے ۹ بجے شب تک
موسم سرما ۔ ۵ بجے شب سے ۷ بجے شب تک
تعطیل جمعرات ۔ و ہفتہ ۔ اور ہر اسلامی تعطیل ہیں

المشتہر سید آل تقی علی خادم لکھنؤ یونین پارٹی لکھنؤ

جان بل "اس وقت تو سب گر گئے ہیں ایک بندہ ہی باقی ہے پھر سے اتنے بڑے بوجھے کیونکر جمع کیے جائیں جبکہ بیا اٹلی کی نیت دیکھ کے ہر کس بفکر خویش است۔

مسٹر پنچ "دوست اول تو تم خود ہی ایسے چالاک ہو کہ باید و شاید دوسرے یقین ہے کہ تھوڑے دنوں میں یہ ٹھیلا بھر جائیگا گھبراؤ نہیں۔

بسرپرستی حضور [illegible] خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

جاری عندہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

تارکا پتہ

"حنا"

لکھنؤ

شاخ

قنوج ۔ حیدرآباد دکن

دہلی

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

عطا فرمایا ہے۔ اور گو تم سپوت ہو کر بھی کسی [illegible] اُس قومی امتیاز کو لٹا
کر لنکر تعمیر سائینٹ روڈ اتار کر [illegible] پر گھوڑا گدھا سب کی
ایک لاٹھی بناتے ہو تاہم وہ ان دونوں میں کہ حسب دستور ناکام ہونے پر آمادہ ہیں۔
ابھی کوئی نئی نکالو اور نہ دوسرے قسم کی تعلیم [illegible] دست غیب پڑھنے
لگو۔ روس میں امیر غریب کا توازن برقرار رہا۔ ہندوستان میں اسکے
لئے توازن قائم کرنا شروع کیا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ ان
[illegible] بہ حیثیت موجودہ برابر [illegible] ہے
باکشٹ بیس ہو کر نخاس

[illegible] وغیرہ زائد امداد [illegible] ممبران کو منافع
تقسیم کرنیوالی
دی گنگا بینکنگ اینڈ انشورنس کمپنی لمیٹڈ
ہیڈ آفس ہال بازار امرتسر
کی
ایجنسی کو فائدہ اٹھاویں؟
شادی - منگنی - زندگی
موت وغیرہ
کی پالیسیاں آسان شرائط پر جاری کیجاتی
ہیں۔ گنگا سرٹیفیکیٹ قیمت ایک روپیہ
آٹھ آنہ جمنا سرٹیفیکیٹ قیمت
سات روپے۔ پہلا برس پانچ ہزار
اور دس ہزار روپے تک کا
حاصل کریں

جاتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی کتابیں
تم نے بالاستیعاب پڑھی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو تم کو
کہیں میرا نام ضرور ملا ہوگا۔ اور میرے اختیارات
بھی معلوم ہوئے ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا
کہ میں کس تزک و احتشام اور کتنے بڑے انتظام
کے ساتھ دنیا کو زیر و زبر کرنے تشریف لاؤں گا
اور کیا کیا کارنمایاں کروں گا۔ غالباً تم ان
تحریرات کو صحیح نہیں سمجھتے ورنہ جو کام میرے
کرنے کے تھے انکو شروع نہ کرتے اور
ناکام رہنے پر بھوک ہڑتال کرکے کفران نعمت
نہ کرنا پڑتا۔ قدیم الایام کانگریس
کو تم نے ملیامیٹ کر دیا۔ تمہاری میٹھی
چھریوں سے تکا بوٹی ہوگئی۔ چنگاری تھی پڑی
سلگ رہی تھی کسی نہ کسی وقت عالمگیر
آتشکدہ ہوتی خس و خاشاک کو جلا کر خاک کر دیتی
مگر تمنے اپنی مختصر زندگی ہی میں تماشہ دیکھنا
چاہا اور تعجیل کرکے ایسی دھونکنی لگائی اور
ایسا لمبا کش لیا کہ آگ بھڑک اٹھی لو دیدی اور
یہ دھواں دے کے مشعل گل ہوکے رہ گیا۔ سنتے ہیں
کہ اسکے واقعہ سے تم متاثر ہوئے اور پست ہمتی
کے مضروب ہونے پر بھوک ہڑتال تمنے اپنے

شعلہ و شبنم

شاعر انقلاب حضرت جوش مدظلہ مدیر کلیم کی
پر جوش اور کیف آور نظموں کا مجموعہ۔
یہ مجموعہ آپ کو آتشکدے کی شعلہ افشانیوں
اسلامی شان و حریت کے خون گھولا دینے والے
واقعات، بادہ سرجوش کی مستیوں اور گلبانگ
فطرت کے روح پرور نغموں سے لطف اندوز
ہونے کا موقع دیگا۔ یہ شاعر انقلاب کا لافانی
شاہکار ہے اور غیر مطبوعہ کلام سے مرصع ہے۔
قیمت تین روپیہ
خریداری کے لئے فوراً درخواست کیجئے
پتہ۔ کلیم بکڈپو کٹرہ بڑیان دھلی

سر سبز ہوگی اور بہتر ہونے کے لیے ایک ہفتہ
کی بھوک ہڑتال کرنیوالے ہو۔ دیکھو خبردار
ایسا نہ کرنا ورنہ تمہارے مخالف جو تمہاری رنگین
رنگین چالوں اور ان کے معنی پنہاں سے واقف
ہوگئے ہیں۔ اسیطرح مضروب ہوکر تمکو تو ان
اڑا لینگے۔ یہ [illegible] تمہارے مسیحا نفس تیماردار
اور ہوا خواہ مریدنی تمکو مرنے نہ دینگے اور مقویات
کی پچکاریوں اور بارانحیات کے تقاطر سے تم
میں دم خم باقی رکھیں گے مگر مزور تو کچھ نہ کچھ
ضرور ہو جاؤ گے ابھی تک تم [illegible] بیتر ابدل
کر کھڑے ہوجاتے ہو۔ روانی کے ساتھ سیر
سپاٹا کر لیتے ہو ورنہ کچھ نہیں تو "اللہ کے زور وار باشی"
تھیلیاں تو کھٹکانے لگا لیتے ہو اور گیدڑ بھبکیاں
دکھلا کر ان بی ٹھیکہ دار سرکار دولتمدار سے
آرڈیننس ایکٹ جاری کراکے خاموش فضا
میں ذرا تلاطم اور ہنگامہ تو پیدا کر دیتے ہو
نہ تم سے حساب لیا جاتا ہے نہ مواخذہ جیل کی
چہار دیواری اور ریاضت کا میدان سب تمہارے
لیے برابر ہیں۔ جسکی سواری تیار ہے وہ روانہ
ہوجائے گا۔ بہت سے تیار باش ہو چکے ہیں
ان فکروں میں نہ پڑو۔

بہوش بادہ [illegible] وسائل جانان کن
سخن شنو کہ زینت زبان عرش صفیر

اب تک اچھے برے دونوں نام تمنے خوب
پیدا کیے اور کسی حد تک دونوں مٹھے رہے مگر جاتے
استاد خالی میت کا مضمون بے عنوان بڑا دلفریب
ہوتا ہے مگر انجام تک پہونچتے پہونچتے تمہاری
بشریت کی خطاکاری تمہاری ترازو پھیلنی کردیتی

اخبار پیام شادی لاہور

اگر آپ کو اپنے یا اپنے کسی عزیز کیلئے رشتہ مطلوب ہے ہندوستان
بھر میں یہی قسم کے واحد اخبار پیغام شادی کا نمونہ مفت
[illegible] رشتہ [illegible] ٹکٹ [illegible] ملاحظہ فرمائیں
پتہ۔ منیجر اخبار پیام شادی ۷۵ لاہور

شیر و شکر تھا اب خالی جلیبی رہ جاتی ہے لیجئے تمسے کچھ دلچسپی ہو چلی ہے آئندہ انشاء اللہ کتابوں میں ہدایات کرتا رہونگا

پیران سخن بتجربہ گفتند و گفتمت
ہان اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن

بقلم زاہد ہند لکھنوی

انوکھا سہرا

سنئے بڑے پنچ سلامت ہو۔ یار تمہارے شہر سے اکثر اخبار اپنے نام کے ساتھ علامت تانیث لئے نکلتی ہیں اگر کسی کے ساتھ تمہارا گٹھ بندھن ہو جاتا تو دل کا ارمان نکل جاتا چاند سی دلہن بیاہ لاتے پھر کتنا ہوا سہرا کہنے اور ولیمہ میں ایک دن پلاؤ قورمہ اڑاتے واہ لوگوں کی شادی ہوتے دیکھ کر دل الٹ پلٹ ہو جاتا ہے اور یہی جی چاہتا ہے کہ ہمیں دولھا ہوں دیکھئے رات دن دعا کرتے کرتے زبان گھسی جاتی ہے۔ دیکھیے فرشتگان تزویج کب یہ دعا درجہ قبولیت اور توبہ اجابت تک پہونچاتے ہیں اچھا اس وقت ایک سہرا سن لو شاید یہی حال نیک ہو اور تمہارا سہرا لکھنے کی نوبت آجائے سنا ہے کہ اگلے وقتوں میں جب کسی کی شادی کا قرینہ ایک مدت تک نہیں ہوتا تھا تو عورتیں خواہ مخواہ سہرا گایا کرتی تھیں کہ شاید اسی کی برکت سے کوئی از غیبی شکل عروسی نکل آئے ہو سکے تو آپ بھی یہ سہرا کچھ روز تک گوا لیجئے گانے والیوں کی اجرت میرے ذمہ۔ ہمارے ضلع میں ایک مقام ہے موائیہ وہاں کسی تقریب شادی کے سلسلہ میں اکتوبر گزشتہ میں سنا ہے کہ جلسے مشاعرہ کے شعرا بلائے گئے اور غزل کی جگہ سہرے گائے یا پڑھے گئے مصرعہ طرح تھا

"خداوندا مبارک ہو معین الدین کا سہرا"

مصرعہ کے تیور تو کہتے ہیں کہ "الدین" قافیہ ہونا چاہیے اور "کا سہرا" ردیف مگر کچھ بھی ذرا بڑھی ہیں بے یاروں نے "کا" قافیہ قرار دیدیا اور "سہرا" ردیف کر دی ہمارے احباب میں اکثر شاعری پیشہ ہیں اور ان میں سے بعض مدعو کئے گئے تھے لہذا شدہ شدہ اس جانب کو خبر لگ گئی بس پھر کیا تھا ہماری طبع گلچین نے جھٹ ایک سہرا گوندھ ڈالا مگر مصرعہ کے تیور کے لحاظ سے الدین قافیہ رہنے دیا لیجیے حاضر ہے بیاہ کے سر پہ باندھئے یا درج اخبار کیجیے۔

تیرے سر پر بندھا نوشا جب تزئین کا سہرا
دعا کے ساتھ ہم ہو گیا آمین سہرا

دولہن کے رخ پہ لکھیں سورۂ توحید کی لڑیاں
سجے گا مصحف رخ پر ترے والتین کا سہرا

قلمدان پاس ہے اپنے نہ قرطاس زعفرانی
لکھا ہے پنسل ہی سے ایک اسکیچ کا سہرا

قلم سہرے کا بنوایا نمکدان میں دیا پانی
مجھے مقصود تھا لکھنا جو ایک نمکین کا سہرا

لکھا قرطاس پر سیدھا مگر جب کر دیا الٹا
بڑے شوق سے تو خاصا بن گیا [illegible] کا سہرا

کہا زرد وزنے زرتار سہرا بن نہ لاؤں
پکارا ٹین والا میں بنادوں ٹین کا سہرا

پہن کر گاندھی ٹوپی جب تیمم شیخ کرتا ہے
تو بن جاتا ہے چہرہ صاف خاکی زین کا سہرا

تقابل پنچ کے نقاش سے وہ کر نہیں سکتا
بنائے گو برائے دار ماتی چین کا سہرا

یہ کہنے والے کہتے ہیں کہ جب ان کی ہوئی شادی
پسر بیوی کو بندر نے نقا الکھا [illegible]

جو ہو نیچے سدھیانے میں ہزاروں گالیاں کھا کر
برائی تیننے تھے سب کے بندھا نفرین کا سہرا

سوال قبر کے دھڑکے سے گھبراتا ہے کیوں زاہد
سنا دینا فرشتوں کو تلقین کا سہرا

مضامین تم نے مشکل قافیہ کے ساتھ گوندھے ہیں
بندھے سر پہ کیوں نہ تمکین کا سہرا

سا[illegible]

م۔ ن الہ آبادی

نوٹس

عدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم ضلع کھیری
مقدمہ نمبر ۱۲ سنہ ۱۹۳۶ء

تاریخ پیشی ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۳۶ء

برج بہادر لال ولد منشی بودھیالال۔ قوم کائستھ ساکن محمد پور پرگنہ دھورہرہ ضلع کھیری سائل۔

بنام

۱۔ کنہیالال ولد گوپال پسران برتھی پال سنگھ قوم مراسی ساکن محمد پور پرگنہ دھورہرہ ضلع کھیری
۲۔ پورن ساہ ولد کشوری ساہ قوم بنیا ساکن [illegible] پرگنہ دھورہرہ ضلع کھیری
۳۔۴۔ گوکرن پرشاد } پسران رکھا رام قوم مراسی ساکن محمد پور برتھی پال سنگھ } پرگنہ دھورہرہ ضلع کھیری۔
۵۔ اودھ بہاری ولد نامعلوم قوم برہمن ساکن کنج پور پرگنہ دھورہرہ ضلع کھیری
۶۔ لالہ مادھو کشن ولد دھنی لال قوم کائستھ ساکن [illegible] پرگنہ فیروز آباد ضلع کھیری فریق ثانیان۔

ہرگاہ کہ سائل نے درخواست حسب دفعہ ۴ ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۹۳۶ء عدالت ہذا میں بذریعہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کھیری گذرانی ہے اور منجانب اپنے بیان تحریری داخل کر دیا ہے لہذا جملہ اشخاص کو جن کا قرضہ ڈگری شدہ یا غیر ڈگری شدہ بذمہ درخواست دہندہ کی ذات یا جائداد پر ہو وہ اندر تین ماہ تاریخ شائع ہونے نوٹس گزٹ سے اپنا بیان تحریری بابت اپنے قرضہ کے کوئی عذر بعد میں قابل سماعت نہ ہوگا اور بصورت عدم حاضری قرضہ خواہان کے بروئے فیصلہ ہوگا۔ تاریخ [illegible] ماہ [illegible] ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

داخلہ

دی آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی

(۱) آیورویدک شعبہ سنسکرت — (۴) یونانی شعبہ عربی
(۲) آیورویدک شعبہ بھاشا — (۵) یونانی شعبہ اردو
(۳) آیورویدک شعبہ زنانہ — (۶) یونانی شعبہ زنانہ

جو طلبا مندرجہ بالا شعبوں میں سے کسی ایک شعبہ میں بہترین علمی و عملی تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں یا جو طالبات شعبہ زنانہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں وہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء تک اپنی درخواستیں بنام عالیجناب افسر الاطبا حکیم حاجی محمد ظفر خان صاحب رئیس اعظم و آنریری پرنسپل طبی کالج دہلی روانہ کر دیں۔ پراسپکٹس و فارم داخلہ طلب کرنے پر بلا قیمت بھیجا جاتا ہے

المشتہر

دفتر پرنسپل آیورویدک و یونانی طبی کالج دہلی

تاٹ انگیا بنانے کے قابل نہیں۔ مونج بخیہ کرنے کے لائق نہیں دیکھیے ہم میں اور آپ میں یہی فرق ہے یہ محاورہ اگر آن مل (بے جوڑ) کے ہم معنی ہوتا تو یوں کہتے ٹاٹ کی انگیا میں مونج کی بخیہ،، اور اسوقت آپ کا یہ فرمانا صحیح ہوتا کہ جیسی معمولی چیز ہو ویسا ہی معمولی اسکا سامان بھی ہونا چاہیے،، انگیا ایک خاص پہناوا ہے دلی اور لکھنؤ کی بیگمیں اب بھی پہنتی ہیں مگر اسکا رواج اٹھتا جاتا ہے۔ اسکے واسطے عمدہ ریشمی باریک ململ کپڑا مناسب ہے خدا غارت کرے اس موبرن کو جس پر ٹاٹ کی انگیا کسی جائے۔ اسی طرح بخیہ کے واسطے [illegible] کا یا ریشم مناسب ہے نہ مونج۔ کوئی گنواری شہر والیوں کو دیکھ کر ٹاٹ کی انگیا پہنے یا مونج کو بخیہ کے کام میں لائے تو وہ اپنے تئیں ہنسوائے گی۔ بندہ پرور خدا کے لیے اردو سیکھیے ورنہ لوگ کہیں گے کہ حضرت بیخود نے اردو کی انگیا کیلیے ٹاٹ پسند فرمایا ہے اور بخیہ کے واسطے [illegible] نہیں خیاط نہیں ریشم نہیں بلکہ مونج ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ ہم نے پہلے بھی کہا تھا کہ معجزہ آراست [illegible] سجدہ ریخت فارسی والوں نے بھی نہیں کہا وہ **ہندی نژاد** ہوں یا ایرانی نژاد اب بھی یہی کہتے ہیں۔ معارضہ آپکا اسوقت صحیح ہوتا جب ہم کہتے،، فردوسی پرستان …… ہندی نژاد آپ اپنے دل میں ناحق رنجیدہ ہوتے ہیں لفظ نژاد پر ہم معترض نہیں ہیں۔ آپ کے **پالغز قلم** کی قسم عربی فارسی الفاظ سے ہمیں کوئی عداوت نہیں [illegible] اصطلاحیں سب عربی ہیں نہیں عروض و معانی بیان یا دیگر علوم و فنون کی اصطلاحیں اگر لکھنی پڑیں تو انکا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔ اکثر اصطلاحیں تو ایسی ہیں جنکا ترجمہ دو تین لفظوں کی ترکیب سے بھی محال ہے۔ آپنے ہماری عبارت سے معارضہ کیا ہے داد کے [illegible] ہیں سب کے معنی۔ الخ۔ اس معارضہ کا استحکام جب [illegible] قابل تسلیم ہو سکتا ہے جبکہ آپ [illegible] ترجمہ کیجیے مگر شرط یہ ہے کہ ترجمہ ایک لفظی

اور ادا سے مطلب پر حاوی ہو۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم استعارہ و کنایہ کے دشمن ہیں حالانکہ ایسا نہیں یہ صرف حضور کی رسائی عقل ہے۔ ہم تو ہر عبارت کو لفظی و معنوی صنائع و بدائع سے آراستہ دیکھنے کے مشتاق ہیں اور اسی کمی پر افسوس کرتے ہیں ورنہ کبھی آپ پے تعرض نہ کرتے ہم چاہتے ہیں کہ استعداد حاصل کرنے کے قبل کوئی شخص کمال کا دعویٰ نہ کرے۔ اب دیکھیے ہمیں آپسے شکایت ہے کہ آپ ہمارے اعتراضات بھی نہ سمجھے اور جواب دینے پر تیار ہو گئے۔ پھر جواب بھی کیسے معقول کہ واہ۔ دوسری مصیبت یہ ہے کہ آپ نظم و نثر دونوں کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا چاہتے ہیں یعنی نظم میں مجبوریاں زیادہ ہوتی ہیں ایک خاص وزن اور بندشیں [illegible] الفاظ میں شاعر اپنا خیال ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ مگر نثر لکھنے والے کے واسطے یہ دشواری نہیں ہے کبھی شاعر اچھا لفظ انتخاب کرتا ہے۔ مگر وہ اس بحر میں نہیں آتا لیکن نثر لکھنے والا آزاد ہے۔ پس اگر شاعر کوئی غیر مانوس لفظ اپنے شعر میں نظم کر دے تو وہ چنداں قابل لحاظ نہیں [illegible] نثر عبارت لکھ رہے ہیں پھر بھی ادائے مطلب میں تجشم و تکلف و تنافر سے نہیں بچتے آپ یہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ ذوق نے **منخسف** نظم کر دیا مگر اسکا سبب ہے کہ یہاں قمر منخسف کے سوا اور کوئی لفظ آ ہی نہیں سکتا ذوق کا شعر ہے:

رہے ہے جیوں [illegible] ہے نور
سیاہ بختوں کے باہیں قبر کی قندیل

اب ایک کام کیجیے [illegible] مصرعہ جیوں کا یوں رہنے دیجیے اور پہلے مصرعہ کے الفاظ بدل کے یہی مطلب ادا کر دیجیے۔ علی ہذا القیاس جناب میر انیس مرحوم کے اسی مصرعہ میں،، گردن جھکائے روتا ہے وہ مالک انتخاب،، جو قاعدہ اور **مالک الرقاب** سے ظاہر ہوتا ہے وہ کسی اور لفظ سے ظاہر تو کر دیجیے۔

اچھا یہ نہ سہی آپ اس مصرعہ میں **عز و اعتلا** کے مرادف اردو الفاظ ہی تلاش کر کے لگا دیجیے سے اس عز و اعتلا پہ زبان بھی رکی رہی یا اس مصرع میں سے

لاریب فیہ مصحف ناطق کے جلے ہیں

مصحف ناطق کا ترجمہ نظم کر دیجیے لیکن ہمارا اطمینان ہو جائے کہ ترجمہ پر لوگ ہنسیں گے نہیں یا،، جز و تن کو لاتجزے بنا دیا،، میر صاحب کے مصرعہ سے آپ جز و لاتجزے کا مرادف کوئی ڈھونڈ لائیے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آپ ہرگز ہماری فرمائشوں کی تعمیل نہیں کر سکتے۔ لہذا اپنے شکسپیر پرستان ہندی نژاد،، کا مقابلہ صاحبان کمال سے اتنا ادا سے نہ فرمائیے۔ اور سمجھ لیجیے کہ حضرت طباطبائی کون و فساد نشو و نما تا این کہتے ہیں بر سر حق ہیں اور آپ شکسپیر پرستان ہندی نژاد،، کہہ کے اردو کا گلا کند چھری سے کاٹتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپنے شکسپیر پرستان ہندی نژاد،، کی فصاحت کا مقابلہ **مصحف ناطق** سے تو کیا لیکن **قرآن صامت** کو چھوڑ دیا۔

سرکار! ہو سکے تو آپ اپنے شکسپیر پرستان ہندی نژاد،، کو ستان میں لگا دیجیے۔ دیکھیے چوکیے نہیں۔ قسم ہے نالہ تقبیل کی روح کی بے شک چہلہ ہے،،

ہمارے دوست حضرت بیخود نے قسم کھا لی ہے کہ اعتراض پر غور فرمائیں گے حالانکہ اعتراضات کی زبان حضرت غالب مرحوم کا شعر نہیں ہے جسکے سمجھنے میں جگر کاوی کی ضرورت ہو۔ شرح طباطبائی کے مقابلہ میں حضرت بیخود نے مکابرہ فرمایا تھا کہ وہ شرح لکھوں جو بہ زبان حال پکار اٹھے۔ حق شرح ادا ہو گیا۔ ہم نے جواب میں یہ لکھنا مناسب نہ سمجھا کہ حضرت! آپ کی سخن فہمی سے ایسی امید نہیں ہے جو نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ پرانی بولی پر شکرا پالنے،، کے مرادف ہے۔ یہ نہ لکھا تھا کہ جس چیز کی شرح آپ لکھ رہے ہیں اسکی دو ذاتیں ہیں ایک استادی کا اعلے نمونہ ہے اور دوسری [illegible] کلی ہے

سمجھ میں نہیں آتی اس سے مقصود تھا کہ جو اشعار صاف
ہیں انکی شرح ہر شخص کرسکتا ہے جو مغلق اور بعید الفہم
ہیں انکے سمجھانے میں آپکی شرح **زبان حال** کچھ
نہ کہہ سکے گی۔ مسکلا سے لگے گی۔ ہمارے جملہ
کا مفہوم حضرت بیخود یہ سمجھے کہ یہیں الفاظ زبان
حال کی صحت ترکیب میں کلام ہے یا یہ کہ دیوان
مصنف زبان حال رکھتا ہے۔ تو پھر زبان حال کہنے کی
ضرورت بھی ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب۔ سمجھے دنیا
جانتی ہے کہ تو بیان نہ رکھنے والی چیزوں کی
طرف جب کلام کی نسبت دیجاتی ہے تو کہتے ہیں"
بزبان حال نالاں یہ کہتی ہے۔ اس لیے کہ
قال وہاں ہی سے مفقود ہے۔ ہمارے استدلال
کا جواب حضرت بیخود نے لکھا ہے کہ وادمیاں
ٹڈو کے طمانیت بھی نہیں دے سکتے۔
کہتے ہیں کہ میاں ٹڈو کچھ ٹھگنے کاہل بے پرواہ ست
آدمی تھے۔ انکی سعت خوری سے بیوی عاجز و
نالاں ہوئیں اور انھوں نے سر راہ ایک
بوریا بچھا کے انھیں بٹھا دیا کہ تم یہاں بیٹھے
رہو اور نجومی۔ یار و شمشیر بس جادہ اس کام میں
ہلنے چلنے دوڑنے کی ضرورت نہیں جسے پوچھنا
ہوگا وہ خود ہی آئے گا جو کچھ آئے دل میں آئے
بتا دینا۔ بادشاہی گھوڑی چھوٹ گئی سائیس
ڈھونڈھتا پھرا نہ ملی تو ٹڈو رمال سے پوچھنے لگا
ہمور گھوڑی ہرنے گئی کہوں ناہیں ملت"
ٹڈو رمال نے ذہانت بتائی۔ چھوٹی گھوڑی
بھوسے کے گھری تا سائیس بھوسے بہونچا دیکھا
کیا ہے۔ گھوڑی مزے سے کھڑی بھوسہ کا
ناشتا کر رہی ہے۔ الغرض کمالات بالطبیعا ایسا
شہرہ ہوا کہ دور دور سے لوگ آنے بے جوڑ
باتوں کے معنی بنا کے روشن ضمیری کی مداحی
کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ بادشاہ تک یہ خبر
پہونچی اور انھوں نے پالکی بھیج کر بلا لیا۔ بادشاہ
سلامت باغ میں اسوقت مصروف گلگشت
تھے انھوں نے ایک ٹڈی پکڑ کے مٹھی میں
دبالی تھی کہ یہ حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے

انھیں دیکھتے ہی سوال کیا بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے
میاں ٹڈو پر اسوقت ہیبت طاری تھی دل ہی دل میں بی بی
کو گالیاں دے رہے تھے کہ چڑیل نے مجھے مفت میں
پھنسایا۔ بڑا بکنے سے یہاں کام نہ چلے گا عجب
نہیں کہ تلوار اور جلاد کا منہ دیکھنا پڑے بسا اوقات
فرط محویت و بیخودی سے دل کی بات زبان پر آجاتی
ہے۔ اگلی پچھلی الہام یاد کر کے فرمانے لگے۔
"بھاگ جب ٹسی ہی تب و لسی بنی اب کیسی بنی یہاں ٹڈو"
یہاں مخاطب اپنی ذات تھی مگر بادشاہ سلامت نے
جھٹ سے مٹھی کھول دی ہاتھ جوڑے خوشی کا بر عکس
ہوئے کہ اولیاء اللہ کا امتحان لیا۔ بے شک ٹڈو
کی اور ٹڈی میرے ہاتھ میں تھی۔ واہ واہ روشن ضمیر
ہو تو ایسا ہو۔ وزیر متوجہ ہوا کہ اس نے میاں ٹڈو کے
سراپا کرامت وجود سے آجتک مجھے بیخبر کیوں رکھا
میاں ٹڈو با احترام رخصت کیے گئے خلعت ملا
جاگیر عطا ہوئی۔
اتفاق ہی سہی۔ مگر میاں ٹڈو کے منہ سے
جو بات نکلی اس سے بادشاہ نے اپنا مطلب
نکال تو لیا ہماری کم علمی دیکھیے کہ ہم حضرت
بیخود کے افادات سمجھ نہیں سکتے۔ ہم نے
زبان حال کی صحت میں کب کلام کیا تھا
جو حضرت نے جناب میر انیس مرحوم کا مصرع
سند میں پیش کیا ہے

کہتے ہیں زبان حال سے موئے سپید

حضرت غالب مرحوم اکثر فارسی کا ترجمہ کرنے میں اردو محاورے سے
الگ ہوگئے ہیں انکی یہ روش ہمارا مما نظر ہے اور آپکے استاد
کلام کے منافی ہے۔ مثلاً ؎

بجوئے دل ز خشم تب ساغر کھینچ

میں ساغر کشیدن فارسی محاورہ ہے۔ مثلاً ؎

نقش نگیں آرزو سے باہر کھینچ

میں نقش کشیدن کا لفظی ترجمہ نظم کردیا ہے اردو محاورہ
سانس لینا ہے نفس کھینچنا کوئی نہیں کہتا یا
خیال ؎ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے
یہ طرز بھی فارسی ہے۔ اردو میں
یوں کہتے ہیں کہ مجھے اپنی اوقات سے نفرت ہے

غالب مرحوم نے جو انداز اختیار کیا ہے وہ
عمداً اختیار کیا ہے انھیں اپنے بعض اجتہادات
خود قابل نظر معلوم ہوئے۔ دلی کے شعرا نے انکی پیروی
کی حضرت بیخود ان امور سے واقف نہیں ہیں۔ اور
سمجھتے ہیں کہ غالب مرحوم کا اردو کلام از روے
محاورہ بھی مستند ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ قدر و
منزلت باعتبار عالی خیالی ہے۔
حضرت بیخود نے شرح طباطبائی کے بارے
میں فرمایا تھا کہ یہی وہ شرح ہے جسکی بدولت
اشعار غالب سیاہ پوش نظر آتے ہیں" ہم نے
اس کا جواب دیا تھا کہ شرح طباطبائی سے پہلے
بھی اشعار غالب سیہ پوش تھے۔ اگر آپ کا یہ مطلب
ہے کہ حروف کی سیاہ پوشی علامت ماتم ہے تو غلط
کے سمجھنے میں آپنے غلطی کی۔ پریسیوں کی بدولت
آجکل تمام حروف سیاہ پوش ہیں۔ وہ کسی حرف کا
منھ کالا کیے بغیر نہیں چھوڑتے کاجل کی کوٹھری
میں جانے والے کا دامن نہیں بچ سکتا
آپ کی شرح کے حروف بھی کالے ہو جائیں گے یہ سارا مضمون
تھا اعتراض نہ تھا مگر یہ سب عادت بیخود صاحب نے کچھ بات کی انگیا
نوچ کی بنیہ کے نمونے اس معارضہ سے متعلق
کچھ پیش ہی کر دیے اور تمہیداً یہ جملہ لکھا کہ
"خدا معترض علام کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے حسن
تعلیل کی یاد دلا دی۔ اسکا جواب ہم کیا دیں
گر حضرت بیخود نے حسن تعلیل کی داد دی حسن عنوان
سے نہیں دی۔ صنعت کا نام حسن تعلیل کے
عوض اتم تعلیل کتنا زیادہ مناسب ہے۔
حضرت بیخود اہل ہیں۔ کیا واقف نہیں ہیں
کہ نظم میں اگر چھری پھرانا۔ چھری پھیرنے
کی جگہ کوئی لکھ دیتا تو لئے ضرورت شعری سمجھنا
چاہیے۔ اصل یہ ہے کہ چھری پھرانے سے چھری پھیرنا
زیادہ فصیح ہے یہی وجہ ہے کہ بول چال میں
کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ فلان نے ہماری گردن
پر گرز چھری پھرائی جو بولتا ہے چھری پھیری
حضرت نثر عبارت میں جو وزن کی محتاج نہیں فرماتے ہیں
کیسا انتخاب الفاظ کے گلے پر چھری پھیر دی گئی

صرف ہوتا ہے پیچ میں جو فضول — اس سے صنعت کا کھولیے اسکول
تاکہ اک زندہ یادگار رہے — غیر کی آنکھ میں وقار رہے
یہ اگر آپ کر نہیں سکتے — یاد رکھیے سدھر نہیں سکتے
ایسے طوفان خیز کیجیے نہ کام — ڈوب جائے جو کشتی اسلام
شرم کچھ روح مصطفیٰ کیلیے — ہوش میں آئیے خدا کے لیے
اس ظرافت سے گر نہ ہو تفریح — اور سمجھتے ہوں اس کو آپ قبیح
گالیاں دیجیے بد دعا دیجیے — دل لگی میں لیے اڑا دیجیے
ہم بھی چپ ہو رہیں گے بس لیکن — اور یہ مطلع پڑھیں گے رو کے
کیا ملا عرض مدعا کر کے — بات بھی کھوئی التجا کر کے

آپ کا بندۂ ترقی خواہ
عرض پرداز خستہ مشتر

مسکوٹ۔ بم پولیس کانجی ہوس

ڈیر پنچ۔ ۵ مئی کے پرچہ کے صفحہ ۹ کالم اول کے آخری حصہ میں مسکوٹ پر بحث کیگئی ہے۔ اور اسی ضمن میں بم پولیس اور کانجی ہوس کا ذکر بھی درمیان میں آگیا ہے۔

آپکا خادم ان الفاظ کے متعلق اظہار خیالات کرنا چاہتا ہے اور جو کچھ سنا یا دیکھا ہے اُسے پیش کرنا چاہتا ہے۔ اول مسکوٹ کو لیجیے۔ یہ لفظ مس Mess اور کوٹ Count دو لفظوں سے ملکر بنا ہے۔

چیمبرس ڈکشنری میں اسکے معنی یہ لکھے ہیں۔

A number of persons who take their meals together at the same table in the ...

وبسٹر ڈکشنری میں بھی بہت وضاحت کے ساتھ بیان ہے اور نمبر قریب قریب چیمبرس کے طرح معنی لکھے ہیں یعنی چند بکری اور بری سپاہ کا باہم بیٹھکر کھانا۔

جب یہ بری اور بحری یکجا بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ تو منہ میں مسکوٹ نہیں لگا سکتے کچھ نہ کچھ ذکر آہی جاتا ہے اور عموماً دن بھر کے واقعات کا ذکر زیادہ رہتا ہے۔ فوجی معاملات بھی چھڑ جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے معاملے بھی طے کرتے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس جگہ کو مس کورٹ یعنی باورچی خانگی کچہری کہنے لگے۔ خانساماں صاحبان نے کثرت استعمال سے اسکو ہندوستانی لباس پہنا کر مسکوٹ بنا دیا۔ اور اب بھی عام طور پر زبان زد ہے۔

اب بم پولیس کو ملاحظہ کیجیے۔ بم کے معنی ہیں Buttocks یعنی چوتڑ اور پولیس کے معنی ہیں شہر جیسے میٹرو پولس یعنی دارالسلطنت وہ شہر جہاں بادشاہ رہے۔ پس بم پولس کے معنی ہوئے چوتڑ کا شہر کیونکہ وہاں جو رفع حاجت کیلیے جائیگا ضرور ہے کہ اپنے چوتڑ ننگے کریگا اور پتلون پائجامہ یا دھوتی جو ہو کھولکر قدمچوں پر بیٹھے گا۔ جب ہاں اس صورت سے سب بیٹھتے ہیں تو معنی صحیح ہو گئے ملاحظہ ہو چیمبرس اور ویبسٹر ڈکشنری۔

اب کانجی ہوس پر آئیے۔ اسکے متعلق گزارش ہے کہ Cow کی جمع زمانہ قدیم میں Kine تھی۔

اصل میں یہ لفظ کائن ہوس ہے۔ مگر ہندوستانیوں نے اس یورپی لفظ کو بھی جامہ ہندوستانی پہنا کر ہندوستانی بنا لیا اور کانجی ہوس کہنے لگے۔

راقم
ندیم ہندی

کون سا ملک کس وجہ سے لینا پڑا

امریکہ کا کیتھولک ورکر یوں رقم طراز ہے۔

(۱) فرانس نے فرانسیسی رعایا مقیم الجیریا کی حفاظت جان و مال کے لیے الجیریا پر قبضہ کیا۔
(۲) الجیریا کی حفاظت کیلیے فرانس نے ٹیونیشیا پر قبضہ کیا۔
(۳) سینی گال کی حفاظت کیلیے فرانس نے ڈاہومی گابن اور کونگو پر قبضہ کیا
(۴) ریونین کی حفاظت کیلیے فرانس نے میڈاگاسکر جزیرہ پر قبضہ کیا۔
(۵) میڈاگاسکر لینے کی اور غرض بھی تھی یعنی انگلش اسپر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔
(۶) جب انگلش کسی خطہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو فرانسیسی کہتے ہیں کہ انگریز چھاپا مارنے والے ہیں۔
(۷) جب فرانسیسی کسی حصہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اسوجہ سے لیتے ہیں کہ ہم بڑے وطن دوست ہیں۔

انگلینڈ کی محافظت

(۱) جزائر برطانیہ کی حفاظت کے خیال سے انگریزوں نے سمندر پر قبضہ کیا۔
(۲) سمندر کی حفاظت کی غرض سے انگریزوں نے جبرالٹر، کناڈا اور ہندوستان پر قبضہ کیا۔
(۳) ہندوستان کی حفاظت کے خیال سے انگریز مصر گئے۔
(۴) مصر کی حفاظت کی وجہ سے انگریزوں نے سوڈان پر قبضہ کیا۔
(۵) سوڈان کی حفاظت کے سبب سے انگریزوں نے فرانسیسیوں کو مجبور کیا کہ فشوڈا سے دست بردار ہوں۔
(۶) کیپ کالونی کی حفاظت کے خیال سے انگریزوں نے ٹرانسوال پر قبضہ کیا۔

تعزیرات ضرور جاری رہیگی

لوگو سر بس تو دیکھو کہ
لڑائی جھگڑا اور
خونریزی بُری بات ہے

سولینی

سیاسی کاشتکار
(جان بل)

مخفی ریشہ دوانی

مسولینی :- "اچھا شاید تازہ تخم ہاتھ لگ گئے ہیں - تو یہ بھی یاد رہے کہ خادم ساتھ ساتھ ہے"

جان بل :- "(کمبخت پیچھا ہی نہیں چھوڑتا)۔ اچھا بھائی - ذری تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو ہم تم ایک رہیں گے"

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۳۹

تار کا پتہ

"حنا"

لکھنؤ

قنوج

حیدرآباد دکن

دہلی

یہ قول مٹی ہی جنے مجھ ایسے پاکیزہ خیال لڑکی
جنٹل مین صاحب لوگ کو اپنے کریہ دیسی پیٹ
سے جنکر مجھکو میرے کیریکٹر سے شرمندہ کیا اور
یہ ٹیم بلیک میں بڑھا جو خواہ مخواہ مادہ کی
غلط فہمی ہے میری پیدائش کا سبب بن گیا ان دونوں
سے تعلیم ختم ہونے سے پہلے چھٹکارا نہیں ہو سکتا
تعجب ہے کہ کیوں یہ مشرقی لوگ اور میں عبرت عبرت
عبرت - یہ اور مزید طرہ ہے کہ میری شادی کا

پیام ایک شرم کی دیوی دیسی خاتون سے دیا جا رہا
ہے - اور مائی لارڈ - بھلا میں اور انڈین لیڈی
کیسے غضب پاگل اور نا عاقبت اندیش اور لوفر بڈھا
اور بڑھی (ماں باپ) ہیں جو ایک بدتمیز ناقص العقل
عفت پرست عورت کو مجھ پر مسلط کرکے میری ننگ
بیکار کر دینیکا قصد کر رہے ہیں - اول تو ان لوگوں
کو میری شادی ٹھہرانیکا حق ہی کیا ہے - پہلی
گستاخی کا جرم (یعنی میرے پیدا کرنے کی جسارت
کیونکی) ابھی میں نے معاف نہیں کیا تھا کہ پھر
دوسری خطا کی جرأت کر رہے ہیں - میں نے کبھی
بار ایٹ لا سے دریافت نہیں کیا - اگر قانون میں
کوئی پوائنٹ نکلتا ہو تو میں یقیناً ان لوگوں
پر کورٹ میں لائیبل کیس اسٹارٹ کرنے کیلئے تیار
ہوں کہ ان لوگوں نے کیوں میرے ماں باپ بن کر
میری انسلٹ کی - ان لوگوں کو میری انسانیت
اور اخلاق کا ممنون اور اپنی لغویت اور غلطی
پر نادم ہونا چاہیے - مگر برخلاف اس کے
وہ ابھی تک اپنی بیہودگیوں سے باز نہیں آتے
کہ بلا میرے حکم کے ایک دیسی عورت سے میری
شادی ٹھہرائی اور میرے فیشن کو صدمہ پہونچاتے
ہیں - میں نہیں سمجھتا کہ اتنا شدید گناہ کرنے کے
بعد مجھکو کوئی سوسائٹی کیونکر الاؤ کر سکتی ہے
بڑھی اور بڑھے (ماں باپ) کی یہی عزت افزائی
کرکے ان پر بہت بڑا احسان کرتا ہوں کہ جیسا
قدرتاً وقتاً فوقتاً [illegible] اپنا والدین کہکر اپنی زبان
کو نجس [illegible]

کرتا ہوں - اگر بالفرض میں زنان کو کاربالک
سوپ سے غسل بھی دے لوں تو اور اندرونی
اعضا احساسات کی طہارت کیونکر ممکن ہے -
واقعی میں اُونہیں یہ بہت بڑی مہربانی کرتا ہوں
لیکن یہ دونوں نہیں سمجھتے نہ اپنی خطاؤں سے
باز آتے ہیں - بھلا کوئی بتائے کہ کوئی ناقص العقل
پرانی لکیر کے فقیر دیسی عورت میری میڈم
اور میں اسکا ہسبنڈ کیونکر بن سکتا ہوں وہ
اپنی عفت کی پرستش چھوڑ کر اور شرم و حیا کے کفر
کو توڑ کر میرے ساتھ بے حجابانہ سوسائٹیوں میں
جانا اور ہوا خوری کو نکلنا کاہے کو پسند کریگی
سب سے پہلا جواب یہی ہوگا کہ نامحرم مردوں کے سامنے
آنا اور الگ مجمع میں جا کر آزادی کے ساتھ ان سے
ہاتھ ملانا یا پہلو بہ پہلو بیٹھنا بالکل نامناسب
اور رسم و رواج کے خلاف ہے - بھلا میں ایسے
لغو بیہودہ رواج کا پابند کیوں ہونے لگا اس
حماقت کو ہندوستانی عفت و عصمت

شائقین علم و ادب کو مژدہ

ہماری پارٹی نے بڑی جانفشانی سے شائقین علم و ادب
کی تفریح و روحانی کا سامان اس اچھی طرح فراہم کیا ہے
کہ ایک دارالمطالعہ لکھنؤ یونین پارٹی کے نام سے متصل
ریڈس واٹر ورکس عشرت منزل وکٹوریہ
اسٹریٹ لکھنؤ قائم کیا ہے جسمیں ہر قسم کے متعلق
[illegible] اخبارات و رسائل اور مذہبی کتب اردو
انگریزی ناولیں وغیرہ بڑی کوشش سے
مہیا کی ہیں -
اوقات حسب ذیل ہیں -
موسم گرما - ۷ بجے شب ۹ بجے شب تک
موسم سرما - ۵ بجے شب ۷ بجے شب تک
تعطیل جمعرات - و ہفتہ - اور اسلامی
تعطیل ہیں -

احقر سید [illegible] علی [illegible]
خادم لکھنؤ یونین پارٹی لکھنؤ

(۷) جنوبی افریقہ کی حفاظت کا خیال کر کے انگریزوں نے فرانسیسیوں پر زور ڈالا کہ اگادیر جرمنی کو دیدو۔

اتھوپیا کو مہذب بنانے کی غرض

(۱) فرانسیسی لوگوں کا خیال ہے کہ تجارت کے بعد حکومتی جھنڈا ادھر ہی جھکتا ہے۔

(۲) یہی انگریز کرتے ہیں۔ یہی جرمن۔ یہی جاپانی اور یہی اطالیا والے۔

(۳) اطالیہ اسی خیال کو لیکر اتھوپیا میں آیا ہے جس خیال کو لیکر فرانس الجیریا میں گئے۔ اور جاپانیوں نے منچوریا پر قبضہ کیا۔

(۴) اطالیوں کا کہنا ہے کہ اتھوپیا والے مہذب نہیں وحشی ہیں۔

(۵) حال کی جنگ ثابت کرتی ہے کہ افریقہ والوں سے یورپ والے زیادہ مہذب ہیں

(۶) پس یورپ والوں کو پہلے خود مہذب بننا چاہیے بعد ازاں افریقہ والوں کو مہذب بنانے کا خیال دل میں لائیں۔ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔

اسپیشل رپورٹر

پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب

پیش ہیچ پیچ ہیچ و پیش ہیچ پیچ

(۵) ڈیم فول۔ جو اعتراضات میں نے کیے تھے وہ جعفری صاحب کو بھی تسلیم ہیں۔ (شاید آیندہ تحریر میں مکر جائیں جس طرح زکریا اور روائٹر کے معاملہ میں کر رہے ہیں) میں نے لکھا تھا کہ زمزم اللغات نے انگریزی تلفظ اور معانی نہیں لکھے۔ اور اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ لفظ دو لفظوں کا مجموعہ ہے ایک ڈیم (DAM) اور دوسرا فول (FOOL) اگر جعفری صاحب کی رائے میں یہ ڈیم (DAMN) فول ہے تو اس سے ڈیم فول کے معانی پر جو تبصرہ کیا گیا اس پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ میرے اعتراضات اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

جعفری صاحب اگر اسقدر تحریر فرما دیتے کہ میری رائے میں یہ DAMN FOOL بھی ہو سکتا ہے تو مجھے چنداں تعرض نہ ہوتا۔ لیکن جعفری صاحب کا یہ لکھنا کہ میرے مندرجہ معانی کسی لغات میں نہیں ملتے جعفری صاحب کی کم نظری پر دال تھا۔ میں نے بجواب بضمن چند لغات کا حوالہ دیا۔ دوسری غلطی جعفری صاحب نے یہ کی کہ بجائے DAMNED کے DAMN لکھا جب میں نے جعفری صاحب سے عرض کیا کہ آپ سے بصد ادب اسقدر استفسار کرتا ہوں کہ DAMN بمعنی ملعون (صفت) کس لغت میں ہے گا۔ تب جعفری صاحب لغت کا حوالہ کہاں سے لیتے۔ اپنی غلطی چھپانے کو دوراز کار باتیں لکھ کر آخر میں لکھ دیا کہ آپ کی ڈکشنریوں سے کام نہ چلے گا۔ یہ مہمل ترین فقرہ تھا یا مغالطہ آمیز اسلیے کہ ڈکشنریاں ڈیم فول کی بحث میں پیش نہیں کی گئی تھیں۔ بلکہ ڈیم کے ان معانی کی تصدیق کے لیے پیش ہوئی تھیں۔ جو جعفری صاحب کو ادھورے ہونے کے لغات میں نہ ملے تھے۔

دوسری تحریر میں جعفری صاحب نے DAMN کے معنی ملعون کے لکھے تھے۔ اب DAMNED کے معنی ملعون کے بتاتے ہیں۔ لہذا انھیں کی تحریر سے DAMN کے معنے ملعون کے غلط ٹھہرے اور میرا اعتراض صحیح۔ اگر جعفری صاحب تحقیق حق کے طالب اور اپنی غلطی تسلیم کرنے والے تھے تو انھیں اپنے جواب الجواب میں لکھنا چاہیے تھا کہ میں نے غلطی سے DAMN بمعنی ملعون لکھا تھا حالانکہ DAMNED لکھنا چاہیے تھا۔

جعفری صاحب نے تحریر فرمایا تھا "ڈیم بمعنی ماں (جانوروں کے لیے) کسی انگریزی لغات میں نہیں ملتا" میں نے جواب عرض کیا "آپ کو لفظ ڈیم بمعنی ماں (خاصکر جانوروں کے لئے) کسی ڈکشنری میں نہ ملے تو اس میں میری کیا خطا۔ فی الحال نصف درجن ڈکشنریوں کا حوالہ عرض کرتا ہوں الخ" جعفری صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو۔ جواب الجواب میں ڈیم فول کی بحث چھیڑ کر آخر میں لکھتے ہیں "جناب کی ضخیم یا مختصر ڈکشنریوں سے کام نہ چلے گا"

سبحان اللہ۔ آپ کا یہ لکھنا کہ ڈیم مندرجہ معنوں میں کسی انگریزی لغات میں نہیں ملتا غلط ثابت ہوا۔ اسی مقصد کے لیے لغات کا حوالہ دیا گیا تھا۔ اگر آپ تحقیق حق کے متلاشی ہوتے تب آپ تسلیم کرتے کہ واقعی میری ناواقفیت تھی۔ اور میرا اعتراض لاعلمی پر مبنی تھا

غرضکہ یہ پانچ اعتراض جعفری صاحب نے ابتک لکھے ہیں جن کا کوئی اثر تبصرہ کے مقاصد پر نہیں پڑتا۔ انکے جوابات مختلف طرف سے دیے گئے لیکن جعفری صاحب کسیطرح قائل ہونے کا نام نہیں لیتے۔ جعفری صاحب کا جواب الجواب سخن پروری کج بحثی کا مخزن ہے اور کچھ نہیں۔

شاید جعفری صاحب یہ کہیں کہ ان اعتراضات سے تمہارا منشا یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ جامع کاکوری اللغات نہ تھا بلکہ غبی اور جاہل تھا۔ لیکن یہ بات زمزم اللغات کے لیے اور بھی زیادہ شرمناک ہوگی کہ مجھ ایسے جاہل نے کاکوری اللغات کے چھکے چھڑا دیے اور ایک اعتراض کا جواب بھی صاحب سے نہ بن پڑا۔ انشاء اللہ کسی آیندہ اشاعت میں اس امر پر روشنی ڈالونگا کہ جہل کسطرف ہے۔ فی الحال میں جعفری صاحب کے تیسرے مراسلہ (جواب نمبر ۲) کے چند لاطائل حصوں کی تردید کرونگا۔

جعفری صاحب تحریر فرماتے ہیں "مگر آپنے گت بنانے کی بجائے تردید کرنا شروع کر دی" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جعفری صاحب کو میری تردید اسقدر

کیوں ناگوار گزاری اور انکساوہ کیوں شکوہ کرتے ہیں۔ انھوں نے تو دوسروں کا قول نقل کیا تھا لہذا انھیں اس سے تعرض نہ کرنا چاہیے تھا۔ جعفری صاحب نے اپنے مراسلہ نمبر ۲ مورخہ ۱۶ فروری میں لکھا تھا "انگریزی الفاظ کا تلفظ اردو حروف تہجی کے ذریعہ ادا نہیں کیا جاسکتا ہے" اب اپنے مراسلہ نمبر ۳ میں اپنے اس قول سے اس طرح گریز کرتے ہیں "میں نے یہ تمہیدی فقرہ کہ ...... اسلیے لکھا تھا کہ جناب چین بجبیں نہ ہوں اور سخت گیری کا الزام مجھ پر عائد نہ فرمائیں" جعفری صاحب کی دلیری ملاحظہ ہو۔ جعفری صاحب کی تحریر ۱۶ فروری کی ہے اور میری وہ تحریر جس میں نے سخت گیری کی شکایت کی ہے ۱۹ فروری کے اودھ پنچ میں شائع ہوئی جو پہلی ۱۲ فروری سے قبل نہ پہونچا ہوگا۔ لہذا ایک روز قبل جعفری صاحب کو کسطرح القا ہو گیا کہ میں سخت گیری کا الزام ان پر عائد کرونگا۔ جعفری صاحب کے اس رجوع سے ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جعفری صاحب کا مقصد تحقیق حق نہیں ہے بلکہ سخن پروری و کج بحثی ہے۔

باقی آئندہ

سراج ——

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

فیشن کا پجاری

عالم خیال

او مائی گاڈ مجھسا پیور جنٹل مین کسی انڈین فیملی میں کیونکر پیدا ہوا میری تو مٹی پلید ہو گئی اگرچہ میری تعلیم صرف ٹنتھ کلاس ہی تک ہے لیکن میری رگ رگ میں انگلش مین کا خون دوڑ رہا ہے دلیپ کو کیا قدر میری فیشن پسندی کا فخر ہر یوروپین کو ہونا چاہیے۔ یوروپین تہذیب میری فطرت ہے میں نے کھڑے کھڑے ہوت کر ہوش سنبھالا ہے میرے دل میں انگلش فیشن کا دریا جوش مار رہا ہے۔ بلکہ سمندر لہریں لے رہا ہے۔ جبتک سیونتھ کلاس پاس نہیں کیا تھا کچھ تمیز نہیں تھی اب تو ٹنتھ کلاس پاس کرکے فیشن کی ہائی ڈگری حاصل کرلی۔ البتہ ایک برائی جو پہلے میرے انتہا سے باہر تھی وہ اب بھی باقی ہے۔ یعنی میرے ماں باپ کا ہندوستانی ہونا۔ مگر مجبوری اور سخت مجبوری ہے اگر بس ہوتا تو اپنی ماں بہن نہیں بلکہ اپنی مدد سے یہ ضرور سفارش کرتا کہ کم سے کم میری ولادت کا ذریعہ کسی خالص یوروپین کو قرار دے اور اپنے پیدا کرنیوالے مادہ (جنکو اولڈ فیشن کے لوگ خدا کہتے ہیں) کی الٹی سمجھ کو کیا کہوں کہ ایک اتنی بدتمیز نیٹیو بلیک مین کو یعنی ذکر کرتے ہوئے بھی میرا موجودہ فادر (نفرت سے) لے توبہ درگاہ فیشن میں سخت گستاخی ہوئی ہندوستانی لوگ کبھی ایسے فصیح معزز اور امتیازی لفظ کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یوں کہوں اگرچہ میری انسلٹ ہے کہ میرے باپ کو میری پیدائش کا واسطہ قرار دیا۔ کیا کروں اب تو کسی طرح میری ناپاک موجودہ انڈین لائف کا تبادلہ یوروپین لائف سے نہیں ہوسکتا ورنہ جان توڑ کوشش کرتا۔ تاہم مجھکو اسکی کوشش تو ضرور کرنی چاہیے کہ ایشیائی تہذیب و معاشرت سے کوسوں دور رہوں اور ہندوستانیت کو قریب بھی نہ آنے دوں ویسے آدمیوں سے ملنا جلنا گناہ سمجھنا چاہیے وہ میرے ماں باپ بھائی بہن ہی کیوں نہ ہوں (کراہیت سے) میرے پاکیزہ دل اور [illegible] میری ولایتی [illegible] ہندوستانیوں ماں باپ بھائی بہن تصور کرنے میں جو مجھکو تکلیف ہوتی ہے مجھکو معاف کرنا [illegible] مجبور ہوں اور سخت مجبور ہوں۔ اف وہ کتنی منحوس گھڑی تھی کہ ان بد نصیبوں سے سابقہ [illegible] نجات جانا تو آسان نہیں [illegible]

نوٹس

بعدالت جناب اسپیشل جج صاحب بہادر درجہ دوم ضلع لکھیری
مقدمہ نمبر ۲۵ انکمبر ۵ سنہ ۱۹۳۶ء
تاریخ پیشی ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۳۶ء
مادھو سنگھ وغیرہ — سائل
بنام
نانکچند روغیرہ — فریق ثانی

ہرگاہ منسی مادھو سنگھ وغیرہ نے درخواست دفعہ ۸ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۳۴ء عدالت ہذا میں ذریعہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لکھیری گذرانی ہے اور منجانب اپنے بیان تحریری داخل کردیا ہے لہذا جملہ اشخاص کو جنکا قرضہ ڈگری شدہ یا بغیر ڈگری شدہ درخواست مذکورہ بالا دہندہ کی ذات یا جائداد پر ہو دو اندر تین ماہ تاریخ شایع ہونے نوٹس گزٹ سے اپنا بیان تحریری نسبت اپنے قرضہ کے داخل کریں ورنہ ان کا عذر بعد میں سماعت نہ ہوگا اور درخواست بعدم حاضری قرض خواہان سموع اور منفصل ہوگی۔

آج بتاریخ ۷ مئی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

میلاد نمبر

"عبرت" ہفتہ وار کا "میلاد نمبر" ماہ جون سنہ ۱۹۳۶ء میں شایع ہو جائیگا جسمیں سبق آموز نظمیں، بلند پایہ مضامین۔ مدبرین و مفکرین کے اقوال، حیات طیبات و فلسفانہ عالمشان مباحث، مقامات مقدسہ کی تازہ ترین تصویریں ہونگی قیمت ۲ مقرر کیگئی ہے عبرت کے خریداران کو یہ نمبر مفت دیا جائیگا

المشتہر
منیجر عبرت ۸۲-۲ کورٹ لین (کلکتہ) ہوڑہ

"پیام"

[illegible] تحریکات کا زبردست معاون ادبیات کا [illegible] سیاست کا نقاد ملک اور قوم کا ارگن [illegible] کاروان [illegible] اخبار "پیام" جو نہایت متانت سے ہندوستان کے پولیٹیکل [illegible] رفتار پر [illegible] تنقید کرتا ہے "پیام" کے مدیر قاضی عبدالغفار [illegible] جنکی زور قلم سے اردو اخباری دنیا [illegible] [illegible] ایڈیٹری [illegible] "پیام" [illegible] حیدر آباد

اودھ پنچ لکھنؤ
جاری شدہ ۱۸۷۷ء
رجسٹرڈ نمبر
LUCKNOW
OUDH PUNCH
لکھنؤ اودھ پنچ
اودھ پنچ ۱۸۷۶ء سے علم و ادب کی خدمت میں مصروف اور اُردو زبان کا مصلح ہے
منتخبات مضامین اودھ پنچ
من ابتدا سنہ ۱۹۱۶ء لغایت سنہ ۱۹۳۴ء
پانچ حصوں میں - یہ ادبی اصلاحی اخلاقی سیاسی مضامین بے نظیر علمی نوادر رکھتے ہیں جن کی نظیر آپ کو اُردو خزانے میں نہ ملے گی۔ یہ انسان کو ہنسنا رونا سکھا دیتے ہیں۔ ابتک پانچ حصے تیار ہوئے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ چار آنہ سالانہ چندہ کے خریدار کو ایک حصہ مفت ملتا ہے سائز ۲۰×۲۶/۱۶ مجموعی قیمت ان منتخبات کی چھ روپیہ چار آنے مع محصول ڈاک ہے۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ
مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ
از سنہ ۱۹۳۰ء لغایت سنہ ۱۹۳۵ء
یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں۔ ہر کتبخانہ میں محفوظ رہنے چاہییں۔
قیمت فی جلد چھ روپیہ دس آنہ مع محصول ڈاک۔
المشتہر
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ